تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الْفَتَاوٰی الرَّضَوِیَّۃ

فتاوٰی رضویہ



جلد 24

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

1

من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين

العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

جلد ۲۴

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ——— ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ——— ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون ۷۶۶۵۷۷۲ ۷۶۵۷۳۱۴

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

نام کتاب ________ فتاوٰی رضویہ جلد ۲۴

تصنیف ________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

فیضانِ کرامت ________ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

سرپرستی ________ مولانا صاحبزادہ محمد عبدالمصطفٰی ہزاروی ناظم اعلٰی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

اہتمام ________ مولانا صاحبزادہ قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشر و اشاعت " " " "

ترجمہ عربی عبارات ________ حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن ہری پور ہزارہ

پیش لفظ ________ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ترتیب فہرست ________ " " " " " " " " "

تبویب جدید ________ " " " " " " " " "

تخریج و تصحیح ________ مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ، مولانا غلام حسن

کتابت ________ محمد شریف گل، کرٹیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ________ مولانا محمد منشا تابش قصوری صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفحات ________ ۷۲۰

اشاعت ________ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ / فروری ۲۰۰۳ء

مطبع ________

ناشر ________ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ________

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲ ۹۴۱۵۳۰۰ / ۳۰۰-

○ مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

○ شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ! اعلیٰحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کیلئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔
فتاوی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ/ مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا' اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً تیرہ[۱۳] سال کے مختصر عرصہ میں چوبیسویں[۲۴] جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیہ اور کتاب الحظر والاباحہ کے حصہ اول و دوم و سوم پر مشتمل تیئیس[۲۳] جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین اشاعت، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد نمبر	عنوانات	جوابات اسئلہ	تعداد رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	"	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	"	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	"	۱۲۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۴	۶۹۲
۶	"	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	"	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	"	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۴	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود، تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	" (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۲
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الھبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ — فروری ۲۰۰۱	۶۹۲

۲۰	کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ۔	۲۳۴	۴	صفر المظفر ۱۴۲۲ — مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحہ (حصہ اوّل)	۲۹۱	۹	ربیع الاول ۱۴۲۳ — مئی ۲۰۰۲	۶۷۶
۲۲	〃 〃 〃 (حصہ دوم)	۲۴۱	۶	جمادی الآخر ۱۴۲۳ — اگست ۲۰۰۲	۶۹۲
۲۳	〃 〃 〃 (حصہ سوم)			ذوالحجہ ۱۴۲۳ — فروری ۲۰۰۳	۷۶۸

فتاویٰ رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف و متداول کتبِ فقہ و فتاویٰ میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیشتر جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاویٰ رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابوابِ فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محلِ نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرستِ اعلیٰ محسنِ اہلسنت مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب زیدمجدہٗ اور دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد اراکینِ ادارہ نے فیصلہ کیا کہ آئندہ شائع ہونے والی جلدوں میں فتاویٰ رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابوابِ فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے۔ عام طور پر فقہ و فتاویٰ کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا لہٰذا اکیسویں جلد سے مسائلِ حظر و اباحت کی اشاعت کا آغاز کیا گیا اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیقِ انیق کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

یاد رہے کہ فتاویٰ رضویہ قدیم میں "کتاب الحظر والاباحۃ" کے عنوان پر مشتمل جلد جس کو مکتبہ رضا ایوان عرفان بیسلپور نے جلد دہم اور رضا اکیڈمی ممبئی نے جلد نہم کے نام سے شائع کیا ہے وہ غیر مرتب اور غیر مبوب ہے اس میں شامل بعض رسائل کی ابتداء و انتہا ممتاز نہیں، کچھ رسائل بے نام شامل ہیں جبکہ بعض رسالوں کے مندرجات یکجا ہونے کی بجائے متفرق و منتشر طور پر مذکور ہیں، اس جلد میں شامل دونوں حصوں کے عنوانات و مسائل ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں کی فہرست یکجا نہیں کی گئی، لہٰذا اس کی ترتیب و تبویب خاصا مشکل اور وقت طلب معاملہ تھا۔ راقم نے متوکلاً علی اللہ اس پر کام شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت اور اعلیٰحضرت کے روحانی تصرف و کرامت کے صدقے میں توقع سے بھی

کم وقت میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا الحمدُ للہ علیٰ ذٰلک۔

کتاب الحظر والاباحۃ کی ترتیبِ جدید میں ہم نے جن امور کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(أ) حظر واباحت سے متعلق فتاوٰی رضویہ قدیم کے دونوں مطبوعہ حصوں کی (استفتاء میں مذکور) مسائل کے اعتبار سے یکجا تبویب کر دی ہے۔

(ب) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق مسائل مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ باب کے تحت درج کیا ہے۔

(ج) فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کر دیا ہے۔

(د) رسائل کی ابتداء و انتہا کو ممتاز کیا ہے۔

(ھ) بے نام رسائل کے ناموں کو ظاہر کیا ہے۔

(و) جن رسائل کے مندرجات و مشمولات یکجا نہ تھے ان کو اکٹھا کر دیا ہے۔

(ز) حظر واباحت سے متعلقہ بعض رسائلِ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہو سکے تھے اُن کو بھی مناسب جگہ پر شاملِ اشاعت کر دیا ہے۔

(ح) تبویبِ جدید کے بعد موجودہ ترتیب، سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہو گئی ہے، لہٰذا پوری کتاب کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے تیار کرنا پڑی۔

(ط) جلد مذکور میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست مرتب کی گئی۔

(ی) اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بعض مقامات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے تبحرِ علمی کے پیشِ نظر ایسے مسائل بھی زیرِ بحث لے آتے ہیں جو متعلقہ ابواب میں سے کسی کے تحت مندرج نہیں ہو سکتے ایسے مسائل کیلئے مفصل فہرست کے بعد ہم نے ضمنی مسائل کے عنوان سے الگ فہرست مرتب کی ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ کے مترجم

سوائے ان رسائل کے جن کو اب فتاوٰی میں نئے سرے سے شامل کیا گیا ہے پوری "کتاب الحظر والاباحۃ" کی عربی اور فارسی عبارات کا مکمل ترجمہ جامع منقول ومعقول، فاضلِ جلیل، محققِ شہیر، مصنفِ کتبِ کثیرہ، فخر المدرسین، حضرت مولانا علامہ مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد عبد السبحان بن مولانا مظہر جمیل بن مولانا مفتی محمد غوث (کھلابٹ، ہزارہ) کے

صاحبزادے اور استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی کے نواسے ہیں آپ نے تمام درسیات اپنے والد گرامی سے پڑھیں، فارغ التحصیل ہوتے ہی درس و تدریس سے وابستہ ہوگئے اور سالہا سال آپ نے اہلسنت وجماعت کے معروف ادارے جامعہ رحمانیہ ہری پور میں بطور شیخ الحدیث تدریسی فرائض سرانجام دیئے، آپ کے آباء واجداد نے ڈنکے کی چوٹ پر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ سرانجام دیا، چنانچہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا قاضی محمد عبدالسبحان صاحب اور برادر اکبر حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کی متعدد درسی وغیر درسی تصانیف اربابِ علم میں معروف ہیں۔ مناظرہ و رَدِّ بد مذہباں خصوصاً رَدِّ وہابیہ میں ان بزرگوں کی خدمات کو اہلِ سنّت وجماعت میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

چوبیسویں جلد

یہ جلد "کتاب الحظر والاباحۃ" کا چوتھا حصہ ہے جو ۲۸۴ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۷۲۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں بنیادی طور پر جن ابواب کو زیرِ بحث لایا گیا ہے وہ یہ ہیں:

لہو ولعب، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، بیماری وعلاج، صحبت وموالات، محبت وعداوت، جھوٹ وغیبت وبدعہدی، ظلم وایذاء، ہجران وقطع تعلق، دعوٰی قضاء، شہادت، حسن سلوک، حقوق العباد، سوگ ونوحہ وجزع وفزع، تعزیہ داری، تشبہ بالغیر، حقہ وپان، تصویر، جانوروں کی پرورش، نام رکھنا، خط وکتابت اور سیاسیات۔

دیگر کئی ایک ابواب سے متعلق مسائل کثیرہ پر ضمناً گفتگو واقع ہوئی لہذا راقم الحروف نے مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کی سہولت کے لئے تیار کردی ہے نیز اس جلد میں شامل مستقل ابواب سے متعلق مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً مندرج تھے تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کردی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں وقت و ابہام پیدا نہ ہو۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل نو ۹ رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) الحق المجتلٰی فی حکم المبتلٰی (۱۳۲۴ھ)

جذامی کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور اس کی خدمتگزاری وتیمارداری کے باعث ثواب ہونے کا بیان

(۲) تیسر الماعون للسکن فی الطاعون (۱۳۲۵ھ)

جہاں طاعون کا مرض پیدا ہوجائے وہاں کے باشندوں سے متعلق حکم شرعی

(۳) مشعلۃ الارشاد الٰی حقوق الاولاد (۱۳۱۰ھ)

والدین پر اولاد کے حقوق کا بیان

(۴) اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد (۱۳۱۰ھ)

حقوق العباد کی تعریف اور ان کی اہمیت کا بیان اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے طریقے

(۵) العطایا القدیر فی حکم التصویر (۱۳۳۱ھ)

بزرگوں کی تصاویر بطور تبرک گھر میں رکھنے کا حکم شرعی

(۶) مسائل سماع (۱۳۲۰ھ)

متصوفہ زمانہ کی مجلس سماع و سرور کا شرعی حکم جس میں راگ ورقص و مزامیر اور معازف ہر قسم کے ہوتے ہیں۔

(۷) الحقوق لطرح العقوق (۱۳۰۷ھ)

والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق کی تفصیل اور ان کی ادائیگی کے طریقے

(۸) اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الھند وبیان الشھادۃ (۱۳۲۱ھ)

تعزیہ کی حرمت، سربازار شنگر نٹانے کی ممانعت اور اہل تشیع کی مجالس مرثیہ کے حکم شرعی کا بیان

(۹) النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء (۱۳۲۰ھ)

اچھے اور بُرے ناموں کے احکام کا بیان

ان میں سے مقدم الذکر پانچ رسالے پہلے سے فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل تھے جبکہ باقی رسائل اب شامل کئے گئے ہیں۔

○

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ
فروری ۲۰۰۳ء

فہرست مضامین مفصل

لہو و لعب

ضمیمہ لہو ولعب

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

ضمیمہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر

بیماری اور علاج معالجہ

صحبت و موالات و محبت و عداوت

ظلم و ایذائے مسلم و ہجران و قطع

جھوٹ وغیبت وبدعہدی وغیرہ

دعوٰی و قضاء و شہادت

ضمیمہ دعوٰی و قضاء و شہادت

حسن سلوک و حقوق العباد

رسالہ اعجب الامداد فی

ضمیمہ حُسنِ سلوک وحقوق العباد

سوگ و نوحہ وجزع وفزع

تعزیہ اور اس سے متعلق بدعات

رسالہ اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادہ۔ ۵۰۴

ضمیمہ تعزیہ اور اس سے متعلق بدعات

تشبّہ بالغیر، شعارِ کفّار وغیرہ

حقہ و پان

تصویر

رسالہ العطایا القدیر فی حکم التصویر۔ ۵۷۱

ضمیمہ تصویر

جانوروں کا پالنا، لڑانا اور ان پر رحم وظلم

نام رکھنے کا بیان

خط و کتابت

سیاسیات

٭ ٭ ٭

فہرست ضمنی مسائل

عقائد و سیر

سیرت و فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

نماز، امامت، اذان، طہارت و نجاست

احکام مسجد

رضاعت

عشرت

عقیقہ

صلہ رحمی

زیور و زینت

رسم و رواج

فوائد تفسیریہ

فوائد حدیثیہ

فوائد اصولیہ

فوائدِ فقہیہ

اسماء الرجال

تاریخ و تذکرہ

ترغیب و ترہیب

تصوف و طریقت

سلام وتحیت

مجالس ومحافل

لغت وبلاغت ونحو

منطق

شرب وطعام

طب

طبیعیات

فضائل و مناقب

حدود و تعزیرات

لباس

حلق و قصر

اشربہ

یمین

قرض

کسب، اجارہ و بیوع

تعظیم سادات

نذر و نیاز

میراث و فرائض

رَدِّ بدمذہباں و مناظرہ

متفرقات

* * *

لہو و لعب

کھیل، تماشہ، میلہ، مزاح، ناچ، گانا، قوالی، مزامیر، راگ، سماع، موسیقی وغیرہ سے متعلق

مسئلہ از فیروز پورہ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گنجفہ، چوسر، شطرنج کھیلنا کیسا ہے اور ان میں کچھ فرق ہے یا سب ایک سے ہیں، اور گناہ صغیرہ ہیں یا کبیرہ؟ یا عبث؟ اور فعل عبث کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

یہ سب کھیل ممنوع وناجائز ہیں اور ان میں چوسر اور گنجفہ بدتر ہیں، گنجفہ میں تصاویر ہیں اور انھیں عظمت کے ساتھ رکھتے اور وقعت وعزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یہ امر اس کے سخت گناہ کا موجب ہے۔ اور چوسر کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی نے فرمایا:

من لعب بالنردشیر فکانما صبغ یدہ فی لحم خنزیر ودمہ[1] رواہ مسلم۔ جس نے چوسر کھیلی اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے گوشت خون میں رنگا۔ (اسے مسلم نے روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الشعر باب تحریم اللعب بالنردشیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۰

دوسری حدیث صحیح فرمایا:

من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسولہ[1] اخرجه احمد وابوداؤد وابن ماجة والحاکم عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جس نے چوسر کھیلی اس نے خدا ورسول کی نافرمانی کی (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے اسے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

چوسر بالاجماع حرام وموجبِ فسق وردِ شہادت ہے فی ردالمحتار عن القھستانی النرد حرام مسقط للعدالة بالاجماع[2] (فتاوٰی شامی میں قہستانی سے نقل کیا گیا ہے کہ چوسر کھیلنا حرام ہے اس سے بالاجماع عدالت ساقط ہوجاتی ہے۔ت) یہی حال گنجفہ کا سمجھنا چاہئے لما ذکرنا (اس وجہ سے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔ت) اور شطرنج کو اگرچہ بعض علماء نے بعض روایات میں چند شرطوں کے ساتھ جائز بتایا ہے:

(۱) بدکر نہ ہو۔

(۲) نادرًا کبھی کبھی ہو عادت نہ ڈالیں۔

(۳) اُس کے سبب نماز باجماعت خواہ کسی واجب شرعی میں خلل نہ آئے۔

(۴) اُس پر قسمیں نہ کھایا کریں۔

(۵) فحش نہ بکیں۔

مگر تحقیق یہ کہ مطلقًا منع ہے اور حق یہ کہ ان شرطوں کا نباہ ہرگز نہیں ہوتا خصوصًا شرط دوم وسوم کہ جب اس کا چسکا پڑجاتا ہے ضرور مداومت کرتے ہیں اور لااقل وقت نماز میں تنگی یا جماعت میں غیرحاضری بیشک ہوتی ہے جیساکہ تجربہ اس پر شاہد، اور بالفرض ہزار میں ایک آدھ آدمی ایسا نکلے کہ ان شرائط کا پورا لحاظ رکھے تو نادر پر حکم نہیں ہوتا۔

وانما تبتنی الاحکام الفقھیة علی الغالب فلاینظر الی النادر ولایحکم الا بالمنع کما افادہ المحقق فی

فقہی احکام غالب حالات پر مبنی ہوتے ہیں لہذا نادر الوقوع پر نگاہ نہیں کی جاتی اس لئے ممانعت کا فیصلہ ہی کیا جائے گا جیساکہ محقق ابن ہمام

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۳۹۴

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

الفتح فی مسئلۃ مجاورۃ الحرم و فی الدر فی مسئلۃ الحمام۔

نے فتح القدیر میں ہمسائیگی حرم کے مسئلہ میں افادہ بحثا۔ اور درمختار میں مسئلہ حمام میں یہی فرمایا ہے۔ (ت)

تو تحقیق یہی ہے کہ اس سے مطلقاً ممانعت کی جائے۔ درمختار میں ہے:

کرہ تحریما اللعب بالنرد و الشطرنج بکسر اولہ ویھمل ولا یفتح الا نادرا و اباحہ الشافعی و ابو یوسف فی روایۃ وھذا اذا لم یقامر ولم یخل بواجب والا فحرام[1]

چوسر کھیلنا مکروہ تحریمی ہے اور شطرنج بھی۔ اور ایک روایت میں امام شافعی اور قاضی ابو یوسف نے شطرنج کو مباح قرار دیا ہے، اور یہ اس وقت ہوگا جب جوا نہ ہو اور کسی واجب کی ادائیگی میں خلل بھی واقع نہ ہو ورنہ حرام ہوگا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام والمسلمین کما فی الکافی قہستانی قولہ فی روایۃ الخ وکذا اذا لم یکثر الحلف علیہ وبدون ھذہ المعانی لا تسقط عدالتہ للاختلاف فی حرمتہ عبدالبر عن ادب القاضی[2]

ہمارے نزدیک شطرنج کھیلنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور اس کو مباح قرار دینے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شیطان کو امداد فراہم کرنا ہے جیسا کہ الکافی میں ہے، قہستانی۔ قولہ فی روایۃ الخ اور اسی طرح جبکہ دوران کھیل زیادہ قسمیں نہ کھائی جائیں، اور بغیر ان چیزوں کے آدمی کی عدالت ساقط نہیں ہوتی کیونکہ اس کی حرمت میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، عبدالبر بحوالہ ادب القاضی۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

یکرہ اللعب بالشطرنج والنرد وثلثۃ عشر واربعۃ عشر وکل لھو ما سوی

شطرنج اور چوسر اور تیرہ اور چودہ کا کھیل مکروہ ہے اور شطرنج کے علاوہ ہر کھیل بالاتفاق حرام ہے

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸ - ۲۴۷

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

الشطرنج حرام بالاجماع و اما الشطرنج فاللعب به حرام عندنا والذی یلعب ان قامر سقطت عدالته لم تقبل شہادتہ[1] اھ ملخصاً۔

اور شطرنج کھیلنا بھی ہمارے نزدیک حرام ہے۔ اور وہ شخص جو کھیلے اگر جوئے کی بازی لگائے تو اس کی عدالت ساقط ہوجائے گی لہذا اس کی گواہی قبول نہ ہوگی اھ ملخصاً (ت)

ہاں اتنا ہے کہ اگر بدکر نہ ہو تو ایک آدھ بار کھیل لینا گناہِ صغیرہ ہے اور بدکر ہو یا عادت کی جائے یا اس کے سبب نمازیں کھوئیں یا جماعتیں فوت کریں تو آپ ہی گناہِ کبیرہ ہوجائے گی۔ اسی طرح ہر کھیل اور عبث فعل جس میں نہ کوئی غرضِ دین نہ کوئی منفعتِ جائزہ دنیوی ہو سب مکروہ و بیجا ہیں کوئی کم کوئی زیادہ۔ درمختار میں ہے:

وکرہ کل لھو لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام کل لھو المسلم حرام الاثلثۃ ملاعبتہ باھلہ وتادیبہ لفرسہ و مناضلتہ بقوسہ[2]۔

ہر کھیل مکروہ ہے اس لئے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کے، خاوند کا اپنی اہلیہ سے کھیلنا، اپنے گھوڑے کو شائستگی سکھاتے ہوئے اس سے کھیلنا، اپنی کمان کے ساتھ تیر اندازی کرنا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

کل لھو ای کل لعب وعبث فالثلاثۃ بمعنی واحد کما فی شرح التاویلات[3] الخ، واللہ تعالٰی اعلم۔

ہر لہو یعنی کھیل اور بے فائدہ کام۔ پس تینوں ہم معنی ہیں، جیسا کہ شرح تاویلات میں ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲: از جالندھر محلہ راستہ پھگواڑہ دروازہ مرسلہ شیخ محمد شمس الدین صاحب ۲۲ رجب ۱۳۱۰ھ

راگ یا مزامیر کرانا یا سننا گناہِ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟ اس فعل کا مرتکب فاسق ہے یا نہیں؟

الجواب

مزامیر یعنی آلاتِ لہو ولعب بروجہ لہو ولعب بلاشبہہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء و علماء دونوں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸

[3] " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں مصرح، اُن کے سُننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے، اور حضرات عُلیہ سادات بہشت کُرائے سلسلۂ عالیہ چشت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنا بہم کی طرف اس کی نسبت محض باطل وافترا ہے، حضرت سیدی فخر الدین زرّادی قدس سرہٗ کہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدنیا والدین محمد احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اجلّہ خلفائے سے ہیں جنھوں نے خاص عہد کرامت مہد حضور ممدوح میں بلکہ خود بحکم حضور والا مسئلہ سماع میں رسالہ کشف القناع من اصول السماع تالیف فرمایا، اپنے اسی رسالہ میں فرماتے ہیں:

سمع بعض المغلوبین السماع مع المزامیر فی غلبات الشوق واما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبریٔ عن ھذہ التھمۃ وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللہ تعالیٰ[1]

یعنی بعض مغلوب الحال لوگوں نے اپنے غلبۂ حال و شوق میں سماع مع مزامیر سنا اور ہمارے پیرانِ طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سننا اس تہمت سے بری ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے اُن اشعار کے ساتھ جو کمالِ صنعتِ الٰہی جل وعلا سے خبر دیتے ہیں انتہی۔ (ت)

بلکہ خود حضور ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ملفوظات شریفہ فوائد الفواد وغیرہا میں جا بجا حرمتِ مزامیر کی تصریح فرمائی، بلکہ حضور والا صرف تالی کو بھی منع فرماتے کہ مشابہ لہو ہے، بلکہ ایسے افعال میں عذرِ غلبۂ حال کو بھی پسند نہ فرماتے کہ مدعیانِ باطل کو راہ نہ ملے،

واللہ یعلم المفسد من المصلح فرضی اللہ عن الائمۃ ما انصحھم للامۃ۔

اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح یعنی فساد کرنے والے اور اصلاح کرنے والے دونوں کو جانتا ہے، پس اللہ تعالیٰ ائمہ کرام سے راضی ہو کہ انھوں نے امت کے لئے کتنی خیر خواہی فرمائی۔ (ت)

یہ سب امور ملفوظات اقدس میں مذکور و ماثور فوائد الفواد شریف میں صاف تصریح فرمائی ہے کہ مزامیر حرام است[2] (مزامیر یعنی گانے بجانے کے آلات کا استعمال حرام ہے۔ ت)

کما نقل عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدی الشیخ المحقق مولانا عبد الحق المحدث الدھلوی رحمۃ اللہ

جیسا کہ ان سے نقل کیا ہے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو میرے آقا شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

---

[1] کشف القناع عن اصول السماع
[2] فوائد الفواد

تعالٰی علیہم وعلینا بہم۔ آمین!

اور ان کی وجہ سے ہم پر بھی اس کی رحمتیں ہوں۔ اے اللہ! اس دعا کو شرفِ قبولیت سے نواز دے۔ (ت)

حضور ممدوح کے یہ ارشاداتِ عالیہ ہمارے لئے سندِ کافی اور ان اہل ہوا و ہوس مدعیانِ چشتیت پر حجت کافی۔ ہاں جہاد کا طبل، سحری کا نقارہ، حمام کا بوق، اعلانِ نکاح کا بے جلاجل دف جائز ہیں کہ یہ آلاتِ لہو ولعب نہیں۔ یونہی یہ بھی ممکن کہ بعض بندگانِ خدا جو ظلماتِ نفس و کدوراتِ شہوت سے یک لخت بری و منزہ ہو کر فانی فی اللہ و باقی باللہ ہوگئے کہ

لایقولون الا اللّٰہ ولا یسمعون الا اللّٰہ بل لا یعلمون الا اللّٰہ بل لیس ھناك الا اللّٰہ۔

وہ اللہ تعالٰی کے سوا کچھ نہیں کہتے، اللہ تعالٰی کے سوا کچھ نہیں سنتے، بلکہ اللہ تعالٰی کے بغیر کچھ نہیں جانتے بلکہ وہاں صرف اللہ تعالٰی ہی جلوہ گر ہوتا ہے۔ (ت)

اُن میں کسی نے بحالتِ غلبۂ حال خواہ عین الشریعۃ الکبرٰی تک پہنچ کر ازانجا کہ اُن کی حرمت لعینہا نہیں،

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[1]

اعمال کا دارومدار ارادوں پر ہوتا ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (ت)

بعد وثوق تام و اطمینان کامل کہ حالاً و مالاً فتنہ منعدم احیاناً اس پر اقدام فرمایا ہو۔ لہذا فاضل محقق آفندی شامی قدس اللہ تعالٰی سرہ السامی ردالمحتار میں زیر قول درمختار:

ومن ذٰلك (ای من الملاھی) ضرب النوبۃ للتفاخر فلو للتنبیہ فلاباس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکیر ثلث نفخات الصور[2] الخ۔

اسی سے یعنی آلاتِ لہو میں سے فخریہ طور پر نوبت بجانا بھی ہے، لیکن اگر ہوشیار کرنے کے لئے بجائی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ تین اوقات میں یا تین دفعہ نوبت بجائی جائے تاکہ صورِ اسرافیل کے تین دفعہ پھونکنے کی یاد تازہ ہو الخ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۸

فرماتے ہیں:

هذا يفيد ان آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة الاترى ان ضرب تلك الآلة بعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية بسماعها والامور بمقاصدها وفيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امورا هم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار کی لا یحرم برکتهم فانهم السادة الاخيار امدنا الله تعالٰی بامداداتهم واعاد علينا من صالح دعواتهم وبركاتهم۔[1]

یہ بات فائدہ دیتی ہے کہ آلۂ لہو لعینہٖ (بالذات) حرام نہیں بلکہ ارادہ وعمل لہو کی وجہ سے حرام ہے خواہ یہ سامع کی طرف سے ہو یا اس سے مشغول ہونے والے کی طرف سے ہو۔ "اضافت" سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ کبھی اس آلۂ لہو کو بعینہٖ بجانا اور استعمال کرنا حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام، اور اس کی وجہ اختلافِ نیت ہے۔ پس کاموں کے جائز اور ناجائز ہونے کا دارومدار ان کے مقاصد پر مبنی ہوتا ہے۔ اس میں ہمارے سادات صوفیہ کی دلیل موجود ہے کہ وہ سماع سے ایسے رموز کا ارادہ رکھتے ہیں کہ جن کو وہ خود ہی اچھی طرح جانتے ہیں لہذا اعتراض کرنے والا انکار کرنے میں جلدی نہ کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی برکت سے محروم ہوجائے، کیونکہ وہ پسندیدہ سادات ہیں پس ان کی امداد سے اللہ تعالٰی ہماری مدد فرمائے اور ان کی نیک دعاؤں اور برکات کا ہم پر اعادہ فرمائے یعنی انھیں ہم پر لوٹائے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) بلکہ یہاں ایک اور وجہ ادق واعمق ہے صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں رب العزۃ تبارک وتعالٰی فرماتا ہے:

لا یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده

یعنی میرا بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہوجاتا ہے پھر جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

6/6 التی یبطش بھا و رجلہ التی یمشی بھا۔[1] | اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ جس سے کوئی چیز پکڑتا ہے اور اسکا وہ پاؤں جس سے وہ چلتا ہے انتہی۔

اب کہئے کون کہتا اور کون سُنتا ہے، آواز تو شجرہ طور سے آتی ہے مگر لا و اللہ پیڑ نے نہ کہا انی انا اللہ رب العالمین[2] (یقیناً میں ہی تمام جہانوں کا پروردگار اللہ تعالٰی ہوں۔ ت) ؎

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود ... گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(اس کا ارشاد درحقیقت اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے اگرچہ بظاہر اللہ تعالٰی کے بندے کے منہ سے نکلے۔ ت)

یہی حال سننے کا ہے وللہ الحجۃ البالغۃ (اور خدا ہی کے لئے کامل دلیل ہے۔ ت) مگر اللہ اللہ یہ عباد اللہ کبریتِ احمر و کوہِ یاقوت ہیں اور نادر احکام شرعیہ کی بنا نہیں تو ان کا حال مفید جواز یا حکم تحریم میں قید نہیں ہوسکتا،

کما افادہ المولی المحقق حیث اطلق سیدی کمال الدین محمد بن الھمام رحمۃ اللہ علیہ فی اٰخر الحج من فتح القدیر فی مسئلۃ الجواز: | جیسا کہ مولی المحقق نے اس کا افادہ بیان کیا، چنانچہ میرے آقا و رہنما کمال الدین محمد بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر بحث حج کے آخر پر مسئلۂ جواز میں اس کو مطلق بیان فرمایا (ت)

نہ یہ مدعیانِ خامکار اُن کے مثل ہیں نہ بے بلوغ مرتبہ محفوظیت نفس پر اعتماد جائز،

فانھا اکذب مایکون اذا حلفت فکیف اذا وعدت۔ | جب تو قسم کھائے تو جھوٹ ہوتا ہے تو تیرے وعدہ کا کیا حال ہوگا۔ (ت)

رجماً بالغیب کسی کو ایسا ٹھہرالینا صحیح، ہاں یہ احتمال صرف اتنا کام دے گا کہ جہاں اس کا انتفا معلوم نہ ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ دیجئے اور بے ضرورت شرعی ذات فاعل سے بحث نہ کیجئے،

ھذا ھو الانصاف فی امثال الباب و اللہ الھادی بالصواب۔ | امثالِ باب میں یہی انصاف ہے۔ واللہ الہادی بالصواب۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۶۳
[2] القرآن الکریم ۲۸/۳۰

سماع مجرد بے مزامیر، اس کی چند صورتیں ہیں:

اوّل رنڈیوں، ڈومنیوں، محلِ فتنہ امردوں کا گانا۔

دوم جو چیز گائی جائے معصیت پر مشتمل ہو، مثلاً فحش یا کذب یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو یا شراب و زنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ امرد کی بالیقین تعریف حسن یا کسی معین عورت کا اگرچہ مردہ ہو ایسا ذکر جس سے اس کے اقارب احبا کو حیا و عار آئے۔

سوم بطور لہو و لعب سنا جائے اگرچہ اس میں کوئی ذکر مذموم نہ ہو۔

تینوں صورتیں ممنوع ہیں الاخیرتان ذاتاً والاولٰی ذریعۃ حقیقۃ (آخری دو بلحاظ ذات اور پہلی درحقیقت ذریعہ ہے۔ ت) ایسا ہی گانا لہو الحدیث ہے اس کی تحریم میں اور کچھ نہ ہو تو صرف حدیث کل لعب ابن اٰدم حرام الا ثلثۃ[1] (ابن آدم کا ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کھیلوں کے۔ ت) کافی ہے، ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزامیر ہوں نہ گانے والے محلِ فتنہ، نہ لہو و لعب مقصود نہ کوئی ناجائز کلام گائیں بلکہ سادے عاشقانہ گیت، غزلیں، ذکر باغ و بہار و خط و خال و رخ و زلف و حسن عشق و ہجر و وصل و وفائے عشاق و جفائے معشوق وغیرہا امورِ عشق و تغزل پر مشتمل سنے جائیں تو فساق و فجار و اہل شہوات دنیہ کو اس سے بھی روکا جائے گا،

وذٰلک من باب الاحتیاط القاطع و نصح الناصح وسد الذرائع المخصوص بہ ھذا الشرع البارع والدین الفارع۔

یہ رکاوٹ یقینی احتیاط کے باب سے ہے اس میں خیر خواہ کی خیر خواہی اور ذرائع کی روک تھام موجود ہے جو اس یکتا و فائق شریعت اور خوبصورت دین سے مخصوص ہے (ت)

اسی طرح حدیث

الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل، ناظر۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الملاھی عن ابن مسعود والبیھقی فی شعب الایمان[2] عن جابر

گانا بجانا دل میں اس طرح نفاق اگاتا ہے جس طرح پانی ساگ پات اگاتا ہے، ناظر ہے محدث ابن ابی الدنیا نے اس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اور امام بیہقی نے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الجہاد باب ماجاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۷
سنن ابن ماجہ " باب فی الرمی فی سبیل اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۷

[2] شعب الایمان حدیث ۵۱۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۷۹
کنز العمال بحوالہ ابن ابی الدنیا حدیث ۴۰۶۵۸ مؤسسۃ الرسالہ ۱۵/ ۲۲۰

رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ ت)

اور اہل اللہ کے حق میں یقیناً جائز بلکہ مستحب کہئے تو دور نہیں، گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دبی بات کو ابھارتا ہے جب دل میں بری خواہش بیہودہ آلائشیں ہوں تو انھیں کو ترقی دے گا اور جو پاک مبارک ستھرے دل شہوات سے خالی اور محبتِ خدا و رسول سے مملو ہیں ان کے اس شوق محمود و عشق مسعود کو افزائش دے گا وحکم المقدمۃ حکم ماھی مقدمۃ لہ انصافاً (مقدمہ کا حکم وہی ہے جو اس چیز کا حکم کہ جس کے لئے مقدمہ وضع کیا گیا۔ ت) ان بندگانِ خدا کے حق میں اسے ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بیجا نہیں۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لیس فی القدر المذکور من السماع مایحرم بنص ولا اجماع وانما الخلاف فی غیرما عین والنزاع فی سوی مابین وقد قال بجواز السماع من الصحابۃ والتابعین جم غفیر (الی ان قال) اما سماع السادۃ الصوفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فبمعزل عن ھذا الخلاف بل ومرتفع عن درجۃ الاباحۃ الی رتبۃ المستحب کما صرح بہ غیر واحد من المحققین[1]۔

سماع کے متعلق قدر مذکور میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کو نص اور اجماع سے حرام ٹھہرائے ہاں البتہ اختلاف اس کے بغیر ہے کہ جس کو معین کیا گیا اور نزاع اس کے علاوہ ہے کہ جس کو بیان کیا گیا اور صحابہ کرام اور تابعین عظام سے اہل علم کے جم غفیر نے سماع کے جواز کا قول نقل کیا ہے (یہاں تک فرمایا) رہا سادات صوفیائے کرام کا سماع تو وہ اس اختلاف سے دور ہے بلکہ وہ درجۂ اباحت سے رتبۂ استحباب تک پہنچا ہوا ہے جیسا کہ بہت سے اہل تحقیق نے تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

یہ اس چیز کا بیان تھا جسے عرف میں گانا کہتے ہیں اور اگر اشعار حمد و نعت و منقبت و وعظ و پند و ذکر آخرت بوڑھے یا جوان مرد خوش الحانی سے پڑھیں اور بہ نیت نیک سُنے جائیں کہ اُسے عرف میں گانا نہیں بلکہ پڑھنا کہتے ہیں تو اس کے منع پر تو شرع سے اصلاً دلیل نہیں، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہیۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۸۲-۱۸۳

کا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے خاص مسجد اقدس میں منبر رکھنا اور ان کا اس پر کھڑے ہو کر نعتِ اقدس سنانا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام کا استماع فرمانا خود حدیث صحیح بخاری شریف سے واضح اور عرب کے رسم حدی زمانہ صحابہ وتابعین بلکہ عہدِ اقدس رسالت میں رائج رہنا خوش الحانی رجال کے جواز پر دلیل لائح، انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حدی پر حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے انکار نہ فرمایا بلکہ بلحاظ عورات یا انجشۃ ما ویدا لا تکسر القواریر[1] ارشاد ہوا کہ اُن کی آواز دلکش و دل نواز تھی عورتیں نرم نازک شیشیاں ہیں جنھیں تھوڑی ٹھیس بہت ہوتی ہے۔ غرض مدار کار تحقق و توقع فتنہ ہے، جہاں فتنہ ثابت وہاں حکمِ حرمت، جہاں توقع و اندیشہ وہاں بنظر سد ذریعہ حکم ممانعت، جہاں نہ یہ نہ وہ نہ یہ نہ وہ بلکہ بہ نیت محمود استحباب موجود۔ بحمد اللہ یہ چند سطروں میں تحقیق نفیس ہے کہ ان شاء اللہ العزیز حق اس سے متجاوز نہیں،

نسأل اللہ سوی الصراط من دون تفریط والافراط، واللہ اعلم بالصواب۔

ہم اللہ تعالٰی سے سیدھی راہ کا سوال کرتے ہیں جو افراط وتفریط سے محفوظ ہو۔ اللہ تعالٰی راہِ صواب کو خوب جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۳: از ملک بنگالہ شہر نصیر آباد قصبہ لاما پاڑا مرسلہ محمد علیم الدین صاحب ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کار خیر مثل وعظ وغیرہ کے واسطے ڈھول سے خبر کرنا جائز ہے یا نہ؟ یعنی ایسا مقام ہو کہ وہاں عوام الناس بہت ہی دین کے مسئلہ سے ناواقف اور وہاں کوئی علیم جاکر ڈھنڈورہ پٹوائے کہ فلاں روز میں وعظ کروں گا بقصد فائدہ عام اس صورت میں جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

ظاہر جواز ہے اور بذریعہ اشتہار اعلان انسب۔ درمختار میں ہے:

من ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر فلو للتنبیہ فلاباس بہ[2]

اسی لہو میں سے یہ بھی ہے کہ باری پر دف بجانا آپس میں فخر جتانے کے لئے، اور اگر آگاہ اور ہوشیار کرنے کے لئے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم للنساء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۵۵

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۸

در منتقی میں ہے:

ینبغی ان یکون بوق الحمام یجوز کضرب النوبۃ[1]

مناسب ہے کہ حمام میں حمام کا بگل بجایا جائے کیونکہ یہ جائز ہے باری کے دف کی طرح۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

وینبغی ان یکون طبل السحر فی رمضان لایقاظ النائمین للسحور کبوق الحمام تأمل[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ بھی مناسب ہے کہ سحری کرنے والوں کے لئے سحری کے وقت طبل بجانا سونے والوں کو جگانے کے لئے، حمام کے بگل بجانے کی طرح جائز ہے۔ غور کیجئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲: از الفی ملک مدراس مرسلہ حاجی عبدالرحمٰن خلف حاجی محمد ہاشم ۱۶ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ گزشتہ ۲ ماہ شوال ۱۳۱۵ھ کو یہاں ایک مسجد میں مولود شریف ہوا، اکثر خاص اور عام اہل اسلام بقصد سماعتِ مولود شریف حاضر ہوئے، جب میلاد خوانی سے فراغت ہوئی تھوڑے لوگ ان حاضرین سے اٹھ کھڑے ہوئے اور باہم دیگر ہاتھوں کو پکڑ کے حلقہ باندھے اور اس حلقہ کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہوا اور حلقہ والے لوگ رقص وتمایل کے ساتھ ہاہو مچا کے بڑے زور شور سے الا اللہ کے طور سے ذکر کرنے کو شروع کئے یہاں رقص اور تمایل کا زور اور وہاں تصفیق کا شور یعنی بیچ میں جو شخص کھڑا تھا اس نے حلقے والوں کے رقص اور تمایل کے وزن پر تصفیق نہایت موزونیت کے ساتھ کرتا تھا جب یہ عمل شروع ہوا تو اکثر لوگ اس مجلس کے نکل کر چلے گئے بناءً علیہ اس حلقہ میں ایک شخص:

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا و نحشرہ یوم القیمۃ اعمی[3] الخ۔

جس کسی نے میرے ذکر سے منہ پھیرا اس کے لئے تنگ گزران ہے اور ہم قیامت کے روز اسے اندھا ہونے کی صورت میں اٹھائیں گے الخ (ت)

اس آیت کو پڑھ کے معنی بیان کیا کہ جو شخص ایسے ذکر کے مجلس سے اٹھ جاتا ہے اس کے حق میں اللہ تعالٰی

---

[1] الدر المنتقی فی شرح الملتقی علی ہامش مجمع الانہر کتاب الکراہیۃ باب فی المتفرقات بیروت ۲/ ۵۵۳

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴

فرماتا ہے کہ اس کو قیامت کے روز اندھا کر کے اٹھاؤں گا۔ اس مضمون کو بڑے زور شور سے بیان کیا، دوسرے روز بعض اصحابِ علم نے اس شخص سے کہا کہ تُو نے جو ذکر سے ہیئت کذائی مذکورہ مراد لیا سو سراسر غلط اور خلافِ اصحابِ تفسیر ہے دیکھ تفسیر جلالین۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے کہا کہ تفسیر جلالین ظاہری تفسیر ہے اہلِ باطن کے لئے قاعدہ دوسرا ہے، انجام اس نے تفسیر جلالین کو حقارت کا الزام دیا۔ بنا بر اس کے دریافت کیا جاتا ہے:

(۱) جو مسلمان اس محفل سے نکل گئے وہ قیامت کے روز اندھے ہو کے اُٹھیں گے۔ یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ شخص ذکر سے یہ ہیئت کذائی مراد لیا سو درست ہے یا نہیں؟

(۳) ومن اعرض عن ذکری[1] سے یہاں کیا مراد اور شانِ نزول اس آیت کا کیا ہے؟

(۴) تفسیرِ جلالین کی جو حقارت کرے اس کے لئے شرع شریف میں کیا سزا ہے؟

(۵) جو مسلمان اس مجلس سے نکل گئے وہ قیامت کے روز اندھے ہو کر اٹھیں گے، یہ بات صحیح نہیں تو ایسے الفاظ سے مسلمانوں پر تہمت ڈالنے والا شخص از روئے اسلام کون ہے؟

(۶) تفسیرِ جلالین کی حقارت کرنے والے پر کفر ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(۷) ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۸) تجدیدِ اسلام یا توبہ لازم ہوتا ہے یا نہیں؟

(۹) اُن حلقے والوں کا ذکر جس کی ہیئت اوپر ذکر کی گئی ہے ایسا ذکر اور رقص اور تصفیق (تالی بجانا) شرع شریف میں درست ہے یا نہیں؟ اور جو شرع کو ایسا ویسا سمجھے اور معرفت کا دعوٰی کرے لوگوں کو بموجب شرع شریف کیا کہنا چاہیے؟ بیّنوا جزاکم اللہ فی الدارین (بیان فرماؤ کہ اللہ تعالٰی دنیا و آخرت میں تمھیں بہترین عطا فرمائے۔ ت)

الجواب

حلقۂ ذکر جبکہ نہ بروجہ ریا و سمعہ بلکہ خالصًا لوجہ اللہ ہو فی نفسہٖ امرِ محبوب و مندوب ہے اور اس میں حضور شرعًا مامور و مطلوب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا جب تم جنت کی کیاریوں پر گزرو تو انکے پھل پھول سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/۱۲۴

تمتع کرو قالوا وما ریاض الجنۃ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ! وہ جنت کی کیاریاں کیا ہیں ؟ فرمایا : ذکر کے حلقے۔

رواہ احمد[1] والترمذی والبیہقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جید۔

امام احمد، امام ترمذی اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بہترین سند سے اس کو روایت کیا (ت)

اور یہ رقص اگر معاذاللہ بروجہ تصنّع وریاء ہے حرام قطعی وجریمۂ فاحشہ ہے اور بطور لہو ولعب بھی ناجائز ومسقط عدالت، اور تمایل کے ساتھ مثل رقص فواحش اشد حرام، نصاب الاحتساب باب ۱۸ پھر تاتارخانیہ پھر فتاوٰی خیریہ میں ہے :

مسئلۃ ھل یجوز الرقص فی السماع الجواب لایجوز وذکر فی الذخیرۃ انہ کبیرۃ ومن اباحہ من المشائخ فذٰلک الذی صارت حرکاتہ کحرکات المرتعش[2] الخ۔

مسئلہ کیا سماع (قوالی) میں ناچ جائز ہے ؟ **جواب** جائز نہیں، اور ذخیرہ میں ذکر کیا گیا کہ ناچنا کبیرہ گناہ ہے اور مشائخ میں سے جس نے اسے مباح قرار دیا وہ اس کے حق میں ہے جس کی حرکات مثل رعشہ والے کے بے اختیار ہوں الخ (ت)

درمختار میں ہے :

لاتقبل ممن یلعب بلھو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء فلا الا اذا فحش بان یرقصوا بہ خانیۃ لدخولہ فی حد الکبائر[3] بحر اھ ملتقطا۔

جو شخص لوگوں میں برا کھیل تماشا کرے جیسے طنبور (ستار) کا استعمال اور مزامیر (بانسری) وغیرہ آلاتِ راگ وغیرہ کا استعمال تو وہ مردود الشہادۃ ہوگا یعنی اس کی گواہی قابل قبول نہ ہوگی اگر راگ بے حد برا نہ ہو جیسے عربی گیت مثلاً حدی خوانی تو وہ ممنوع نہیں لیکن اگر اس میں فحش کلام اور ناچ وغیرہ شامل ہوں تو ممنوع ہے، خانیہ۔ اس لئے کہ وہ کبیرہ گناہوں میں داخل ہوگیا، بحر اھ ملتقطا۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۵۰

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہیۃ مطلب فی الرقص فی السماع دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۹

[3] درمختار کتاب الشہادات باب القبول مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۵

علامہ برکوی طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

یدخل فیھما ما یفعلہ بعض الصوفیۃ بل ھو اشد لانھم یفعلونہ علی اعتقاد العبادۃ قال الامام ابوالوفاء بن عقیل رحمہ اللہ قد نص القراٰن علی النھی عن الرقص فقال و لا تمش فی الارض مرحا و ذم المختال بقولہ ان اللہ لا یحب کل مختال فخور، والرقص اشد من المرح والبطر وقال ابوبکر الطرطوسی رحمہ اللہ تعالٰی فاول من احدثہ اصحاب السامری لما اتخذ عجلا جسدا لہ خوار قاموا یرقصون علیہ و یتواجدون وقال البزازی فی فتاواہ قال القرطبی ھذا الرقص حرام بالاجماع و سید الطائفۃ احمد السنوی صرح بحرمتہ و رأیت فتوٰی شیخ الاسلام جلال الدین الکیلانی ان مستحل ھذا الرقص کافر وللزمخشری فی کشافہ کلمات فیھم تقوم بھا علیھم الطامات وللامام المحبوبی اشد

جو کچھ صوفیہ کرتے ہیں وہ اس میں داخل ہے بلکہ زیادہ سخت جرم ہے کیونکہ یہ کام اعتقاد عبادت کی بنا پر کرتے ہیں، چنانچہ امام ابوالوفا ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ناچنے سے منع کرنے پر قرآن مجید کی تصریح موجود ہے۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے زمین پر اترا کر نہ چلو۔ اللہ تعالٰی نے اپنے اس ارشاد سے اترانے والے کی مذمت فرمائی بے شک اللہ تعالٰی کسی اترانے والے فخر کرنیوالے کو پسند نہیں کرتا اور ناچنا، اترانا، فخر کرنا ایک جیسے اعمال ہیں بلکہ ناچنا اترانے اور فخر کرنے سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔ ابوبکر طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سب سے پہلے جس نے اس بدعت کو ایجاد کیا وہ اصحاب سامری ہیں جب انھوں نے بچھڑے کا ایک ڈھانچہ تیار کیا جو گائے جیسی آواز نکالتا تھا یا جس سے گائے کی آواز کی طرح آواز نکلتی تھی تو وہ کھڑے ہو کر اس کے سامنے ناچنے لگے اور وجد کرنے لگے یعنی جھومنے لگے۔ امام بزازی نے اپنے فتاوٰی بزازیہ میں فرمایا ناچ بالاجماع حرام ہے۔ سید الطائفہ احمد سنوی نے اس کی حرمت کی صراحت فرمائی ہے میں نے شیخ الاسلام جلال الدین گیلانی کا فتوٰی دیکھا جس میں کہا گیا کہ ناچ کو حلال کرنے والا یعنی جائز قرار دینے والا کافر ہے۔ علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں ان کے متعلق ایسے کلمات

من ذلك انتهی قلت من له انصاف اذا رأی رقص صوفية زماننا فی المساجد والدعوات مختلطا بهم المرد واهل الاهواء والقری من جهال العوام والمبتدعة الطغام لایعرفون الطهارة و القرأن والحلال والحرام بل لایعرفون الایمان والاسلام لهم زعیق و زئیر مثل هائی وهوئ وهیئ وهیا یقول لامحالة هٰؤلاء اتخذوا دینهم لهوا ولعبا[1] اھ ملخصا۔

لکھے ہیں کہ جن سے ان پر بڑے مصائب قائم ہوسکتے ہیں اور امام محبوبی کے کلمات ان سے بھی زیادہ سخت ہیں اھ، میں کہتا ہوں کہ جس کی طبیعت میں انصاف ہو وہ ذرا ہمارے زمانے کے صوفیا کا مساجد میں ناچنا کودنا شور مچانا دیکھے کہ بے ریش لونڈے خواہشات نفسانی کے متوالے، جاہل دیہاتی اور بیوقوف بدعتی ان میں ملے جلے ہوتے ہیں جو طہارت سے ناآشنا، قرآن مجید کے ادب سے ناواقف اور حلال وحرام کی پہچان سے بے بہرہ ہوتے ہیں جو سوائے چیخنے چلّانے کے اور کچھ نہیں جانتے ایمان اور اسلام کی معرفت سے لاعلم ہوتے ہیں، فرمایا ان لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنارکھا ہے اھ ملخصا۔ (ت)

ردالمحتار میں مختار سے ہے:

عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم انه کرہ رفع الصوت عند قراءة القرأن والجنازة والزحف والتذکیر فما ظنك عند الغناء الذی یسمونه وجدا ومحبة فانه مکروہ لااصل له فی الدین[2]

حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے تلاوتِ قرآن، نمازِ جنازہ، جنگ اور وعظ کے دوران بلند آواز کو ناپسند فرمایا۔ پھر تمہارا کیا خیال ہے اس چیخ وپکار کے بارے میں جو اس راگ کے وقت ہو جس کو یہ لوگ وجد اور محبت کا نام دیتے ہیں۔ بلاشبہہ یہ مکروہ ہے، دین میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ (ت)

یونہی تالیاں بجانا بھی وجوہ مذکور پر ناجائز وممنوع ہے۔ شامی میں زیر قول شارح:

کرہ کل لهو بقوله علیه الصلٰوة والسلام کل لهو المسلم

ہر کھیل مکروہ ہے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ مسلمان کا ہر کھیل

---

[1] طریقہ محمدیہ الصنف التاسع فی آفات بدن الخ مکتبہ حنفیہ کانسی روڈ کوئٹہ ۲/ ۲۶۷-۲۶۴

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۵

حرام الا الثلثة[1] سوائے تین کے حرام ہے۔ (ت)

علامہ قہستانی سے ہے:

الاطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه کالرقص والسخریة والتصفیق فانها کلها مکروهة لانها زی الکفار[2] اھ مختصرًا

اطلاق (یعنی بلا قید ذکر کرنا) نفس فعل اور اس کی سماعت کو شامل ہے جیسے ناچنا، مذاق کرنا اور تالیاں بجانا۔ اس لئے کہ یہ سب مکروہ ہیں کیونکہ یہ عاداتِ کفار ہیں اھ مختصرًا (ت)

اقول تصدیق اس کی کہ تالی بجانا افعالِ کفار سے ہے، خود قرآن عظیم میں موجود اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وماکان صلاتهم عند البیت الا مکاء وتصدیة[3]

نہ تھی اُن کی نماز کعبے کے پاس مگر سیٹی اور تالی۔

معالم میں ہے:

قال ابن عباس والحسن المکاء الصفیر والتصدیة التصفیق قال ابن عباس کانت قریش تطوف بالبیت وهم عراة یصفرون و یصفقون[4]

عبداللہ ابن عباس اور حسن بصری نے فرمایا قرآن مجید میں جو لفظ "المکاء" آیا ہے اس کے معنی سیٹی بجانا ہے اور تصدیہ کے معنی ہیں تالی بجانا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ قریش کعبہ شریف کا ننگے ہو کر طواف کرتے اور سیٹیاں اور تالیاں بجایا کرتے تھے۔ (ت)

اور جو فعل حرام ہے اس میں شریک ہونا اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے،

کما افاده فی غیر ما مسئلة وقد سمعت الاٰن ان الاستماع کالفعل،

جیسا کہ بہت سے مسائل میں اس کا افادہ کیا اور ابھی آپ نے سنا (پڑھا) کہ سننا فعل کی طرح ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۸

[2] ردالمحتار " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

[3] القرآن الکریم ۸/۳۵

[4] معالم التنزیل علٰی ہامش الخازن تحت وماکان صلاتہم مصطفی البابی حلبی مصر ۳/۳۰

جوہرہ نیرہ پھر درمنتقی پھر ردالمحتار میں ہے:

مایفعله متصوفة زماننا حرام لایجوز القصد والجلوس الیه ومن قبلھم لم یفعل کذٰلك[1]

ہمارے زمانے کے نمائشی صوفی جو کچھ کرتے ہیں وہ حرام ہے لہذا اس کا ارادہ کرنا اور ایسی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں اور ان سے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا گیا۔ (ت)

ہاں اگر مغلوبین صادقین بے تصنع و بے اختیار یاد محبوب پر وجد میں آئیں اور ان ماسوی اللہ حتی کہ اپنی جان سے بے خبروں کو جام عشق کی پُرجوش مستیاں وارفتہ سرگشتہ بنائیں تو یہ دولت عظمٰی و نعمت کبرٰی ہے جسے بخشیں جسے عطا فرمائیں، یہ حالت نہ زیر قلم نہ قسم عمل نہ اس پر انکار کا اصلاً محل اگرچہ اصحاب تمکین وجبال شامخین ہداۃ مرشدین وقدوہ فی الدین کہ پہاڑ ٹل جائیں اور جنبش میں نہ آئیں ارفع و اعلٰی ہیں خاص وارثان حضرات عالیہ انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء ہیں

قلت ودون ھٰؤلاء مرتبة الاوساط الصادقین السالکین مسلك الاقتداء بالعاشقین مع الاخلاص المبین کالفجر المبین یریدون القدوۃ لوجدان الطریقة لان التعود ربما جرالی الحقیقة کما اشار الیه الامام حجة الاسلام فی احیاء العلوم علی ان من تشبه بقوم فھومنھم[2] وھذا وعر وبرزخ صعب لا یقدر علیه الامن تخلی من عن الھوی وقد دعلی نفسه ان یمسك عنانھا عن الطغوی لیس

میں کہتا ہوں کہ مرتبۃ الاوساط یعنی اوسط درجہ کے لوگوں کا درجہ جو سچے ہیں ان سے کم ہے ظاہر اخلاص کے ساتھ جیسے فجر کا اجالا۔ وہ عشاق کی اقتداء کرتے ہیں ان کے مسلک پر چلتے ہیں حصول طریقہ کے لئے وہ پیشوائی کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ بعض اوقات عادت حقیقت کی طرف کھینچ لے جاتی ہے جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے علاوہ ازیں جو کسی کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے یہ مسلک مشکل اور برزخ یعنی متوسط درجہ دشوار ہے اس کی قدرت وہی شخص رکھ سکتا ہے جو نفسانی خواہش سے مبرا ہو۔ اور اپنے نفس کے گھوڑے کو لگام دے کر آگے بڑھنے

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

بینه وبین التصنع المذموم الاکما بین سواد العین وبیاضه اوشفة المرء وفیه من رتع حول الحمی او شك ان یقع فیه[1]، نسأل الله العفو والعافیة۔

سے روکنے اور باز رکھنے پر قادر ہو۔ پس اس کے اور تصنع مذموم کے درمیان اتنی ہی مسافت ہے جتنی آنکھ کی سیاہی اور سفیدی کے درمیان ہے یا جتنی آدمی کے ہونٹ اور زبان کے درمیان ہے اور جو کوئی چراگاہ کے چاروں اطراف کے ساتھ چرے تو اس چراگاہ میں چلے جانے کا قوی امکان ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے درگزر اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

نصاب الاحتساب وتاتارخانیہ وفتاوٰی خیریہ وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

له شرائط ان لایقوموا الامغلوبین ولایظهروا وجدا الاصادقین[2]۔

اس کے لئے شرائط ہیں، ایک یہ کہ وہ نہ اٹھیں مگر مغلوب ہوکر اور وجد کا اظہار نہ کریں سوائے سچا ہونے کی حیثیت کے۔ (ت)

ملتقی شرح ملتقی پھر شامیہ میں ہے:

شرط الواجد فی غیبته ان یبلغ الی حد لوضرب وجهه بالسیف لایشعر فیه بوجع[3]۔

وجد کرنے والے کی وجدانی کیفیت گم سم ہوجانے کی حالت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اس حد تک حاوی ہو کہ اگر وجد والے کے چہرے پر تلوار کی ضرب (چوٹ) لگائی جائے تو تب بھی اسے درد کا احساس اور شعور نہ ہونے پائے۔ (ت)

خیریہ میں ہے:

فی التتارخانیة مایدل علی جوازه للمغلوب الذی حرکاته کحرکات المرتعش وبهذا افتی البلقینی و برهان الدین الابناسی وبمثله اجاب بعض ائمة

فتاوٰی تتارخانیہ میں ہے کہ مغلوب الحال کے وجد کے جواز پر جو چیز دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی حرکات رعشہ والے کی حرکات کی مانند ہوں (یعنی بے ساختہ اور بے اختیار ہوں) علامہ بلقینی اور علامہ برہان الدین ابناسی

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب الحلال بیّن والحرام بیّن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۵

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۲

[3] ردالمحتار شرح تنویر الابصار " " " " " " " " ۵/۲۲۲

الحنفية والمالكية وكل ذٰلك اذا خلصت النية وكانوا صادقين فی الوجد مغلوبين فی القيام والحركة عند شدة الهيام[1]

نے اس پر فتوٰی دیا ہے اور بعض ائمہ حنفیہ اور مالکیہ نے بھی اسی کے مطابق جواب دیا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس وقت ہے جبکہ نیت خالص ہو اور وجد والے وجد میں سچے ہوں اور اٹھنے بیٹھنے اور حرکت میں جنونِ عشق کی شدت سے مغلوب ہوں۔ (ت)

مجمع الانہر میں زیر قول مذکور ملتقی الابحر ہے:

فی التسهيل فی الوجد مراتب و بعضه يسلب الاختيار فلا وجه للانكار بلا تفصيل[2]

تسہیل میں ہے کہ "وجد" کے کچھ مراتب ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جن میں اختیار سلب ہوجاتا ہے یعنی اختیار بالکل نہیں رہتا۔ پھر بغیر تفصیل جاننے کے بیمار کی صحت یابی کی صورت پیدا ہونا مشکل ہے۔ (ت)

شفاء العلیل علامہ شامی میں ہے:

لا كلام لنا مع الصدق من ساداتنا الصوفية المبرئين عن كل خصلة ردية فقد سئل امام الطائفتين سيدنا الجنيد ان اقواما يتواجدون ويتمايلون فقال دعوهم مع الله تعالٰی يفرحون ولوذقت مذاقهم عذرتهم فی صياحهم وشق ثيابهم اھ، ولا كلام لنا ايضا مع من اقتدی بهم وذاق من مشربهم ووجد من نفسه الشوق

ہمارا کلام سچائی پر مبنی ہے، ہمارے سادات صوفیا گھٹیا عادات سے پاک ہیں پس وہ نمائشی صوفیا سے نہیں، چنانچہ دو گروہوں کے امام سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ وجد کرتے اور لڑکھڑاتے ہیں (یعنی ادھر ادھر جھومتے ہیں) اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو یہ اللہ تعالٰی سے خوشی پاتے ہیں اگر تجھے بھی ان جیسا ذوق حاصل ہوتا تو ان کو اس چلانے اور گریبان پھاڑنے میں معذور جانتا اھ اور ہمارا کلام ان سے بھی نہیں کہ جنھوں نے (مذکور

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۸۲

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الکراہیۃ فصل فی المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۵۲

والهيام فی ذات الملك العلام بل كلامنا مع هؤلاء العوام الفسقة اللئام الذين اتخذوا مجلس الذكر شبكة لصيد الدنيا الدنية وقضاء لشهواتهم الشنيعة الردية ولسنا نقصد منهم تعيين احد فالله مطلع على احوالهم اهـ مختصرًا۔[1]

بزرگوں کی) اقتدار کی اور ان کے مشرب کا ذائقہ چکھا اور اپنے اندر شوق اور جنونِ عشق، ملکِ علام (یعنی اللہ تعالٰی کی ذات ستودہ صفات) میں پایا، بلکہ ہماری گفتگو اُن عام لوگوں کے ساتھ ہے جو فاسق اور کمینے ہیں جنھوں نے محفل ذکر کا جال حقیر اور معمولی دنیا کے شکار کے لئے لگا رکھا ہے اور اپنے بدترین سفلی جذبات کی تسکین کے لئے محفلِ ذکر کو آڑ بنایا اور ہم اس میں کسی ایک کے تعین کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ اللہ تعالٰی ہی ان کے حالات سے پوری طرح آگاہ اور واقف ہے اھ مختصراً (ت)

اسی کے منہیہ میں نور العین فی اصلاح جامع الفصولین سے ہے۔ علامہ ابن کمال باشا نے اس سوال کے جواب میں فرمایا: ؎

ما فی التواجد ان حققتَ من حرج
ولا فی التمایل ان اخلصتَ من باس
فقمتَ تسعی علی رجل وحق لمن
دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس

الرخصة فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین الصارفین اوقاتھم الی احسن الاعمال السالکین المالکین لضبط انفسھم من قبائح الاحوال فھم لا یستمعون الا من الالہ ولا یشتاقون الا الیہ ان ذکروہ ناحوا وان وجدوہ

جو وجد حقیقت پر مبنی ہو اگر جھومنا اخلاص سے ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، پھر تو کھڑے ہو کر ایک پاؤں پر دوڑنے لگا جسے اس کا مولا بلائے اس پر واجب ہے کہ سر کے بل دوڑ پڑے۔ ذکر اور سماع کے وقت اوضاع مذکورہ کی اجازت ہے ان عارفین کے لئے ہے جو اپنے اوقات بہترین اعمال بجا لانے میں صرف کرتے ہیں اللہ تعالٰی کی راہ اختیار کرتے ہیں، اپنے نفس کو قبیح اعمال سے روکنے پر قادر ہوتے ہیں پھر وہ صرف اللہ تعالٰی ہی سے سنتے اور اسی کے مشتاق رہتے ہیں، اگر اس کی یاد میں مصروف ہوں تو نوحہ کرنے لگتے ہیں

---

[1] شفاء العلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۷۲-۱۷۳

صاحوا اذا غلب علیهم الوجد فمنهم من طرقته طوارق الهیبة فخرو ذاب ومنهم من برقت لہ بوارق اللطف فتحرك وطاب هذا ما عن لی فی الجواب ۔ واللہ اعلم بالصواب[1]

اگر اسے پالیں تو چیخنے چلانے لگتے ہیں بشرطیکہ وہ وجد سے مغلوب ہوں، پھر ان میں کوئی وہ ہیں جنھیں مصائبِ الٰہی نے جھنجھوڑا تو گر پڑے اور پگھل گئے اور ان میں کوئی وہ ہیں جن پر لطف و کرم کا نزول ہوا تو خوش ہو کر متحرک ہوگئے۔ میرے لئے یہی جواب ظاہر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ راہِ صواب کو خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں زیر کلام مذکور متن فرماتے ہیں:

اعلم ان هذا الذی سبق ذکرہ فی المتن من عبارات الفقهاء جمیعه فی حق من ذکرناهم من طائفة متصوفة اللہ اعلم باعیانهم، والا فالوجد والتواجد الذی تعلمه الفقراء الصادقون فی هذا الزمان وبعده کما کانوا یعلمونه من قبل فی الزمان الماضی نور وهدایة واثر توفیق من اللہ تعالٰی وعنایة قال المناوی فی طبقات الاولیاء قیل للجنید قدس سرہ ان قوما یتواجدون قال دعوهم مع اللہ یفرحون وقال النجم الغزی فی حسن التنبه عند ذکرہ حال المولهین فی اللہ فی باب تشبه العاقل بالمجنون والیه الاشارة بقوله صلی اللہ تعالٰی

متن میں تمام فقہاء کرام کی جن عبارات کا پہلے ذکر ہوا یہ اُن صوفیا کے حق میں ہے جو مذکور ہوئے اللہ تعالیٰ ان کی ذوات سے بخوبی واقف ہے، ورنہ وجد اور تواجد جسے اس زمانے میں سچے فقراء ہی جانتے ہیں اور گزشتہ دور کے فقراء جانتے تھے وہ تو ایک نور ہدایت اور اللہ تعالےٰ کی توفیق وعنایت کا ایک اثر ہے۔ علامہ مناوی نے طبقات الاولیاء میں فرمایا: حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے عرض کی گئی کہ کچھ لوگ وجد کرتے ہیں تو فرمایا انھیں اللہ تعالےٰ کے ساتھ چھوڑ دو کہ خوش رہیں۔ فرمایا نجم الغزی نے حسن التنبہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں لوگوں کا حال ذکر کرتے ہوئے "تشبہ عاقل بالمجنون" کے باب میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے اسی طرف اشارہ فرمایا

---

[1] منحیۃ علی ہذہ العبارت (شفاء العلیل) سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۷۲

7 عليه وسلم اكثروا ذكر الله حتى يقولوا
مجنون، رواه الامام احمد وابو يعلى
وابن حبان والحاكم وصححاه عن
ابي سعيد الخدري رضي الله
تعالٰی عنه، وربما غلب الوله
على اهل الله تعالٰی والوجد
حتى يغيبوا من وجودهم
فتبدوا منهم احوال وافعال لو صدرت
عن مشاهد الفعل
لحكموا عليه انه خرج
عن حد العقل كالرقص
والدوران وتخرق الاثواب
وهي حالة شريفة علامة
صحتها ان تحفظ على صاحبها
اوقات الصلوات وسائر الفرائض
فترد عليهم فيها عقولهم وهذا
حال جماعة من اولياء الله تعالٰی
منهم الشبلي وابو الحسن
النوري وسمنون المحب وسعدون
المجنون وامثالهم، روى ابو نعيم
في الحلية عن يحيى بن معاذ
الرازي انه سئل عن الرقص
فانشد يقول ؎

دققنا الارض بالرقص
على لطف معانيكا

کثرت سے اللہ تعالٰی کا ذکر کیا کرو یہاں تک کہ لوگ تمھیں دیوانہ کہنے لگیں۔ امام احمد، ابو یعلٰی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا اور آخری دو نے اس کو صحیح قرار دیا، اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا گیا۔ اور بعض اوقات اہل اللہ پر حیرت اور وجد کی کیفیت غالب ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے وجود سے غائب ہو جاتے ہیں یا اپنا وجود کھو بیٹھتے ہیں تو ان سے ایسے حالات ظاہر ہوتے ہیں اگر شاہد فعل سے صادر ہوتے تو اس پر حکم لگاتے کہ یہ حد عقل سے خارج ہے جیسے ناچنا، گھومنا اور کپڑے پھاڑ ڈالنا۔ اور یہ ایک شریف حالت ہے اور اس کی صحت کی علامت یہ ہے کہ صاحبِ حالت پر اوقاتِ نماز اور دیگر فرائض محفوظ ہوتے ہیں پھر اس حالت میں ان کی عقلیں لوٹا دی جاتی ہیں اور یہ حال اولیاء اللہ کی ایک جماعت کا ہے ان میں سے خواجہ شبلی، ابو الحسن نوری، سمنون محب، سعدون مجنون اور ان جیسے دیگر اکابرینِ اُمت ہیں، چنانچہ محدث ابو نعیم نے الحلیہ میں یحیٰی بن معاذ رازی سے روایت کی ہے کہ ان سے ناچ کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ یہ کہنے لگے: ہم نے ناچ سے زمین کو روندا اور پامال کیا (یہ سب کچھ) تیرے معانی سے لطف اندوز ہونے کیلئے کیا۔

7/7

ولا عیب علی الرقص
لعبد هائم فیکا
وهذا دقنا الارض
اذا کنا بنادیکا

واما من اظهر هذه الاحوال تعمدا للتوصل الی الدنیا او لیعتقده الناس ویتبرکوا به فهذا من اقبح الذنوب المهلکات انتهی، وقال الغزالی فی الاحیاء ان ابا الحسن النوری رحمه الله تعالی کان مع جماعة فی دعوة فجرت بینهم مسألة فی العلم و ابو الحسین ساکت ثم رفع راسه وانشدهم یقول ؎

رب ورقاء هتوف فی الضحی
ذات شجو هتفت فی فنن
ذکرت الفا وحزنا صالحا
فبکیت حزنا فهاجت حزنی
فبکائی ربما ارقها
و بکاها ربما ارقنی
ولقد تشکو فما افهمها
ولقد اشکو فما یفهمنی
غیر انی بالجوی اعرفها
وهی ایضا بالجوی تعرفنی

قال فما بقی احد من القوم

ناچ کرنے میں کوئی عیب نہیں اس بندہ کے لئے جو تیری ذات میں سرگشتہ اور گم ہوا اور محو ہوا، اور یہ ہمارا زمین کو ناچ کے ذریعے روندنا اور پامال کرنا اس لئے ہے کہ ہم تیرا ارادہ اور قصد کرنے والے ہیں۔ لیکن جس نے ان حالات کو دانستہ طور پر دنیا تک رسائی کے لئے ظاہر کیا یا اس لئے کہ لوگ اس کے عقیدت مند ہوجائیں اور اس سے تبرک حاصل کریں تو یہ کارروائی مہلک اور تباہ کن گناہوں سے بھی زیادہ قبیح ہے اھ چنانچہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کسی دعوت میں ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اچانک ان کے درمیان ایک علمی بحث چھڑ گئی اور حالت یہ تھی کہ ابو الحسن نوری بالکل خاموش بیٹھے تھے پھر اچانک سر اٹھایا اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

بہت سی کبوتریاں چاشت کے وقت لمبی لمبی آوازیں نکال کر درختوں کی شاخوں پر بولنے لگیں ——
میں نے محبت اور قابلِ قدر غم کو یاد کیا پھر میں غم کی وجہ سے رو پڑا اور میرے غم میں ابال اور جوش آگیا —— بسا اوقات میری گریہ وزاری نے انھیں نرم کردیا اور بسا اوقات ان کی آہ و بکا نے مجھے نرم کر ڈالا —— بیشک وہ شکوہ و شکایت کرتی ہیں مگر میں تو انھیں نہیں سمجھاتا اور میں شکایت کرتا ہوں تو وہ مجھے نہیں سمجھاتی ——
مگر میں اپنے اندرونی سوزِ عشق کی وجہ سے اسے پہچانتا ہوں اور وہ بھی اپنے اندر موجزن سوزِ عشق

الاقام وتواجد ولم يحصل لهم هذا الوجد من العلم الذي خاضوا فيه وان كان العلم حقا انتهى ولا شك ان التواجد فيه تشبه باهل الوجد الحقيقي وهو جائز بل مطلوب شرعًا قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم رواه الطبراني في الاوسط عن حذيفة بن اليمان رضي الله تعالى عنه، هذا اذا كان قصده بذلك مجرد التشبه بهم والتبرك بسيرتهم محبة لهم ورغبة في زيادة الميل اليهم واما اذا كان مقصده ان يعتقده الناس ويتبركون به فهو اللابس ثوبي زور فهو مذموم ممقوت عند الله تعالى والناس يحملونه على المحامل الحسنة واما التواجد على الوجه الصحيح فقد اشار اليه الشيخ القشيري في رسالته حيث قال قوم قالوا التواجد غير مسلم لصاحبه لما يتضمن من التكلف ويبعد عن التحقيق وقوم قالوا انه مسلم

کی وجہ سے مجھے پہچانتی ہے ـــــ پھر بقول راوی سب کے سب وجد کرنے لگے اور یہ وجد اس علم کی وجہ سے نہ تھا جس میں وہ الجھے ہوتے تھے اگرچہ علم حق ہے انتہی، بلاشبہ اس تواجد میں حقیقی وجد کرنیوالوں سے مشابہت ہے اور یہ جائز ہے بلکہ شرعاً مطلوب ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ امام طبرانی نے "الاوسط" میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے، یہ تب ہے کہ جب اس سے اس کا ارادہ محض ان سے تشبہ اور ان کی عادات سے برکت حاصل کرنا ہو، ان سے محبت رکھتے ہوئے اور ان کی طرف زیادہ راغب ومائل ہوتے ہوئے۔ لیکن اگر اس کا مقصد یہ ہو کہ لوگ اس (طریقہ) سے اس کے معتقد ہوجائیں اور اس سے برکت حاصل کریں تو پھر وہ جھوٹا لباس پہننے والا ہے جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مذموم ومغضوب ہے (اس کے باوجود) لوگ اچھے محل پر محمول اور قیاس کرتے ہیں لیکن صحیح طور پر وجد کرنا تو شیخ قشیری نے اپنے رسالہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا، فرمایا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ باہم وجد کرنا صاحب وجد کے لئے ٹھیک نہیں اس لئے کہ وہ تکلف پر مبنی اور تحقیق سے بعید ہے۔ اور کچھ لوگ کہتے

للفقراء المجردين الذين ترصدوا لوجدان هذه المعانی واصلهم خبر الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا انتہی وفی شرعۃ الاسلام من السنۃ ان یقرأ القرآن بحزن و وجد فان القرآن نزل بحزن فان لم یکن لہ حزن فلیتحازن انتہی و الحاصل ان تکلف الکمال من جملۃ الکمال والتشبہ بالاولیاء لمن لم یکن منہم امر مطلوب مرغوب فیہ علی کل حال اھ ملتقطا۔[1]

ہیں کہ وہ مجرد فقراء کے لئے ٹھیک ہے جو ان کے معانی کے پانے کے منتظر رہتے ہیں اور اس کی اصل اور بنیاد آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث ہے (چنانچہ آپ نے فرمایا) لوگو! رویا کرو اور اگر رونہ سکو تو رونی صورت بنایا کرو انتہی۔ شرعۃ الاسلام میں ہے سنت یہ ہے کہ غم کے ساتھ جھوم کر قرآن مجید کی تلاوت کی جائے کیونکہ قرآن مجید غم کے ساتھ نازل ہوا ہے اور اگر کسی میں غم کا تاثر نہ ہو تو غمگین صورت بنا لیا کرے انتہی۔ خلاصہ یہ کہ کسی کمال میں تکلف (بناوٹ) کمال میں شامل ہوتا ہے اور جو شخص اولیاء اللہ میں سے نہیں مگر ان کی مشابہت اختیار کرتا ہے یہ بھی امر مطلوب اور ہر حال مستحسن ہے اھ ملتقطاً۔ (ت)

مگر ظاہر کہ عامۂ ناس کا اس میں کچھ نہیں تو صورت مسئولہ میں اس حالت کے شروع ہونے پر لوگوں کا چلا نا اصلاً کسی طرح محلِ طعن نہ تھا بلکہ انھیں یہی چاہئے تھا دو حال سے خالی نہیں یہ رقص و تمایل و تصفیق والے محق تھے یا مبطل، اگر محق تھے تو عوام جو ان مناصب عالیہ تک بالغ نہیں ان میں شریک ہونا محض بے معنی تھا، اور مبطل تھے تو ان کی حرکاتِ ذمیمہ کا تماشا دیکھنا خود حرام و ناروا تھا اور جو امر حرام و لغو میں دائر ہو اس سے احتراز ہی طریقِ صواب ہے آیہ کریمہ ومن اعرض عن ذکری[2] کا اس پر ورود کیونکر ممکن، جہاں خود بحکم شرع ہی چلا جانا مطلوب ہو آیہ کریمہ میں اعراض عن الذکر سے ایمان نہ لانا مقصود، خود آیت قرآنیہ اس ارادے پر شاہد عدل موجود، قال اللہ تعالٰی: فاما یاتینکم منی ھدًی من اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقٰی[3] ومن اعرض عن ذکری[4] الاٰیۃ بعد واقعہ ابلیس لعین و تناول شجرہ حضرت آدم و حوا اور ان کے دشمن کو جنت سے اتارتے وقت ارشاد ہوا

---

[1] الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۳ تا ۵۲۷

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴ [3] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۳ [4] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴

کہ اگر تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ گمراہ نہ ہو نہ بختی جھیلے اور جو میرے ارشاد سے منہ پھیرے اس کے لئے تنگ زندگانی اور اسے ہم روزِ قیامت اندھا اٹھائیں گے۔ اس مضمون کو سورۂ بقر میں یوں ادا فرمایا ہے:

فامایاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون ○ والذین کفروا وکذبوا باٰیٰتنا اولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا خٰلدون ○[1]

اگر تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں انھیں کچھ خوف نہیں نہ وہ غمگین ہوں اور جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے۔

ایک ہی قصہ ہے ایک ہی ارشاد ہے تو خود قرآن عظیم نے شرح فرمادی ہے کہ اعراض عن الذکر سے کفر مراد ہے، اب نقل اقوال مفسرین کی حاجت نہ رہی، حدیث میں ہے کچھ لوگوں نے چلا چلا کر مسجد میں ذکر کرنا شروع کیا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں نکلوادیا اب خواہ یہ نکلوانا اس بنا پر ہو کہ ان کے نزدیک ذکر جہر ممنوع تھا خواہ اس لئے کہ ان کے چلانے سے نمازیوں پر تشویش تھی خواہ کسی وجہ سے بہر حال جب ایسی حالتوں میں خود ذاکرین کو نکلوادینا معیوب نہ ہوا تو آپ اُٹھ کر چلا جانا کیونکر محلِ طعن ہوسکتا ہے غرض آیت سے نہ یہ ارادہ صحیح نہ اُن مسلمانوں پر یہ حکم لگانا درست، حلقے میں کا وہ شخص جو اس کا قائل ہوا اگر جاہل ہے تو دو سخت کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوا:

اولاً بے علم قرآن عظیم کی تفسیر کرنا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار۔ رواہ الترمذی[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما وقال صحیح۔

جو بے علم قرآن میں کچھ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (امام ترمذی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اسے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳۸ و ۳۹

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

ثانیاً بے علم فتوی دینا حکم لگانا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا۔ رواہ الائمۃ احمد[1] والبخاری و مسلم والترمذی و ابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بے علم فتوٰی دیا تو آپ گمراہ ہوئے اوروں کو گمراہ کیا (ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰے عنہما سے اس کو روایت کیا۔ ت)

اور اگر ذی علم ہے اور دانستہ تفسیر غلط کی غلط حکم لگایا تو اشد و اعظم کبائر کا ارتکاب کیا کہ اللہ عزوجل پر بہتان اٹھایا شریعت مطہرہ پر افترا باندھا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا[2]۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ عزوجل پر جھوٹ افترا کرے۔

اس شخص پر توبہ تو ہر صورت میں فرض ہے، جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے اور اسے امام بنانا گناہ،

لانہ فاسق وفی الغنیۃ شرح المنیۃ محتجا بفتاوی الحجۃ انھم لوقدموا فاسقا یاثمون[3]۔

اس لئے کہ وہ فاسق ہے (یعنی حدود شرعیہ سے تجاوز کرنے والا ہے) اور غنیہ شرح منیہ میں فتاوی حجہ سے دلیل لاتے ہوئے فرمایا اگر لوگ فاسق کو امامت کیلئے آگے کریں تو گنہگار ہوں گے۔ (ت)

اور بر تقدیر علم کہ دانستہ اس کا مرتکب ہوا تجدید اسلام و نکاح کا بھی حکم ہے کہ جان بوجھ کر رب العزۃ عز جلالہ پر افترا کرنے کو اکثر علماء نے کفر ٹھہرایا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون

جھوٹ وہی گھڑتے ہیں جو آیاتِ الٰہی پر

---

[1] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی ذھاب العلم امین کمپنی دہلی ۲/۹۰
صحیح مسلم کتاب العلم ۲/۳۴۰ و صحیح البخاری کتاب العلم ۱/۲۰
سنن ابن ماجہ باب اجتناب الرای والقیاس ص ۶ و مسند امام احمد بن حنبل ۲/۱۶۲

[2] القرآن الکریم ۶/۲۱

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

بآیٰت اللہ[1]	ایمان نہیں رکھتے۔ (ت)

موضوعاتِ کبیر میں ہے :

ای الکذب علی اللہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان الکذب علی غیرھما لایخرجہ عن الایمان باجماع اھل السنۃ والجماعۃ[2]

اللہ تعالٰی اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے متعلق جھوٹ کہنا آدمی کو ایمان سے خارج نہیں کرتا، اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے۔ (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے :

فی الفتاوی الصغرٰی من قال یعلم اللہ انی فعلت ھذا وکان لم یفعل کفر لانہ کذب علی اللہ تعالٰی[3]

فتاوٰی صغرٰی میں ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے حالانکہ اس نے وہ کام نہ کیا ہو تو وہ کافر ہوجاتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اس نے اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھا۔ (ت)

درمختار میں ہے :

ھل یکفر بقولہ اللہ یعلم او یعلم اللہ انہ فعل کذا کاذبا قال الزاھدی الاکثر نعم، وقال الشمنی الاصح لا[4]

کیا اپنے اس کہنے سے آدمی کافر ہوجائے گا؟ اللہ تعالٰی جانتا ہے یا جانتا ہے اللہ تعالٰی۔ جھوٹا ہونے کی حالت میں کہے کہ اس نے فلاں کام کیا ہے، زاہدی نے کہا کہ اکثر اہل علم نے فرمایا کہ ہاں کافر ہوجائے گا۔ علامہ شمنی نے کہا یہی زیادہ صحیح ہے کہ کافر نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ونقل فی نور العین عن الفتاوی	نورالعین میں فتاوٰی سے پہلے قول کی تصحیح

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[2] الاسرار الموضوعۃ	تحت حدیث ۹۷	دارالکتب العلمیہ بیروت	ص ۲۹

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر	فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً	مصطفی البابی مصر	ص ۱۹۱

[4] درمختار	کتاب الایمان	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۲۹۲

تصحیح الاول[1] نقل کی گئی۔ (ت)

اور شرعِ مطہر کو ایسا ویسا یعنی حقیر جاننے والا تو قطعاً اجماعاً کافر مرتد زندیق ملحد ہے ایسا کہ من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر[2] جو اس کے کافر و مستحقِ نار ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے، اسی طرح جو تفسیر جلالین شریف خواہ کسی کتابِ دینی کی فی نفسہٖ نہ کسی امرِ خارج عارض کے باعث بلاشبہہ و تاویل تحقیر کرے کافر ہے مگر کلام مذکور فی السوال نہ تنقیصِ شرعِ مطہر میں صریح ہے نہ تحقیرِ جلالین شریف میں نصِ کریمۂ مذکورہ کے وہ معنی کہ اس قائل نے بتائے معانی مذکورۂ تفاسیر کے منافی نہیں کہ ان کی تصحیح کو ان کا ابطال ضرور ہے بلکہ ایک معنی جداگانہ ہیں تو اس کے قول کا یہی محمل نہیں کہ معانی ظاہرہ معاذ اللہ باطل ہیں حق وہ ہے جو اہلِ باطن ان کے خلاف جانتے ہیں بلکہ اس کا مطلب بننے کو اس قدر کافی کہ جو کچھ ان تفاسیر میں ہے یہ معانی ظاہرہ ہیں اور افاداتِ قرآنِ عظیم انھیں میں محصور نہیں بلکہ ان کے سوا اور نکاتِ انیقہ و لطائفِ دقیقہ بھی ہیں جنھیں اہلِ باطن جانتے ہیں اس میں نہ کوئی توہین ہوئی نہ تحقیر بلکہ یہ حق ہے اگرچہ اس محل پر آیۂ کریمہ کا ایراد اور یہ ادعائے مراد باطل ہے تو یہاں معاذ اللہ ثبوتِ کفر کا کوئی محل نہیں، شرح عقائد میں ہے:

النصوص تحمل علی ظواهرها والعدول عنها الی معان یدعیها الباطنیة لادعائهم ان النصوص لیست علی ظواهرها بل لها معان باطنیة لایعرفها الا المعلم وقصدهم بذالك نفی الشریعة بالکلیة الحاد لکونه تکذیبا للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فیما علم مجیئه به بالضرورة واما ماذهب الیه بعض

نصوص اپنے ظاہری معانی پر محمول ہوا کرتے ہیں لیکن ظاہری معانی سے انھیں ایسے معانی کی طرف پھیر دینا کہ جن کا فرقہ باطنیہ والے دعوٰی کرتے ہیں اس لئے کہ ان کا دعوٰی یہ ہے کہ نصوص اپنے ظواہر پر نہیں محمول ہوتے بلکہ ان کے لئے باطنی اور پوشیدہ معانی ہوتے ہیں اور انھیں صرف معلم جانتا ہے اس سے ان کا پوری شریعت کی نفی کا ارادہ کرنا کھلا الحاد (بے دینی) ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان احکام میں تکذیب ہے جن کا لانا آپ سے بالبداہت معلوم ہوگیا ہے۔ رہی یہ بات

---

[1] ردالمحتار | کتاب الایمان | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/۵۶
[2] درمختار | کتاب الجہاد | باب المرتد | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۵۶

المحققین من ان النصوص علی ظواھرھا ومع ذلك فیھا اشارات خفیة الی دقائق تنکشف علی ارباب السلوك یمکن التطبیق بینھا وبین الظواھر المرادۃ فھو من کمال الایمان ومحض العرفان[1] اھ باختصار۔

کہ جس کی طرف بعض محققین گئے ہیں یعنی انھوں نے اسے اختیار کیا ہے کہ نصوص اپنے ظاہر معانی رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں باریک اور مخفی اشارات بھی پائے جاتے ہیں جو ارباب سلوک پر منکشف ہوتے ہیں کہ ان میں اور ظاہری مراد میں تطبیق ہوسکتی ہے تو یہ کمال ایمان اور خالص عرفان ہے اھ باختصار (ت)

اس بیان سے تمام مراتب سوال کا جواب ہوگیا۔ باقی رہا یہ امر کہ فلاں شخص یا اشخاص خاص کا وجد حق ہے یا باطل، ہیہات اس کے ارادہ کی طرف راہ سخت دشوار والہ سرشار و متصنع ریاکار میں حالت قلب کا تفاوت ہے اور اوساط صادقین متشبہین بالعاشقین و اراذل فاسقین مرائین میں فرق اس سے بھی سخت باریک و دقیق تر کہ یہاں صرف نیت کا تغایر ہے اور نیت وقلب دونوں غیب ہیں اور مسلمان پر بدگمانی حرام،

قال اللہ تعالٰی ولا تقف ما لیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنه مسئولا[2]۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان آنکھ دل سب سے سوال ہوتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[3]۔

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن

گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی

---

[1] شرح عقائد للنسفی مطبع شوکت اسلام قندھار افغانستان ص ۱۱۹ و ۱۲۰

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

[3] " " ۴۹/ ۱۲

اکذب الحدیث ، رواہ الائمۃ مالک[1] والشیخان وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

بات ہے (ائمہ کرام مثلاً امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے ۔ ت)

امام علامہ عارف باللہ ناصح فی اللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس بحث میں بالتعیین کسی شخص کی نسبت حکم تصنع و ریاء لگا دینے پر ایک طویل وجلیل کلام میں اقامت قیامت فرمائی جس میں سے چند حرف کا خلاصہ یہ کہ سب صوفیہ یکساں نہیں جیسے سب علماء و فقہاء و مدرسین ایک سے نہیں جیسے سب قضاۃ و اُمراء و وزراء و سلاطین برابر نہیں بلکہ اُن میں صالح اصلح فاسد افسد سب طرح کے ہیں ناقص قاصر جاہل مسلمانوں کی عیب جوئی کرتے اور کاملوں کو کمال ہی نظر آتا اور عیب پوشی و تاویل فرماتے ہیں ، پھر فرمایا :

ھذا کلہ فی طائفۃ من المتصوفۃ اوصافھم کذلک واحوالھم اخبث من ذلک وان لم یجز تعیین طائفۃ منھم باعیانھم ولا شخص واحد بعینہ مالم ینکشف فیھم جلیلۃ الامر بالمشاھدۃ والعیان الذی لایحتمل التاویل فی البیان و لایجوز تقلید الناس بعضھم بعضا فی الاخبار عن ذلک مالم یثبت بالبینۃ العادلۃ عند الحاکم

یہ سب کچھ صوفیاء کے اس گروہ سے متعلق ہے جن کے اوصاف اس طرح یا اس سے بھی خبیث تر ہیں اگرچہ ان میں سے کسی گروہ کی بلحاظ اشخاص تعیین جائز نہیں اور نہ کسی شخص معین کی، جب تک مشاہدے سے امر واضح نہ ہو اور عیاں بھی ایسا ہو کہ جس کے بیان میں کسی شک اور تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ اور خبر میں لوگوں کا ایک دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں جب تک حاکم شرع کے روبرو کسی عادل گواہ کے ذریعے کوئی امر ثابت نہ ہو۔ علاوہ ازیں

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مسند ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۰۴
صحیح البخاری کتاب الفرائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۵
صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم الظن " " " ۲/ ۳۱۶
سنن ابی داؤد کتاب الادب ۲/ ۳۱۷ و جامع الترمذی ابواب البر ۲/ ۲۰

الشرعی علی ان الحاکم ایضا یحکم بالظاهر وبواطن الامور معلومة عند الله تعالیٰ فلا قطع الا ظاهرا والله اعلم بالسرائر، واما خبر التواتر من الناس لبعضهم بعضا بذلك فهو ممنوع لاستناد الکل فیه الی الظن والتخمین واستفادة الخبر من بعضهم لبعض بحیث لو سألت کل واحد منهم من رؤیته ذلك لقال لم اعاینه انما سمعت ومن قال عاینته تستکشف من حاله فتراه مستند الی ظنون وامارات وهمیة وربما اذا تاملت وجدت خبر ذلك التواتر مستندا فی الاصل الی خبر واحد او اثنین والواحد ایضا قوله مبنی علی الظن والتهمة فلا یجوز لاحد ان یقول ثبت عندی بالتواتر معصیة فلان لان الناس اخبرونی بذلك وهم کثیرون، وانما ذلك لغلبة الکذب فی الناس خصوصا فی زماننا، وکثرة الحسد و العداوة وربما یفتری احدهم علی رجل بما لا علم له به ویخبر الناس بذلك

حاکم بھی ظاہر پر حکم لگاتا ہے اور پوشیدہ و مخفی امور تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں لہذا ظاہری محل یقین ہو سکتا ہے اور پوشیدہ بھیدوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ رہا یہ کہ اس باب میں لوگوں کا ایک دوسرے سے خبر تواتر کا وصول تو وہ ممنوع ہے کیونکہ اس میں سب کا استناد گمان اور اندازہ ہے۔ لوگوں کا ایک دوسرے سے استفادہ خبر، اس طریقے سے ہر ایک نے دوسرے سے اس کی رؤیت (مشاہدے) کا سوال کیا تو اس نے کہا میں نے نہیں دیکھا میں نے صرف سنا ہے اور جو یہ کہے میں نے دیکھا ہے اگر تم اس کے حال کا انکشاف کرو یعنی چھان بین کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس کی سند بھی گمان اور چند وہمی علامات پر ہے خصوصاً جب آپ غور و فکر کریں گے تو اس خبر متواتر کو ایک یا دو کی طرف منسوب پائیں گے، اور ایک کا قول بھی ظن اور الزام و تہمت پر مبنی ہوگا لہٰذا کسی شخص کے لئے یہ کہنا جائز نہیں کہ میرے نزدیک فلاں آدمی کا گناہ تواتر سے ثابت ہے اس لئے کہ زیادہ تر لوگوں نے مجھے یہی بتایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں زیادہ تر جھوٹ ہوتا ہے خصوصاً ہمارے دور میں زیادہ حسد اور دشمنی پائی جاتی ہے۔ بسا اوقات کوئی شخص کسی پر ایسا افترا باندھتا ہے جس کا اسے خود بھی علم نہیں ہوتا اور وہ لوگوں کو اطلاع دیتا ہے

ويخبر الناس ينقلونه فيصل الخبر
الى بعض المغرورين بعلمهم
المطرودين عن ابواب فضل الله
تعالى فيقول وصلنى هذا عن فلان
بالتواتر ولا يعلم المسكين ان
الذى ينقلون اليه الكذب
ينقلون عنه ايضا الكذب لغيره
وبعد هذا كله اذا ثبت فعل
المعصية من احد بطريق التواتر
او الرؤية لم يفد شيئا لان ذكره
بمعصية بين الناس على وجه
الذم حرام لان الغيبة صدق
محرم اما قصد ان يحذر الناس
والخبر شائع فى الناس فغير
معتبر نعم قالوا ذلك فيما اذا لم يكن
للناس علم به وهذا انما
استفاد العلم به من خبر الناس
المتواتر عنده وعلى كل
حال فالستر لعورات المسلمين
هو المتعين على صاحب الاستقامة
فى الدين، ذكر النجم الغزى
رحمه الله تعالى فى حسن التنبه
فى التشبه ان من اخلاق
اليهود والنصارى الاتهام
والوقوع فى عرض من لم يثبت

پھر لوگ وہ بات اس کے حوالے سے بیان کرتے
ہیں پھر یہ خبر بعض ایسے لوگوں تک پہنچ جاتی ہے
جو اپنے علم پر مغرور اور فریب خوردہ ہوتے ہیں
اور فضلِ خداوندی سے دھتکارے ہوئے ہوتے
ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں شخص کی طرف سے
بتواتر یہ بات پہنچی ہے حالانکہ اس بیچارے
کو معلوم نہیں ہوتا کہ جو اس کی طرف جھوٹ
نقل کرتے ہیں وہ اس سے بھی دوسروں تک
جھوٹ نقل کرسکتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے بعد
جب کسی شخص سے بطریقِ تواتر یا مشاہدہ گناہ
ثابت ہوجائے تو پھر بھی اس کا تذکرہ بند کردے
کیونکہ لوگوں میں بطور غیبت کسی کے گناہ کا تذکرہ
حرام ہے اس لئے کہ غیبت سچی بھی حرام ہے لیکن
اگر اس نے لوگوں کو ڈرانے اور چوکنا کرنے کے لئے
ایسے کیا جبکہ خبر لوگوں میں پھیلی ہوئی اور مشہور ہے
تو اس کی بات غیر معتبر ہے، ہاں اگر وہ ایسی
بات کہیں جس کا لوگوں کو کوئی علم نہیں تو یہ الگ
بات ہے، یہ اُس وقت ہے جب یہ خبر سے
علم کا فائدہ حاصل کرے جبکہ لوگوں کی خبر اس
کے نزدیک متواتر ہو، بہرحال مسلمانوں کے
عیوب کی پردہ پوشی ان لوگوں پر لازمی ہے جو
دین میں استقامت رکھتے ہیں، چنانچہ
امام نجم غزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے "حسن التنبہ
فی التشبہ" میں ذکر کیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں
کے اخلاق میں سے یہ ہے کہ دوسروں کو الزام

عنه وهذا من الخوض فيما لا يعنيه روى الترمذی وابن ماجة عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه و روی الطبرانی بسند صحیح عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه قال اعظم الناس خطایا یوم القیٰمة اکثرهم خوضا فی الباطل و رواه ابن ابی الدنیا فی الصمت باسناد رجاله ثقات عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم مرسلا قال فی الاحیاء والیه الاشارة بقوله تعالٰی وکنا نخوض مع الخائضین و روی البیهقی فی الشعب عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها قالت قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لا یزول المسروق منه فی تهمة حتی یکون اعظم جرما من السارق و روی الامام احمد والشیخان والنسائی

لگائے جائیں اور ان کی عزت میں ہاتھ ڈالا جائے اور لایعنی و بے مقصد باتوں میں غوطہ زنی کی جائے۔ چنانچہ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی اسلامی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ لایعنی اور بے مقصد کاموں کو ترک کر دے۔ امام طبرانی نے بسند صحیح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے بڑا گنہگار وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ باطل میں گھستا رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے خاموشی کے باب میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کو مرسل (یعنی بغیر سند) روایت کیا۔ ایسی اسناد سے کہ رواۃ مستند اور معتبر ہیں۔ اور اللہ تعالٰی کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ہم گھُسے رہنے والوں کے ساتھ گھُسے رہتے ہیں۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت فرمائی کہ مائی صاحبہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ مسروق عنہ (وہ شخص جس کا مال چوری ہوا) تہمت میں رہے گا یہاں تک کہ وہ چور سے بڑا مجرم

وابن ماجة عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال رأی عیسٰی ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام رجلا یسرق فقال اسرقت قال کلا واللہ الذی لا الٰہ الاھو فقال عیسٰی اٰمنت باللہ وکذبت عینی وھذا الخلق عزیز جدا انتھی فایاک ان تقع فی حق احد ولو بکلمۃ واحذر ان تخوض مع الخائضین خصوصا فی حق فقراء الصوفیۃ[1] اھ بالالتقاط تحصیلا للبرکۃ بکلمات الھداۃ الناصحین وعدۃ لنفسی وللمسلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

بن جائے گا۔ امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بواسطہ ابوہریرہ روایت فرمائی ہے کہ حضرت عیسٰی ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کیا تُو نے چوری کی؟ اس نے جھٹ کہا ہرگز ایسا نہیں، اس خدا تعالٰی کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ حضرت عیسٰی نے فرمایا میں اللہ تعالٰی پر ایمان لایا اور میں نے اپنی آنکھوں کو جھٹلایا یہ لوگ یقیناً پیارے ہیں اھ کسی کے حق میں شبہہ کرنے سے بچو اگرچہ کسی ایک ہی کلمہ سے ہو۔ اور اس بات سے ہوشیار رہو کر باطل میں شروع ہونے والوں کے ساتھ شروع ہونے لگو خصوصاً فقراء صوفیہ کے حق میں اھ بالالتقاط۔ ہدایت یافتہ خیرخواہوں کے کلمات سے حصولِ برکت کرتے ہوئے اور گنتی کے چند کلمات میرے نفس اور مسلمانوں کے لئے ایک گونہ وعدہ ہیں۔ اللہ تعالٰی پاک اور برتر سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳
مسئولہ مولوی نوشہ علی صاحب ربیع الاول ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جب فصلِ آم آتی ہے تو باغوں کو جاکر آم کھاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے آموں کی گٹھلیاں مارتے ہیں اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں، آیا یہ فعل ان کا کیسا ہے، جائز یا ناجائز؟ اور بر تقدیر عدم جواز کے حرام ہے یا بدعت ہے یا مکروہ؟ اور بر تقدیر بدعت کے بدعت حسنہ ہے یا سیئہ؟ بینوا الجواب بحوالۃ الکتب وتوجروا یوم الحساب (بحوالہ کتب جواب بیان فرمائیے اور روزِ حساب اجر پائیے۔ ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۱ تا ۵۲۳

الجواب

گٹھلیاں مارنا ناجائز وممنوع ہے مسند امام احمد وصحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داود وسنن نسائی وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

قال نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الخذف وقال انہ لایقتل الصید ولاینکاء العدو وانہ یفقأ العین ویکسر السن[1]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غلا یا گٹھلی کنکری پھینک کر مارنے سے منع کیا اور فرمایا اس سے نہ دشمن پر وار ہو سکے نہ جانور کا شکار، اس کا نتیجہ یہی ہے کہ آنکھ پھوڑ دے یا دانت توڑ دے۔

فی التیسیر الخذف بمعجمتین وفاء الرمی بحصاۃ او نواۃ لانہ یفقأ العین و لایقتل الصید[2]

تیسیر میں ہے "الخذف" میں دو حروف "خ" اور "ذ" دونوں نقطے والے ہیں اور آخر میں حرف "ف" ہے اس پر بھی نقطہ ہے اسکے معنی ہیں گٹھلی وغیرہ پھینکنا

اور صرف چھلکوں سے ہم عمر ہم مرتبہ لوگ نادراً محض تطییب قلب کی طور پر باہم مزاح دوستانہ کریں جس میں اصلاً کسی حرمت یا حشمت دینی کا ضرر حالاً یا مالاً نہ ہو تو مباح ہے۔ عالمگیری میں ہے:

قال القاضی الامام ملك الملوك اللعب الذی یلعب الشبان ایام الصیف بالبطیخ بان یضرب بعضھم بعضا مباح غیر مستنکر کذا فی جواھر الفتاوی فی الباب السادس[3]

قاضی امام ملک الملوک نے فرمایا وہ کھیل جو موسم گرما میں نوجوان خربوزوں کے ساتھ کھیلتے ہیں ایکدوسرے کو خربوزے مارتے ہیں یہ کھیل مباح ہے گناہ نہیں۔ جواہر الفتاوٰی کے چھٹے باب میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب الخذف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۹
صحیح مسلم کتاب الصید " " " ۲/ ۱۵۲
سنن ابی داود کتاب الادب " آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۸

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث نہی عن الخذف مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۶۶

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

عوارف المعارف شریف میں ہے :

روی بکر بن عبد اللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتبادحون بالبطیخ فاذا کانت الحقائق کانوا ھم الرجال یقال بدح یبدح اذا رمی ای یترامون بالبطیخ[1] ذکرہ قدس سرہ فی الباب الثلثین ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ۔

بکر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابہ (بطور تفریح وکھیل کود) ایک دوسرے پر خربوزے پھینکا کرتے تھے جب حقائق یہ ہیں تو پھر درحقیقت وہی کامل مرد ہیں ۔ جب کوئی چیز پھینکی جائے تو کہا جاتا ہے بَدَحَ یَبْدَحُ یعنی صحابہ کرام ایک دوسرے پر خربوزے پھینکا کرتے تھے اھ اس کو صاحب عوارف المعارف نے تیسویں باب میں ذکر فرمایا ۔ اللہ تعالٰی پاک، بلند وبالا اور سب سے بڑا عالم ہے ۔ (ت)

مسئلہ ۱۴: از پیلی بھیت بازار ڈرمنڈ گنج دکان خلیل الرحمن عطر فروش مرسلہ محمد مظہر الاسلام صاحب ۲۴ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں :

بزرگان دین کے عرس میں شب کو آتشبازی جلانا اور روشنی بکثرت کرنا بلا حاجت اور جو کھانا بغرض ایصالِ ثواب پکایا گیا ہو اس کو لٹانا کہ جو لوٹنے والوں کے پیروں میں کئی من خراب ہو کر مٹی میں مل گیا ہو اس فعل کو بانیانِ عرس موجبِ فخر اور باعثِ برکت قیاس کرتے ہیں، شریعتِ عالی میں اسکا کیا حکم ہے ؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب

آتشبازی اسراف ہے اور اسراف حرام، کھانے کا ایسا لٹانا بے ادبی ہے اور بے ادبی محرومی ہے، تضیعِ مال ہے، اور تضیع حرام ۔ روشنی اگر مصالح شرعیہ سے خالی ہو تو وہ بھی اسراف ہے ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۱۵: از بنگالہ ضلع کمرلہ موضع حومیگل مرسلہ مولوی عبد الحمید صاحب ۲ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش وشطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا عند اللہ (بیان فرماؤ اللہ کے ہاں سے اجر وثواب پاؤ ۔ ت)

---

[1] عوارف المعارف الباب الثلاثون مکتبۃ المشہد الحسینی القاہرہ ص ۱۴۲

الجواب

دونوں (تاش اور شطرنج) ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں۔

ومسألۃ الشطرنج مبسوطۃ فی الدر[1] وغیرھا من الحظر والشہادات والصواب اطلاق المنع کما اوضحہ فی رد المحتار[2] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

شطرنج کا مسئلہ بڑی تفصیل کے ساتھ درمختار وغیرہ میں موجود ہے اور صواب (درست اور حقیقت) یہ ہے کہ اس کی مطلقاً ممانعت ہے جیساکہ فتاوٰی شامی میں اس کی وضاحت فرمائی گئی۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم نہایت درجہ تام اور پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۶: ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص میرا دوست آیا اور اس نے مجھ سے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے، میں چلا گیا وہاں جاکر دیکھا کہ بہت اشخاص ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول اور دو سارنگی بج رہی ہے اور چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں شعر پڑھ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گارہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں یہ باجے مذکورہ تو شریعت میں حرام ہیں کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوں گے اور یہ اشخاص مذکورہ حاضرین جلسہ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح پر؟ بینوا توجروا فقط۔

الجواب

ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں، اور ان سب کا گناہ ایسا کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۷

[2] رد المحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پُورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا اُن کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انھیں سنایا اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سُناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے اس لئے ان سب کا گناہ اُن دونوں پر ہوا پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے لہذا قوالوں کا بھی گناہ اس بُلانے والے پر ہوا،

كما قالوا فی سائل قوی ذی مرة سوی ان الاخذ والمعطی اثمان[1] لانهم لولم يعطوا لما فعلوا فكان العطاء هو الباعث لهم على الاسترسال فی التكدی والسوال وهذا كله ظاهر على من عرف القواعد الكريمة الشرعية وبالله التوفيق۔

جیسا کہ طاقتور، توانا اور صحت مند سائل کے بارے میں کہتے ہیں کہ لینے اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں اس لئے کہ اگر دینے والے نہ دیتے تو مانگنے والے گداگری کو پیشہ نہ بناتے لہذا یہ عطاء بخشش ہی ان کے ترک مشقت کا اور مانگنے کا باعث ہوتی اور یہ سب کچھ اس شخص پر ظاہر اور واضح ہے جو قواعد شرعیہ کریمہ کا عارف ہے۔ اور اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے ہی توفیق ملتی ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من دعا الی هدی كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لاينقص ذلك من اجورهم شيئا ومن دعا الی ضلالة كان عليه من الاثم مثل اثام من تبعه لاينقص ذلك من اثامهم شيئا رواه الائمة احمد[2] ومسلم والاربعة

جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا اتباع کریں اُن سب کے برابر ثواب پائے اور اس سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے اور جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلیں اُن سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف نہ ہو۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، مسلم اور دیگر چار ائمہ (ترمذی،

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۳

[2] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ ۲/ ۳۴۱ و مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ بیروت ۲/ ۳۹۷ سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/ ۲۷۹ و سنن ابن ماجہ مقدمۃ الکتاب ص ۱۸

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

مسئلہ نص شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیا جائے گا یا فقہ امام مجتہد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اگر نص شارع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم درکار ہے تو مزامیر کی حرمت میں احادیث کثیرہ بالغ بحد تواتر وارد ہیں از انجملہ اجل واعلٰی حدیث صحیح بخاری شریف ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف[1]

ضرور میری اُمت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔

حدیث صحیح جلیل متصل ،

وقد اخرجہ ایضا احمد[2] وابوداؤد وابن ماجۃ والاسمٰعیلی وابونعیم باسانید صحیحۃ لامطعن فیھا وصححہ جماعۃ اخرون من الائمۃ کما قال بعض الحفاظ قالہ الامام ابن حجر فی کف الرعاع[3]

نیز امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، محدث اسمٰعیلی اور ابونعیم نے اسے صحیح اسناد کے ساتھ کہ جن میں کوئی طعن نہیں اس کی تخریج فرمائی، اور ائمہ کی ایک دوسری جماعت نے اسکو صحیح قرار دیا جیسا کہ بعض حفاظ نے کہا ہے، چنانچہ امام ابن حجر نے "کف الرعاع" میں فرمایا ہے (ت)

احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش نہیں ہوسکتے ہر عاقل جانتا ہے کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیح، ہر طرح یہی واجب العمل، اسی کو ترجیح، اور اگر فقہ مطلوب ہے تو خود امام مذہب امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد اور ہدایہ جیسی اعلٰی درجہ معتمد کتاب کا ارشاد کافی ووافی :

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۷
[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی امامہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۲۵۷ و ۲۶۸
[3] کف الرعاع القسم الثالث عشر تنبیہ ثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۳۲ و ۱۳۳

دلت المسألة علی ان الملاھی کلھا حرام حتی التغنی لضرب القضیب وکذا قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنہ ابتلیت لان الابتلاء بالمحرم یکون[1]

مسئلہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ کھیل کود کے تمام سامان حرام ہیں حتی کہ (کسی چیز پر) کانے کی ضرب لگا کر گانا (یہ بھی زمرۂ حرمت میں داخل ہے) اور اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ ارشاد کہ میں اس میں مبتلا کیا گیا اس لئے کہ ابتلا حرام میں ہوا کرتی ہے۔ (ت)

غرض حدیث وفقہ کا حکم تو یہ ہے ہاں اگر کسی کو قصداً ہوس پرستی منظور ہو تو اس کا علاج کس کے پاس ہے کاش آدمی گناہ کرے اور گناہ جانے اقرار لائے اصرار سے باز آئے لیکن یہ تو اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالے اور الزام بھی ٹالے اپنے لئے حرام کو حلال بنالے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبانِ خدا اکابر سلسلہ عالیہ چشت قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی ومولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم وعنا بہم فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں:

مزامیر حرام ست[2] (گانے بجانے کے آلات کا استعمال کرنا حرام ہے۔ ت)

مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حضور کے زمانہ مبارک میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تحریر فرمایا اس میں صاف ارشاد ہے کہ:

اما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالٰی عنھم فبریئ عن ھذہ التھمة وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرة من کمال صنعة اللہ تعالٰی[3]

ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی سے خبر دیتے ہیں۔

للہ انصاف اس امام جلیل خاندان عالی چشت کا یہ ارشاد مقبول ہوگا یا آج کل مدعیان خامکار کی تہمت بے بنیاد ظاہرۃ الفساد ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم (جس کا فساد واضح ہے۔ گناہوں سے

---

[1] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۳

[2] فوائد الفواد

[3] کشف القناع عن اصول السماع

بچنے اور بھلائی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر اللہ تعالٰی بلند مرتبہ بزرگ قدر کی توفیق عطا کرنے سے۔ ت)

سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پرنور شیخ العالم فرید الحق والدین گنج شکر وخلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہم کتاب مستطاب سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں:

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز می فرمود کہ چندیں چیز مے باید تا سماع مباح شود مسمع و مستمع و مسموع و آلۂ سماع مسمع یعنی گویندہ مرد تمام باشد کودک نباشد و عورت نباشد و مستمع آنکہ می شنود از یاد حق خالی نباشد و مسموع آنچہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد و آلۂ سماع مزامیر ست چوں چنگ و رباب و مثل آں مے باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال ست۔[1]

سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا چند اشیاء ہوں تو سماع جائز اور مباح ہو۔ (۱) مُسمع (سنانے والا)۔ (۲) مستمع (سننے والا)۔ (۳) مسموع (جو کچھ سنا جائے) (۴) آلاتِ سماع۔ تفصیل، مسمع یعنی سنانے اور کہنے والا بالغ مرد ہو بچہ اور عورت نہ ہو۔ مستمع یعنی سننے والا جو کچھ سنے یاد حق سے خالی نہ ہو۔ مسموع، جو کچھ سنیں اور کہیں اس میں فحش گوئی اور مسخرہ پن نہ ہو۔ اور آلاتِ سماع مزامیر ہیں جیسے سارنگی اور رباب وغیرہ۔ چاہیے یہ کہ وہ درمیان میں نہ ہوں۔ پس اس طرح کی قوالی (سماع) جائز اور حلال ہے۔ (ت)

مسلمانو! یہ فتوٰی ہے سرور وسردار سلسلۂ عالیہ چشت حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ کا۔ کیا اس کے بعد بھی مفتریوں کو منہ دکھانے کی گنجائش ہے۔ نیز سیر الاولیاء شریف میں ہے:

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرضداشت کہ دریں روزہا بعضے از درویشاں آستانہ دار در مجمعے کہ چنگ و رباب و مزامیر بود رقص کردند فرمود نیکو نہ کردہ اند آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است بعد ازاں یکے گفت چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیروں آمدند با ایشاں گفتند کہ شما چہ کردید دراں مجمع مزامیر بود سماع چگونہ شنید و رقص کردید ایشاں جواب دادند کہ ما چناں مستغرق سماع

ایک خادم نے سلطان المشائخ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ان دنوں آستانے کے بعض درویشوں نے اس مجلس اور محفل میں ناچ کیا ہے جہاں آلاتِ سماع چنگ و رباب اور سارنگی و مزامیر وغیرہ تھے تو ارشاد فرمایا انھوں نے اچھا نہیں کیا کیونکہ جو کام ناجائز ہے وہ پسندیدہ نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد ایک کہنے لگا کہ جب یہ لوگ اس حالت سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے ان سے

---

[1] سیر الاولیاء باب نہم در بیان سماع و وجد مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۰۱-۰۲

بودیم کہ ندانستیم کہ ایں جا مزامیر ست یا نہ ، حضرت سلطان المشائخ فرمود ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید[1]

پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا ہے، اس محفل میں تو مزامیر بھی تھے پھر تم نے قوالی بھی سنی اور ناچتے بھی رہے ۔ انھوں نے جواباً بتایا کہ ہم سماع میں اس قدر مستغرق (ڈوبے ہوئے) تھے کہ ہمیں پتہ ہی نہیں چلا کہ مزامیر بھی ہیں یا نہیں ۔ اس پر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ کوئی معقول جواب نہیں اس لئے کہ یہ بہانہ تو تمام گناہوں میں ملوث ہونے والے کر سکتے ہیں (ت)

مسلمانو! کیسا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہے، اور اس عذر کا کہ "ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی" کیا مسکت جواب عطا فرمایا کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے ۔ شراب پئے اور کہہ دے شدتِ استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی ۔ زنا کرے اور کہہ دے غلبۂ حال کے سبب تمیز نہ ہوئی کہ جورو ہے یا بیگانی ۔

اُسی میں ہے :

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیان نباشد و دریں باب بسیار غلو کرد تا بحدیکہ گفت اگر امام را سہو افتد مرد بتسبیح اعلام دہد و زن سبحان اللہ نگوید زیرا کہ نشاید آواز آں شنودن پس چکند پشت دست بر کف دست زند و کف دست بر کف دست نزند کہ آں بلہو می ماند تا ایں غایت از ملاہی و امثال آں پرہیز آمدہ است پس در سماع طریق اولیٰ کہ ازیں بابت نباشد یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولےٰ منع است[2] اھ باختصار

حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے منع کیا ہے کہ مزامیر حرمت درمیان میں نہ ہوں اور اس سلسلے میں اس قدر تعدی (شدت) فرمائی کہ ارشاد فرمایا امام اگر نماز میں بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر آگاہ کر سکتا ہے مگر عورت کو اس طرح کہنا جائز نہیں کیونکہ اس کی آواز نہیں سُنی جانی چاہئے اس کے لئے یہ ہدایت اور حکم ہے کہ وہ اپنے ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی مارے لیکن ہتھیلی کو ہتھیلی پر نہ مارے کیونکہ یہ عمل لہو میں شمار ہوتا ہے یعنی تالی بجانا ، پس اندازہ کر لیا جائے کہ کس حد تک کھیل کود اور لغو کام سے پرہیز کی ہدایت وارد ہوئی ہے پس سماع میں بطریق اولےٰ منع ہے یعنی تالی بجانے سے بھی

---

[1] سیر الاولیاء باب نہم در بیان سماع و وجد مؤسسۂ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۳۰ - ۳۱

[2] " " " " " " " " ص ۵۳۲

ممانعت ہے لہٰذا مزامیر کے ساتھ قوالی کرنا اس سے زیادہ اشد اور ممنوع ہے اھ باختصار (ت)

مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں وہ اور معاذ اللہ مزامیر کی تہمت للہ انصاف کیسا ضبط بے ربط ہے۔ اللہ تعالٰی اتباعِ شیطان سے بچائے اور ان سچے محبوبانِ خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے آمین الٰہ الحق آمین بجاھھم عندک آمین والحمد للہ رب العالمین (آمین، اے سچے معبود! تیری بارگاہ میں جو ان کا مقام و رتبہ ہے اس کے طفیل دعا قبول فرما۔ اور سب تعریف اس خدا کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) کلام یہاں طویل ہے اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی، واللہ الہادی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷: ملک بنگالہ ضلع کھار ڈاک خانہ لکھی پور بمقام سنگرین مرسلہ جلال الدین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شادی میں بندوقیں بغرض اعلان چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جس شخص نے حرام ثابت کیا بلکہ اس کے یہاں کا کھانا تک حرام قطعی ثابت کیا اس کے حق میں شرع سے کیا حکم ہے؟

الجواب

فی الواقع نکاح میں بغرضِ اعلان بندوقیں چھوڑنے کی ممانعت شرع میں کہیں ثابت نہیں۔ ہلالِ رمضان اور ہلالِ عید میں صدہا سال سے توپوں کے فائر کئے جاتے ہیں اس سے بھی اعلان ہی مقصود ہوتا ہے اُس اعلان پر شرعاً عمل کا جزئیہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔ نیت ریا و تفاخر نہ فقط شادی کی بندوقوں بلکہ نماز کو حرام کر دیتی ہے، رسم کا اعتبار جب تک کسی فساد عقیدہ پر مشتمل نہ ہو اصل رسم کے حکم میں رہتا ہے اگر رسم محمود ہے محمود ہے، مذموم ہو مذموم ہے، مباح ہو مباح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸: از آرہ ضلع شاہ آباد محلہ ترتی مدرسہ حنفیہ مرسلہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرس
۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

بشرف ملاحظہ آقائے نعمت دریائے رحمت حضور پرنور متع اللہ المسلمین ببقائکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بدعائے والا مع الخیر رہ کر خواہانِ عافیت سرکار مع جملہ خدام ہوں رسالہ مبارکہ الکشف شافیا میں جو بعد تفصیل اجمال فرمایا گیا ہے کہ یہاں تین چیزیں ہیں ممنوعات معطلات، مباحات۔ قسم اول کا حکم ارشاد فرمایا کہ بعینہ اصل جیسا ہے، فونوگراف سے سننا گویا نہیں بلکہ بعینہ اس مغنیہ کا گانا سننا ہے اس لئے کہ پلیٹ اور گلاس کی آواز نہیں ہوتی اگرچہ اس آواز کا بعینہ وہی آواز ہونا مقیاور عبد العقل نہیں مگر اس تمام تفصیل کے بعد جو ابتدائے رسالہ شریفہ میں

درج ہے کسی کو مجال انکار نہیں، اور بیشک وہ آواز جو فونوگراف سے نکلتی ہے بعینہ وہی آواز ہے جو اس عورت کے گانے کی ہے مگر علمائے کرام وصوفیائے عظام نے جب بالمواجہہ کسی کا گانا سننے اور پس پردہ میں فرق فرمایا ہے تو یہاں بدرجہ اولٰی ہونا چاہئے۔ حضرت امام غزالی قدس سرہ، حضور پرنور والا برکت سیدی شاہ محمد کالپوی قدسنا اللہ باسرارہ الشریف نے کسی جگہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص مغنیہ کی آواز منہ پر کپڑا ڈال کر سُنے کہ اس کی صورت نہ دیکھ سکے تو اس میں مضائقہ نہیں، اگرچہ یہ مضمون میں نے خود ان دونوں حضرات قدسنا اللہ باسرارہم کی کسی کتاب میں نہیں دیکھا مگر امام غزالی رحمہ اللہ کی نسبت مولوی حکیم عبدالوہاب نے کہا تھا اور حضرت کالپوی قدس سرہ العزیز کی نسبت رجب ۱۳۲۷ھ میں مولوی محمد فاخر صاحب نے مارہرہ شریف میں، اگرچہ اُسی وقت سے بارہا خیال اس کے دریافت کا ہوا مگر اتفاق نہ پڑا، خیر پس اگر یہ دونوں مضمون ان حضرات کرام یا اور کسی صاحب نے نہیں تحریر فرمایا جب تو کوئی بات ہی نہیں، اور اگر تحریر فرمایا ہے تو غالباً اس کی بہ قلت مظنہ فتنہ ہے تو یہاں تو اور اقل قلیل ہے خصوصاً اُس صورت میں کہ جس کا ریکارڈ بھرا ہوا ہو وہ مرچکی ہو پھر دونوں کا حکم ایک کس طرح ہوسکتا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

یہ مضمون کہ منہ پر کپڑا ڈال کر رنڈیوں ڈومنیوں کا گانا سُننا جائز ہے دونوں حضرات ممدوح قدسنا اللہ باسرارہما میں کسی سے ثابت نہیں، نہ ہرگز شرع مطہرہ میں اس کا پتا، نہ اصولِ شرع اُس کی مساعد، نہ ایسی نقول مذہب پر قاضی ہوسکیں۔

(۱) شریعت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس طرح فتنہ کو حرام فرمایا دواعی فتنہ کو بھی حرام فرمادیا۔

قال اللہ تعالٰی تلک حدود اللہ فلا تقربوھا[1]

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ من رتع حول الحمی اوشك ان یقع فیہ[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا یہ اللہ تعالٰی کی حدیں ہیں لہذا ان کے پاس نہ جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی کسی چراگاہ کے آس پاس جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں گھس جائے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۷

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/ ۲۷۵ و صحیح مسلم کتاب المساقات ۲/ ۲۸

اجنبیہ سے خلوت، نظر، مس، معانقہ، تقبیل اس لئے حرام ہوئے کہ دواعی ہیں۔

(۲) دواعی کے لئے مستلزم ہونا ضرور نہیں ہزار با خلوت و نظر بلکہ بوس وکنار واقع ہوتے ہیں اور مدعو الیہ یعنی زنا واقع نہیں ہوتا۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم والفرج یصدق ذٰلك اویکذب به[1] رواہ الشیخان وابوداود والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ اس کو بخاری، مسلم، نسائی اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے بیان فرمایا۔ (ت)

(۳) نہ حرمت دواعی وقت افضا پر مقصور ورنہ اجنبیہ سے جملہ امور مذکورہ حلال ہوں جبکہ زنا سے اجتناب کریں،

ولایقول به احد من المسلمین و انما حرمت الدواعی لکونها دواعی والدعاء لایستلزم الافضا۔

اور کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں۔ دواعی اس لئے حرام کیا گیا کہ وہ مطلوب کے لئے اسباب دعوت ہیں یعنی اس کام تک پہنچانے کے ذرائع اور وسائل ہیں، اور داعی کے لئے اس تک رسائی لازم نہیں۔ (ت)

(۴) شرع مطہر مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اس کے بعد وجود منشاء حکم پر نظر نہیں رکھتی کما عرف فی رخص السفر وغیرھا (جیسا کہ سفر وغیرہ کی رخصتوں سے معلوم ہوا ہے۔ ت)

(۵) احکام فقہیہ میں غالب کا لحاظ ہوتا ہے نادر کے لئے کوئی حکم جدا نہیں کیا جاتا،

صرحوا به فی مواضع کثیرۃ وقد نقلنا النصوص علیه فی الکشف شافیا عن فتح القدیر وعن الدر المختار وعن الدر المنتقی وھو دوار فی الکتب لا مطمع فیه ان یستقصی۔

ائمہ کرام نے متعدد اور بکثرت مقامات پر اسکی تصریحات فرمائی ہے، اور ہم نے "الکشف شافیا" میں اس پر نصوص ذکر کئے ہیں جو فتح القدیر، درمختار اور الدر المنتقی وغیرہ کی عبارات پر مشتمل ہیں، اور وہ کتب متعددہ میں دائر ہیں پس ان کیلئے یہ توقع نہیں کہ اس کا استقصا کیا جاسکے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب القدر باب قول اللہ وحرام علی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۸
صحیح مسلم کتاب القدر باب قدر علی ابن آدم حظہ من الزنا الخ " " " ۲/ ۳۳۶

ان فوائد کو ملحوظ رکھ کر مغنیہ اجنبیہ کا گانا سننے کی حرمت میں شبہ نہیں ہوسکتا بیشک وہ داعی ہے اور داعی حرام حرام اگرچہ مستلزم بلکہ اس وقت مفضی بھی نہ ہو اگرچہ خصوص محل میں داعی بھی نہ ہو اور بعض نفوس مطمئنہ کہ شہوات سے یکسر خالی ہوگئے ان کے لحاظ سے حکم میں تفصیل ناممکن بلکہ وہی حکم عام جاری رہے گا ورنہ خلوت ومس وتقبیل وامثالہا میں بھی حکم مطلق نہ رکھیں تفصیل لازم ہو کہ قلب شہوانی کے لئے حرام ہیں اور نفوس مطمئنہ کے لئے جائز حالانکہ یہ قطعاً اجماعاً باطل ہے۔

(۶) جبکہ منشاء تحریم داعی ہونا ہے اور اس میں ہر داعی مستقل تو ایک کی تحریم دوسرے کے وجود پر موقوف نہیں ہوسکتی،

والا لم یکن شیئ منھا داعیا بل المجموع اولم یکن داعیا الاشرط وجودہ و کان الآخر لغوا ساقطا من البین۔

ورنہ ان میں سے کوئی چیز داعی نہ ہو بلکہ مجموعہ یا داعی نہ ہو مگر اس کے پائے جانے کی شرط سے۔ اور دوسرا بے فائدہ درمیان سے ساقط ہو (ت)۔

شرع مطہر نے یہاں نفس صوت فتنہ پر حکم فرمایا ہے،

قال اللہ تعالٰی واستفزز من استطعت منھم بصوتک[1] وعن انس وعن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوتان ملعونان فی الدنیا والاٰخرۃ مزمار عند نعمۃ ورنۃ عند مصیبۃ۔[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا تو پھسلا دے ان میں سے جس کو تو اپنی آواز سے پھسلا سکتا ہے (یہ شیطان سے خطاب فرمایا) اور حدیث میں حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں دو آواز دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں (۱) آسائش کے وقت گانا بجانا (۲) مصیبت کے وقت بین کرنا (ت)

تیسری حدیث میں ہے:

عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من قعد

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو کوئی گانے والی

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

[2] کنز العمال بحوالہ البزار والضیاء عن انس حدیث ۴۰۶۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۱۹

الی قینة یستمع منہا صب اللہ فی اذنیہ الآنک یوم القیمۃ۔[1]

گویا کے پاس بیٹھ کر اس کا گانا سُنے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دے گا۔ (ت)

چوتھی اور پانچویں حدیث میں ہے:

عن جابر و عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال نہیت عن صوتین احمقین فاجرین[2] وقد استقصینا علیٰ تخاریجہا فی اکثر من خمسین حدیثا، اوردناھا فی رسالتنا اتم المعارف فی حق المعازف و باللہ التوفیق۔

حضرت جابر اور حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہو) کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے دو نادان بدکار آوازوں سے روک دیا گیا۔ پچاس سے زائد حدیثوں کی تخریج کرنے میں ہم نے انتہائی کوشش کی جنھیں ہم اپنے رسالہ "اتم المعارف فی حق المعازف" (معرفت کی باتوں کا پورا ہونا آلاتِ ساز کے مٹانے میں) لائے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر کارساز ہے۔ (ت)

تو نظر کی روک کان کے حرام کو کیونکر حلال کر دے گی اس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کہا جائے اجنبیہ کو گلے لگانا حلال ہے جبکہ بوسہ نہ لے یا محلِ بوسہ کو رومال سے چھپا لے یا اس کا بوسہ لینا جائز ہے جبکہ گلے نہ لگائے۔ صوتِ فتنہ کی تحریم فتنۂ نظر پر موقوف ہو تو مزامیر کا سننا مطلقاً فی نفسہٖ حلال ہو جائے کہ اُن کی طرف نظر کسی کے نزدیک منع نہیں بلکہ انصافاً منع نظر کے ساتھ سماع، افسادِ حال و تشویشِ خیال میں ابلغ ہوگا فان الانسان حریص علی مامنع (انسان کو جن کاموں سے روکا جائے اُن کے کرنے کی وہ حرص رکھتا ہے۔ ت) نفسِ شیئ مبذول کی طرف اتنا نہیں کھینچتا جتنا ممنوع کی جانب، ولہذا بندگانِ نفس کو نظرِ اجنبیہ میں نظرِ حلیلہ سے زیادہ لذت آتی ہے اگرچہ حلیلہ احسن واجمل ہو ولہذا زنانِ فواحش باآنکہ خود امالہ وجذب میں سعی کرتی ہیں بعد انجذاب تمنع وخودداری کا تصنع دکھاتی ہیں کہ منع اجلب للشوق ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ فرماتے ہیں؂

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن صصری فی امالیہ حدیث ۴۰۶۶۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۲۰ و ۲۲۱

[2] جامع الترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی الرخصۃ فی البکاء علی المیت امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۰

دیدار می نمائی و پرہیز مے کنی بازار خویش و آتش ما تیز می کنی[1]

(تو دیدار دکھاتا ہے لیکن پرہیز بھی کرتا ہے، لہذا اپنے بازار اور ہماری آگ کو تیز کرتا ہے۔ت)

شرع مطہر نے امور محمودہ میں بھی اس حکمت پر لحاظ فرمایا ہے ولہذا دن میں تین وقت نماز حرام فرمائی کہ شوق مشتاقان تازہ ہوتا رہے ولہذا تجلی کو دوام نہیں ہوتا ولہذا ابتدا میں ایک مدت تک وحی روک لی گئی جس پر کفار نے ودع وقلی کہا اور سورۂ کریمہ والضحٰی نے نزول فرما کر اُن کا منہ سیاہ کیا تو کپڑا ڈال کر سننا وہی رنگ لائے گا جو حضرت عارف جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:ع

چو یابد بُوئے گل خواہد کہ بیند چو بیند روئے گل خواہد کہ چیند[2]

(جب کوئی پھول کی خوشبو پائے تو چاہتا ہے کہ اس کو دیکھے اور جب پھول کو دیکھ پائے تو چاہتا ہے کہ اُسے چُنے۔ت)

غرض عارف مصالح شریعت احمدیہ وحکم جلیلۂ احکام محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ یقین کرے گا کہ اس کی اباحت سخت بدخواہی امت اور ابلیس لعین کو ان پر بڑی اعانت ہے۔

(۷) اصوات فتنہ کی حرمت اس لئے نہیں کہ وہ خاص مصوت کے ساتھ فجور کی طرف داعی ہیں جس سے مغنیہ مردہ کا بھرا ہوا گانا حلال ہوجائے ورنہ سماعِ مزامیر مطلقاً حلال ہوتا کہ وہاں مصوت فجور نا متصور بلکہ اس لئے کہ وہ مفسد قلب ومحرک شہوت ومنبت نفاق ومثبت غفلت ہیں کما افادہ الائمۃ الاعلام وذکرنا طرفا منہ فی الکشف شافیا (جیسا کہ مشہور ائمہ نے اس کا افادہ بخشا، اور ہم نے اس کا کچھ حصہ اپنے رسالے الکشف شافیا میں بیان کیا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹: از مراد آباد محلہ مغلپورہ حصہ دوم متصل مکان جناب حکیم سید امیر حسن صاحب مسئولہ سید حامد حسین صاحب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

علمائے متین ومفتیان شرع مبین کی بارگاہ میں عرض ہے کہ اس مسئلہ میں آپ حضرات کا کیا ارشاد ہے کہ سماع کلام حسن منظوم خواہ منثور بالحان بہ لہجۂ عربی ہو یا مصری یا ہندی خواہ سوا ان کے ہو باستثنائے قرآن مجید وفرقان حمید برعایت قواعد وقوانین موسیقی بلامزامیر مرد صالح معمر یا غیر معمر بلکہ امرد سے جبکہ خوفِ فتنہ وفساد نہ ہو جائز ہے یا نہیں، چنانچہ علماء وغیرہم مثنوی مولانا روم ونعت وحمد وغیرہم پڑھتے ہیں

---

[1] گلستان سعدی باب دوم مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ص ۱۱۵

[2] یوسف زلیخا باب گرفتن زلیخا یوسف را الخ مطبع تاجران کتب خانہ لاہور ص ۱۸۹

اگر ناجائز ہے تو کیا علم قوانین موسیقی ناجائز ہے یا بعد حصول علم موسیقی رعایت اس کی معیوب و مقبوح ہے حالانکہ علم کسی امر کا قبیح نہیں کیونکہ حضور پُر نور سیّد یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جمیع امور کا علم بالتفصیل لعطاءِ الٰہی حاصل تھا اور ہے۔ پھر اگر رعایت اُس کی ناجائز ہے تو جمیع علماء کو اپنے کلام (منظوم یا منثور) کو جو بوقتِ وعظ وغیرہ پڑھتے ہیں اور اس میں موسیقی پائی جاتی ہے امتیاز حاصل کرنے کیلئے موسیقی سے غیر موسیقی کو فنِ موسیقی معلوم کرنا ضرور ہے تاکہ حق کو باطل سے جدا کرلیں، کیونکہ یہ قاعدۂ کلیہ ہے یعرف الاشیاء باضدادھا (اشیاء اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ ت) تو جب تک کہ غیر موسیقی کی ضد کو یعنی موسیقی حاصل نہ ہو اُس وقت تک امتیاز با ایں ہمہ غیر متصور، ورنہ اختلاط باوجود قدرت جائز نہ ہوگا والا برعایت موسیقی ہر کلام خواہ نظم ہو یا نثر باستثناء قرآن شریف جائز قرار پائے گا۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے، اجر و ثواب پائیے۔ ت)

الجواب

جب سامع و مسموع و مُسمَع و مُسمِع و مُسمَع و سماع و اسماع سب مفاسد سے پاک ہوں تو سُننا سنانا سب جائز ہے اگرچہ بالقصد برعایت قوانین موسیقی ہو، خواہ فارسی یا اردو یا ہندی جو کچھ بھی ہو باستثناءِ قرآن عظیم موسیقی کی نسبت آواز کی طرف ہے جو عروض کی نسبت کلام کی طرف کلام جب حسن ہو اوزانِ عروضیہ پر منظوم کردینے سے قبیح نہ ہوجائے گا۔ یونہی الحان کہ مباح ہو قوانین موسیقی کی رعایت سے ناجائز نہ ہوجائے گا۔ حدیث میں فرمایا:

الشعر کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح[1] شعر ایک کلام ہے، جو اچھا ہے وہ اچھا ہے، اور جو بُرا ہے وہ بُرا ہے۔ (ت)

سامع تو وہ چاہیے جس کے قلب پر شہوات ردیہ کا استیلا نہ ہو کہ سماع کوئی نئی بات پیدا نہیں کرتا بلکہ اُسی کو اُبھارتا ہے جو دل میں دبی ہو، مسموع میں ضرور ہے کہ نہ فحش ہو نہ کوئی کلمہ خلاف شرع مطہر، نہ کسی زندہ امرد کا ذکر ہو نہ کسی زندہ عورت کی تعریف، نہ ایسی قریب مردہ کا نام ہو جس کے اعزّہ زندہ ہوں اور انھیں اس سے عار لاحق ہو امثال لیلٰے سلمٰے سعاد میں حرج نہیں۔ مُسمِع بالفتح یعنی پڑھنے یا گانے والا امرد یا بوڑھا یا جوان ہو امرد یا عورت نہ ہو۔ مسمع بالکسر یعنی آلۂ سماع مزامیر نہ ہوں اگر ہو تو صرف دف بے جلاجل جو ہیئات تطرب پر نہ بجایا جائے۔ مُسمَع بالفتح جائے سماع مجلس فساق نہ ہو

---

[1] السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الحج باب لا الضیق علی واحد منہما الخ دار الفکر بیروت ۵/ ۶۸

اور اگر حمد و نعت و منقبت کے سوا عاشقانہ غزل، گیت، ٹھمری وغیرہ ہو تو مسجد میں مناسب نہیں۔ سماع یعنی سُننا ایسے وقت نہ ہو کہ اُس سے نماز با جماعت وغیرہ کسی فرض یا واجب یا امر اہم شرعی میں خلل آئے۔ اِسماع یعنی پڑھنا یا گانا ایسی آواز سے نہ ہو جس سے کسی نمازی کی نماز یا سوتے کی نیند یا مریض کے آرام میں خلل آئے۔ اور حُسن و عشق و وصل و ہجر و شراب و کباب کا ذکر ہو تو عورات تک آواز نہ پہنچے بلکہ اگر گانے والے کی آواز دلکش ہے تو عورات تک پہنچنے کی مطلقاً احتیاط مناسب ہے۔

یا انجشۃ رویدک بالقواریر[1]

اے انجشہ! کانچ کی شیشیوں کا لحاظ کر کے اپنی آواز آہستہ کیجئے۔ (ت)

ع حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ہے

رہا علم موسیقی، اُس کے تعلّم میں وقت ضائع کرنا صالحین کا کام نہیں بلکہ کم از کم عبث ہے اور ہر عبث میں تضییعِ وقت ممنوع۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی کے حُسنِ اسلام میں سے یہ ہے کہ جو بے فائدہ اور بے سُود کام ہو اُسے چھوڑ دے (ت)

اور علمِ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قیاس صحیح نہیں کہ وہ بلا تعلّم و بے صرف وقت و بے قصد خاص بفن معین تھا حرج اس میں ہے نفس علم میں کوئی حرج نہیں کہ وہ کمال ہے، ولہٰذا حضرت عزت جلالہ جس کے لئے ہر کمال واجب اور ہر نقصان بلکہ ہر وہ شے جو کمال و نقصان دونوں سے خالی ہو محال بکل شیئ علیم ہے ازلاً ابداً وجوباً اور کسی شے کے علم کی اُس سے نفی کفر ہے تو ثابت ہوا کہ ہر شے کا علم مطلقاً کیسی ہی ہو عین کمال ہے، یونہی بعد تعلّم اس کے قوانین کی اپنے الحان میں رعایت اہلِ شرف و صلاح کے لئے عیب ہے کہ وہ ذلیلوں رذیلوں کا فن ہے اور بالخصوص فاسقین و فاسقات کے ساتھ مشہور ہے، ایسی تخصیص شرعاً شے کو ممنوع کر دیتی ہے اگرچہ فی نفسہٖ اس میں کوئی حرج نہ ہو جیسے جوان یا بوڑھے مرد کو ٹوپی انگرکھے یا پاجامے میں چار انگل یا اس سے کم لچکا گوٹا پٹھا لگانا بلاشبہہ بدوضعی و معیوب ہے کہ فاسقوں اور فحشوں کی وضع ہے اگرچہ فی نفسہٖ چار انگل تک کی اجازت ہے اور

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب ما یجوز من الشعر الخ قومی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۸

[2] جامع الترمذی کتاب الزہد امین کمپنی دہلی ۲/۵۵

منع رعایت موسیقی پر سائل کا وہ شُبہہ کہ اس تقدیر پر تعلیمِ موسیقی سب پر واجب ہوگا محض بے اصل وبے معنی ہے آخر اتنا تو مسلّم ہے کہ قرآن عظیم میں اُس کی رعایت حرام ہے تو بے تعلمِ موسیقی اگر اس سے بچنا ناممکن تھا تو خواہی نخواہی اس کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہوتا تو یہ وہ فرض ہے کہ صحابہ وتابعین وائمہ وعلماء سب اس سے محروم رہے، بات یہ نہیں بلکہ اس کا عکس ہے ممنوع ومعیوب رعایت ہے اور رعایت فعل اختیاری ہے اور فعل اختیاری کو قصد لازم اور قصد بے علم ناممکن تو رعایت جبھی کرسکے گا کہ جانتا ہو نہ جاننے والا کہ نہ اس سے آگاہ نہ اُس کا قصد کرتا ہے اگر اتفاقاً اس کا پڑھنا کسی شعبۂ موسیقی سے موافق ہوجائے تو نہ اُس پر الزام نہ یہ شرعاً ممنوع حتی کہ خود قرآن عظیم میں کما نص علیہ فی الفتاوی الخیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی خیریہ وغیرہ میں اس کی تصریح کردی گئی۔ ت) بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یتغن بالقراٰن فلیس منا[1] | جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

اور خوش الحانی میں کسی شعبہ سے اتفاقیہ موافقت نادر نہیں بلکہ غالب بلکہ اس فن والوں کے نزدیک لازم ہے الحان میں اگرچہ تان کٹکری نہ ہو مگر تال سم سے خالی نہیں ہوسکتا تو ناواقف اپنی سادگی کے ساتھ قصد مفسدہ سے بچا ہوا نکل جائے گا اور واقف احتیاط کرے گا تو قصداً بگاڑے گا اور بنانا چاہے گا تو رعایت کی طرف جائے گا لہذا اور بھی ضرور ہوا کہ اس فن سے ناواقف رہیں، وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲: مرسلہ اراکین بعض انجمن غرہ رجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ سماع میں یہ بات مقرر ہے کہ اہل کے لئے جائز نااہل کے لئے ناجائز۔ چنانچہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

نگویم سماع ای برادر کہ چیست | مگر مستمع را بدانم کہ کیست[2]

(اے بھائی! میں نہیں کہتا کہ سماع کیسا ہے، جب تک یہ نہ جان لوں کہ سُننے والا کون ہے۔ ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا باب فی حسن الصوت بالقرآن ص ۹۶

[2] بوستانِ سعدی باب سوم دانش سعدی تہران ایران ص ۱۸۴

تو آج کل جو مشائخ مزامیر سنتے ہیں ان کے لئے کیوں ناجائز ہوا کیونکہ وہ اس کے اہل ہیں نا اہل سُنتے تو اس پر اعتراض چاہیے یہ تو اُسے غذائے رُوح سمجھتے اور اپنے لئے عبادت جانتے ہیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور ٹھیک راستہ دکھادے۔ت)

اہل نا اہل کا تفرقہ سماع مجرد میں ہے۔ شعر حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ میں اسی کا ذکر ہے۔ مزامیر میں اہل کی اہلیت نہیں، نہ اُن کا کوئی اہل نہ وہ کسی کے لئے جائز، مگر مجاذیب اور خود رفتہ کہ عقل تکلیفی نہ رکھتے ہوں اُن پر ایک مزامیر کیا کسی بات کا مواخذہ نہیں کہ ع

سلطان نگیرد خراج از خراب

(کیونکہ بنجر اور ویران زمین سے کوئی بادشاہ (لوگوں سے) ٹیکس وصول نہیں کرتا۔ت)

ایسی جگہ اہلِ عقل میں اہل و نا اہل کا فرق کرنا ہرکس و ناکس کو گناہ پر جری کرنا اور امتِ مرحومہ پر مکر شیطان لعین کا دروازہ کھولنا ہے، ہر فاسق اسی کا مدعی ہوگا کہ ہم اہل ہیں ہم کو حلال ہے علانیہ ارتکاب معصیت کرے گا اور حرام خدا کو حلال بتائے گا اور اپنے امثال عوام جہال کو گمراہ بنائے گا، کیا شریعتِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسا حکم لاتی ہے، حاش للہ۔ شریعتِ مطہرہ فتنہ کا دروازہ بند فرماتی ہے اور یہ حکم فتنہ کے روزن کو عظیم پھاٹک کرتا ہے، تو کس قدر مبائن شریعت غرا ہے، اب دیکھ نہ لیجئے کہ آج کل کتنے نا شخص، کتنے بے تمیز، کتنے کندہ ناتراشیدہ جن کو استنجا کرنے کی تمیز نہیں یہ بھی نہیں جانتے کہ استنجا کرنے میں کیا فرض، واجب، سنّت، مکروہ، حرام ہیں، وہ گیروا کپڑے رنگ کر یا عورتوں کے سے کاکل بڑھا کر رات دن اسی آواز شیطانی میں منہمک ہیں۔ نمازیں قضا ہوں بلا سے، مگر ڈھولک ٹھنکنا ناغہ نہ ہو، اور پھر وہ پیرو مرشد ہیں اُن کے پاؤں پر سجدے ہوتے ہیں، اور علانیہ کہتے ہیں کہ ہم کو روا ہے، ہماری روح کی پاکیزہ غذا ہے۔ یہ ناپاک نتیجہ اسی اہل و نا اہل کے فرق پر جہل کا ہے۔ اور ان کا کذب صریح یُوں آشکار کہ سماع بے مزامیر جس میں اہل و نا اہل کا فرق ہے اس کے جواز میں اُس کے اہل نے یہ شرط رکھی ہے کہ جلسۂ سماع میں کوئی نا اہل نہ ہو، یہاں تک کہ قوال بھی اہل باطن ہو، جیسے بارگاہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدین محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حضرت سیدنا امیر خسرو و حضرت سیدی میر حسن علی سجزی قدس سرہما۔ بفرض باطل اگر مزامیر میں بھی اہل و نا اہل کا فرق ہوتا تو اہل وہ تھا کہ کسی نا اہل کے سامنے نہ سنتا، یہ جہل کے اہل عام مجمع کرتے ہیں جس میں فساق

فجار شرابی زناکار سب کا شیطانی بازار لگتا ہے اور مزامیر کھڑکتے ہیں یہ اہلیت کی شکل ہے، ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور بھلائی کرنے کی قوت بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ اور بزرگ قدر کے توفیق دینے کے کسی فرد میں نہیں۔ ت) ان سب کی گمراہی اور عوام کی بربادی تباہی کا وبال انھیں مولویوں کے سر ہے جو اہل و نااہل کا فرق بتاتے اور حرامِ خدا کو حلال کرنے کی کوشش کرتے اور امت کی بھیڑوں کو ابلیس بھیڑیئے کے پنجے میں دیتے ہیں پھر مزامیر کی حالت بالکل شراب کی مثل ہے قلیلھا یدعو الی کثیرھا تھوڑی سے بہت کی خواہش پیدا ہوتی ہے الذنب یجری الی الذنب گناہ گناہ کی طرف کھینچتا ہے ع 9

تخم فاسد بار فاسد آورد

(ناقص اور ناکارہ بیج بیکار پھل لاتا ہے۔ ت)

شدہ شدہ رنڈی کے مجرے تک نوبت پہنچتی ہے پھر حیا یکسر کنارہ کرتی ہے، بھری مجلس میں فاحشہ ناچ رہی ہے اور پیر جی صاحب شیخ المشائخ و پیر مغاں و قطبِ دوراں بنے ہوئے بیٹھے ہیں اور مریدین ھُوحق مچارہے ہیں، تف بریں اہلیت۔ یہ سب نتائج ملعونہ اُسی مداہنت و تحلیل حرام کے فرق اہل و نااہل کے ہیں، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ دربارہ شطرنج تو خود روایات وجوہ عدیدہ پر ہیں مگر ناصحانِ اُمت نے نظر بعصر یہی فرمایا کہ اس کی اباحت میں اُمتِ مرحومہ اور خود دینِ اسلام پر شیطان کو مدد دینا ہے لہذا مطلقاً حرام و گناہِ کبیرہ ہے تو مزامیر کہ نفس امارہ کو شیطان لعین کی اُن کی طرف رغبت برنسبت شطرنج ہزارہا درجہ زائد ہے کیونکر مطلقاً حرام و سخت کبیرہ نہ ہوں گے۔ سَو میں پچانوے ۹۵ وہ ہوں گے جنھیں شطرنج کی طرف التفات بھی نہیں اور سَو میں پانچ بھی نہ نکلیں گے جن کے نفسِ امارہ کو مزامیر کی شیطانی آواز خوش نہ آتی ہو اہلِ تقوٰی بھی اپنے نفس کو بالجبر اس سے باز رکھتے ہیں ع

حُسن بلائے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ہے

کافی شرح وافی للامام حافظ الدین النسفی پھر جامع الرموز پھر ردالمحتار میں ہے:

هو حرام وکبیرة عندنا وفی اباحته اعانة الشیطان علی الاسلام و المسلمین[1]

ہمارے نزدیک وہ حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور اسے مباح قرار دینے میں اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف شیطان لعین کی مدد کرنا ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳
جامع الرموز کتاب الکراہیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۳۱۹

9/9

مسلمانو! زبان اختیار میں ہے شعریات باطلہ میں العسل مرة والخمر یاقوتیة (شہد کڑوا ہے اور شراب یاقوتی ہے، یعنی یوں کہنا حقیقت ثابتہ کے سراسر خلاف ہے۔ ت) کہہ دینے کا ہر شخص کو اختیار ہے شرابی شراب کو کبھی غذائے روح وجانفزا وجان پرور کہا کرتے ہیں کہنے سے کیا ہوتا ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے جو فرق بتایا ہے ذرا انصاف و ایمان کے ساتھ اُسے سُنئے تو خود کُھل جائے گا ؏

کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

(اندھیری رات میں تُو نے کس کے ساتھ عشق لڑایا۔ ت)

ہاں سُنئے اور گوشِ ایمان سے سُنئے کہ ارشاد اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیا ثابت ہے، غذائے روح وہ ہے جس کی طرف شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا وآلہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ بلاتی ہے اور جس کی طرف شریعتِ مطہرہ بلاتی ہے اس پر وعدۂ جنت ہے اور جنت اُن چیزوں پر موعود ہے جو نفس کو مکروہ ہیں، اور غذائے نفس وہ ہے جس سے شریعتِ محمدیہ صلوات اللہ تعالٰے وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ منع فرماتی ہے اور جس سے شریعت کریمہ منع فرماتی ہے اس پر وعیدِ نار ہے اور نار کی وعید اُن چیزوں پر ہے جو نفس کو مرغوب ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حفت الجنة بالمکارہ وحفت النار بالشھوات۔ رواہ البخاری[1] فی کتاب الرقاق بلفظ حجبت وتقدیم الجملة الاخیرة ومسلم باللفظ عن ابی ھریرة واحمد[2] ومسلم والترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی صحیحہ۔

جنّت اُن چیزوں سے گھیر دی گئی ہے جو نفس کو ناگوار ہیں اور دوزخ ان چیزوں سے ڈھانپ دی ہے جو نفس کو پسند ہیں (امام بخاری نے کتاب الرقاق میں ساتھ لفظ حجبت کے اسکو روایت کیا ہے اور آخری جملہ کی تقدیم سے اس کو ذکر فرمایا اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ کے الفاظ سے، اور احمد، مسلم اور جامع ترمذی نے حضرت انس سے (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) اپنی صحیح میں ذکر فرمایا۔)

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب حجبت النار بالشھوات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۶۰
صحیح مسلم کتاب الجنة وصفة نعیمہا الخ " " " ۲/۳۷۸

[2] صحیح مسلم کتاب الجنة ۲/۳۷۸ و جامع الترمذی ابواب صفة الجنة ۲/۸۰
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۵۳، ۲۵۴، ۲۸۴

یہ حدیث تو صحیحین کی تھی اور اس کی تفصیل اس حدیث جلیل میں ہے کہ ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لما خلق اللہ تعالٰی الجنۃ قال لجبرئیل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا و الی ما اعد اللہ لاھلھا فیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتک لایسمع بھا احد الا دخلھا ثم حفھا بالمکارہ ثم قال یا جبرئیل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتک لقد خشیت ان لایدخلھا احد قال فلما خلق اللہ النار قال یا جبرئیل اذھب فانظر الیھا قال فذھب فنظر الیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتک لایسمع بھا احد فیدخلھا فحفھا بالشھوات ثم قال یا جبرئیل اذھب فانظر الیھا قال فذھب فنظر الیھا فقال ای رب وعزتک لقد خشیت ان لایبقی احد الا دخلھا۔[1]

جب اللہ عزوجل نے جنت بنائی جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا کہ اسے جا کر دیکھ، جبریل نے اسے اور جو کچھ مولٰی تعالٰے نے اس میں اہل جنت کے لئے تیار فرمایا ہے دیکھا، پھر حاضر ہو کر عرض کی اے میرے رب! تیری عزت کی قسم اسے تو جو کوئی سُنے گا بے اس میں جائے نہ رہے گا۔ پھر رب عزوجل نے اُسے اُن باتوں سے گھیر دیا جو نفس کو ناگوار ہیں۔ پھر جبرئیل کو حکم فرمایا کہ اب جا کر دیکھ۔ جبرئیل نے دیکھا، پھر حاضر ہو کر عرض کی اے میرے رب! تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اب تو شاید اس میں کوئی بھی نہ جا سکے۔ پھر جب مولٰی تبارک و تعالٰے نے دوزخ پیدا کی جبرئیل سے فرمایا اسے جا کر دیکھ، جبرئیل نے دیکھا پھر آکر عرض کی اے میرے رب! تیری عزت کی قسم اس کا حال سُن کر کوئی بھی اس میں نہ جائے گا۔ مولٰی تعالٰی نے اسے نفس کی خواہشوں سے ڈھانپ دیا، پھر جبرئیل کو اس کے دیکھنے کا حکم فرمایا، جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسے دیکھ کر عرض کی اے میرے رب! تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اب تو شاید ہی کوئی اس میں جانے سے بچے۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الجنۃ باب ماجاء حفت النار بالشھوات امین کمپنی دہلی ۲/۸۰
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی خلق الجنۃ والنار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹۶
سنن نسائی کتاب الایمان والنذور باب الحلف بعزۃ اللہ تعالٰی نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۴۲-۱۴۱

یہ ہے وہ فرق کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا اور خود رب العزۃ جل جلالہ قرآن عظیم میں نماز کو فرماتا ہے:

وانھا لکبیرۃ الا علی الخٰشعین الذین یظنون انھم ملٰقوا ربھم وانھم الیہ راجعون[1] بیشک نماز گراں ہے مگر اُن خشوع والوں پر جن کو یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے اور انھیں اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔

غذائے رُوح کی یہ پہچان ہے، اب مزامیر کو دیکھئے کفار، فساق، فجار رات دن ان میں منہمک ہیں تو واضح ہوا کہ وہ شہواتِ نفس ہیں جب تو بندگانِ نفسِ امّارہ ان پر مٹے ہوئے ہیں غذائے روح ہوتے تو وہ ان کا نام نہ لیتے کہ بندگانِ نفس غذائے رُوح کا نام لے تھراتے ہیں، ہاں وہ عبادت ضرور ہیں مگر کہاں مندروں اور گرجاؤں میں کہ ان کی عبادت مزامیر ہی کے ساتھ ہوتی ہے مگر حاشا وہ مسجد والوں کی عبادت نہیں، مسجد کا رب اس سے پاک ہے کہ شیطانی لذتوں سے جن میں کافروں کا حصہ غالب ہو اس کی عبادت کی جائے۔ یہ عجب عبادت ہے کہ مندروں گرجاؤں میں ہوتی ہے اور مسجدیں اس سے محروم، ہندوؤں نصرانیوں میں دھڑلے سے رائج، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وصحابہ وائمہ اس سے محفوظ۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر اللہ تعالےٰ بلند اور عظیم الشان کی توفیق دینے سے۔ ت) یہ اگر عبادت ہے تو ڈوم ڈومنیاں رنڈیاں پیرجی سے بڑھ کر عابد ہیں کہ یہ گھنٹہ بھر اس عبادت سے مشرف ہوں تو وہ چوبیس گھنٹے اسی میں ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جاہلوں کی شکایت نہیں اگرچہ وہ مشائخ بن بیٹھیں اگرچہ اولیاء کرام کا ارشاد ہے کہ:

صوفی بے علم مسخرۂ شیطان ست۔ بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے (ت)

ما اتخذ اللہ جاھلا ولیا قط اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ کیا۔ع

بے علم نتواں خدا را شناخت

(بغیر علم کے خدا تعالیٰ کی شناخت نہیں ہوسکتی۔ ت)

غضب تو ان مولوی کہلانے والے مشائخ نے ڈھایا ہے کہ اپنے ساتھ عوام کو بھی شریعت پر جری وبیباک کردیا اہل نااہل کا جھوٹا تفرقہ زبانی کہیں اور جلسے میں دنیا بھر کے نااہل بھریں ائمہ دین فرماتے ہیں اے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۵

گروہ علماء! اگر تم مستحبات چھوڑ کر مباحات کی طرف جھکو گے عوام مکروہات پر گرینگے، اگر تم مکروہ کرو گے عوام حرام میں پڑینگے، اگر تم حرام کے مرتکب ہو گے عوام کفر میں مبتلا ہوں گے۔

بھائیو! اللہ اپنے اوپر رحم کرو، اپنے اوپر رحم نہ کرو اُمت مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر رحم کرو۔ چرواہے کہلاتے ہو بھیڑیئے نہ بنو۔ اللہ تعالےٰ ہدایت دے، آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولینا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین، آمین۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ از شہر بریلی روز سہ شنبہ تاریخ ۲۵ شعبان ۱۳۳۴ھ

اگر کوئی مجلس خلاف شرع ہو یعنی ناچ یا باجا وغیرہ ہو تو اس میں کھانا وغیرہ کھانا چاہیئے اور اس میں شرکت کرنا چاہیئے یا نہیں؟ اور اگر اس میں کھانا کھانا چاہیئے تو وہ کون سی شکل ہے جو شرع کے موافق جائز ہو جائے؟ فقط۔

الجواب

کسی خلافِ شرع مجلس میں شرکت جائز نہیں اور کھانا بھی اسی جگہ جہاں وہ خلافِ شرع کام ہو رہے ہیں تو اس کھانے میں بھی شرکت جائز نہیں، اور اگر وہ کھانا دوسرے مکان میں ہے وہاں کوئی امر خلافِ شرع نہیں تو عام لوگوں کو جانے اور کھانے میں حرج نہیں مگر عالم یا مقتدا وہاں بھی نہ جائے مگر اس صورت میں کہ اس کے جانے سے وہ امور خلافِ شرع بند ہو جائیں گے تو ضرور جائے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ امام بخش فریدی از جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان دوشنبہ ۳ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

سماع فی نفسہ کا قطع نظر اس سے کہ سلسلہ قادریہ اور نقشبندیہ میں نہیں سننے کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سماع کہ بے مزامیر ہو اور مسمع نہ عورت ہو نہ امرد، اور مسموع نہ فحش نہ باطل، اور سامع نہ فاسق ہو نہ شہوت پر، تو اس کے جواز میں شبہہ نہیں۔ قادریہ وچشتیہ سب کے نزدیک جائز ہے، ورنہ سب کے نزدیک ناجائز، والتفصیل فی رسالتنا اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر (اس کی تفصیل ہمارے رسالے "اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر" میں ہے۔ ت) واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ مرسلہ محمد منظور عالم ۲ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، اس ملک کے مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ ہارمونیم بجانا اور سننا اور گراموفون بجانا یا سننا قطعی حرام ہے، اگر درحقیقت حرام ہے تو اکثر بلاد میں بہت سے علماء ہند نے اس کو جائز رکھا ہے اور دیدہ دانستہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ، کیا وہ لوگ علم دین سے واقف نہیں ہیں یعنی اجمیر شریف، پھلواری شریف، بغداد شریف وغیرہ میں زمانہ عرس میں قوالی سنتے ہیں اس کے سامنے ہارمونیم وستار ضرور ہوتا ہے اس کی کیا وجہ ہے، ازراہِ مہربانی اس کے بارہ میں جیسا حکم ہو کس کس طریقہ والے کے نزدیک جائز ہے اور کس کس کے نزدیک ناجائز ہے؟ جواب سے مطلع فرمائیں فقط۔

الجواب

ہارمونیم ضرور حرام ہے، بغداد شریف میں تو اس کا نشان بھی نہیں، نہ اجمیر شریف میں دیکھنے میں آیا، نہ فاسقوں کا فعل حجت ہو سکتا ہے، نہ کسی عالم نے اُسے حلال کہا، اگر کسی نے حلال کہا ہو تو وہ عالم نہ ہوگا ظالم ہوگا۔ گراموفون سے قرآن مجید کا سننا ممنوع ہے کہ اسے لہو ولعب میں لانا بے ادبی ہے، اور ناچ یا باجے یا ناجائز گانے کی آواز بھی سننا ممنوع ہے، اور اگر جائز آواز ہو کہ نہ اس میں کوئی منکر شرعی نہ وہ کچھ محلِ ادب، تو اس کے سننے میں فی نفسہٖ حرج نہیں، ہاں لہو کا جلسہ ہو تو اس میں شرکت کی ممانعت ہے، اور تفصیل کامل ہمارے رسالہ الکشف شافیا میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴ از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

گانا قوالی مع ساز اور نااہل لوگوں کا جمع ہونا جو صوم صلوٰۃ کے پابند نہ ہوں خصوصاً مستورات کا جمع ہونا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

گانا مع مزامیر مطلقاً ناجائز ہے نہ کہ ان منکرات کے ساتھ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵ تا ۲۷ از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) جس کی بارات میں کثرت سے باجے، روشنی، گھوڑے ہوں اور جابجا بارات کی گشتی کی گئی ہو اُن کا نکاح شرعاً ہوتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی بارات میں شریک ہونے سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

اور شریک ہونیوالوں کی دو قسم ہے دونوں کا حکم علیحدہ علیحدہ بیان فرمائیں۔
(۲) بعض تو شرکت میں کوئی حرج یا گناہ نہیں سمجھتے۔
(۳) بعض گناہ تو سمجھتے ہیں مگر اپنے خاص محلہ یا قرابت دار کی بارات میں اس مجبوری سے شریک ہوتے ہیں کہ نہ شریک ہوں گے تو باعثِ رنج و ملال ہوگا اور آپس میں بے لطفی ہوگی، کیا یہ مجبوری حائل ہوتی ہے؟

الجواب

روشنی اور گھوڑے ممنوع نہیں، ہاں باجے جیسے رائج ہیں ضرور ممنوع ہیں. شرکت دو طرح ایک بارات کے ساتھ جانا اور دوسرے اس مکان میں جانا جہاں بارات ہے اوّل کسی عالم یا مقتدا کو مطلقاً نہ چاہئے جبکہ اس کے ساتھ باجے یا اور کوئی ممنوع شے ہو،

لان المقتدٰی لاینبغی لہ الاختلاط مع اھل الباطل کما فی العٰلمگیریۃ[1] وغیرھا ولان ذٰلک یسقط حرمتہ من الاعین وحرمۃ تلک المحرمات من القلوب۔

اس لئے کہ کسی قوم کے دینی پیشوا کو اہل باطل کے ساتھ میل ملاپ نہیں رکھنا چاہئے جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور اس لئے بھی کہ (عام لوگوں سے اگر میل جول رکھا جائے) تو یہ رویہ عام لوگوں کی نگاہوں سے عزت وحرمت کو ختم کر دیتا ہے اور اُن حرام کاموں کی حرمت کو دلوں سے محو کر دیتا ہے۔ (ت)

اور جو اُن ممنوعات کے استحسان کے ساتھ شریک تو مطلقاً حرام ہے اگرچہ جاہل محض ہو اور عوام میں سے کوئی شخص ہے اور وہ ان ممنوعات کی طرف توجہ نہ کرے اور صلۂ رحم یا مراعات دوستی یا محکومی کے سبب اُن ممنوعات سے بچا ہوا برات کے ساتھ ہو تو حرج نہیں،

واللہ یعلم المفسد من المصلح کما نصوا علیہ فی اتباع جنازۃ معھا نائحات بل زیارۃ قبور عندھا منکرات کما فی ردالمحتار وغیرہ۔

اللہ تعالٰی فساد کرنے والے کو اصلاح کرنیوالے سے خوب جانتا ہے۔ جیسا کہ ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی کہ اگر جنازہ (میت) کے ساتھ رونے پیٹنے والی عورتیں ہوں تو یہ جنازہ کے ساتھ ضرور جائے بلکہ اہل قبور کی زیارت نہ چھوڑے باوجودیکہ وہاں گناہ اور غیر شرعی کام ہو رہے ہوں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۶

جیسا کہ فتاوٰی شامی وغیرہ میں ہے (ت)

اور دوسری صورت یعنی برات کے مکان میں جانا، اگر باجے وغیرہ منکرات دوسرے مکان میں ہوں تو حرج نہیں، اور مقتدا کے لئے تین صورتیں ہیں، اگر جانے کہ میرے جانے سے منکرات بند ہوجائینگے میرے سامنے نہ کرسکیں گے تو جانا ضرور ہے لانہ ازالۃ المنکر (کیونکہ اس طرح کرنے سے گناہ کا ازالہ ہے۔ت)، اور اگر جانے کہ میں جانے سے انکار کروں گا تو میری خاطر اُن لوگوں کو اتنی عزیز ہے کہ مجھے لیجانے کے لئے منکرات سے باز رہیں گے تو انکار ضرور ہے پھر اگر وہ اس کے انکار پر باز رہیں تو جانا ضرور ہے اگر نہ جائے گا تو وہ مخلی بالطبع ہوکر پھر انھیں افعال کو کرینگے اور اگر نہ مانیں تو نہ جانا ضرور ہے، اور اگر اُسی مکان میں ہوں تو ہرگز نہ جائے اور اگر جانے کے بعد شروع ہوں تو فوراً اٹھ آئے، اور عالم کو وہاں جانا اور بھی سخت تر ناجائز ہے مگر اس صورت میں کہ جانے کہ میرا جانا منکرات کو بند کردے گا۔ جن صورتوں میں ہم نے جواز کا حکم دیا اُن میں آپس کی رنجش اور بے لطفی کا لحاظ ضرور چاہئے، اور جن صورتوں میں شرکت شرعاً ناجائز ہے اُن میں کسی کی رنجش کا لحاظ بھی جائز نہیں،

لایخافون لومۃ لائم[1]، لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[2]۔ (اچھے لوگ) کار خیر کرنے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خائف نہیں ہوتے۔ اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرنے میں کسی کی اطاعت نہیں۔(ت)

باقی ان معاصی کی وجہ سے نکاح میں کوئی خلل نہیں آتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸: از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر بارات میں ڈھول تاشہ انگریزی باجا نہ ہو صرف دو ایک جوڑ دف بلا بانسری کا ہو تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ واضح رہے کہ دف بجانے والے کاریگری سے بجاتے ہیں جس میں آواز کا نشیب و فراز سُر و تال ہوتا ہے۔ بیّنوا توجروا

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۴

[2] کنز العمال برمز ق۔د۔ن عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۱۴۸۷۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷
مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۶ و ۶۷

الجواب

اوقاتِ سرور میں دف جائز ہے بشرطیکہ اس میں جلاجل یعنی جھانج نہ ہوں، نہ وہ موسیقی کے تال سُر پر بجایا جائے ورنہ وہ بھی ممنوع۔ کما فی ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹ ازکمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدابخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا قوم کے سردار اور علماء پر فرض ہے کہ ان مراسم کے مٹانے میں کوشش کریں۔ اگر لوگ نہ مانیں تو برادری ترک کردیں ترکِ برادری میں جو خرابیاں ہیں وہ بھی ملحوظ رہیں؛

(۱) برادرانہ پابندی میں مظلوم کی دادرسی اور ظلم کا تدارک ہوتا ہے۔

(۲) حق ناحق کا فیصلہ آسانی کے ساتھ ہوجاتا ہے۔

(۳) محلہ میں اگر کوئی شخص عورت سے ناجائز تعلق رکھتا ہے تو پنچ اُسے برادری سے خارج کردیتے ہیں اور اس کی شادی غمی میں شریک نہیں ہوتے پنچوں اور سرداروں کی عبرت سے۔ بالآخر وہ تائب اور نادم ہوتا ہے اور لوگ اس کو برادری میں شامل کرلیتے ہیں، ترک برادری سے یہ فوائد جاتے رہیں گے، ہر شخص آزاد و مختار ہوجائے گا' ہاں یہ واضح رہے اگر کوئی شخص تاڑی شراب پئے بازاری عورتوں سے زنا کرے، جُوا کھیلے، اپنے یہاں ناچ کرائے، مگر برادرانہ طرف سے اس کی باز پرس نہیں ہوتی اور نہ سردار یا پنچ اس کو برادرانہ طریق سے بند کرتے ہیں، کیا ایسی برادری کرنا چاہئے؟

الجواب

علماء اور سرداران پر ہدایت و نصیحت فرض ہے اور اہلِ معاصی کے ساتھ قطع تعلق میں سلف صالحین کے مسلک مختلف رہے ہیں اور مصالح دینیہ کی رعایت سے دونوں صورتیں جائز ہیں جس میں مصلحت دیکھیں اور ایسی برادری کہ شراب و زنا سے منع نہ کرے اور اپنے ساختہ قانون کی ذرا خلاف ورزی پر سزا دے بہت بیہودہ برادری ہے وُہ اگر روک سکتے ہیں تو معاصی پر روکنا فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰: از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدابخش زردوز مالک فلورمل اسلامیہ
۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جس جگہ تقریب شادی میں خلافِ شرع مراسم کا عام رواج ہوگیا ہو حتی کہ لکھے پڑھے لوگ اُس میں مبتلا ہوں باوجودیکہ لوگ علمائے اس کی مذمت و خرابی وعظ میں سُن چکے ہوں ایسی جگہ اگر کوئی عامی مسلمان محض بجوشِ اسلام و حمایتِ دین یہ التزام کرے کہ جہاں شادی وغیرہ میں خلافِ شرع مراسم ہوں گے وہاں نہ شریک ہوگا گو اپنا عزیز قریب کیوں نہ ہو کیا ایسا شخص شرعاً قابلِ مدح ہے؟

الجواب

جو ایسے جلسوں میں نہ جانے کا التزام کرے شرعاً محمود ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱: از کلکتہ ۱۰، آنس فیکٹری لین ڈاکخانہ انٹالی خانقاہ چشتیہ مرسلہ سید شاہ المبین احمد چشتی نظامی بہاری
۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

سماع مزامیر یعنی مروجہ قوالی کا جواز بتحقیق اس امر کے کہ صاحبِ شرع علیہ التحیات والتسلیمات سے کس قدر صادر رہا تھا بعد اس کے پچھلے قرنوں کے لوگوں نے کس قدر بڑھایا اب سماع و قوالی کرنے والے کو کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟

الجواب

مزامیر حرام ہیں، صحیح بخاری شریف کی حدیث صحیح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قوم کا ذکر فرمایا: یستحلون الحر والحریر والمعازف[1] زنا اور ریشمی کپڑوں اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ اور فرمایا: وہ بندر اور سور ہوجائیں گے۔

ہدایہ وغیرہ کتبِ معتمدہ میں تصریح ہے کہ مزامیر حرام ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء محبوبِ الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: مزامیر حرام ست[2] (گانے بجانے کے آلات حرام ہیں۔ ت)

حضرت شرف الدین یحیٰی منیری قدس سرہ نے اپنے مکتوباتِ شریفہ میں مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار فرمایا۔ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صرف روزِ عید دف کا سننا منقول ہے وہ بھی نہ بالقصد متوجہ ہوکر اور اوقاتِ سرور میں بے جلاجل کا دف کہ ہیأتِ تطرب پر نہ بجایا جائے شرعاً جائز ہے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب ماجاء فی من یستحل الخمر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۷

[2] فوائد الفواد

قوالی والوں پر لازم ہے کہ مزامیر قطعاً ترک کریں اور بوڑھے یا جوان مردوں سے صاف و پاک غزلیں سنیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲ از ضلع سیتاپور محلہ قضیارہ مرسلہ الیاس حسین ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جب فرائض و واجبات و سنن مؤکدہ کی پابندی لوگوں سے اٹھتی جاتی ہو تو ایسی حالت میں مزامیر کے ساتھ سماع جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مزامیر حرام ہیں اور حرام ہر حال میں حرام رہے گا، لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں اس کے سبب گناہ جائز ہو جائے تو شریعت کا منسوخ کر دینا فاسقوں کے ہاتھ میں رہ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳ از بسی کوٹلہ ڈاک خانہ خاص ضلع بجنور محلہ سٹھا شہید مرسلہ محمد عبد اللہ خاں
۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے) اس مسئلہ میں کہ دیکھنا تماشا تھیٹر و ناٹک وغیرہ کا کہ جن میں امار د گاتے ہیں اور عورتوں کا لباس پہن کر سوال و جواب عاشقانہ کرتے ہیں اور اس میں تماشا دیکھنے والی عورتیں بھی ہوتی ہیں اور انھیں کے سامنے الفاظ عاشقانہ مستعمل ہوتے ہیں اور اجرت لیتے وقت باجا بجایا جاتا ہے اور ہارمونیم جو ایک باجے کی قسم ہے ہاتھوں سے بجایا جاتا ہے وہ بھی بجتا ہے اور طبلہ بھی بجتا ہے آیا اس تماشے کا دیکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر ناجائز ہے تو اس تماشے کا دیکھنے والا کس درجہ کا گناہگار رہے؟ اور اس تماشے کا دیکھنے والا مرید بھی کرتا ہے اس سے مرید ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حرام حرام بوجوہ حرام،

کما لا یخفی علی العوام من اھل الاسلام فضلا عن العلماء بل یعرف حرمتہ فی الاسلام من لہ مخالطۃ بالمسلمین من الکفرۃ البعداء۔

جیساکہ عوام اہل اسلام پر پوشیدہ نہیں چہ جائیکہ علمائے کرام سے مخفی ہو، بلکہ اسلام میں اسکی حرمت اتنی واضح ہے کہ اس کو وہ دور کے کفار بھی جانتے ہیں جو مسلمانوں سے میل جول رکھتے ہیں۔ (ت)

اس تماشے کا دیکھنے والا فاسق معلن ہے اور اسے پیر بنانا حرام۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے:

فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعا۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعی طور پر لوگوں کے لئے اس کی توہین و تذلیل واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴ از جے پور بمعرفت حاجی عبدالجبار صاحب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا حکم ہے شریعتِ مطہرہ کا مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ قوالی مع آلات مزامیر کے جائز ہے اور بکثرت مشائخ کرام نے اسی طرح سُنا ہے اور کہتا ہے کہ مزامیر ان باجوں کو کہتے ہیں جو منہ سے بجائے جاتے ہیں ڈھلک، ستار، طبلہ، مجیرے، ہارمونیم، سارنگی مزامیر میں داخل نہیں بلکہ اُن کا اور دف کا ایک حکم ہے۔ اگر زمانۂ اقدس میں یہ چیزیں موجود ہوتیں تو مثل دف کے اس کا بھی حکم فرماتے۔ اور کہتا ہے کہ تم لوگ نااہل ہو اور رموز مشائخ طریقت سے ناواقف ہو اگر حرام ہو تو تمہارے لئے مگر ہمارے لئے جائز ہے۔ اور کہتا ہے کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اس کو صاف جائز بتایا ہے۔

پس سوال یہ ہے کہ باجے مذکور الصدر کے ساتھ قوالی سُننا کیا جائز ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو زید کے لئے کہ وہ حرام کو بالاعلان حلال کہتا ہے بلکہ خود اہتمام و التزام کے ساتھ سُننا اور بالعموم ایسی مجالس میں شرکت کرتا ہے کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہوگی؟ اور مزامیر کی تعریف کیا ہے؟ اور باجے مذکور مزامیر ہیں یا نہیں؟ جو حکمِ خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہو وضاحت سے ارشاد ہو، جزاکم اللہ فی الدارین خیرا الجزاء (اللہ تعالٰی تمہیں دنیا و آخرت میں سب سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ ت)

الجواب

زید کا قول باطل و مردود ہے، حدیث صحیح بخاری شریف میں مزامیر کا لفظ نہیں بلکہ معازف کہ سب باجوں کو شامل ہے یستحلون الحر والحریر والمعازف[2] (زنا اور ریشمی کپڑوں اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ ت) امام غزالی پر بھی افتراء ہے کہ انہوں نے ان مذکورات خبیثہ کو صاف جائز بتایا ہے طرفہ یہ کہ انہوں نے نَے کے جواز کی طرف میل کیا جو مزامیر سے ہے مشائخ کرام پر افترا ہے، حضرت سیدی فخر الدین زرادی خلیفہ حضرت سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ عنہما نے کشف القناع عن اصول السماع میں

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۳۴

[2] صحیح البخاری کتاب الاشربۃ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۷

کہ بحکم حضور لکھا اس کی تصریح فرمائی کہ باجوں کے ساتھ قوالی سُننا ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افترا ہے، اس کا کہنا کہ زمانہ اقدس میں طبلہ سارنگی خاک بلا ہوتے تو حضور ان کا بھی حکم فرماتے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر سخت شدید جرأت ہے ایسا شخص سخت نااہل ہے اوروں کو نااہل کہتا ہے وہ امام بنانے کے قابل نہیں اس کے پیچھے فرض نفل کچھ نہ پڑھا جائے مگر یہاں حکم کفر کی گنجائش نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۳۵ از بنارس مسئولہ جناب مولوی ابراہیم صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بارات کے ساتھ چند دف بجاتے ہوئے لے چلنا جیسا آج کل مروّج ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

شادی میں دف کی اجازت ہے مگر تین شرط سے:

(۱) ہیئات تطرب پر نہ بجایا جائے یعنی رعایت قواعد موسیقی نہ ہو ایک یہی شرط اس مروج کے منع کو بس ہے کہ ضرور تال سم پر بجاتے ہیں۔

(۲) بجانے والے مرد نہ ہوں کہ ان کو مطلقاً مکروہ ہے۔

(۳) عزت دار بیبیاں نہ ہوں، نص علیٰ کل ذٰلک فی رد المحتار (ردالمحتار میں اس سارے مسئلہ کی تصریح کر دی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۳۶ از الٰہ آباد مدرسہ سبحانیہ مرسلہ مولوی ابراہیم صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۲۸ھ

شادی میں ڈھول وغیرہ بجانا اور محرم میں تعزیہ داری کرنا سینہ پیٹنا کیسا ہے؟

الجواب

ڈھول بجانا ممنوع ہے اور تعزیہ داری وسینہ کوبی حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷ مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گنجفہ، شطرنج، تاش، بھگور کھیلنے والے کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

گنجفہ تاش حرام مطلق ہیں کہ ان میں علاوہ لہو ولعب کے تصویروں کی تعظیم ہے اور بگھور یا چون گٹیوں کا کھیل ہے اور منع اور صحیح یہ ہے کہ شطرنج بھی جائز نہیں مگر چھ شرطوں سے:

اوّلاً بدکر نہ ہو۔

ثانیاً اُس پر قسم نہ کھائی جائے۔
ثالثاً فحش نہ بکا جائے۔
رابعاً اس کے سبب نماز یا جماعت میں تاخیر نہ کی جائے۔
خامساً سرِ راہ نہ ہو گوشے میں ہو۔
سادساً نادراً کبھی کبھی ہو۔

پہلی تین شرطیں تو آسان ہیں مگر پچھلی تین پر عمل نادر ہے بلکہ ششم پر عمل سخت دشوار ہے شوق کے بعد نادراً ہونا کوئی معنی ہی نہیں لہٰذا راہ سلامت یہ ہے کہ مطلقاً منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۸ از موضع رہپورہ تحصیل وضلع بریلی ڈاک خانہ ایزٹ نگر مسئولہ عبدالحمید خاں صاحب ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خادم کے موضع سے ایک میل کے فاصلہ پر رام لیلا کا میلہ ہوتا ہے جس میں راون وغیرہ کے بڑے بڑے بُت بنائے جاتے ہیں، موضع کے بہت سے آدمی اس ہندوؤں کے میلہ میں اس کو دیکھنے کی غرض سے جاتے ہیں حضور کے یہاں کے ایک طالب علم مسمّی مولانا عبداللہ کی زبانی میں نے سُنا تھا کہ حضور کا یہ فتویٰ ہے کہ جو کوئی ہندوؤں کے میلہ میں شوقیہ زیبائش اور دیکھنے کی غرض سے جاتا ہے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے لیکن کبھی حضور سے روبرو نہیں سنا ایک شخص نے جو اکثر جماعت کی نماز پڑھاتا ہے یہ کہا کہ میلے میں جانے سے کچھ حرج نہیں وہاں ہم آریہ وغیرہ کے لکچر سننے جاتے ہیں اور جو ناچ ہوتے ہیں ان میں ناچنے والیاں مسلمان ہیں لہٰذا صرف گناہ ہوتا ہے اور کوئی حرج نہیں ہے نکاح وکاح کچھ نہیں جاتا، ہم تو ایک آدھ پیسہ کی چیز بھی تو خرید لیتے ہیں لہٰذا خرید وفروخت کا بھی بہانا ہو جاتا ہے اس لئے وہ گناہ بھی نہیں ہوتا اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر مقتدیوں کو یقین ہے کہ اس کے پیچھے ہماری نماز ہو جائے گی تو وہ امام چاہے جیسا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی یہ شخص شوقیہ ہمیشہ تعزیہ وغیرہ بھی دیکھنے جاتا ہے موضع کے تمام لوگ اس کے تابعدار ہیں اور جیسا حضور حکم فرمائیں گے ویسا کریں گے لہٰذا انھوں نے فقیر سے کہا کہ اپنے مرشد قطب العالم امام زمان سے اس میلے اور مذکورہ بالا امام کی بابت دریافت کرو فقیر میں یہ جرأت کہاں کہ حضور کے سامنے اتنا مفصل قصہ زبانی بیان کر سکے لہٰذا جواب باصواب ارقام فرمایا جائے۔

الجواب

ہنود کے میلے میں جانا حرام ہے مگر نکاح نہیں ٹوٹتا جب تک اُسے اچھا نہ جانے، اچھا جانے گا

تو بیشک کافر ہوجائے گا اور نکاح ٹوٹ جائے گا ناچ دیکھنا حرام ہے اگرچہ ناچنے والی مسلمان ہو بلکہ اگر مسلمان ہو تو اور سخت تر حرام ہے دو وجہ سے، اول اجنبیہ عورت مسلمان کی بے پردگی کافرہ کی بے پردگی سے ہزار درجے سخت تر ہے۔ دوم مسلمان عورت کی بے حیائی کافرہ کی بے حیائی سے اور تماشا دیکھنے کے لئے خرید و فروخت کا حیلہ محض جھوٹا ہے خرید و فروخت بازار میں نہیں ہوسکتی اور تعزیہ دیکھنا بھی جائز نہیں اور امام جبکہ فاسق معلن ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب مقتدیوں کا اس میں حرج نہ سمجھنا حکم شرعی کو نہ بدل دے گا۔ آریہ کا لکچر سننے جانا اور بھی سخت تر حرام ہے وہ کفر بکتے ہیں اور یہ کفر سننے جاتے ہیں ایسے جلسے میں شریک ہونے کو قرآن عظیم نے فرمایا ہے: انکم اذا مثلھم[1] جب تو تم بھی انھیں جیسے ہو، اور فرمایا:

ان اللہ جامع المنفقین والکفرین فی جھنم جمیعا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

بیشک اللہ تعالٰی اُن کافروں اور ان نام کے مسلمانوں ان کے جلسے میں شریک ہونے والوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹ تا ۴۱ از قصبہ خدا گنج شاہجہانپوری مرسلہ جناب عبدالرزاق صاحب منتظم عشرۂ محرم مورخہ ۹ ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اس امر کی کوشش کرتا ہے کہ امیر و غریب سب سے چندہ جبراً وصول کرکے بریلی سے چہلم میں باجا منگوایا جائے جس کا صرفہ سوا سو روپیہ کے قریب ہوگا خواہ فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہو یا نہ ہو اور اسی نمود اور شیخی کو ثواب جانتا ہے باوجودیکہ یہاں باجا انگریزی وغیرہ کا موجود ہے۔

(۲) بکر اسی امر کی کوشش کرتا ہے کہ اہل ہنود کو اشتعال دینا نامناسب ہے اس واسطے کہ عشرۂ محرم میں منجانب انتظام گورنمنٹ مصالحت ہوچکی ہے علاوہ اس کے ایک مینار عیدگاہ ناتمام پڑا ہوا ہے اور ایک چہار دیواری مسجد قطعی نہیں ہے کتے وغیرہ گھستے ہیں پس اگر چندہ فراہم کیا جائے تو اول سبیل شربت بنام امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہو اور اس میں سے یہاں کے باجے والوں کو دیا جائے جو بچے مینار اور مسجد درست کرادیا جائے۔

(۳) زید اجہل اور زبردست ہے اعلان کردیا ہے کہ بکر کا حقہ پانی بند کردیا جائے اس لئے کہ ہمارے

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰

خلاف کرتا ہے پس دونوں کاموں میں سے کون ساکام ضروری اور جائز ہے اور زید کے ذمہ شریعت کا کیاالزام عائد ہوسکتا ہے اور قاضی شرعی کو کس طرف شامل ہونا چاہیے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

باجا انگریزی ہو خواہ ہندوستانی، باجے والے وہاں کے ہوں یا یہاں کے سب حرام اور کارشیطان ہیں، اُن کے لئے چندہ لینا اور دینا حرام، تخت تعزیہ خود ناجائز ہیں اور ان میں باجے حرام در حرام، جو چندہ دیا جائے فاتحہ و نیاز شہدائے کرام میں صرف کیا جائے جبکہ چندہ دہندوں کی اجازت ہو کہ یہ ضروری چیز ہے، عیدگاہ کا مینار بھی کوئی اہم چیز نہیں، اور اگر چندہ دہندوں کی اجازت نہ ہو تو جو بچے ان کو واپس کیا جائے۔ یہ حکم شرع کا ہے اس کے خلاف جو چاہے گا شریعت کا مخالف اور عذاب الٰہی کا مستحق ہوگا وہی حقہ میں بند کرنے کے لائق ہیں بکر کی اس وجہ سے بندش اس پر ظلم ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الظلم ظلمات یوم القیامۃ[1] ظلم کرنے والا قیامت کے دن اندھیروں میں ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] صحیح البخاری کتاب المظالم باب الظلم ظلمات یوم القیمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۱

رسالہ

مسائل سماع

۱۳۲۰ھ

(قوالی کے مسئلے)

مسئلہ ۴۲ تا ۴۶: از ریاست گگینہ ضلع رنگ پور ملک بنگالہ مرسلہ مولوی عبداللطیف ہزاری ۳ رمضان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مفصلہ ذیل میں:

(۱) متصوفہ زمانہ جو مجلسِ سماع وسرود مرتب کرتے ہیں جس میں راگ ورقص ومزامیر ومعازف ہر قسم کے موجود رہتے ہیں اور جھاڑ و فانوس وشامیانہ وفرش ودیگر تکلفاتِ چشتیہ واسرافات بے جا کے علاوہ اہل ونااہل وصالح وفاسق وعالم وجاہل وہندو اور مسلمان وغیرہ کا کچھ تقیید نہیں ہوتا سب کو اذنِ عام رہتا ہے اور اطراف واکناف سے بذریعہ خطوط واشتہارات لوگوں کو بلایا جاتا ہے آیا اس کارروائی کی قرآن وحدیث یا فقہ وتصوف سے کوئی اصل اور حضرت شارع یا صحابہ یا مجتہدین وائمہ شریعت وطریقت سے کوئی نقل قولی خواہ فعلی ثابت ہے یا نہ، وبر تقدیر ثانی اگر کوئی شخص اس کو مباح بلکہ مستحب اور مسنون وموجب تقرب الی اللہ سمجھ کر ہمیشہ خود بھی مرتکب رہے اور دوسروں کو بھی راغب کرے حتی کہ اس کی تحریک سے بعض مقامات میں اس فعل کا چرچا شروع ہوجائے اور ہوتا جائے تو ایسا شخص ضال ومضل ٹھہرے گا یا نہ؟

(۲) اس فعل کا منسوب کرنا طرف آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور جمیع اکابر صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و مشائخ طریقت کے نہایت درجہ کی گستاخی اور کذب علی الرسول وعلی اصحابہ العدول وعلی من بعدہم من الاکابر الفحول میں داخل ہے یا نہ؟

(۳) جس ملک کے لوگ محض نومسلم اور احکام و ارکانِ اسلام سے نہایت بے خبر ہوں گویا ابھی تک شریعت میں اُن کی بسم اللہ بھی درست نہیں ہوئی اور بسبب قُربِ زمانہ جاہلیت و حدیث العہد بالاسلام ہونے اور مجاورت اقوام ہنود کے اکثر حق و باطل کی تمیز نہ رکھتے ہوں اور اعتقاداً و عملاً انواعِ شرک و بدعت میں گرفتار ہوں تو ایسوں کو اولاً عقائد اسلامیہ و احکامات شرعیہ کی تلقین ضرور تر ہے یا سب سے پیشتر فنِ موسیقی اور حقائق و دقائق تصوف و مسئلہ وحدۃ الوجود کی تعلیم مناسب ہے؟

(۴) ہرگاہ کہ ہر مسلمان پر بقدر استطاعت امر معروف و نہی منکر عموماً اور پیر و پیشوائے قوم پر خصوصاً فرض ہے تو جس پیر کے اکثر مرید نامقید، عیاش طبع، نشہ خوار، مونچھیں دراز، ریش ندارد، اور صوم و صلاۃ و غسل و طہارت کے مقدمے میں غایت درجہ کے سست، ہاں ناچ رنگ و سماع و سرود کی خدمت میں چست ہوں اور وہ کسی کی کن مکن سے غرض نہ رکھے سب کو راضی رکھے اور سب سے راضی رہے، پس ایسا پیر تارکِ فرض اور عاصی ہے یا نہ؟ اور وہ پیر کس قسم کا پیر کہلائے گا ہدایت و ارشاد کا یا ضلالت و الحاد کا؟

(۵) یہ کہنا کہ وید ہنود میں شرک نہیں ہنود کو بالقطع مشرک کہنا صحیح نہیں، بُتوں کو سجدہ کرنا اُن کا باعثِ کفر نہیں ہوسکتا کہ یہ سجدۂ تعظیمی ہے جیسے فرشتوں نے آدم کو کیا تھا اور بُتوں سے شفاعت کا امیدوار رہنا ایسا ہے جیسے اہلِ اسلام کا انبیاء سے امیدوارِ شفاعت رہنا اور مشائخ نے اکثر اذکار و افکار و مراقبات جوگیانِ ہنود سے لئے ہیں، اس قسم کے ہفوات ہدایت و ارشاد کے باب سے ہیں یا درپردہ بیخ کنی اسلام کے اسباب ہیں؟

الجواب

جواب سوال اوّل

جھاڑ، فانوس، شامیانہ، فروش وغیرہا مباحات فی انفسہا محظور نہیں جب تک نیۃً یا عملاً منکر شرعی سے منضم نہ ہوں بلکہ ممکن کہ نیت محمودہ سے محل محمود میں محمود ہوجائیں،

فان ذٰلك شان المباح يتبع النية　　اس لئے کہ وہ مباح کی صفت ہے کہ وہ اچھی بُری

حسنا وقبحا وتمحضا للاباحۃ کما نص علیہ فی البحر وغیرہ وقد بیناہ غیر مرۃ فی فتاوٰنا واجمع ما ذکرالامام حجۃ الاسلام فی احیاء العلوم من حکایۃ ایقاد بعض الصالحین الف سرج فی مجلس الذکر فانکرہ بعضھم فقال تعال واطفیٔ ماکان منھا لغیراللہ تعالٰی فلم یستطع اطفاء شیئ منھا[1]

نیت میں اس کے تابع ہوتا ہے اور اس لئے تاکہ اباحت خالص ہوجائے جیسا کہ بحرالرائق وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور ہم نے متعدد بار اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے اور اس واقع کی طرف رجوع کیا جائے جو حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے احیاء العلوم میں ذکر فرمایا کہ ایک بزرگ نے مجلس ذکر میں ایک ہزار چراغ جلائے اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا (یعنی معترض ہوئے کہ یہ اسراف کیا گیا ہے) انھوں نے معترضین سے فرمایا کہ آؤ اور جو چراغ ان میں سے غیر خدا کے لئے ہے اُسے بُجھا دو، چنانچہ وہ ان میں سے کوئی ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے۔ (ت)

زینت مباحہ بنیت مباحہ مطلقاً اسراف نہیں، اسراف حرام ہے۔ قال تعالٰی :

ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین[2]

بے جا خرچ نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالٰی فضول خرچی سے کام لینے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (ت)

اور زینت جب تک بروجہ قبیح یا بنیت قبیحہ نہ ہو حلال ہے، قال تعالٰی :

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ[3]

فرما دیجئے اس زیب وزینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہے (ت)

اور حلال وحرام ایک نہیں ہوسکتے ہمیں شق قلوب وتطلع غیوب واسائت ظنون کا حکم نہیں بل نحسن الظن مھما امکن واللہ سبحنہ یعلم الضمائر ویتولی السرائر (بلکہ ہم اچھا گمان کرتے ہیں جب تک ممکن ہو، اور اللہ تعالٰی پاک ہے، دلوں کی پوشیدہ باتیں جانتا ہے اور چھپے رازوں سے آشنا ہے۔ ت) کوئی مجلس اگر فی نفسہٖ منکرات شرعیہ پر مشتمل نہ ہو نہ اس میں وہ باتیں ہوں جو اختلاف مقاصد یا تنوع احوال سے حسن وقبح میں مختلف ہوجائیں جیسے سماع مجرد کہ اہل کو مفید اور نا اہل کو مضر بوجہ

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب الاکل فصل یجمع آداباً الخ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرۃ ۲/ ۲۰

[2] القرآن الکریم ۷/ ۳۱

[3] " ۷/ ۳۲

دقت وغموض افہام قاصرہ پر موجب فتنہ ہوں جیسے حقائق ودقائق وحدۃ الوجود ومراتب جمع وفرق وظہور وبطون وبروز وکمون وغیرہا مشکلات تصوف، نہ تعمیم اذن بوجہ تعظیم فجار وتکریم کفار وغیر ذٰلک افعال واحوال ناہنجار منجر بہ انکار ہو، بالجملہ حالاً ومآلاً جملہ منکرات وفتن سے خالی ہو تو عموم اذن وشمول دعوت میں حرج نہیں بلکہ مجلس وعظ وپند بلحاظ پابندی حدود شرعیہ جس قدر عام ہو نفع تام ہو مگر محفل رقص وسرود اگر بالفرض باطل فی نفسہ منکر نہ بھی ہوتی تو یہ تعمیم اُسے منکر وناروا کردیتی سماع مجرد کو ائمہ محققین علمائے عاملین واولیائے کاملین نے صرف اہل پر محدود اور نااہل پر قطعاً مسدود فرمایا ہے، نہ کہ مزامیر محرمہ کہ خود منکر وحرام ہیں، سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پُرنور شیخ العالم فرید الحق والدین گنجشکر وخلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کتاب مستطاب سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں:

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز می فرمود کہ چندیں چیز می باید تا سماع مباح شود مسمع ومستمع ومسموع وآلہ سماع، مسمع یعنی گویندہ مرد تمام باشد کودک نباشد وعورت نباشد ومستمع آنکہ می شنود وازیاد حق خالی نباشد ومسموع انچہ بگویند فحش ومسخرگی نباشد، وآلہ سماع مزامیرست چوں چنگ ورباب ومثل آں می باید کہ درمیان نباشد اینچنیں سماع حلال ست[1]

حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں چند چیزیں ہوں تو سماع مباح ہوگا (۱) مسمع یعنی سنانے والا بالغ مرد ہو بچہ اور عورت نہ ہو (۲) مستمع یعنی سُننے والا جو کچھ سُنے وہ یادِ حق پر مبنی ہو (۳) مسموع (جو کچھ سُنا گیا) جو کچھ وہ کہیں وہ بیہودگی اور مذاق ولغو سے پاک ہو (۴) اسباب سماع گانے بجانے کے آلات سارنگی رباب وغیرہ، چاہیے کہ وہ مجلس کے درمیان نہ ہوں۔ اگر یہ تمام شرائط پائی جائیں تو سماع (یعنی قوالی) حلال اور جائز ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالٰی عنہ عرض داشت کہ دریں روزہا بعضے از درویشاں آستانہ دار در مجمع کہ چنگ ورباب ومزامیر بود رقص کردند فرمود نیکو نکردہ اند انچہ نامشروع ست ناپسندیدہ است[2]

کسی شخص نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی کہ آستانہ کے بعض درویشوں نے یہ شکایت پیش کی کہ آستانہ کے بعض درویشوں نے اس محفل میں رقص کیا ہے جس میں چنگ ورباب اور مزامیر استعمال ہوئے آپ نے فرمایا انھوں نے اچھا نہیں کیا کیونکہ جو کام ناجائز ہے اسے پسندیدہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (ت)

[1] و [2] سیر الاولیاء باب نہم در سماع ووجد ورقص مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۰۱-۵۰۲

اسی میں ہے :

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیان نباشد[1]

حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا میں نے منع کیا ہے کہ مزامیر اور حرام آلات درمیان میں نہ ہوں۔ (ت)

خود حضور پُرنور سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ملفوظات طیبات فوائد الفواد شریف میں ہے : مزامیر حرام ست[2] (مزامیر حرام ہیں۔ ت)

احادیث اس بارے میں حدِ تواتر پر ہیں، اور کچھ نہ ہو تو حدیث جلیل جمیل صحیح رجیح صحیح بخاری شریف کافی و وافی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف[3]

ضرور میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہونے والے ہیں کہ حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔ (ت)

حدیث صحیح جلیل متصل لا مطعن فیہ سندا ولا متنا الاعند من ھوی فی ھوۃ الھوی کابن حزم ومن مثلہ غوی و قد اخرجہ ایضا الائمۃ احمد و ابوداؤد و ابن ماجۃ و اسمٰعیل و ابونعیم باسانید صحاح لاغبار علیھا وصححہ جماعۃ اخرون من الائمۃ کما قالہ بعض الحفاظ قالہ الامام ابن حجر المکی فی کف الرعاع[4]

حدیث صحیح، جلیل القدر اور متصل سند والی ہے اسکی سند اور متن پر کوئی معترض نہیں سوائے اس کے جو خواہش نفس کے گہرے گھڑے میں گر گیا ہو اور بے راہ ہو گیا جیسے ابن حزم اور اس جیسے دیگر لوگ، نیز اسے ائمہ کرام مثلاً امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، اسمٰعیل اور ابو نعیم نے ایسی صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے جو شکوک و شبہات سے مبرا ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دیگر ائمہ اور حفاظ نے بھی اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے، چنانچہ امام ابن حجر مکی نے کف الرعاع میں ارشاد فرمایا۔ (ت)

---

[1] سیر الاولیاء باب نہم در سماع و وجد و رقص مؤسسۂ انتشارات اسلامی لاہور ص ۵۲۲

[2] فوائد الفواد

[3] صحیح البخاری کتاب الاشربہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۷

[4] کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۲۷۰

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنے فتاوٰی میں ثابت کیا ہے کہ ان پیروان ہوائے نفس کا حضرات اکابر چشت قدست اسرارہم کی طرف سماع مزامیر نسبت کرنا محض دروغ بیفروغ ہے ان کے اعاظم اجلہ تصریح فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ پر افترا ہے' نیز ان کے تمام تمسکات واہیہ کا ایک اجمالی جواب موضع صواب ان لفظوں میں گزارش کر دیا ہے کہ بعض جہال بدمست یا نیم ملا ہوس پرست یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ کلمے پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے پھر کہاں حکایت فعل پھر کہاں محرم کجا مبیح، ہر طرح یہی واجب العمل، اسی کو ترجیح، مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے، کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے' یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں، اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان خدا اکابر سلسلہ عالیہ چشت قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں' میں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ایسی محافل میں جتنے لوگ کثرت سے جمع کئے جائیں گے اُسی قدر گناہ و وبال صاحب محفل وداعی پر بڑھے گا۔ حضار سب گنہگار اور اُن سب کا گناہ گانے بجانے والوں پر اور اُن کا ان کا سب کا بلانے والوں پر۔ بغیر اس کے کہ اُن میں کسی کے اپنے گناہ میں کچھ کمی ہو مثلاً دس ہزار حضار کا مجمع ہے تو اُن میں ہر ایک پر ایک گناہ، اور فرض کیجئے تین قوال تو اُن میں ہر ایک پر اپنا گناہ اور دس دس ہزار گناہ حاضرین کے، یہ مجموعہ چالیس ہزار چار اور ایک اپنا، کل چالیس ہزار پانچ گناہ داعی و بانی پر۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ لاینقص ذلک من اثامھم شیئا۔ رواہ الائمۃ احمد[1] والستۃ الا البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اُس کے بلانے پر چلیں اُن سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے اُن کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ (امام بخاری کے علاوہ امام احمد اور دیگر پانچ ائمہ کرام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

ایسے محرمات کو معاذ اللہ موجب قربت جاننا جہل و ضلال اور ان پر اصرار کبیرہ شدید الوبال اور دوسرں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/۲۷۹، جامع الترمذی ابواب العلم ۲/۹۲، سنن ابن ماجہ باب من سن سنۃ حسنۃ ص ۱۹
صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ او سیئۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۹۷

کو ترغیب اشاعت فاحشہ واضلال، والعیاذ باللہ من سوء الحال (اللہ تعالٰی کی پناہ بُرے حال سے۔ت)
رہا رقص اگر اُس سے یہ متعارف ناچ مراد ہو تو مطلقاً ناجائز ہے زنان فواحش کا ناچ ہے اور متصوفہ زمانہ سے بھی بعید نہیں بلکہ معہود و معلوم و مشہور ہے، جب تو بنصوص قطعیہ قرآنیہ حرام ہے وقد تلونا ھا فی فتاونا (اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے۔ت) اب اُسے مستحب و قربت جاننا درکنار مباح ہی سمجھنے پر صراحۃً کفر کا الزام ہے اور اگر کتھکوں کا ناچ تثنی و تکسّر یعنی لچکے توڑے کے ساتھ ہے جب بھی حرام و موجب لعن ہے کما نطقت بہ الاحادیث وصرح بہ شراح الحدیث (جیسا کہ احادیث اس پر ناطق ہیں اور شارحین حدیث نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ت) اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف حرکات مضطربہ ہیں کہ نہ خود موزوں، نہ منکرات پر مشتمل، نہ حالاً یا مآلاً فتنے کی طرف منجر، نہ اس کے فاعلین اہل ہیأت و وقار بلکہ بازاری خفیف الحرکات بے وقر، تو باینہمہ قیود بھی اس کا اقل مرتبہ یہ ہے کہ ایک قسم لہو و لغو ہے اور ہر لہو و لغو رد و باطل اور ہر باطل کا ادنیٰ درجہ مکروہ و ناجائز۔ طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

الرقص وھو الحرکۃ الموزونۃ علی میزان نغمۃ مخصوصۃ (والاضطراب وھو الحرکۃ غیر الموزونۃ فکل) واحد منھما (من جملۃ (لعب غیر مستثنٰی) کل لعب ابن اٰدم حرام الا ثلثۃ ملاعبۃ الرجل اھلہ و تادیبہ لفرسہ ومناصلۃ لقوسہ اخرجہ الحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صحیح علی شرط مسلم۔[1]

رقص، وہ نغمہ مخصوصہ کے ترازو پر ایک موزوں حرکت کا نام ہے۔ اضطراب، غیر موزوں حرکت کو کہا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک ان کھیلوں میں سے ہے جن کو شریعت نے مستثنٰی قرار نہیں دیا، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد و فرمان ہے کہ سوائے تین کھیلوں کے آدمی کا ہر کھیل حرام ہے، مشروع تین کھیل یہ ہیں: (۱) شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (۲) اپنے گھوڑے کے ساتھ اس کی سکھلائی کرتے اور تیاری کرتے ہوئے کھیلنا (۳) اپنی کمان کے ساتھ تیر اندازی کرنا۔ چنانچہ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کی تخریج فرمائی اور فرمایا یہ حدیث شرط مسلم کے مطابق صحیح ہے۔ (ت)

اور اگر وجد مراد ہو تو اگر بے اختیار ہے زیرِ حکم نہیں کہ ع

سلطان نگیرد خراج از خراب

(کیونکہ بادشاہ بنجر اور غیر آباد زمین سے ٹیکس وصول نہیں کرتے۔ت)

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۱۸

بلکہ اگر شوقاً الی حضرۃ العزیز الودود جل وعلا ہے تو نعمتِ کبرٰی و دولتِ اعلٰی ہے تا بکہ بخشند وکرا ارزانی دارند (تاکہ دیکھا جائے کہ وہ کس پر بخشش فرماتے ہیں اور کس کو ارزاں (سستا) دیتے ہیں۔ ت) اور اگر باختیار و تصنع ہو تو مدار نیت پر ہے اگر مجمع یا مراۤی العین میں اظہارِ مشیخت و جلبِ قلوب کے لئے ہے قطعاً ریا و سمعہ و نفاق و حرام کبیرہ و شرکِ صغیر ہے، اب اس کی حرمت بھی ضرور اجماعیہ ہے فقہا نے اس پر قیامتِ کبرٰی قائم کی اور عبادت سمجھنے والے کو کافر لکھا، طریقہ و حدیقہ میں ہے :

ویدخل فیہما ای فی الرقص و الاضطراب (ما یفعلہ بعض الصوفیۃ) الذین ینسبون انفسہم الی مذہب التصوف وہم مصرون علی انواع الفسوق والفجور بل ہو اشد لانہم یفعلونہ علی اعتقاد العبادۃ فیخاف علیہم امر عظیم) وہو الکفر باستحلال الحرام (قال العلامۃ ابوبکر الطرطوسی رحمہ اللّٰہ تعالٰی اما الرقص والتواجد) الذی یوجب اللہو عن ذکر اللّٰہ تعالٰی (فاول ما احدثہ اصحاب السامری لما اتخذ لہم عجلا جسدا لہ خوار قاموا یرقصون علیہ و یتواجدون) ای یظہرون الوجد بالفعل المحرم و ہو عبادۃ غیر اللّٰہ کما یفعل ہٰؤلاء یاکلون الحشیش و یرقصون من نشاط نفوسہم بالمحرم القطعی والکبر والاعجاب ویتواجدون بالوجد الشیطانی

اور اس رقص و اضطراب میں وہ کام بھی داخل اور شامل ہے جو بعض صوفیا کیا کرتے ہیں جو اپنے آپ کو طریقۂ تصوف کے ساتھ منسلک گردانتے ہیں حالانکہ وہ کئی قسم کے فسق و فجور اور زیادہ سخت قسم کے جرائم پر اصرار کرتے ہیں اس لئے کہ وہ یہ کام عبادت کے اعتقاد کے ساتھ کرتے ہیں لہذا (اس عقیدہ کے باعث) ان پر امرِ عظیم کا خطرہ اور خوف ہے اور حرام کو حلال کہنے کی وجہ سے یہ کفر ہے۔ چنانچہ علامہ ابوبکر طرطوسی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ رقص اور اظہارِ وجد جو یادِ الٰہی سے بے خبر اور غافل کر ڈالے اسے سب سے پہلے ایجاد کرنے والے سامری کے احباب تھے۔ جب سامری نے ان کے لئے بچھڑا تیار کیا یعنی بچھڑے کا ڈھانچہ تیار کیا تو اس میں سے بچھڑے کی آواز آنے لگی، وہ آواز سُن کر سامری کے ساتھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے آگے ناچنے اور جھومنے لگے اور وجد کا اظہار کرنے لگے یعنی حرام فعل سے اظہارِ وجد کرتے رہے جو کہ غیر خدا کی عبادت ہے اور قطعی حرام، تکبر و خود پسندی کا طریقہ ہے جیسے یہ لوگ کرتے ہیں، بھنگ پیتے ہیں اور اپنے آپ کو خوش رکھنے کے لئے ناچتے ہیں،

والشهوات النفسانية بين الفسقة المختلطين بالمردان الحسان الوجوه علی سماع الطنابیر والزمور فهو دین الکفار و فی التاتارخانیة الرقص فی السماع) للآلات المذکورة بالحالة المزبورة (لایجوز) فعلہ (لاحضورہ (و فی الذخیرۃ انہ کبیرۃ و قال البزازی قال القرطبی حرام بالاجماع و رأیت فتوی شیخ الاسلام جلال الملۃ والدین الکیلانی ان مستحل ھذا الرقص) الموصوف بما ذکرنا من المحرمات القطعیة (کافر لما علم ان حرمتہ بالاجماع اھ ملخصین۔ وتمامہ الکلام فیھا۔

ستار وغیرہ سے راگ سُنتے ہیں، فاسقوں کے درمیان شیطانی اور شہوانی جذبات کے ساتھ اظہارِ وجد کرتے ہیں، بے ریش خوبصورت لونڈوں سے اختلاط او رمیل جول رکھتے ہیں۔ بس یہ کفار کا طریقہ کار ہے۔ چنانچہ تتارخانیہ میں ہے کہ بیان کردہ حالات کے مطابق آلاتِ راگ کی وجہ سے سماع کے موقع پر ناچ کرنا جائز نہیں اور نہ وہاں حاضر ہونا درست ہے، اور ذخیرہ میں ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ بزازی نے قرطبی کے حوالے سے ذکر کیا کہ یہ قطعی اور بالاتفاق حرام ہے، چنانچہ شیخ الاسلام جلال الملۃ والدین کیلانی کا میں نے فتوٰی دیکھا وہ فرماتے ہیں اس رقص کو حلال کہنے والا کافر ہے اس لئے کہ یہ ہمارے ذکرکردہ محرمات سے موصوف (اوران پر مشتمل ہے) کیونکہ یہ معلوم شدہ ہے کہ اس کی حرمت بالاجماع ہے (خلاصہ کرنے والوں کی عبارت پوری ہوگئی) اور پورا کلام اسی میں ہے (ت)

اور اگر خلوت و تنہائی محض میں جہاں کوئی دُوسرا نہ ہو بہ نیت محمودہ مثل تشبّہ بہ عشاق والہین یا جلب حالات صالحین ہو تو ائمہ شان میں مختلف فیہ بعض ناپسند فرماتے ہیں کہ صدق و حقیقت سے بعید ہے اور ارجح یہ ہے کہ ان نیتوں کے ساتھ جائز بلکہ حسن ہے کہ من تشبہ بقوم فھو منھم[2] (جب کوئی شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ اسی میں شمار ہوتا ہے۔ ت) ؎

ان لم تکونوا مثلھم فتشبھوا ان التشبہ بالکرام فلاح[3]

(اگر تم ان جیسے نہیں ہو پھر ان جیسی صورت بناؤ یعنی ان سے مشابہت اختیار کرو کیونکہ شرفاء سے مشابہت اختیار کرنا ذریعۂ کامیابی ہے۔ ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۹-۵۱۸

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۰

[3] الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۶

اور سچی نیت سے نیکوں کی حالت بناتے بناتے خدا چاہے تو واقعیت بھی مل جاتی ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان ھذا القرآن نزل بحزن وکابة فاذا قرأتموہ فابکوا فان لم تبکوا فتباکوا۔ رواہ ابن ماجة ومحمد بن نصر فی الصلٰوۃ والبیھقی فی الشعب۔

بیشک قرآن غم وکرب کے ساتھ اُترا ہے تو جب اسے پڑھو تو روؤ اور اگر رونا نہ آئے تو رونی صورت بناؤ (ابن ماجہ اور محمد بن نصر نے کتاب الصلٰوۃ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اسے روایت کیا۔ ت)[1]

حدیقہ ندیہ میں بعد عبارتِ مذکورہ و بیاناتِ نفیسہ ناصحہ مقبولہ ہے:

فان طریق الواجد والتواجد الذی تعلمه الفقراء الصادقون فی ھذا الزمان بعدہ کما کانوا یعلمونه من قبل فی الزمان الماضی نور وھدایة واثر توفیق من اللہ تعالٰی وعنایة الٰی ان نقل عن حسن التنبه للعلامة النجم الغزی انه قال بعد ذکر الوجد والتواجد عن اکابر الائمة واما من اظھر ھذہ الاحوال تعمدا للتوصل الی الدنیا او لتعتقدہ الناس ویتبرکوا به فھذا من اقبح الذنوب المھلکات والمعاصی الموبقات[2] اھ ثم قال فی الحدیقة ولاشك ان التواجد وھو تکلف الوجد واظھارہ من غیران

اس لئے کہ وجد اور تواجد کا طریقہ جسے اس زمانہ کے سچے فقراء ہی جانتے ہیں جیسا کہ پہلے زمانہ کے لوگ جانتے تھے ایک نورِ ہدایت اور اللہ تعالٰی کی توفیق اور اس کی عنایت کا اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ حسن التنبہ میں علامہ النجم الغزی سے نقل فرمایا کہ علامہ موصوف نے اکابر ائمہ سے وجد اور تواجد کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا لیکن جس نے ان حالات کو دانستہ دنیا تک رسائی حاصل کرنے اور دنیا طلبی کے لئے ظاہر کیا کہ لوگ اس کے معتقد ہوجائیں اور اس سے برکت حاصل کریں تو یہ رویہ انتہائی قبیح اور مہلک ہے اور تباہ کن جرائم اور گناہوں میں شامل ہے اھ، پھر حدیقہ ندیہ میں فرمایا: بلاشبہہ تواجد بناوٹی اور نمائشی وجد ہے بغیر حقیقی وجد کے۔ اور اس میں حقیقی اہل وجد

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلٰوۃ باب فی احسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶
شعب الایمان حدیث ۲۱۴۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۸۸

[2] الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۲۳ تا ۵۲۵

يكون له وجد حقيقة فيه تشبه باهل الوجد الحقيقي وهو جائز بل مطلوب شرعا قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم رواه الطبراني في الاوسط عن حذيفة بن اليمان رضي الله تعالىٰ عنهما وانما كان المتشبه بالقوم منهم لان تشبهه بهم يدل على حبه اياهم ورضاه باحوالهم وافعالهم وقد قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان الرجل اذا رضي هدى الرجل وعمله فهو مثل عمله رواه الطبراني من حديث عقبة بن عامر رضي الله تعالىٰ عنه (الى ان قال بعد ما اطال واطاب كما هو دابه قدس سره) اما تكلف الوجد على الوجه الصحيح لاجل التشبه بالصالحين ولغير ذلك من المقاصد الحسنة فقد اشار اليه العلامة الشيخ القشيري في اوائل رسالته المشهورة حيث قال التواجد استدعاء الوجد بضرب اختيار وليس لصاحبه كمال الوجد

کے ساتھ تشبہ یعنی مشابہت ہے اور یہ جائز بلکہ شرعاً مطلوب ہے، چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے حوالے سے اسے روایت فرمایا: کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنے والا کیوں اسی قوم میں شمار کیا جاتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کا کسی قوم سے مشابہت اختیار کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شخص کی ان لوگوں سے دلی محبت ہے اور یہ ان کے حالات وافعال (اور روش) پر راضی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مرد کسی شخص کی سیرت اور اس کے عمل سے خوش اور راضی ہو تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے بھی وہی عمل کیا۔ امام طبرانی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے یہاں تک کہ اپنی طویل پاکیزہ گفتگو کے بعد جیسا کہ علامہ موصوف کی عادت ہے ارشاد فرمایا رہا یہ کہ وجہ صحیح کے مطابق نمائشی وجد برائے مشابہت صلحاء و برائے دیگر مقاصد نیک تو یہ ٹھیک اور درست ہے جیسا کہ علامہ شیخ قشیری نے اپنے رسالہ مشہورہ کی ابتداء میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا "تواجد" کسی نوع کے اختیار سے اپنے آپ پر حالتِ وجد طاری کرنے کا

اذ لو کان لکان واجد او باب التفاعل اکثرہ
علی اظہار الصفة ولیست کذلک فقوم
قالوا التواجد غیر مسلم لصاحبه لما یتضمن
من التکلف ویبعد عن التحقیق وقوم قالوا
انه مسلم للفقراء المجردین الذین
ترصدوا لوجدان ھذہ المعانی واصلھم
خبر الرسول صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم
ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا فی شرعة الاسلام
قال ومن السنة ان یقرء القرآن بحزن
ووجد فان القرآن نزل بحزن فان لم یکن
له حزن فلیتحازن اھ والحاصل ان
تکلف الکمال من جملة الکمال والتشبه
بالاولیاء لمن لم یکن منھم امر مطلوب
مرغوب فیه علی کل حال اھ[1] بالاختصار۔

نام ہے جبکہ صاحبِ وجد میں کمالِ وجد نہ ہو (یعنی
کما حقہٗ وجد نہ ہو) اس لئے کہ اگر اس میں
حقیقی وجد ہوتا تو وہ واجد (وجد کرنے والا)
کہلاتا کیونکہ تواجد باب تفاعل ہے اور یہ
زیادہ تر حقیقت کی بنا پر نہیں، بلکہ بناوٹی ونمائشی
اظہار صفت کے لئے آتا ہے اسی لئے بعض علم
والے کہتے ہیں کہ تواجد "صاحبِ تواجد کی طرف سے
مسلّم یعنی تسلیم شدہ اور ٹھیک نہیں، کیوں ؟
اس لئے کہ یہ تکلف پر مبنی ہوتا ہے اور حقیقت سے
بعید ہوتا ہے جبکہ کچھ لوگوں نے فرمایا کہ ان فقراء
کے لئے درست ہے جو مجرّد ہوں اور ان معانی
کے پالینے کے منتظر اور خواہاں ہوں جو مطلوب
مقصود ہیں اور ان کی دلیل حضور صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ لوگو! کم ہنسو
اور زیادہ رویا کرو اور اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونی صورت ہی بنا لیا کرو۔ شرعة الاسلام میں
فرمایا سنّت یہ ہے کہ قرآن مجید غم کے ساتھ وجد سے پڑھے اس لئے کہ قرآن مجید غم کے ساتھ
نازل ہُوا ہے اور اگر غم کی کیفیت طاری نہ ہو تو غمگین صورت ہی بنالی جائے اھ مختصر یہ کہ تکلفِ
کمال بھی منجملہ کمال ہے یعنی کسی کمال میں بناوٹ اور نمائش اختیار کرنا بھی کمال میں شامل ہے اور جو شخص
اولیاء اللہ میں سے نہ ہو اس کا اولیاء اللہ سے مشابہت اختیار کرنا ایسا امر مطلوب ہے جو بہرحال
لائقِ توجہ ہے، اختصار سے عبارت مکمل ہوگئی ہے۔ (ت)

بالجملہ وجد صوفیہ کرام طالبین صادق اصلاً محلِ طعن نہیں اور دربارۂ امر قلب ونیت باطن صادق و
کاذب میں تمیز مشکل اور اساءت ظن حرام و باطل واللہ یعلم المفسد من المصلح[2] (اللہ تعالٰے

---

[1] الحدیقة الندیة الصنف التاسع مکتبة نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۵ تا ۵۲۷
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

فسادی اور مخلص دونوں کو جانتا ہے۔ ت) ردالمحتار میں نور العین فی اصلاح جامع الفصولین اور اسی میں علامہ تحریر ابن کمال باشا وزیر سے ہے :

ما فی التواجد عن حققت من حرج	ولا التمایل ان اخلصت من باس
فقمت تسعی علی رجل وحق لمن	دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس[1] الخ

(اگر تواجد سچا اور حقیقی ہو تو کوئی حرج نہیں اور اضطراب (لڑکھڑانے) میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو پھر تو پاؤں پر کھڑا رہ کر دوڑ لگاتا رہ، اور اس کے لئے حق ہے جس کو اس کا مولا بلائے تو وہ اپنے سر کے بل دوڑتا ہوا جائے الخ۔ ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم

اُن محرمات اباطیل کو معاذ اللہ حضور پُر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا ضرور حضور میں سُوئے ادب اور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء وکذب ہے

وکفی بہ اثما مبینا[2]، انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[3]	یہی کُھلا گناہ ہے اور جھوٹ وہی گھڑتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ (ت)

پھر جمیع صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین کا نام لے دینا کیا جائے ادب۔ مشائخ طریقت رضی اللہ تعالٰے عنہم میں زیادہ مہربانی حضرات چشت پر ہے اُن کے ارشادات اُوپر گزرے، اور حضرت مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے زمانہ حضور میں خود حکم حضور سے رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تحریر فرمایا جس میں ارشاد فرماتے ہیں :

اما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالٰی عنہم فبریئ عن ھٰذہ التھمۃ وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللہ تعالٰی[4]	یعنی ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سماع اس تہمت مزامیر سے بری ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ کہ کمال صنع خداوندی جل وعلا پر آگاہ کریں۔ (ت)

[1] ردالمحتار باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۰۸

[2] القرآن الکریم ۴/۵۰

[3] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۵

[4] کشف القناع عن اصول السماع

بالجملہ ائمہ عارفین وارثانِ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین ضرور ان بہتانوں سے منزّہ ہیں، حکایت بے سروپا رطب ویابس بے سند معتمد قابلِ قبول نہیں نہ خلاف بعض مذہب مہذب جمہور خصوصاً تصریحاتِ جلیلہ کتبِ مذہب پر کچھ اثر ڈالے ہاں خواہش نفسانی کی پیروی کو اخذ وتلفیق بے تحقیق کا ہر شخص کو اختیار ہے مغلوبین حال کے افعال، احوال، اقوال، اعمال نہ قابلِ استناد ہیں نہ لائقِ تقلید۔ حضرت مولوی معنوی قدس سرہ القوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں: ؎

در حق او شہد و در حق تو سم | در حق او مدح و در حق تو ذم

در حق او ورد و در حق تو خار | در حق او نور و در حق تو نار[1]

(اس کے حق میں شہد ہے جبکہ تیرے لئے زہر ہے، اس کے حق میں تعریف ہے جبکہ تیرے حق میں بُرائی ہے، اس کے لئے تو پھول اور تیرے لئے کانٹا ہے، اس کے حق میں نور ہے جبکہ تیرے حق میں نار (آگ) ہے۔ ت)

بالغرض اگر زید بھی اپنے مغلوب الحال ہونے کا دعوٰی کرے اور مان بھی لیا جائے تو ایک زید وارفتہ وبیخود سہی یہ جو سیکڑوں ہزاروں عوام کا ہجوم وازدحام کرایا جاتا ہے کیا یہ بھی سب خدا رسیدہ مغلوب الحال ہو کر آئے ہیں یا دُنیا بھر سے چھانٹ چھانٹ کر پاگل بوہرے بلائے ہیں جن پر شرع کا قلم تکلیف نہیں، اور جب یہ کچھ نہیں تو اس مجمع کی تحریم اور بانی کی تاثیم میں اصلاً شک نہیں فانما علیك اثم الاریسیین (لہذا کاشتکاروں کا گناہ تمہارے سر ہے۔ ت) واللہ سبحنٰہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال سوم

بدیہیاتِ دینیہ سے ہے کہ اوّلاً عقائدِ اسلام وسنّت پھر احکامِ صلوٰۃ وطہارت وغیرہا ضروریاتِ شرعیہ سیکھنا سکھانا فرض ہے اور انھیں چھوڑ کر دوسرے کسی مستحب وپسندیدہ علم میں بھی وقت ضائع کرنا حرام نہ کہ موسیقی کہ اس کا ہلکا درجہ لغو وفضول اور بھاری پایہ مخزنِ آثام۔ وحدۃ الوجود وحقائق ودقائق تصوف جس طرح صوفیۂ صادقہ مانتے ہیں (نہ وُہ جسے متصوفہ زنادقہ جانتے ہیں) ضرور حق وحقیقت ہے مگر اس میں اکثر ذوق ہے کہ اُن مقاماتِ عالیہ پر وصول کے بعد منکشف ہوتا ہے زبانی تعلیم وتعلم سے تعلق نہیں رکھتا اور بہت وُہ ہے جسے عوام تو عوام آج کل کے بہت مولوی کہلانے والے بھی نہیں سمجھ سکتے

---

[1] مثنوی شریف وحی آمدن از حق تعالٰی بعتاب موسٰی الخ دفتر دوم نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۴

اور خود اکثر یہ جو پیر ومشائخ بنتے ہیں طوطے کی طرح چند لفظ یاد کر لینے کے سوا معانی کی ہوا سے بھی مس نہیں رکھتے پھر کون سکھائے گا اور کون سیکھے گا۔ ہاں یہ ضرور ہوگا کہ ایک تو ان انگھڑ بتانے والوں کی کج فہمی کہ مطلب کچھ ہے اور سمجھے کچھ، دوسرے ان معانی کے لئے الفاظ کی نایابی کہ وُہ اکثر حال ہے نہ قال، تیسرے اس پر طرّہ کہ ان صاحبوں کی کج مج بیانی کہ جس قدر دونوں پہلو حق وحقیقت کے سنبھالے ہُوئے بیان میں لا سکتے تھے یہ بتلانے والے حضرات اُتنے پر بھی قدرت نہیں رکھتے اور اگر قدرت ہو بھی تو حفظِ دین وایمان کی پروا کسے، چوتھے ان سب پر بالا اُن جاہلوں بے تمیزوں کی کودنی جنھیں یہ حقائق ودقائق سکھائے جائیں گے انھیں ابھی سیدھے سیدھے احکام سمجھنے کے لالے ہیں ان متشابہات کو کون سمجھے گا۔ غرض اس کا اثر ضرور ان کا بگڑنا فتنے میں پڑنا زندیق مرتد یا ادنٰی درجہ گمراہ بددین ہوجانا ہوگا وبس۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما انت محدث قوما حدیثا لاتبلغه عقولهم الاکان علی بعضهم فتنة[1] رواہ ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما۔

یعنی جب تو کسی قوم کے آگے وہ بات بیان کرے گا جس تک اُن کی عقلیں نہ پہنچیں تو ضرور وہ ان میں کسی پر فتنہ ہوگی (امام ابن عساکر نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی پھر علامہ مناوی شارح جامع صغیر پھر سیّدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:

ان العامی اذا زنی اوسرق خیرا له من ان یتکلم فی العلم باللہ من غیر اتقان فیقع فی الکفر من حیث لایدری کمن یرکب لجة البحر ولایعرف السباحة ومکائد الشیطان فیما یتعلق بالعقائد والمذاهب لاتخفی[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

کوئی عام آدمی بدکاری اور چوری کرے تو باوجود گناہ ہونے کے اس کے لئے یہ عمل اتنا مہلک اور تباہ کُن نہیں جتنا بلا تحقیق علم الٰہی کے بارے میں کلام کرنا مہلک ہے کیونکہ بلاتحقیق اور بغیر پختگی علم کے کہیں وُہ کفر کا مرتکب ہوجائے گا اور اسے علم بھی نہیں ہوگا اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے تیرنا جانے بغیر دریا کی موجوں اور لہروں پر سوار ہونے کے، اور شیطان کی فریب کاریاں جو عقائد اور مذاہب سے

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابن عباس حدیث ۲۹۰۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۹۲

[2] الحدیقۃ الندیۃ النوع الحادی والعشرون سؤال وتفتیش العوام عن کنہ ذات اللہ وصفاتہ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۲/۲۷۰

تعلق رکھتی ہیں کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہیں، اور اللہ تعالٰی سب کچھ خوب جانتا ہے۔ (ت)

جواب سوال چہارم

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ضرور بنصوص قاطعۂ قرآنیہ اہم فرائض دینیہ سے ہے اور بحال وجوب اس کا تارک آثم وعاصی، اور اُن نافرمانوں کی طرح خود بھی مستحق عذاب دُنیوی واُخروی۔ احادیث کثیرہ اس معنی پر ناطق ہیں اور اہلسنت وغیرہم کا واقعہ خود قرآن عظیم میں مذکور۔ قال اللہ تعالٰی[1]:

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علٰی لسان داوٗد وعیسٰی ابن مریم ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون[2] کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[2]۔

بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت پڑی داوٗد وعیسٰی بن مریم کی زبان سے، یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا بُرے کام سے، ایک دوسرے کو منع نہ کرتے تھے ضرور اُن کا یہ فعل سخت بُرا تھا۔

اصحاب سبت پر داوٗد علیہ الصلٰوۃ والسلام نے دُعا کی: الٰہی! انھیں لعنت کر اور لوگوں کے لئے نشانی بنادے۔ بندر ہوگئے۔ اہل مائدہ پر عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے یہی دُعا کی سُوَر ہوگئے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلا واللہ لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر اولیضربن اللہ بقلوب بعضکم علٰی بعض ثم لیلعنتکم کما لعنھم۔ رواہ ابوداوٗد[3] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذا مختصر۔

یُوں نہیں، خدا کی قسم یا تو تم ضرور امر بالمعروف کروگے اور ضرور نہی عن المنکر کروگے یا ضرور اللہ تعالٰی تمھارے دل آپس میں ایک دوسرے پر مارے گا پھر تم سب پر اپنی لعنت اتارے گا جیسی اُن بنی اسرائیل پر۔ (امام ابوداوٗد نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے، یہ مختصر ہے۔ (ت)

مگر یہ امرو نہی نہ ہر شخص پر فرض نہ ہر حال میں واجب، تو بحال عدم وجوب اس کے ترک پر یہ احکام نہیں بلکہ بعض

---

[1] القرآن الکریم ۵/۷۸

[2] " " ۵/۷۹

[3] سُنن ابی داوٗد کتاب الملاحم باب الامر والنہی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۴۰

صورمیں شرع ہی اُسے ترک کی ترغیب دے گی جیسے جبکہ اُس سے کوئی فتنۂ اشد پیدا ہوتا ہو، یونہی اگر جانے کہ بے سُود ہے کارگر نہ ہوگا تو خواہی نخواہی چھیڑنا ضرور نہیں خصوصاً جبکہ کوئی امر اہم اصلاح پا رہا ہو، مثلاً کچھ لوگ حریر کے عادی نماز کی طرف جُھکے یا عقائد سنت سیکھنے آتے ہیں اور حب حریر و پابندی وضع میں ایسے منہمک ہیں کہ اس پر اصرار کیجئے تو ہرگز نہ مانیں گے غایت یہ کہ آنا چھوڑدیں گے وہ رغبت نماز و تعلم عقائد بھی جائے گی تو ایسی حالت میں بقدر تیسر انھیں ہدایت اور باقی کے لئے انتظار وقت و حالت، ترک امر ونہی نہیں بلکہ اُسی کی تدبیر وسعی ہے۔

واللہ یعلم المفسد من المصلح[1] واللہ علیم بذات الصدور[2]

اللہ تعالٰی فسادی اور مصلح دونوں سے واقف ہے اور وُہ سینے میں پوشیدہ راز جاننے والا ہے۔ (ت)

بستان امام فقیہ سمرقند پھر محیط پھر ہندیہ میں ہے:

ان الامر بالمعروف علی وجوہ ان کان یعلم باکبر رأیہ انہ لو أمر بالمعروف یقبلون ذٰلک منہ و یمتنعون عن المنکر فالامر واجب علیہ ولا یسعہ ترکہ ولو علم باکبر رایہ انہ لوامرھم بذٰلک قذفوہ و شتموہ فترکہ افضل وکذٰلک لو علم انھم یضربونہ ولا یصبر علی ذٰلک ویقع بینھم عداوۃ و یھیج منہ القتال فترکہ افضل، ولو علم انھم لو ضربوہ و صبر علی ذٰلک ولا یشکو الی

امر بالمعروف کی متعدد قسمیں ہیں، اگر کوئی اپنے غالب گمان کی بنا پر سمجھتا ہے کہ اگر اس نے امر بالمعروف کیا تو لوگ اس کی بات تسلیم کریں گے اور گناہ سے باز آجائیں گے تو ایسی صورت میں اس پر امر بالمعروف واجب ہوتا ہے یعنی اسے ترک کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ اس کے امر بالمعروف کا الٹا اثر ہوگا لوگ الزام تراشی اور گالی گلوچ سے کام لیں گے تو اس صورت میں امر بالمعروف نہ کرنا افضل ہے۔ اسی طرح اگر جانتا ہے کہ امر بالمعروف کرنے کی صورت میں لوگ زدوکوب کریں گے اور یہ اسے برداشت نہیں کرسکے گا اور باہمی عداوت و خانہ جنگی کی صورت پیدا ہوجائے گی تو ایسی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

[2] " ۳/ ۱۵۴

احد فلا بأس بان ینهی عن ذٰلك وهو مجاهد ولو علم انهم لا یقبلون منه ولا یخاف منه ضربا ولا شتما فهو بالخیار والامر افضل[1]

صورتِ حال میں بھی امر بالمعروف کا ترک کر دینا افضل ہے۔ اور اگر اسے معلوم ہے کہ لوگ مشتعل ہو کر اسے اذیت پہنچائیں گے مگر وہ صبر کرے گا اور سختی برداشت کرلے گا اور کسی سے شکوہ شکایت نہیں کرے گا تو پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایسی صورتِ حال میں اس کا عمل ایک مجاہد کا سا عمل متصور ہوگا، اور اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی بات تو نہیں مانیں گے البتہ کسی سخت رَدِّ عمل کا اظہار بھی نہیں ہوگا (یعنی نہ ماننے کے باوجود مار پٹائی اور گالی گلوچ سے کام نہیں لیں گے) تو اس صورت میں اسے اختیار ہے کہ امر بالمعروف سے کام لے یا نہ لے البتہ یہاں امر بالمعروف افضل ہے۔ (ت)

لیکن پیری مریدی اگر دل سے ہے تو وہاں ایسی صورت کا پیدا ہونا جس میں امر و نہی منجر بضرر ہوں ظاہراً نادر ہے ایسے متبوعوں مقتداؤں پر اس فرضِ اہم کی اقامت بقدرِ قدرت ضرور لازم، اور اسی میں ادائی اتباع کے حق سے ادا ہونا ہے جو باوصف قدرت وعدم مضرت اُن کے سیاہ و سپید سے کچھ مطلب نہ رکھے بلکہ ہر حال میں خوش گزران کی ٹھہرائی خواہ یُوں کہ خود ہی احکامِ شرعیہ کی پروا نہ رکھتا ہو جیسے آج کل کے بہت آزاد متصوف یا کسی دُنیوی لحاظ سے پابندی شرع کو نہ کہتا ہو جیسے درصورت امر و نہی اپنے پلاؤ و قورمے یا آؤ بھگت پر خائف تو یہ ضرور پیرِ غوایت ہے نہ کہ شیخِ ہدایت۔ واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال پنجم

ہنود قطعاً بُت پرست مشرک ہیں وہ یقیناً بُتوں کو سجدۂ عبادت کرتے ہیں اور بالفرض نہ بھی ہو تو بتوں کی ایسی تعظیم پر بھی ضرور حکمِ کفر ہے اور انھیں بارگاہِ عزّت میں شفیع جاننا بھی کفر، ان سے شفاعت چاہنا بھی کفر کہ قطعاً اجماعاً یہ افعال واقوال کسی مسلم سے صادر نہیں ہوتے، نہ کوئی مسلمان بلکہ کوئی اہلِ ملت بُت کی نسبت ایسا اعتقاد رکھے اور اس میں صراحۃً تکذیبِ قرآن و مضادتِ رحمٰن ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال ابن الهمام وبالجملة فقد ضم الی

محقق ابن الہمام نے فرمایا حاصل یہ ہے کہ وجودِ ایمان

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۲-۵۳

تحقیق الایمان اثبات امور الاخلال بها اخلال بالایمان اتفاقاً کترك السجود لصنم وقتل نبی او الاستخفاف به او بالمصحف او الکعبة الخ[1]۔

کے لئے چند امور کے اثبات کا انضمام کیا جائے گا اور ان میں خلل اندازی بالاتفاق ایمان میں خلل اندازی کے مترادف ہوگی جیسے بُت کو سجدہ نہ کرنا، کسی نبی کو قتل نہ کرنا، نبی یا مصحف یا بیت اللہ شریف کی توہین نہ کرنا الخ۔ (ت)

اعلام بقواطع الاسلام میں قواعد امام قرافی سے ہے :

هذا الجنس قد ثبت للوالد ولو فی زمن من الازمان وشریعة من الشرائع فکان شبهة دارئة لکفر فاعله بخلاف السجود لنحو الصنم او الشمس فانه لم یرد هو ولا مایشابهه فی التعظیم فی شریعة من الشرائع فلم یکن لفاعل ذلك شبهة لاضعیفة و لا قویة فکان کافراً ولا نظر لقصد التقرب فیما لم ترد الشریعة بتعظیمه بخلاف من وردت بتعظیمه[2]۔

یہ جنس، والد کے لئے ثابت ہے اگرچہ کسی زمانے یا کسی شریعت میں ہو پس یہ شبہہ کفرِ فاعل کے لئے دافع ہوگا بخلاف اس کے کہ مثل بت یا سورج کو سجدہ کیا جائے کیونکہ وہ اور جو بھی اس کے مشابہ ہو تعظیم میں، کسی شریعت میں وارد نہیں ہوا لہذا اس کام کے کرنے والے کے لئے کوئی ضعیف اور قوی شبہہ نہیں لہٰس کرنے والا کافر ہے اور جس کی تعظیم کے لئے شریعت میں کچھ وارد نہیں ہوا ارادہ تقرب کے لئے اسے نہیں دیکھا جائے گا بخلاف اس کے جس کی تعظیم کے لئے شریعت وارد ہوئی۔ (ت)

شفا شریف میں ہے :

کذلك نکفر بکل فعل اجمع المسلمون انه لایصدر الامن کافر وان کان صاحبه مصرحا بالاسلام مع فعله ذلك الفعل کالسجود للصنم وللشمس

اسی طرح سب ایسے کام جن کا صدور کفار سے ہوتا ہے اگر وہ دعویٰ اسلام کے باوجود وہ کام کرے تو اس کی تکفیر پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور ہم بھی اس کی تکفیر کرتے ہیں جیسے چاند،

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر استحلال المعصیۃ ولو صغیرۃ کفر مطبع مصطفی البابی مصر ص ۱۵۲

[2] الاعلام بقواطع الاسلام لابن حجر مکی الہیتمی مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۸۴

والقمر والصلیب والنار[1] الخ۔

سورج یا کسی بُت یا صلیب اور آگ وغیرہ کے آگے سجدہ کرنا الخ (ت)

اُسی میں ہے:

کل مقالۃ صرحت بنفی الربوبیۃ اوالوحدانیۃ اوعبادۃ احد غیر اللہ اومع اللہ فھی کفر کمقالۃ الدھریۃ والذین اشرکوا بعبادۃ الاوثان من مشرکی العرب و اھل الھند والصین[2] اھ مختصرًا۔

ہر ایسی گفتگو جس سے نفیِ ربوبیت یا نفیِ الوہیت کی تصریح اور اظہار ہوتا ہو یا اللہ تعالٰی کے سوا کسی کی عبادت یا اللہ تعالٰی کی عبادت کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرنا کفر ہے جیسے دہریوں کی گفتگو اور مشرکینِ عرب میں سے ان لوگوں کی گفتگو جو بُت پرستی کی وجہ سے مشرک ہوئے اور اہلِ ہند اور اہل چین کی گفتگو اھ مختصرًا (ت)

اذکار افکار مراقبات کا جوگیوں سے لیا جانا افترائے بیہزہ ہے اور عمکن وشاید سے کوئی کتاب آسمانی نہیں ٹھہر سکتی نہ لیت ولعل سے کوئی صریح مشرک بُت پرست قوم کتابی مشرکین ہنود کے شرک وکفر کا منکر اُن اقوال مخذولہ تعظیم وشفاعت اصنام کا مظہر ضرور بددین گمراہ ملحد کافر ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

شفا شریف میں ہے:

ولھذا نکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل اووقف فیھم او شك اوصحح مذھبھم وان اظھر مع ذٰلك الاسلام واعتقدہ واعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظھارہ ما اظھر من خلاف ذٰلك[3]

لہذا ہم ان لوگوں کی تکفیر فرماتے ہیں جو ملتِ اسلامیہ نہ رکھنے والوں کا طریقہ اختیار کرتے ہیں یا ان کے معاملہ میں توقف یا شک کرتے ہیں یا ان کے مذہب کو صحیح قرار دیتے ہیں اگرچہ باوجود اس روش کے اسلام کا اظہار کریں اور اس پر عقیدہ رکھیں اور اپنے بغیر ہر مذہب کو باطل یقین کریں یہ لوگ کافر ہیں اس لئے کہ انھوں نے اس چیز کا اظہار کیا جس کے خلاف ان سے ظاہر ہوا۔ (ت)

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ النعمانیۃ ۲/۲۶۲
[2] " " " " " " " " ۲/۲۶۸
[3] " " " " " " " " ۲/۲۷۱

عجب شانِ الٰہی ہے یہی ناپاک وبیباک بات یعنی اصنام سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ ملانا پہلے ایک خبیث نے مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لئے لکھی تھی کہ بُت پرست بھی شفاعت خواہی اور اس کے مثل افعال ہی بتوں سے کرکے مشرک ہُوئے، یہی باتیں یہ لوگ انبیاء اولیاء کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں، اب یہی مردود وملعون قول دوسرے نے مشرکوں کو مسلمان ٹھہرانے کے لئے کہا کہ بُتوں سے شفاعت خواہی اُن کی تعظیم حق کہ انھیں سجدہ کفر نہیں کہ مسلمان بھی تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کرتے اُن سے شفاعت مانگتے ہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نسأل اللہ العفو والعافیۃ (گناہوں سے بچنے اور نیکی اپنانے کی طاقت بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ عظیم القدر کی توفیق کے کسی میں نہیں ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت مانگتے ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ مسائل سماع ختم ہوا۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

مسئلہ ۴۷: از کٹرہ ڈاکخانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم خاں صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک زمیندار مسلمان کی کچہری میں ایک کائستھ بذریعہ نوکری اسی زمیندار کے ہاں سکونت گزیں ہے اور اس میں ناقوس بجایا کرتا ہے اور وہ زمیندار ناقوس بجانے سے اس کو نہیں روکتا ہے تو وہ زمیندار رضا بالکفر کے باعث گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

بیشک گنہگار اور سخت گنہگار کہ ازالہ منکر بقدرِ قدرت فرض ہے خصوصاً منکر بھی کیسا کہ شرکِ کفّار و عبادتِ بُتانِ ناہنجار، والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ یہ اگر بالفرضِ غلط اُسے نوکر رکھ کر منع پر قادر نہ ہو تو موقوف کرنے پر تو قادر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ من اٰوی محدثا۔ رواہ الامام احمد[1] ومسلم[2] فی صحیحہ والنسائی عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ کی لعنت اس پر جو کسی شرعی مجرم کو پناہ دے۔ (امام احمد اور مسلم نے اپنی صحیح میں اور نسائی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۰۸

[2] صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحریم الذبح لغیر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۶۰-۶۱

مسئلہ ۴۸: از کلکتہ دھرم تلا ۱۲۴ مرسلہ جناب محمد یونس صاحب ۸ رجب ۱۳۲۷ھ

علمائے دین سے سوال ہے کہ اس شخص کا کیا حال ہے، زید حتی الامکان اوامرِ الٰہی بجا لاتا ہے مگر نواہی کا بھی مرتکب ہوتا ہے اور جو اس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے: ان الحسنٰت یذہبن السیاٰت[1] (بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ ت)۔ بینوا توجروا۔

الجواب

معصیت کے جواب میں اس آیت کریمہ کو دستاویز بنانا جاہل مغرور کا کام ہے۔

قال اللہ تعالٰی زین لھم الشیطٰن اعمالھم[2] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: شیطان نے ان کے لئے ان کے کرتوت (برے اعمال) خوشنما بنا ڈالے ہیں۔

وقال اللہ تعالٰی ولا یغرنکم باللہ الغرور[3] — اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: لوگو! تمھیں خدا تعالٰی کے معاملہ میں وہ بڑا فریبی یعنی شیطان دھوکے میں نہ ڈال دے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹: از بمبئی عطار گلی کا ناکہ مرسلہ مولوی ہدایت رسول صاحب ۲۱ جمادی الاخرٰی

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا یعنی وعظ کہنا اور حاضرینِ جلسہ کا اس کو خاموشی اور رجوعِ قلب کے ساتھ ادب سے سُننا مذہبی عبادت ہے یا نہیں؟ اور جو اس میں دست اندازی کرے غل مچائے گالیاں بکے اس نے مذہبی توہین کی یا نہیں؟ قرآن وحدیث واقوالِ علماء سے لکھیں اور اجرِ دارین حاصل کریں۔

الجواب

عالمِ دین کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا بندگانِ خدا کو دینی نصیحتیں دینا جسے وعظ کہتے ہیں ضرور اعلٰی فرائضِ دین سے ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ[4] — تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں حکم دیتے ہو بھلائی کا اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۴
[2] القرآن الکریم ۸/۴۸ و ۲۷/۲۴
[3] القرآن الکریم ۳۵/۵
[4] القرآن الکریم ۳/۱۱۰

اور فرماتا ہے:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئك ھم المفلحون[1]

لازم ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا رہے کہ نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وذکر فان الذکرٰی تنفع المؤمنین[2]

وعظ کہتا رہ کہ وعظ مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

اور حاضرین کا ادب وخاموشی ورجوعِ قلب کے ساتھ اُسے سُنتے رہنا بھی مذہبی عبادت اور دینی فرض ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ[3]

خوشخبری دے میرے اُن بندوں کو جو متوجہ ہوکر بات سنتے پھر اس کے بہتر پر عمل کرتے ہیں۔

اس میں دست اندازی کرنا غُل مچانا گالیاں بکنا ضرور مذہبی توہین اور خاص عادت کفار ہے دیکھ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وقال الذین کفروا لاتسمعوا لھذا القراٰن والغوا فیہ لعلکم تغلبون[4]

کافر بولے اس قرآن کو نہ سنو اور اس کے پڑھے جانے میں غل شور کرو شاید یونہی تم غالب آؤ۔

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں: یہ جاہلوں کا زور ہے شور مچا کر سُننے نہ دینا۔[5]

اور فرماتا ہے:

فما لھم عن التذکرۃ معرضین ٥ کانھم

انھیں کیا ہوا وعظ سے منہ پھیرے ہیں گویا وہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۰۴

[2] 〃 〃 ۵۱/ ۵۵

[3] 〃 〃 ۳۹/ ۱۸-۱۷

[4] 〃 〃 ۴۱/ ۲۶

[5] تفسیر موضح القرآن برترجمہ شاہ رفیع الدین تحت آیۃ وقال الذین کفروا لاتسمعوا الخ ممتاز کمپنی لاہور ص ۵۲۶

حمر مستنفرۃ ○ فرت من قسورۃ ○[1] بھڑکے ہوئے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگے ہیں۔

وعظ سے روگردانی تو شیر سے گدھے کا بھڑکنا ٹھہرے اس پر غل مچانا گالیاں بکنا کیا چاند پر کتوں کا بھونکنا نہ ہوگا۔ وعظ تو وعظ کہ وہ بنصِ صریح قرآن مجید فرض مذہبی ہے کتب دینیہ میں تصریح ہے کہ ہر خطبے حتی کہ خطبۂ نکاح وخطبۂ ختم قرآن کا سُننا بھی فرض ہے اور اُن میں غل کرنا حرام حالانکہ خطبۂ نکاح صرف سنّت ہے اور خطبۂ ختم نرا مستحب۔ درمختار میں آیا ہے:

كذا يجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح وخطبة عيد وختم على المعتمد[2]۔ اسی طرح معتمد قول کے مطابق تمام خطبات کا سننا واجب ہے مثلاً خطبۂ جمعہ، عیدین، نکاح اور ختم قرآن وغیرہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله وختم ای ختم القرآن كقولهم الحمد لله رب العلمين حمد الصابرين[3] الخ صاحبِ درمختار کا قول "وختم" سے مراد ختم قرآن ہے جیسے اس موقع پر ان کا کہنا ہے الحمد لله رب العلمين حمد الصابرين یعنی تعریف اس خدا کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ایسی تعریف جو صبر کرنے والوں کی تعریف جیسی ہو۔ (ت)

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں انواع کلام ممنوع میں ہے:

النوع الثانی والخمسون قطع كلام الغير من غير ضرورة خصوصا اذا كان فی مذاكرة العلم الشرعی (وقدمر ان السلام عليه) ای على الجالس لمذاكرة العلم (اثم) لما فيه من قطع الخير وايذاء المسلم المتكلم والسامع (وكذا التكلم یعنی کلام ممنوع کا نوع پنجاہ و دوم بے ضرورت شرعیہ دوسرے کی بات کاٹنا ہے جبکہ وہ علم شرعی کے ذکر میں ہو، اور اوپر گزر چکا کہ اس پر اس وقت سلام کرنا بھی گناہ ہے کہ اس میں اُسی نیک کلام کا قطع کرنا اور قائل اور سامعین مسلمانوں کو ایذا دینا ہے یونہی جو مجلسِ وعظ میں بیٹھا ہو اُسے بھی بات کرنا گناہ ہے اگرچہ آہستہ ہی ہو اسی طرح

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/ ۵۰ و ۵۱

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۳

[3] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۵۱

من هو) جالس (فی مجلس عظة) ای وعظ و تذکیر (ولو مع الاخفاء وکذا مجرد التفاته و تحرکه) و قیامه و اتکائه (من غیر حاجة وکل ھذا سوء ادب وخفة وعجلة وسفه بل یتعین التوجه الیه والانصات والاستماع الی ان ینتھی کلامه بلا التفات ولا تحرك ولا تکلم[1] اھ مختصرًا۔

صرف بے ضرورت اِدھر اُدھر دیکھنا یا کوئی حرکت وجنبش کرنا کھڑا ہو جانا یا تکیہ لگا لینا اور یہ سب گستاخی و بے ادبی اور ہلکا پن خفیف الحرکاتی اور جلد بازی اور حماقت ہے بلکہ لازم یہی ہے کہ اُسی کی طرف توجہ کئے خاموش کان لگائے سُنتے رہیں یہاں تک کہ اس کا کلام ختم ہو اُس وقت تک نہ اِدھر اُدھر دیکھیں کوئی جنبش نہ اصلًا کچھ بات کریں۔

جب وعظ میں مطلق حرکت اور آہستہ بات بے ضرورت بھی گستاخی و بے ادبی و گناہ ٹھہرے تو غل مچانا گالیاں بکنا کس قدر سخت توہین ہوگا یہ توہین اُس عالمِ دین کی توہین نہ ہوگی جو اُس وقت وعظ کرتا ہے بلکہ اصل دین اسلام اور خود ہمارے نبی اکرم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی توہین ٹھہرے گی کہ مسند وعظ اصل مسند حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یاایھا النبی انا ارسلناك شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنه و سراجا منیرا[2]

اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور آفتاب روشنی پہنچاتا۔

نیکیوں پر مژدہ دیتا، برائیوں پر ڈر سناتا، اللہ کی طرف مطابق شریعت بلاتا۔

یہی معنی وعظ ہے اور آیہ کریمہ وذکر فان الذکرٰی تنفع المؤمنین[3] (لوگوں کو نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت کرنا ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ ت) میں بھی اصل مخاطب حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں یہ کام علمائے دین حضور کی وراثت سے کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان العلماء ورثة الانبیاء۔ رواہ | بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں علیہم الصلوٰۃ

[1] الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة النوع الثانی والخمسون قطع کلام الغیر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۳۵۰
الطریقة المحمدیة " " " مطبعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۲/ ۹۳-۱۹۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۵ و ۴۶

[3] " " ۵۱/ ۵۵

ابو داؤد والترمذی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1] والسلام (امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اسے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور نائب جب مسندِ نیابت پر ہو تو اس دربار کی توہین اصل سلطان کی توہین ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ادنٰی درجے کے اجلاس میں غل کرے گالیاں بکے تو وہ اس ادنٰی ہی کی توہین نہ ہوگی بلکہ اصل بادشاہ کی، والعیاذ باللہ رب العٰلمین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند و برتر اور بڑی شان رکھنے والے کی توفیق عطا کے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵ از شہر محلہ مسئولہ جناب محمد فضل حق صاحب بتاریخ ۸ محرم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید خود بھی تخت الم تعزیہ وغیرہ دیکھنا جائز رکھتا ہے اور مستورات کو اس قسم کے ہنگاموں میں جانے سے منع نہیں کرتا بلکہ بچوں کو بھی خواہ بنظر ثواب خواہ بخیال تماشہ اپنے ساتھ لیجا کر دکھاتا ہے علمائے دین متین اور حامیانِ سنّتِ رسول کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کیا فتوٰی دیتے ہیں ایسے لوگوں سے جن کا یہ خیال ہے کہ فقیر بن کر سلسلہ میں شامل ہوجائے اور یہ عقیدہ ہے کہ اس طرح اولاد کا تحفظ اور بیمہ جان کا ہوجاتا ہے، کیا ہونا چاہئے، فقیر مذکور کو بھیک دینے اور پیسہ دینے کا کیا حکم ہے اور عقیدہ اور عمل بالا کو کیسا جاننا چاہئے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

تخت علم تعزیے وغیرہ سب ناجائز ہیں اور ناجائز کام کو بطور تماشہ دیکھنا بھی حرام لان ماحرم فعلہ حرم التفرج علیہ (اس لئے کہ جس کام کا کرنا حرام ہے اس پر خوشی منانا بھی حرام ہے۔ت) اور بچوں کو دکھانے کا بھی گناہ اسی پر ہے کما فی الاشباہ وغیرہ (جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ت) اور عورتوں کو ایسے جلسوں میں جانے کی اجازت دینی حرمت کے سوا سخت بے حمیّتی اور نہایت بے غیرتی بھی ہے وفی الخلاصۃ والدر وغیرھما ان اذن کانا عاصیین[2] (خلاصہ، درمختار اور ان دو کے علاوہ دوسری کتبِ فقہ میں مرقوم ہے، اگر مرد نے (اپنی اہلیہ کو ناجائز کام کی) اجازت دی تو میاں بیوی دونوں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۳

گنہگار رہوں گے۔ت) اور اس کو ثواب سمجھنا گناہ کے علاوہ فساد عقیدہ بھی ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی،
سلسلۂ اولیائے کرام میں کسی ایسے شیخ کے ہاتھ پر داخل ہونا کہ عالم سُنّی متصل السند غیر فاسق ہو ضرور
برکتِ عظیمہ ہے دنیا و آخرت میں اسکے منافع بے شمار ہیں اور اس سے زیادت عمر کی امید رکھنا بھی بیجا نہیں
کہ وہ بڑی نیکی نکوئی ہے اور نکوئی سے رزق بڑھتا ہے عمر میں برکت ہوتی ہے اور یہ کوئی جاہل سے جاہل بھی
نہ سمجھے گا کہ اب موت محال ہوگئی، ہاں بھیک مانگنے کے لئے فقیر بننا حرام ہے اور بے ضرورتِ شرعیہ و
مجبوری محض بھیک مانگنا حرام، اور جو بلا ضرورت مانگے اُسے دینا بھی حرام لکونہ اعانۃ علی المعصیۃ
کما فی الدرالمختار (اس لئے کہ یہ بھیک دینا (اس لئے حرام ہے کہ) یہ گناہ کے کام پر دوسرے
کی مدد کرنا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

ایک عالم نے اپنے متعدد وعظوں میں سُود خوری، شراب فروشی، شراب نوشی، بیع لحم خنزیر، اکل غیر مذبوح
مرغ، زنا کاری، لواطت و اغلام کی حرمت قرآن و حدیث سے بیان کی اور میراث کے مسئلے میں محمدن لا
(شریعتِ محمدی) کو چھوڑ کر ہندو لا (ہندو دھرم) قبول کرنے کو کفر صریح بتلایا جس جماعت میں یہ باتیں
تھیں بجائے اس کے کہ ان باتوں کو ترک کردیتے اور توبہ و استغفار کرتے اور خدا و رسول کے حکم کے
آگے سر جُھکا دیتے خلاف اس کے ضد اور نفسانیت میں آن کر اپنی جماعت کو اکٹھا کرکے اتفاق کرلیا
کہ جماعت کا کوئی فرد اپنے ہاں اس عالم کے وعظ کی مجلس منعقد نہ کرے اور اگر کیا تو جماعت سے خارج
کردیا جائیگا، آیا اس صورت میں شرعاً اس جماعت کا کیا حکم ہے اور دوسرے مسلمانوں کو شرعاً اس جماعت
سے قطع تعلق کرنا چاہئے یا نہیں؟ بدلائل شرعیہ جواب لکھ کر عنداللہ ماجور رہوں۔

الجواب

اس صورت میں جماعت سخت ظالم اور عذاب شدید کی اور اس آیت کریمہ کی مصداق ہے،

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم۔[1] اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ تعالٰی سے ڈریئے تو اسے گناہ، مزید ضد (اور طیش) پر آمادہ کرے اور اُبھارے، پس (بدنصیب) کے لئے دوزخ ہی کافی ہے۔(ت)

اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں تو مسلمانوں کو ان سے قطع تعلق چاہئے ورنہ بحکم احادیث کثیرہ وہ بھی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۶

اُن کے ساتھ شریکِ عذاب ہونگے او شك ان یعمھم اللّٰہ بعقاب منه (قریب ہے کہ اللہ تعالٰی انھیں اس کے عذاب میں شامل اور شریک فرمائے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲ جبلپور متصل کوتوالی بساطی بازار مرسلہ عبدالسبحان سوداگر مورخہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ہندولوگ مساجد کے سامنے سے باجا بجاتے ہُوئے گزرے تو اُن کو روکنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر روکنے میں سرکاری جرم ہو تو ایسی حالت میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟ سرکاری طور سے ہندوؤں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ صرف جماعت کے وقتوں میں مساجد کے سامنے باجا نہ بجے اور دیگر اوقات میں برابر بج سکتا ہے اور دیگر اوقات میں اگر کوئی انکو روکے تو سزا کا مستحق ہوگا، چنانچہ چند آدمیوں کو چھ چھ ماہ کی سزائے قید بھی ہو چکی ہے۔ یہ تو گورنمنٹی حکم ہو گیا اور اب ہندو یہ چاہتے ہیں کہ مصالحت ہو جانا چاہئے اس شرط پر کہ ہم سال بھر میں صرف پانچ یا سات دن کے لئے یعنی جو ہمارے تہوار ہیں اس میں باجا بجائیں گے مگر اوقاتِ نماز چھوڑ کر اور سال بھر تک کسی وقت باجا نہ بجائیں گے، اب ایسی حالت میں ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسی حالت میں فوراً اس مصالحت کو قبول کرنا واجب ہے کہ اس میں اسلام کا نفع کثیر ہے وہ پانچ سات دن کے استثناء سے تمام سال کے لئے احترازِ تام کا وعدہ کرتے ہیں یہ گورنمنٹی فیصلہ سے صدہا درجہ اسلام کے لئے نافع تر ہے۔ فیصلہ میں مسلمانوں کی طرف سے یہ الفاظ ہوں کہ اوقاتِ جماعت میں ہندو کبھی باجا نہ بجائیں گے اور غیر اوقاتِ جماعت میں بھی پانچ سات دن معین کے سوا مساجد کے قریب باجا بجانے سے ہمیشہ احتراز رکھیں گے، یہ الفاظ نہ ہوں کہ اُن معین دنوں میں غیر اوقاتِ جماعت میں بجانے پر ہم راضی ہیں یا اجازت دیتے ہیں اگرچہ حاصل ایک ہی ہے مگر اس عبارت میں معصیت کی اجازت ہے اور معصیت کی اجازت معصیت سے بڑھ کر معصیت ہے اور اس عبارت میں بوجہ استثنا مستثنٰی حکم سکوت میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳ از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن ومولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

اگر مسلمان ہو یا بند صوم وصلوٰۃ کا ہو کسی پیر مولوی کے یہاں نالشی ہو کہ ہمارا معاملہ طے کردو جو اُن کے امکان میں ہے اور وہ طے نہ کریں اور نہ سُنیں جس کی وجہ سے برباد ہو رہا ہو۔

الجواب

یہ بھی محتاجِ تفصیل ہے کیا معاملہ اور پیر مولوی پر کتنا اختیار اور کیوں نہ کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۴ از موضع خورد متوڈا کگانہ زید و سرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ سید صفدر علی صاحب
۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین، ہندہ کے دو لڑکے زید و عمرو ہیں زید نے اپنی ماں کو بحکم شرع شریف بجائے کُرتی پہننے کے جس کی آستین صرف شانے تک ہوتی ہے پورا ہاتھ بغل تک کُھلا رہتا ہے اور لمبائی بالائے یا زیر ناف برائے نام ہوتی ہے کُرتا پوری آستین کا اور نیچا نصف ران تک پہننے کی ترغیب دی اور افہام و تفہیم کے ساتھ کچھ زبانی سختی بھی کی جس پر ہندہ راغب ہو چکی تھی کہ عمرو نے ہندہ کو صراحۃً، کنایۃً شہہ دی کہ تم اس کے کہنے کی کچھ پرواہ نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں ہندہ اپنی رغبت سے منحرف ہو گئی۔ زید کا قول کیسا تھا اور عمرو کی شہہ اور جنبہ داری کیسے ہوئی ہندہ کا عمل کیسا ہے اور آخرت میں اس کی پاداش کیا ہے اور ایسی کُرتی سے جس کی صراحت کی گئی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

عورت اگر صرف محارم کے سامنے ہوتی اور ایسی کُرتی پہنے جس میں ہاتھ سب کُھلے رہتے ہیں مگر پیٹ ڈھکا ہو خواہ اسی کُرتی یا دوسرے کپڑے سے، اور نماز کے وقت بازو کلائیاں وغیرہ ستر پورا چھپا رہتا ہو تو ایسی عورت کو وہ کُرتی پہننا جائز ہے اور اُسے ترغیب تبدیل کی حاجت نہ تھی اور ماں پر سختی کرنا حرام تھا اور دوسرے بھائی کا اُس رغبت سے پھیر دینا اور عورت کا پھر جانا کچھ گناہ نہ ہوا، اور اگر عورت کسی نامحرم کے سامنے بھی ہوتی ہے اور وہی کُرتی پہنتی ہے، اور بدن اور کپڑے سے نہیں چھپاتی یا محارم کے سامنے پیٹ کا کچھ حصہ کُھلا رہتا ہے یا نماز میں بازو یا کلائی کا کوئی حصہ تو بلاشبہہ عورت سخت گنہگار ہے اور جس نے اسے تبدیل کی ترغیب دی تھی بہت اچھا کیا تھا مگر ماں پر سختی جب بھی جائز نہ تھی، اور دوسرے بھائی کا اس ترغیب سے پھیر دینا اور عورت کا پھر جانا سخت گناہ ہوا اُن پر توبہ واجب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

بیماری اور علاج معالجہ

بیمار پرسی، تیمارداری، دوا، علاج، جھاڑپھونک، طبابت، اسقاطِ حمل، مصنوعی دانت وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۵۵ از کانپور محلہ بوچڑخانہ مسجد رنگیان مرسلہ مولوی عبدالرحمن جیشانی طالب علم مدرسہ فیض عام ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۴ھ

ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی (اے علمائے کرام! اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، آپ کا کیا جواب ہے کہ) مریض نے دوا نہ کی اور مرگیا گنہگار ہوگا یا نہ؟

الجواب

وفی الباب عن الصدیق الاکبر وغیرہ من الائمۃ المتوکلین رضی اللہ تعالٰی عنہم فی ردالمحتار یاثم بترک الاکل مع القدرۃ علیہ حتی یموت بخلاف التداوی ولو بغیر محرم فانہ لوترکہ حتی مات

اس بات میں صدیق اکبر اور دیگر ائمہ متوکلین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا طرزِ عمل (دلیل) ہے۔ فتاوٰی شامی میں ہے: کھانا کھانے پر قدرت رکھنے کے باوجود کوئی شخص اگر کھانا نہ کھائے اور بوجہ بھوک ہلاک ہوجائے تو گنہگار ہوگا۔ جیساکہ ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے کیونکہ علاج سے حیات

لایأثم کما نصوا علیہ لانہ مظنون[1] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

یقینی نہیں بلکہ ایک ظنی چیز ہے اھ اللہ تعالٰی پاک وبرتر خوب جانتا ہے اور اس عظمت وشان والے کا علم مکمل اور پائدار ہے۔ (ت)

مسئلہ ۵۶: از اٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظر کلکٹری اٹاوہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی جواب ھذا السوال (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، اس سوال کے بارے میں آپ کا کیا جواب ہے۔ ت) طوائف مرلضیہ اگر مطب میں آئے تو اس کا علاج کرنا معصیت ہے یا نہیں؟ دوسری صورت میں اعانت برمعصیت ہونے میں کوئی شبہہ ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

اگر معالجہ زن فاحشہ سے طبیب خود یہی نیت کرے کہ یہ ارتکاب معاصی کے قابل ہوجائے ناسازی طبیعت کہ مانع گناہ ہے زائل ہوجائے جب تو اس کے عاصی ہونے میں کلام نہیں،

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[2]

کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی (ت)

اور اگر اس کی یہ نیت نہیں بلکہ عام معالجے جس نیت محمودہ یا مباحہ سے کرتا ہے وہی غرض یہاں بھی ہے تو اگر مرض ایذا دہندہ ہے جیسے کہ اکثر امراض یونہی ہوتے ہیں جب تو اصلاً حرج نہیں، نہ اسے اعانتِ معصیت سے علاقہ بلکہ نفع رسانی مسلمہ یا دفع ایذائے انسان کی نیت ہے تو اجر پائے گا،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل کبد حرّاء اجر۔ رواہ الشیخان[3]

(حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) ہر جگر گرم یعنی ہر جاندار کی نفع رسانی میں

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۹

[2] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

[3] صحیح البخاری کتاب المساقات ۱/۳۱۸ وکتاب المظالم ۱/۳۳۳ وکتاب الادب ۲/۸۸۹
صحیح مسلم کتاب السلام باب فضل سقی البہائم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۷
مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۲۲

عن ابی هریرۃ واحمد عن ابن عمرو بن العاص وکابن ماجۃ عن سراقۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

میں ثواب ہے (بخاری ومسلم نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام احمد نے ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور اگر مرض سے کوئی ایذا نہیں صرف موانع زنا سے ہے جس کے سبب اُس کا معالجہ ایک زانیہ عورت کے لئے کوئی نفع رسانی نہ ہوگا بلکہ زنا کا راستہ صاف کرے گا مثلاً عارضہ رتق یا شدت وسعت (بوجہ سیلان رطوبت) کہ فی نفسہٖ موذی نہیں مگر اُس کا اشتہار باعث سردی بازار زنان زناکار ہے ایسے معالجہ کو جب کہ امور مذکورہ پر طبیب مطلع ہو اگرچہ برقیاس قول صاحبین من وجہ اعانت کہہ سکیں مگر مذہب امام رضی اللہ عنہ پر یہ بھی داخل ممانعت نہیں کہ یہ تو پاک نیت سے صرف اس کا علاج کرتا ہے گناہ کرنا نہ کرنا اس کا اپنا فعل ہے جیسے راج کا گرجا یا شوالہ بنانا یا مکان رنڈی زانیہ کو کرایہ پر دینا،

فی الخانیۃ لو آجر نفسہ یعمل فی الکنیسۃ ویعمرھا لاباس بہ لانہ لامعصیۃ فی عین العمل[1]

فتاوٰی قاضیخان میں ہے کہ اگر کوئی مزدور گرجے کی تعمیر اور آبادی کے لئے کام کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نفس عمل میں کوئی گناہ نہیں (ت)

ہدایہ میں ہے:

من آجر بیتا لیتخذ فیہ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر بالسواد فلاباس بہ وھذا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کوئی شخص کرائے پر مکان دے اور وہاں آتشکدہ، گرجا یا کلیسا بنادیا جائے یا وہاں سے عام لوگوں پر شراب فروخت ہونے لگے تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں کرائے پر مکان دینے والے کے لئے کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۷: از کلکتہ بتوسط قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی منتظم تحفہ حنفیہ ۱۴ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین وحامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زماننا شہر کلکتہ میں

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۴

[2] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۷۰

چند دنوں سے یہ امر مروّج ہوا ہے کہ برائے دفع وباالکثر محلوں چند چند لوگ ایک ایک فرقہ ہوکر راتوں کو مع علم ونشان وروشنی وغیرہ نکلتے ہیں اور ہر گلی کوچہ وشارع عام میں آوازیں ملاملا کر بآواز بلند شعر

لی خمسۃ اطفی بہا حرالوباء الحاطمۃ　　المصطفٰی والمرتضٰی وابناھما والفاطمۃ

(میرے لئے پانچ (ہستیاں) ہیں ان کے ذریعے توڑ کر رکھ دینے والی وبا کی گرمی بجھاتا ہوں اور وہ پانچ (ہستیاں) یہ ہیں (۱) حضرت محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۲) حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ (۳ و ۴) ان کے دونوں صاحبزادے (۵) سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ ت)

کو پڑھتے پھرتے ہیں اس فعل کو قطع نظر اہل تشیع کے حضرات علماء اہلسنت وجماعت سے بھی بعض صاحب جائز بتاتے اور اکثر حضرات ناجائز بتاتے ہیں پس شعر مذکور کو دافع وبا اعتقاد کرکے بہیئت مذکورہ پڑھتے پھرنا ازروئے شریعت غرا عند اہل السنۃ والجماعۃ کیسا ہے؟

الجواب

مضمون شعر فی نفسہٖ حسن ہے اور محبوبان خدا سے توسل محمود اور ذکر خمسہ پر شبہہ مردود کہ بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم چار میں حصر غیر مقصود، عدد نافی زیادت نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لی خمسۃ اسماء، رواہ البخاری[1] عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میرے پانچ نام ہیں۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے بخاری سے روایت کیا۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اعطیت خمسالم یعطھا احد من الانبیاء قبلی رواہ الشیخان[2] عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

مجھے پانچ اوصاف عطا ہوئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ بخاری ومسلم نے اس کو جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

مگر علم ونشان مہمل اور ان سے توسل باطل اور ہیأت مذکورہ لہو اشبہ، توسل دعا ہے اور دعا کا طریقہ

---

[1] صحیح البخاری　کتاب التفسیر　سورۃ الصف　قدیمی کتب خانہ کراچی　۲/ ۷۲۷

[2] صحیح البخاری　کتاب التیمم　" " "　۱/ ۴۸

صحیح مسلم　کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ　" " "　۱/ ۱۹۹

اخفاء۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸: از ضلع نواکھالی ڈاکخانہ دلال بازار موضع لکھی پورہ مرسلہ عبدالودود صاحب ۱۵ شوال ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی گاؤں میں مرض ہیضہ جاری ہو تو برائے دفع مرض ہیضہ آج اس میدان، کل دوسرے میدان میں سات بار اذان کہہ کر ہر روز اس طور پر نماز پڑھنا بہ نیت دفع البلا بہت لوگ جمع ہوکر کے اور شیرینی یا کھیر پکاکر کے اللہ کے واسطے میدان میں لے جاکر کھاتے ہیں اور بکری کے کان میں سورۂ یٰسین اور سورہ تبارک الذی پڑھ کر دم کرکے مکان کے چاروں طرف چکر دلاتے ہیں پھر اس بکری کو ذبح کرکے سب کو کھلاتے ہیں، آیا یہ باتیں جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب

اذان ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی کے برابر غضب وعذابِ الٰہی سے نجات دینے والی بلا، غم و پریشانی کی دفع کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[1]

سُن لو اللہ تعالٰی کی یاد ہی سے دلوں کو چین ملتا ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماعمل اٰدمی عملا انجاله من عذاب اللہ من ذکر اللہ قیل ولا الجهاد فی سبیل اللہ، قال ولا الجهاد فی سبیل اللہ الا ان یضرب بسیفه حتی ینقطع۔ رواه الطبرانی[2] فی الاوسط والصغیر بسند صحیح عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنهما ولابن ابی الدنیا والبیهقی

کسی شخص کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اللہ تعالٰی کے ذکر سے زیادہ مفید اور عذابِ الٰہی سے زیادہ نجات دلانے والا ہو۔ عرض کی گئی کہ کیا خدا کی راہ میں جہاد بھی نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد بھی بمقابلہ ذکر کے زیادہ مفید اور نجات کا باعث نہیں مگر یہ کہ اپنی تلوار سے (خدا کے دشمنوں پر) اس قدر وار کرے کہ تلوار ٹوٹ جائے۔ اس کو امام طبرانی نے "الاوسط" میں اور معجم صغیر میں صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۸

[2] المعجم الاوسط حدیث ۲۳۱۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۱۵۶
الترغیب والترہیب بحوالہ المعجم الاوسط والزہد کتاب الذکر والدعاء حدیث ۱۳ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۹۶

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان لکل شیئ صقالۃ وان صقالۃ القلوب ذکر اللہ وما من شیئ انجا من عذاب اللہ من ذکر اللہ قال ولا الجہاد فی سبیل اللہ قال ولو ان یضرب بسیفہ حتی ینقطع[1]

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی: ہر شئے کی صفائی کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ہے اور دلوں کی صفائی اللہ تعالٰی کے ذکر سے ہوتی ہے کوئی چیز خدا کے عذاب سے نجات کے سلسلے میں ذکرِ الٰہی سے بڑھ کر مفید نہیں، حتّٰی کہ فرمایا اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد بھی نہیں اگرچہ وہ اپنی تلوار سے اس کے ٹوٹنے تک وار کرتا رہے اور مسند احمد، ابوبکر ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسند صحیح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی کہ انسان کا کوئی عمل خدا کے عذاب سے حوالہ سے روایت کیا ہے۔

ولاحمد وابی بکر بن ابی شیبۃ و الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما عمل آدمی عملا انجی لہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ قالوا ولا الجہاد فی سبیل اللہ قال ولا الجہاد الا ان تضرب بسیفک حتی ینقطع ثم تضرب بہ حتی ینقطع ثم تضرب بہ حتی ینقطع[2]

چھڑانے اور نجات دلانے کے سلسلے میں اس کے ذکر سے بڑھ کر مفید اور نافع نہیں، لوگوں نے عرض کی کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، فرمایا جہاد بھی ذکر سے بڑھ کر نہیں اِلّا یہ کہ تو اپنی تلوار سے کافروں پر اس حد تک وار کرے کہ تلوار ٹوٹ جائے پھر وار کرے اور وہ ٹوٹ جائے پھر وار کرے اور وہ ٹوٹ جائے۔ (ت)

اور نظر و طلب دفع بلا و ذکرِ خدا کے لئے جنگل کو جانے کی اصل نمازِ استسقا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو تعلمون ما اعلم الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

کاش تم بھی وُہ کچھ جانتے جو کچھ میں جانتا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ابی الدنیا والبیہقی کتاب الذکر والدعاء حدیث ۱۰ مصطفی البابی مصر ۲/۳۹۶
شعب الایمان حدیث ۵۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۹۶

[2] المعجم الکبیر 〃 ۳۵۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۱۶۷

لخرجتم الی الصعدات تجأرون الی الله[1]، رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیھقی فی الشعب بسند صحیح عن ابی الدرداء والحاکم بسند صحیح عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

کہ تم لوگ بلندیوں کی طرف نکل جاتے اللہ تعالٰی کی طرف چیختے چلاتے ہوئے، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

اور سات کے عدد کو دفع ضرر وآفت میں ایک تاثیر خاص ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال شریف میں فرمایا مجھ پر سات مشکوں سربستہ کا پانی ڈالو۔ صحیح بخاری شریف میں ہے عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما دخل بیتی واشتد وجعہ قال اھریقوا علیّ من سبع قرب لم تحلل اوکیتھن لعلی اعھد الی الناس[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب میرے گھر تشریف لائے تو آپ کے مرض میں اضافہ ہوگیا۔ فرمایا مجھ پر ایسے سات مشکیزوں کا پانی بہاؤ کہ جن کے بندھن نہ کھولے گئے ہوں (سربستہ مشکیزے ہوں) شاید میں لوگوں سے کوئی عہد لوں۔ (ت)

مواہب شریف میں ہے:

وقد قیل فی الحکمۃ فی ھذا العدد ان لہ خاصیۃ فی دفع ضرر السم والسحر[3]

کہا گیا کہ اس سات کے عدد میں حکمت اور راز یہ ہے کہ اس کو زہر اور جادو کا نقصان زائل کرنے میں خاص تاثیر ہے (ت)

شرح زرقانی میں فتح الباری سے ہے:

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی عن ابی الدرداء کتاب الزہد دار الکتاب بیروت ۱۰/۲۳۰
المستدرک للحاکم کتاب الرقاق ۴/۳۲۰
شعب الایمان حدیث ۷۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۴۸۷

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۶۳۹

[3] المواہب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۴/۵۲۰

وقد ثبت حدیث من تصبح بسبع تمرات عجوة لم یضره ذلك الیوم سم و لا سحر وللنسائی فی قراءة الفاتحة علی المصاب سبع مرات و سنده صحیح ولمسلم القول لمن به وجع اعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد و احاذر سبع مرات وفی النسائی من قال عند مریض لم یحضر اجله اسأل الله العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك سبع مرات[1]

حدیث پاک سے ثابت ہے کہ جو کوئی صبح سویرے سات عجوہ کھجوریں کھالے تو اسے اس دن زہر اور جادو سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ نسائی شریف میں ہے کہ مصیبت زدہ پر سات مرتبہ فاتحہ پڑھی جائے، اس کی سند صحیح ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ جس کو درد کا عارضہ ہو اس پر یہ کلمات سات مرتبہ پڑھے جائیں: اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ یعنی اللہ تعالٰی کی عزت اور اس کی قدرت سے پناہ لیتا ہوں اس کے شر سے جس کو میں پاتا ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں (چوکنا رہتا ہوں) سنن نسائی شریف میں ہے کہ جو کوئی ایسے مریض کے پاس جس کی موت مقدر نہ ہو ان الفاظ سے سات دفعہ دعا کرے تو وہ صحت یاب ہوجائے گا۔ کلمات یہ ہیں: اسأل الله العظیم رب العرش العظیم ان یشفیك یعنی میں اللہ عظمت والے سے سوال کرتا ہوں جو بڑے عرش کا مالک ہے کہ وہ تجھے شفا عطا فرمائے (ت)

جماعت میں برکت ہے اور دعائے مجمع مسلمین اقرب بقبول۔ علما فرماتے ہیں جہاں چالیس مسلمان صالح جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے:

اذا شهدت امة من الامم وهم اربعون فصاعدا اجازالله تعالٰی شهادتهم رواه الطبرانی فی الکبیر[2] والضیاء المقدسی عن والد ابی الملیح۔

جب کوئی جماعت حاضر ہو اور چالیس افراد یا اس سے زیادہ ہوں تو اللہ تعالٰی ان کی شہادت کو جائز قرار دیتا ہے۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء مقدسی نے ابو الملیح کے والد کے حوالے سے اسکو روایت کیا ہے۔ (ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں فرمایا:

قیل وحکمة الاربعین انه لم یجتمع

کہا گیا ہے کہ چالیس کے عدد میں حکمت یہ ہے کہ

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۲۵۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۵۰۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۱۹۰

ھذا العدد الا وفیھم ولی[1] یہ تعداد کبھی پوری نہیں ہوتی بجز اس کے کہ ان میں کوئی نہ کوئی ولی ضرور ہوتا ہے (ت)

مگر یہ نماز فرض ہونا چاہئے، نفل پڑھیں تو الگ الگ، ورنہ نفل جماعت کثیرہ کے ساتھ مکروہ ہے، چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق اور تین ہوں تو علی المرجوع۔ درمختار میں ہے:

التطوع بجماعۃ یکرہ لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر[2]۔ نوافل باجماعت پڑھنا مکروہ ہے بشرطیکہ بطور تداعی ہو باین طریقہ کہ چار آدمی ایک کی اقتدار کریں، جیسا کہ درر میں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اما اقتداء واحد بواحد او اثنین بواحد فلا یکرہ وثلثۃ بواحد فیہ خلاف بحر[3] عن الکافی۔ لیکن ایک کا ایک کی اقتدار کرنا یا دو کا ایک کی اقتدار کرنا مکروہ نہیں اور تین کے ایک کی اقتدار کرنے میں اختلاف ہے۔ البحرالرائق نے الکافی سے نقل کیا (ت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں زیر قول شارح لو اقتدی ثلثۃ بواحد اختلف فیہ (اگر تین شخص ایک کی اقتدار کریں تو اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔ ت) فرمایا: والاصح عدم الکراھۃ[4] (زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی کراہت نہیں۔ ت)

شیرینی یا کھانا فقراء کو کھلائیں تو صدقہ ہے اور اقارب کو تو صلۂ رحم اور احباب کو تو ضیافت، اور یہ تینوں باتیں موجبِ نزولِ رحمت و دفعِ بلا و مصیبت ہیں۔ ابو یعلٰی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الصدقۃ وصلۃ الرحم یزید اللہ بھما فی العمر ویدفع بھما میتۃ بیشک صدقہ اور صلہ رحم ان دونوں سے اللہ تعالٰی عمر بڑھاتا ہے اور بُری موت کو دفع فرماتا ہے اور

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف الھمزہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/۱۱۰
[2] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹
[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۷۶
[4] مراقی الفلاح مع شرح الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان النوافل نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱۱

السوء ویدفع بھما المکروہ والمحذور[1] مکروہ و اندیشہ کو دُور کرتا ہے۔

ابوالشیخ ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الضیف یاتی برزقہ ویرتحل بذنوب القوم یمحص عنھم ذنوبھم[2] مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور کھلانے والے کے گناہ لے کر جاتا ہے اور ان کے گناہ مٹا دیتا ہے۔

نیز امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی کہ وہ فرماتے ہیں :

لان اجمع نفرا من اخوانی علی صاع اوصاعین من طعام احب الی من ان ادخل سوقکم فاشتری رقبۃ فاعتقھا۔[3] بیشک یہ بات کہ میں اپنے بھائی سے ایک گروہ کو جمع کرکے دو ایک صاع کھانا کھلاؤں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ تمھارے بازار میں جاؤں اور ایک غلام خرید کر آزاد کردوں۔

یہی حال بکری ذبح کرکے کھلانے کا ہے مگر تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ جان کا صدقہ دینا زیادہ نفع رکھتا ہے اور قراءتِ قرآن کا موجب شفا و برکت و دافع بلا و نقمت ہونا خود قرآن مجید سے ثابت خصوصاً لیٰسین شریف کہ قضاءِ حاجات و اجابتِ دعوات کے لئے تریاق مجرب ہے، رہا بکری کے کان میں پھونکنا اور اسے مکان کے گرد پھرانا اگر کسی صالح معتمد کے قول سے ثابت ہو تو از قبیل اعمالِ مشائخ ہوگا ورنہ عبث ہے۔ دفعِ وبا کے لئے اذان کی تحقیق ہمارے رسالہ نسیم الصبا ان فی الاذان یحول الوبا (صبح کی ہوا اس بارے میں کہ اذان وبا کو ٹال دیتی ہے۔ت) اور اسی غرض سے مسلمانوں کو جمع کرکے کھانا کھلانے اور صدقہ وصلہ وضیافت کے فوائد کا بیان ساٹھ حدیثوں سے ہمارے رسالہ مواد القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء (ہمسایوں کی دعوت اور فقراء سے اظہارِ ہمدردی قحط اور وباء کو پھیر دینے والے اعمال ہیں۔ت) اور اعمال مشائخ کے جواز کے ساتھ تفصیل ہمارے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین (انگوٹھے چومنا آنکھوں کی روشنی کا روحانی علاج ہے۔ت) وغیرہا میں ہے۔ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

---

[1] مسند ابی یعلٰی حدیث ۴۰۹۰ مؤسسۃ علوم القرآن ۴/۴۷-۱۴۶
[2] کشف الخفاء بحوالہ ابن ابی شیبہ " ۱۶۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۳
[3] الادب المفرد باب ۲۵۵ " ۵۶۶ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۴۸

مسئلہ ۵۹
۲۰ شوال ۱۳۱۹ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ چوں در محلہ از محلات دہ مرض وبا واقع شود مردمان محلہائے دیگر گوسپندی سیاہ گرفتہ سورہ یٰسین وتبارک خواندہ در ہر دو گوش آں بز دم کردہ باطراف ایں موضعہا برگردانیدہ باجائے اول آوردہ ذبح کنند واستخوان وپوست را دراں زمین دفن کردہ گوشتہارا پزانیدہ پارہ پارہ ازاں بہریک مردم آں دہ تقسیم کنند و ایں نظم ؎

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ
المصطفٰی والمرتضٰی وابناہما والفاطمہ

را بر پرچہ نوشتہ بر ہر چہار گوشہ آں محلہ آویزند وہمچنیں بخوف مرض چیچک انگریزاں قطرۂ ریم برباز وے مردماں زخم کردہ آں نجس را داخل کنند پس ایں ہمہ موافقِ شرع جائز است یانہ؟ بیّنوا بالکتاب وتوجروا عند الحساب۔

علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جب گاؤں کے کسی محلہ میں مرض بصورتِ وبا پھوٹ پڑے تو دوسرے محلوں والے لوگ ایک سیاہ رنگ کا بکرا خرید کر لاتے ہیں اور سورہ یٰسین وسورہ ملک پڑھ کر اسکے دونوں کانوں میں پھونکتے ہیں ازاں بعد اُسے گاؤں کے گرد گھماتے پھراتے ہیں اور پھر پہلے مقام پر لاکر ذبح کر دیتے ہیں، اس کی کھال اور ہڈیاں وہیں دفن کر دیتے ہیں اور گوشت پکاکر گاؤں کے مردوں میں تھوڑا تھوڑا تقسیم کیا جاتا ہے اور یہ شعر چار الگ الگ کاغذوں پر لکھ کر گاؤں کے چاروں کونوں میں ایک ایک کاغذ لٹکا دیتے ہیں ؎

لی خمسۃ اطفی بہا حرّ الوباء الحاطمہ
المصطفٰی والمرتضٰی وابناہما والفاطمہ

(میرے لئے پانچ نفوسِ قدسیہ وسیلہ اور سہارا ہیں میں ان کے توسّل سے کرتوڑ وبا کی حرارت اور گرمی کو بجھاتا اور ٹھنڈا کرتا ہوں وہ پانچ ہستیاں یہ ہیں، حضرت محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ، ان دونوں کے صاحبزادے حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا) اسی طرح مرض چیچک کے ازالہ کے لئے بطور علاج انگریز لوگوں کے بازوؤں کو زخمی کرکے ناپاک پیپ کے قطرات ان کے جسم میں داخل کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب کچھ از روئے شرع جائز اور درست ہے؟ کتاب اللہ کی روشنی میں وضاحت فرماکر مہربانی فرمائیں تاکہ بوقتِ حساب عند اللہ اجر وثواب پائیں۔ (ت)

الجواب

ذبح جانور لوجہ اللہ تعالٰی وتقسیم لحم او بر مسلمین

کسی جانور کو اللہ تعالٰی کی رضا وخوشنودی کے لئے

وقراءت تبارک ویٰسٓ ہمہ امر خوب ومحبوب ست ودر دفع بلا باذن اللہ جل وعلا اثرے تمام دارد ودر گوشِ بز دمیدن وبہ اطراف موضع گردانیدن از قبیل خصوصیات اعمال مشائخ ست بسیارے از امثال اینہا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی در قول الجمیل آوردہ اند فاما دفن پوست در زمین تضیع مال ست واو روا نیست لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ کرہ لکم اضاعۃ المال وکثرۃ السوال وقیل وقال[1]، راہ آنست کہ پوست بمساکین بخشند وتعلیق آں شعر بزوایے محلہ نیز جائز وروا واز باب توسل بمحبوبان خدا است جل وعلا وعمل ٹیکا در دفع چیچک باذن اللہ تعالٰی نفع میدہد وہمچوں تداوی اگرچہ مشتمل برچیزے از الم بود ممنوع نیست مثل داغ نہادن آری متوکلان رانباید الذین لایسترقون ولایکتوون ولایتطیرون وعلٰی ربھم یتوکلون جعلنا اللہ منھم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

ذبح کرکے اس کا گوشت مسلمانوں میں تقسیم کرنا اور اسی طرح سورۃ یٰسٓ اور سورۃ ملک کی تلاوت کرنا بہترین اور مستحسن اعمال ہیں اللہ تعالٰی کے اذن سے بلا ومصیبت کو ٹالنے کا موثر ذریعہ ہیں، جہاں تک بکرے کے کانوں میں آیتیں پڑھ کر پھونکنے گاؤں کے گرد گھمانے والے عمل کا تعلق ہے تو یہ از قبیل خصوصیات اعمال بزرگانِ دین ہے، چنانچہ اس نوع کی بہت سی مثالیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب "القول الجمیل" میں بیان کی ہیں۔ رہا کھال کو دفن کر دینے کا معاملہ، تو یہ مال کو ضائع کر دینے کے مترادف ہے جو جائز نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی وجہ سے کہ بیشک اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے ان تین کاموں کو ناپسند فرمایا ہے (۱) مال ضائع کرنا (۲) زیادہ سوال کرنا (۳) اِدھر اُدھر کی بیہودہ اور لغو باتیں کرنا۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ بکرے کی کھال محتاجوں، ناداروں کو بطورِ اعانت وامداد دے دی جائے اور شعرِ مذکور کا گاؤں کے چاروں اطراف میں لٹکانا روا اور درست ہے اور محبوبانِ خدا کو وسیلہ بنانے کے باب سے ہے (ان سب پر اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو) نیز مرض چیچک کے دفاع اور ازالہ کے لئے انجکشن لگوانا باذن اللہ تعالٰی نفع بخش ہے، اسی طرح ایسی دوا استعمال کرنا یا طریقہ اپنانا جو بظاہر تکلیف دہ بھی ہو شرعًا منع نہیں جیسا کہ جسم پر گُل یعنی داغ لگوانا وغیرہ، ہاں البتہ اصحابِ توکل کے لئے ایسا کرنا مناسب نہیں، چنانچہ حدیث پاک میں کچھ محبوب بندوں کے

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن مغیرہ بن شعبہ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۹۴
صحیح البخاری کتاب الرقاق باب مایکرہ من قیل وقال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵۸

بارے میں آیا ہے کہ وہ ایسے مقربانِ بارگاہ ہیں کہ دم اور جھاڑ پھونک نہیں کرواتے نہ داغ لگواتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں بلکہ اپنے پروردگار پر مکمل بھروسا رکھتے ہیں، اللہ تعالٰی اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان پاک لوگوں میں شامل فرمائے۔ اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۰: مسئولہ حافظ امیر اللہ صاحب ۲۰ شوال ۱۳۲۲ھ

یہ خط ایک شخص صادق تخلص سیتا پوری کا میرے نام آیا ہے اس کی آخری عبارت ملاحظہ فرمائیں، عبارت یہ ہے:

اگر آں جارا ترک کردہ مابقی را ازیں بلا (یعنی طاعون) حفاظت کنند لعقل نزدیک واز محاذرہ ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[1] دور ست۔

اگر اس جگہ کو چھوڑ دے اور باقیماندہ جگہ کی طاعون کی مصیبت سے حفاظت کی جائے تو یہ عقل کے قریب، اور آیۂ مذکورہ کی ممانعت سے بعید ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے، لوگو! اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (ت)

زیراکہ حدیثے کہ درعدم فرار وارد شدہ مصنف "سکن الشجون فی حکم الفرار عن وباء الطاعون" بدلائل وبراہین ثابت کردہ کہ اوّلاً طرق روایان حدیث بسیار مخدوش ست یعنی دو نفر ازانہا مجہول وغیر ثقہ است وثانیاً نفس حدیث مقامی ست زیراکہ درو قتیکہ عسکر اسلامی ازبرائے حفاظت ثغور مقرر بودند طاعون آمد انہا می گریختند حضرت فرمودند کہ نگریزند۔ خلاصہ بخیال من با اینحالت آنجا سکونت جاہلانہ خودرا ببلا انداختن ست فقط۔

اس لئے کہ حدیث طاعون سے نہ بھاگنے کے بارے میں وارد ہوئی ہے مصنف "سکن الشجون فی حکم الفرار عن وباء الطاعون" نے عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اوّلاً تو حدیث مذکور کی سند بلحاظ رواۃِ حدیث بہت مخدوش ہے یعنی دو آدمی اس میں مجہول اور غیر ثقہ ہیں، ثانیاً حدیث مذکور اس مقام سے تعلق رکھتی ہے کہ اس وقت اسلامی فوج اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے مقرر کی گئی پھر وہاں اچانک طاعون پھیل گیا اور لوگ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نہ بھاگیں۔ (خلاصہ کلام) میرے خیال میں اس حالت میں اس جگہ ٹھہرنا جہالت اور اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ فقط (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

الجواب

حدیث فرار عن الطاعون کو مخدوش ومجروح اور اس کے دو راویوں کو مجہول وغیر ثقہ نہ کہے گا مگر جاہل یا گمراہ۔ حدیث صحیح نقی منقی صفی مصفی، صحیحین بخاری ومسلم وموطا مالک ومسند امام احمد وسنن ابی داؤد وسنن نسائی وغیرہا میں بطرق عدیدہ واسانید جیدہ صحیحہ حد شہرت واستفاضہ پر مروی ہوئی اور اسے مقامی بمعنے مذکور بھی نہ کہے گا مگر وہ کہ ارشادات محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پردہ تاویل باطل وعلیل میں رد کرنا چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو یوں ارشاد فرماتے ہیں:

اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوا علیہ واذا وقع وانتم بارض فلا تخرجوا منہا فرارا منہ، رواہ الشیخان[1] وابوداؤد والنسائی ومالک واحمد عن عبد الرحمٰن بن عوف والبخاری ومسلم عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

جب تم کسی زمین میں طاعون ہونا سنو تو اس پر داخل نہ ہو اور جب وہاں طاعون آئے جہاں تم ہو تو طاعون سے بھاگنے کے لئے وہاں سے نہ نکلو (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، امام مالک اور امام احمد نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے اور بخاری ومسلم نے اسے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سند کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ ت)

اور اس کے معنی یہ قرار دئے جائیں کہ کسی جہاد کے وقت طاعون ہوا تھا تو اس جہاد سے بھاگنے کی مخالفت میں فرمائی گئی انا للہ وانا الیہ راجعون (یقیناً ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ت) یہ تاویل نہیں صریح تحریف وتبدیل ہے اور نہ صرف تبدیل بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کہ حضور نے اس غرض سے فرمایا، حالانکہ کسی روایت ضعیفہ میں بھی یہ سبب وغرض ارشاد مذکور نہیں محض اختراع وافترا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب ۱/۴۹۴ و کتاب الطب ۲/۸۵۲ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۲۸
سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الخروج من الطاعون آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۸۶
موطا الامام مالک باب ماجاء فی الطاعون میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۰۰
مسند امام احمد عن عبدالرحمٰن بن عوف المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۸۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴

وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کذب علیّ متعمدا فلیتبوّأ مقعدہ من النار۔[1]

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے عمدًا مجھ پر جھوٹ کہا اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں سمجھ لینا چاہیے۔ (ت)

سکن الشجون کیا چیز ہے اس کا مصنف کون ہے، کشف الظنون تک تو اُس کا پتا نہیں کوئی حال کا جاہل مجہول ہو تو ہوا کرے، القاء بالایدی الی التہلکۃ (ہاتھوں کو ہلاکت میں ڈالنا۔ ت) کیا ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے احکام کو نہ ماننا' ورنہ یہ آیت تحریم جہاد کے لئے عمدہ دستاویز ہوجائے گی' جو تہلکہ چمکتی تلواروں اور برستے تیروں اور توپ کے متواتر گولوں کے سامنے ہے طاعون میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں تو جہاد اکبر سے زائد حرام ہوگا اور جہاد سے بھاگنا فرض حالانکہ قرآن نے اس کا عکس فرمایا ہے قرآن عظیم ترک جہاد و فرار عن الجہاد ہی کو تہلکہ فرماتا ہے جسے یہ عبدۃ الہوی ہلاک سمجھیں وہ نجات ہے اور جسے نجات سمجھ رہے ہیں وہ ہلاک ہے۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں" کریمہ لاتلقوا ہم انصار میں اتری کہ جب دین متین کو اللہ عزوجل نے عزت بخشی اور اسلام پھیل گیا ہم نے کہا اب جہاد کی کیا ضرورت ہے اب خانگی امور جو اتنے روزوں سے خراب پڑے ہیں بنالیں اس پر ارشاد ہوا:

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔[2]"

اپنی جان اور مال جہاد میں خرچ کرو اور ترک جہاد کرکے اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (ت)

معالم شریف میں ہے:

فالتہلکۃ الاقامۃ فی الاھل والمال و ترك الجہاد[3]

"التہلکہ" اہل و مال سے وابستہ رہنا اور جہاد کے لئے نہ نکلنا ہے۔ (ت)

امام اجل احمد بن حنبل مسند میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے جہاد میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱

[2] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیہ ۲/ ۱۹۵ مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۱ و ۱۷۲

[3] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ ولاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۲

ومن صبر فیہ کان لہ اجر شہید[1] کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا اور جو اس میں صبر کئے بیٹھا رہے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

اور جہاد سے بھاگنے والے کو اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فقد باء بغضب من اللہ ومأوٰہ جہنم وبئس المصیر[2] وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا بُری بازگشت ہے۔

تو ثابت ہُوا کہ طاعون سے بھاگنے والا اللہ کے غضب میں جاتا ہے اور جہنم اُس کا ٹھکانا ہے اسی کو فرمایا کہ:

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[3] اپنے ہاتھوں ہلاکت وغضب خدا اور استحقاق جہنم میں نہ پڑو۔

اب بتائیے کہ طاعون سے بھاگنا "تہلکہ" ہے یا اپنے رب عزوجل پر توکل کرکے صابر و مقیم رہنا۔ اللہ تعالٰی توفیق دے کہ احکام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے ہوائے نفس سے رد نہ کیا جائے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہ سے بچنے اور نیکی کی قوت و طاقت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ اور عظیم الشان کی توفیق کے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید رہنے والا بدایوں کا ہے اور بریلی میں انگریزی ملازم ہے، بدایوں سے اپنے عیال و اطفال کو لانے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ اس عرصہ میں بدایوں میں طاعون شروع ہوگیا، اس وجہ سے نہ لاسکا، اگر شریعت اجازت دے تو زید اپنے متعلقین کو لاکر دُنیوی تفکرات اور دوہرے خرچ سے نجات پائے۔

الجواب

اللہ عزوجل دل کے خطروں کو جانتا ہے اگر واقعی بخوفِ طاعون وہاں سے اُن کا منتقل کرنا

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مرویات عبداللہ بن جابر انصاری رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳۶۰/۲
کنز العمال حدیث ۲۸۴۴۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۷۹/۱۰

[2] القرآن الکریم ۱۶/۸

[3] " ۱۹۵/۲

مقصود نہیں بلکہ محض اپنے آرام و یکجائی کے لئے تو بلاشبہہ اجازت ہے بشرطیکہ زوجہ اور بالغ بچوں 13
کو خوب سمجھادے کہ یہ انتقال طاعون سے بچنے کے لئے نہیں نہ تم کہیں بھاگ کر موت سے بچ سکتے ہو میرا ارادہ قطعی پہلے سے تمھیں بلانے کا تھا بلکہ طاعون کی وجہ سے اتنی دیر کی شاید تمھارا لے جانا ناجائز ہو اب کے معلوم ہوا کہ خالص نیت سے لیجانے میں شرعاً حرج نہیں تمھیں اُسی طرح لے جاتا ہوں جیسا کہ طاعون نہ ہونے کی حالت میں لیجاتا، تم پر بھی فرض ہے کہ اپنی نیت صحیح کرو طاعون کا خیال دل میں ہرگز نہ لاؤ جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ بوجہ خوف طاعون اس منتقل ہونے کو غنیمت جانتے گا میں اُسے نہیں چھوڑ دوں گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل جس کا ہر جگہ حکم نافذ ہے اپنا جو حکم چاہے نافذ فرمائے، جب یہ تعلیم و تلقین کرے اور ظاہر ہو کہ یہ سچا عقیدہ اُن کے دلوں میں جم گیا اور شیطانی خیال نہ رہا اس وقت بے تکلف وہاں سے آئے اُس تعلیم میں سمجھ والے بچوں کو بھی شریک کرے اگرچہ بالغ نہ ہوں کہ تعلیم حق کے وہ بھی محتاج ہیں، حق سبحٰنہ ہر جگہ مسلمانوں کو عافیت بخشے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم وعلیہم اجمعین ۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۶۲ از امروہہ ضلع مرادآباد مرسلہ حکیم ظہور احمد صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ڈاکٹری دوا سیال جس میں شراب کا جز ہو حکیم مریض کو استعمال کرائے جائز ہے یا ناجائز؟ حکیم پر گناہ ہے یا نہیں؟ یا ایسی ڈاکٹری دوا کہ جس میں شراب کا جز تو نہیں مگر وُہ ایسی تیار کی گئی ہے کہ جیسے عطر بغیر روغن صندل کے تیار نہیں ہوتا۔ برانڈی کا استعمال مریض کو جائز یا ناجائز؟ خشک دوا حشیشی یا مخدر کا استعمال مریض کو جائز ہے یا نہیں؟ علمائے دیوبند ادویہ ڈاکٹری کا استعمال ممنوع فرماتے ہیں۔ اگر جوابی کارڈ کافی نہ ہو براہِ عنایت بیرنگ لفافہ پر جواب عنایت فرمائیے اللہ تعالٰے آپ کو اس کا اجر خیر عطا فرمائیگا بینوا توجروا۔

الجواب

شراب کسی قسم کی ہو مطلقاً حرام بھی ہے اور پیشاب کی طرح نجس بھی۔ برانڈی ہو خواہ اسپرٹ خواہ کوئی بلا، جس دوا میں اُس کا جز ہو خواہ کسی طرح اُس کی آمیزش ہو اُس کا کھانا پینا بھی حرام، اُس کا لگانا بھی حرام، اُس کا بیچنا خریدنا بھی حرام۔ طبیب کہ اُس کا استعمال بتائے مبتلائے گناہ و آثام۔ یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب صحیح و معتمد ہے۔ ہاں افیون بھنگ وغیرہ خشک چیزیں کہ نشہ لاتی یا تخدیر و تفتیر کرتی ہیں اُن کا نشہ حرام ہے اور وہ خود ناپاک نہیں تو اُن کا لگانا مطلقاً

13

جائز، اور اگر کسی دوا میں اُن کا اتنا جُز ہو کہ نشہ یا تخدیر نہ لائے تو اس کے کھانے میں بھی حرج نہیں ڈاکٹری ٹنچر وغیرہ رقیق دوائیں عموماً اسپرٹ کی آمیزش سے خالی نہیں ہوتیں وہ سب حرام و نجس ہیں ہاں کونین وغیرہ کی طرح خشک دوا مضائقہ نہیں رکھتی جبکہ اُس میں کسی حرام کا خلط نہ ہو، ان مسائل کی تحقیق درمختار و ردالمحتار و فتاوٰی فقیر میں بروجہ کافی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳: از بنارس مرسلہ مولوی ممنون حسن خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر ۱۶ شعبان معظم ۱۳۳۰ھ

ہادی راہِ شریعت جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم بعد سلام علیک و آداب عرض ہے کہ عرصہ سے خیریت جناب مقدس کی دریافت نہیں، اس وقت ضرورت التماس یہ ہے کہ ایک مسئلہ دریافت طلب ہے جس کو کئی شق میں کرکے گزارش کرتا ہوں امید کہ جواب سے جلد سرفراز فرمایا جائے۔ مصنوعی دانت کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ یہ مصنوعی دانت اس طرح بنتے ہیں کہ دانت دیگر ممالک غیر اسلام سے بن کر آتے ہیں مگر اُن کی ترکیب کہ کن کن اجزا سے بنتے ہیں مجھ کو معلوم نہیں ہے مگر تاہم اب تک میرے علم میں کوئی ایسی چیز ان کی ترکیب میں نہیں آئی ہے جس کے داخل ترکیب ہونے کی وجہ سے ان کو میں حرام یا ناجائز خیال کروں۔ ان دانتوں کو ہندوستانی کاریگر ہر شخص کے مُنہ اور تالُو کی صورت کے مشابہ تالو بنا کر اس میں لگا دیتے ہیں جو منہ میں لگا لیا جاتا ہے اور یہ حقیقت مصنوعی دانتوں کی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مندرجہ بالا تالُو اگر سونے کا یعنی زر کا ہو یا کسی اور معدنیات کا مثل ایلومینیم کے تو مردوں کے لگانے کے واسطے کہاں تک جائز ہے، ایلومینیم وہ معدنیات میں سے ہے جس کے زمانہ حال میں ہلکی ہلکی دیگچیاں اور ظروف وغیرہ بنتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے واسطے اور زر اور ایلومینیم کے واسطے اگر شریعت کا حکم جدا جدا ہے تو مفصل جواب سے مطلع فرمائیے چونکہ ضرورت اشد ہے اس لئے جواب سے جلد مطلع فرمایا جائے۔

الجواب

بوالا ملاحظہ جناب گرامی القاب فضائل نصاب جناب مولوی محمد ممنون حسن خاں صاحب بہادر بالقابہ دام مجدہ السامی، بعد اہدائے ہدیہ سنّت سنیہ ملتمس، بنے ہوئے دانت لگانے میں حرج نہیں۔ طاہر قدوس عزّجلالہ نے ہر چیز اصل میں پاک بنائی ہے جب تک کسی شے میں کسی نجاست کا خلط ثابت نہ ہو پاک ہی مانی جائے گی۔

ردالمحتار میں ہے:

لایحکم بنجاستھا قبل العلم کسی چیز کی نجاست کا حکم نہیں دیا جاسکتا

بحقیقتها۔[1]

جب تک کہ اس کی حقیقت معلوم نہ ہو۔ (ت)

سونے کا تار عورتوں کو مطلقاً جائز ہے اور مردوں کو بضرورت یعنی جبکہ سونے میں کوئی خصوصیت محتاج الیہا ایسی ہو کہ چاندی وغیرہ سے حاصل نہ ہوسکتی ہو ورنہ دوسری دھات اختیار کریں چاندی کی حاجت ہو تو وہ ورنہ المونیم یا جو مناسب ہو۔ درمختار میں ہے:

لایشد سنہ المتحرك بذھب بل بفضۃ ویتخذ انفامنہ لان الفضۃ تنتنہ۔[2]

ہلنے والے دانت کو سونے کے تاروں سے مضبوط نہ کیا جائے بلکہ چاندی استعمال کی جائے، ہاں البتہ سونے کی مصنوعی ناک بنا کر لگائی جاسکتی ہے کیونکہ چاندی میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

الاصل فیہ التحریم والاباحۃ للضرورۃ وقد اندفعت بالفضۃ وھی الادنی فبقی الذھب علی التحریم والضرورۃ لم تندفع فی الانف دونہ حیث انتن[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے اور اس کا مباح ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ چاندی سے یہ ضرورت پوری ہوجاتی ہے، اور اس کا استعمال بنسبت سونے کے قریب ہے، لہذا سونا اپنی حرمت پر باقی رہے گا، اور یہ ضرورت ناک لگانے میں بغیر سونے کے پوری نہیں ہوسکتی (لہذا سونے کی مصنوعی ناک لگانا جائز ہے) کیونکہ سونے کے علاوہ باقی دھاتوں میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۴: از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴ رجب ۱۳۳۱ھ

شفاخانہ کی دوا استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

انگریزی دوا جس میں شراب پڑتی ہے جیسے ٹنکچر، وہ مطلقاً ناجائز ہے، اور جس دوا میں کوئی ناپاک یا حرام چیز معلوم نہ ہو اس سے بچنا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارت باب الانجاس دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۰

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۰

[3] الہدایۃ " " " " " " مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۵

مسئلہ ۶۵

اہلِ ہنود سے بیماری کی دوا کرانا کیسا ہے؟

الجواب

طبیب اگر کوئی ناجائز چیز دوا میں بتائے جب تو جائز نہیں اگرچہ طبیب مسلمان ہو اور جائز چیز میں حرج نہیں اگرچہ کافر ہو مگر ہندوؤں کی طب عقلی اصول کے خلاف اور اکثر مضر ہوتی ہے لہذا بچنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶

از قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی متصل بڑی مسجد مرسلہ نجو خاں فوجدار یعنی بانی والہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عملیات یعنی تعویذ وغیرہ کتابوں سے کرنا حق ہے یا باطل؟ کس طور سے جواز اور کس طریق سے ناجائز؟ رقم فرمائیں۔

الجواب

عملیات و تعویذ اسمائے الٰہی و کلامِ الٰہی سے ضرور جائز ہیں جبکہ اُن میں کوئی طریقہ خلافِ شرع نہ ہو مثلاً کوئی لفظ غیر معلوم المعنی جیسے حقیقی رمضان کعسلہون اور دعائے طاعون میں طاسوسا غاسوسا ماسوسا ایسے الفاظ کی اجازت نہیں جب تک حدیث یا آثار یا اقوالِ مشائخ معتمدین سے ثابت نہ ہو، یُونہی دفع صرع وغیرہ کے تعویذ کہ مرغ کے خُون سے لکھتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے اس کے عوض مشک سے لکھیں کہ وُہ بھی اصل میں خون ہے، یُونہی حب و تسخیر کے لئے بعض تعویذات دروازہ کی چوکھٹ میں دفن کرتے ہیں کہ آتے جاتے اس پر پاؤں پڑیں یہ بھی ممنوع و خلافِ ادب ہے، اسی طرح وہ مقصود جس کے لئے وہ تعویذ یا عمل کیا جائے اگر خلافِ شرع ہو ناجائز ہو جائے گا جیسے عورتیں تسخیرِ شوہر کے لئے تعویذ کراتی ہیں، یہ حکمِ شرع کا عکس ہے۔ اللہ عزوجل نے شوہر کو حاکم بنایا ہے اُسے محکوم بنانا عورت پر حرام ہے۔ یُونہی تفریق و عداوت کے عمل و تعویذ کہ محارم میں کئے جائیں مثلاً بھائی کو بھائی سے جُدا کرنا یہ قطع رحم ہے اور قطع رحم حرام۔ یُونہی زن و شو میں نفاق ڈلوانا۔ حدیث میں فرمایا:

لیس منا من خبب امرأۃ علٰی زوجھا۔[1] جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب فی من خبب امرأۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶

بلکہ مطلقاً دو مسلمانوں میں تفریق بلاضرورت شرعی ناجائز ہے۔ حدیث میں فرمایا:

لاتباغضوا ولا تدابروا الیٰ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکونوا عباد اللہ اخوانا۔[1] (لوگو!) ایک دوسرے سے عداوت نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد گرامی تک "اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہوجاؤ"۔ (ت)

غرض نفس عمل یا تعویذ میں کوئی امر خلاف شرع ہو یا مقصود میں تو ناجائز ہے ورنہ جائز بلکہ نفع رسانی مسلم کی غرض سے محمود و موجب اجر۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ رواہ مسلم[2] عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ تم میں جس سے ہوسکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو کوئی نفع پہنچائے تو پہنچائے۔ (امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۷: مسئولہ مسلمانان جام جودھپور کاٹھیاواڑ معرفت شیخ عبدالستار صاحب پوربندر کاٹھیاواڑ متصل قندیل ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

ہندو کو شفاء بیماری کے واسطے تعویذ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

کافر کو اگر تعویذ دیا جائے تو مضمر جس میں ہندسے ہوتے ہیں نہ کہ مظہر جس میں کلام الٰہی و اسمائے الٰہی کے حروف ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸ و ۶۹: مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از گونڈل کاٹھیاواڑ یکم صفر ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں، شراب افیون یا ہر وہ چیز جو شرعاً حرام یا ناپاک ہو اس کا کسی مرض میں خارجاً ضماداً استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۲) اسی طرح بچوں کو نیند لانے یا رونے سے روکنے کی غرض سے دوا میں قدرے افیون کا کھلانا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینہٰی عن التحاسد والتدابر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

[2] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ " " " ۲/ ۲۲۴

جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) شراب حرام بھی ہے اور نجس بھی، اس کا خارج بدن پر بھی لگانا جائز نہیں۔ اور افیون حرام ہے نجس نہیں، خارج بدن پر اس کا استعمال جائز ہے۔

(۲) بچّے کو سُلانے یا رونے سے باز رکھنے کے لئے افیون دینا حرام ہے اور اُس کا گناہ اس دینے والے پر ہے بچّے پر نہیں، ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ[1] (جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ سیّد ولی اللہ از موضع لوڑسرا ڈاکخانہ بھدورا ضلع غازیپور ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین دریں باب کہ جن مواضعات میں کہ عارضہ طاعون کی شکایت ہو قبل اس کے کہ لوگ مرنے لگیں یعنی معًا ابتداءً علامات وبا مثل مرنا حشرات الارض وغیرہ کا وگندگی و تعفن کا ہونا کہ مقدمہ اس عارضہ مکروہہ کا ہے خدا کی پناہ یا بوقت ابتدا تعداد اموات صاحبان دیہہ اپنے اپنے مکانوں سے باہر ہوجائیں یا نہ ہوجائیں، شرع شریف اس امر میں کیا اجازت دیتی ہے اگر اجازت ہے تو کس وقت اور کس شرط کے ساتھ باہر ہونا چاہئے اور اگر شریعت اجازت نہیں دیتی تو باہر کے نکلنے والے لوگ کس گناہ کے مرتکب ہوں گے مع ثبوت حدیث و نص قرآنی کے مطلع کیا جائے۔

(۲) حکمائے اہلِ فرنگ جو عام طور سے اعلام دربارہ چھوڑنے مکانوں کے کرتے ہیں اور خود باہر نکل جاتے ہیں اور نیز اہلِ اسلام کا بہت سا حصہ اُن کے تبعیت کرتے ہیں اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جس طرح دوا کرنا بحالتِ مرض سنّت ہے اسی طرح بحالتِ خرابی آب وہوا جگہ کا نقل کرنا بھی ایک گونہ علاج ہے تبدیل آب وہوا بھی داخل سنّت ہے تو ان لوگوں کی رائے کی تابعداری کرنا ہم سب کو مناسب ہے یا نہیں اور بعضے اشخاص کا یہ خیال ہے کہ اس میں بلاموت بھی لوگ مرجاتے ہیں چونکہ کثرت سے لوگ مرتے ہیں اور بیمار پڑتے ہیں تو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کیا ایکبارگی اتنے لوگوں کی موت ایک ہی بار تھی خیر ہر ایک سوال کی طرف سے معقول تسلّی بخش جواب سے اطلاع دیں۔ (۳) کتنے میّت تک کا جنازہ اکٹھا ہوسکتا ہے اور نابالغ لڑکی اور لڑکے کا جنازہ بالغ کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو دعا پہلے بالغ کی پڑھی جائے یا نابالغ کی؟ یا محض بالغ کی دعا نابالغ کے لئے کافی ہوسکتی ہے؟ جواب شافی سے ممنون و مشکور کیا جاؤں، مع حوالہ حدیث۔ (۴) لڑکا اور لڑکی نابالغ ہے اور اس کی شادی ہوگئی ہے بعد شادی کے لڑکی بیوہ ہوگئی تو عقد ثانی کے بارہ میں عدت لیا جائے گا کہ نہیں؟ اگر عدت لیا جائے تو کب تک؟

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۹

(۵) اپنی بیوی میت کا جنازہ شوہر لیجا سکتا ہے کہ نہیں؟ جواب شافی سے ممنون فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

(۱) طاعون سے بھاگنا حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف[1] | طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہی ہے جیسے کہ جہاد میں کافروں کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

جسے اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

فقد باء بغضب من اللہ وماوٰہ جھنم وبئس المصیر[2] | وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت ہی بری جگہ پھرنے کی۔

(۲) کیا ایسی چیز دوا کے حکم میں آسکتی ہے نہ کہ معاذاللہ سنّت ہونا جس پر اللہ کا غضب ہو اور جہنم ٹھکانا۔ جو لوگ اس سے بھاگ کر کہیں بھی جاتے ہیں سب گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اس کی تفصیل ہمارے رسالہ تیسیر الماعون میں ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ لوگ اس میں بے موت مرجاتے ہیں وہ گمراہ ہیں، اس میں قرآنِ عظیم کا انکار ہے، ان پر توبہ فرض ہے اور تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح چاہیے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتٰبا مؤجلا[3] | کون جان بے حکمِ خدا نہیں مر سکتی لکھا ہوا حکم ہے وقت باندھا ہوا۔

پیڑ سے ایک آدھ پھل ٹپکتا رہتا ہے اسی کا ٹپکنا لکھا تھا اور ایک آندھی آتی ہے کہ ہزاروں پھل ایک ساتھ جھڑ پڑتے ہیں ان کا ساتھ ہونا ہی لکھا تھا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وکل صغیر وکبیر مستطر[4] | ہر چھوٹی بڑی بات سب لکھی ہوئی ہے۔

(۳) سو دو سو جتنے جنازے جمع ہوں سب پر ایک ساتھ ایک نماز ہوسکتی ہے۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۸۲، ۱۴۵، ۱۵۵

[2] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

[3] " " ۳/ ۱۴۵

[4] " " ۵۴/ ۵۳

(۴) بالغوں کے ساتھ نابالغوں کی نماز بھی ہوسکتی ہے۔

دونوں دُعائیں پڑھی جائیں، پہلے بالغوں کی پھر نابالغوں کی۔ اور بہرحال اگر وقت نہ ہو تو ہر جنازے پر جدا نماز بہتر ہے۔ درمختار میں ہے:

اذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلٰوۃ علی کل واحدۃ اولٰی وان جمع جاز وراعی الترتیب المعهود خلفه الرجل ممایلیه فالصبی فالبالغة فالمراهقة۔[1]

جب متعدد جنازے (میت) جمع ہو جائیں یعنی وہ لائے جائیں تو ہر ایک پر الگ الگ نماز پڑھنی بہتر ہے۔ اور اگر سب پر اکٹھی نماز پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن صفوف کی ترتیب میں مقرر متعارف کی رعایت کرے (اور وہ یہ ہے کہ) امام کے متصل اس کے پیچھے بالغ مرد ہوں پھر نابالغ بچے پھر بالغہ عورتیں اور ازیں بعد قریب البلوغ لڑکیاں ہوں۔ (ت)

بیوہ پر موتِ شوہر کی عدت ضروری ہے اگرچہ وہ خود ایک دن کی بچی اور اس کا شوہر بھی کہ مرگیا ایک دن کا بچہ ہو۔ درمختار میں ہے:

العدۃ للموت اربعة اشهر وعشر مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ وفی حق الحامل مطلقا وضع حملها ولو کان زوجها المیت صغیرا۔[2]

عدتِ وفات چار مہینے اور دس دن علی الاطلاق بغیر کسی قید کے، خواہ ہمبستری ہُوئی ہو یا نہ، اگرچہ چھوٹی بچی ہو۔ حاملہ کی عدت علی الاطلاق وضع حمل ہے اگرچہ مرنیوالا اس کا زوج چھوٹا ہو (ت)

چار مہینے دس دن عدت کرے گی۔

(۵) مرد اپنی زوجہ کا جنازہ اُٹھا سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۰: از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل سُنی حنفی قادری ۲۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت خصوصًا امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجتِ قاہرہ محی الاسلام والمسلمین مولانا مفتی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب مدظلہ اس مسئلہ میں، ایک شخص مسلمان یا غیر مسلمان ایک حکیم یا غیر حکیم کے پاس اس لئے آیا کہ اُس کے کسی رشتہ دار عورت کے کسی طور سے حمل رہ گیا حمل کے ظاہر ہونے سے اُس عورت نیز خویش واقارب کی سخت بے عزتی

---

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲

[2] درمختار کتاب الطلاق باب العدۃ " " " ۱/۲۵۶

ہونے والی ہے اس لئے خواستگار ہے ایسی دوا کا جس سے حمل ساقط ہوجائے نیز شخص مذکور اس دوا کے عوض میں کچھ رقم بھی پیش کرنا چاہتا ہے، اب عرض یہ ہے کہ اس قسم کا دوا دینا اور اس کا معاوضہ لینا اہل سنت وجماعت کے لئے جائز ہے یا نہیں خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ کسی سنّی مسلمان کی بے عزتی ہونے والی ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر ابھی بچّہ نہیں بنا جائز ہے ورنہ ناجائز کہ بے گناہ کا قتل ہے اور چار مہینے میں بچہ بن جاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷ از موضع چوپرا ڈاکخانہ بائسی ضلع پورنیہ مرسلہ کلیم الدین صاحب ۴ اربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کھانے پر فاتحہ شریف یا کوئی آیت قرآن کی پڑھ کر دم کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کس طرح سے پڑھنا چاہئے؟

الجواب

بہ نیت شفاء سورہ فاتحہ یا اور کوئی آیت پڑھ کر دم کی جائے تو حرج نہیں مگر اُس کھانے کی احتیاط اور دوچند ہوجائے گی کہ اس کا کوئی دانہ یا قطرہ گرنے نہ پائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸ از موضع گھورنی ڈاکخانہ کرشنگڈھ ضلع ندیا مرسلہ نذیر احمد صاحب ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

نوشیدن دوائے انگریزی کہ دراں اسپرٹ می ماند وحقیقت ایں اسپرٹ نمی دانم رواست یانہ ودریں دیار ماہمہ بایں مبتلا اند الاماشاء اللہ کہ رواج طب یونانی ازبس قلیل وقیمتش نیز گران ست کہ ہر کس برآں قادر نمی شود۔

انگریزی دوائی پینا کہ اس میں اسپرٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے، اور میں اسپرٹ کی حقیقت سے واقف نہیں۔ کیا اس کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ لیکن ہمارے ان شہروں میں سب اس مرض میں مبتلا ہیں الاماشاء اللہ، اس لئے کہ طب یونانی کا رواج بہت کم ہے اور وہ زیادہ قیمتی بھی ہے کہ ہر ایک اُس علاج کی طاقت نہیں رکھتا۔ (ت)

الجواب

اسپرٹ قسمے از شراب ست بغایت تند کہ بہ تیزی خود تنہا قابل نوشیدن نماندہ است شرابہا کہ از انگلستان آرند ہمہ را با میزش

"اسپرٹ" شراب کی ایک قسم ہے جو انتہائی تیز ہونے کی وجہ سے تنہا پینے کے قابل نہیں۔ پس جو شرابیں برطانیہ سے منگوائی جاتی ہیں اُن

قطرات او تیز می کنند کہ در فلاں شراب در نودہ قطرہ یک قطرہ اسپرٹ است و در فلاں در صد قطرہ یک قطرہ، ہمہ شرابہا بآشامیدن نشہ آرد و این بمجرد شمیدن کہ بوئے او مسکرست لاجرم ہمچو جملہ خمور ہم حرام ست و ہم نجس ہر دوائیکہ درو آمیزش او باشد بربدن طلائے او کردن یک حرام ست و نوشیدن دو حرام بلکہ او سہ حرام فراہم کردن حرام خریدنش حرام برداشتنش حرام و بدن باو آلودنش حرام و اینجا حرام چہارم خوردن، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در شراب دہ کس را لعنت فرمودہ است از انان فروشندہ و خریدہ و بردہ اند و آنکہ بہ سوئے او برداشتہ شود بالجملہ ہر کہ ہیچ گونہ باو تلبس دارد بحرام و خبیث تلوث دہ و ہر کہ مسلمان را ازین بلا باز دارد برائے او اجر صد شہید ست قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تمسك بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید[۱]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سب میں اُس کے قطروں کی ملاوٹ انھیں تیز کرنے کے لئے کی جاتی ہے کہ فلاں شراب کے نو دس قطروں میں ایک قطرہ اسپرٹ ہے، اور فلاں شراب کے سو قطروں میں ایک قطرہ اسپرٹ کی ملاوٹ ہے۔ اور سب شرابیں پینے سے نشہ لاتی ہیں، اور یہ صرف سونگھنے سے نشہ لاتی ہے اس لئے کہ اس کی "بُو" نشہ آور ہے۔ بلاشبہہ تمام شرابوں کی طرح یہ حرام ہونے کے علاوہ ناپاک بھی ہے لہذا جس دوائی میں اس کی ملاوٹ ہو اس کا جسم پر ملنا پہلا حرام ہے اور پینا دوسرا حرام بلکہ تیسرا حرام ہے۔ اس کا حاصل کرنا حرام ہے، اس کا خریدنا، اٹھانا اور جسم کو اس سے آلودہ کرنا یہ سب کام حرام ہیں۔ اور یہاں چوتھا حرام اسے پینا ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شراب کے دس افراد پر لعنت فرمائی اُن میں سے یہ لوگ ہیں (۱) فروخت کرنے والا (۲) خریدنے والا (۳) اٹھانے والا (۴) وہ جس تک اٹھا کر لیجائے۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی کسی طرح بھی اس سے وابستہ ہو وہ ایک حرام اور ناپاک چیز سے آلودگی رکھتا ہے۔ اور جو کوئی کسی مسلمان کو اس مصیبت سے چھڑائے اور اسے روکے اُسے سو شہیدوں کا اجر و ثواب ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس خوش نصیب نے میری سنت کو اس وقت تھاما کہ جب میری امت میں فساد پھیل گیا تو اسے سو شہیدوں کا ثواب عطا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۰
الترغیب والترہیب الترغیب فی اتباع الکتاب والسنۃ حدیث ۵ مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۰

مسئلہ از چھپرہ محلہ دھیانواں مرسلہ محمد نبی جان دوا فروش ۵ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید کے پاس ایک نسخہ مردانگی کا ایک ہندو فقیر کا دیا ہوا ہے زید اسے بنا کر دینے سے بھی عذر کرتا ہے نسخہ بتانے سے بھی خیال اُس کا ایسا ہے کہ لوگ حرام کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کسی کو نہیں دیتا ہوں کہ اگر وہ حرام کریں گے تو میرے نامۂ اعمال میں درج ہونگے اور عمرو نے یہ سوال کیا کہ مجھے نسخہ بتا دو اور جو قسم شرعی لینا چاہو لے لو کیونکہ میں بسبب مرض بواسیر کے سخت پریشان ہوں کہ نامردی کے درجہ پر پہنچا ہُوں میری شادی عنقریب ہونے والی ہے اگر آپ نسخہ نہیں دیتے ہیں تو مجھے بنا کر دے دو اگر نہ دو گے تو میں اپنا دلی راز کہہ کر تمھاری آنکھ میں ذلیل ہوا ڈوب مرنے کے سوا اور مجھے کچھ بن نہیں آتا ہے تو یہ خیال زید کا موجب شرع شریف غلط یا صحیح ہے اور عمرو ایک مرد مسلمان نمازی بھی ہے۔

الجواب

اگر وہ نسخہ نہ بتائے اسے دوا بنا کر دے جبکہ اُس میں کوئی ناجائز چیز نہ ہو، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔[1] جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو اُسے نفع پہنچانا چاہیے۔(ت)

اور اُس کا یہ خیال کہ لوگ حرام کرینگے اور اس پر وبال محض غلط ہے مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔[2] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں(ت)

اور جب اس کی نیت نفع رسانی مسلم ہے تو دوسرا گناہ کرے بھی تو اُس کا مواخذہ اس پر نہیں ہو سکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[3] (کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۴
[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲
[3] " " ۶/ ۱۶۴

نہ اٹھائے گی ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷: از اردہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرا ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خانصاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

جس محلہ یا جس شہر میں طاعون ہو وہاں کے باشندے کسی دوسرے مقام پر نفر من قضاء اللہ الی قضاء اللہ کے خیال سے جا سکتے ہیں یا نہیں، طاعون وغیرہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کیا ارشاد ہے؟ جو لوگ اس خیال سے اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر چلے جاتے ہیں وہ اہلِ بدعت ہیں یا نہیں؟ اور ان کے ساتھ بدعتیوں کا سا برتاؤ کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

طاعون کے خوف سے شہر یا محلہ یا گھر چھوڑ کر بھاگنا حرام وگناہِ کبیرہ ہے، اس کا کافی بیان ہمارے رسالہ تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون میں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف۔[1]

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

جس کے لئے قرآن عظیم میں فرمایا کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے ایسا نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ جہاد سے بھاگنے والا بھی کہہ سکتا ہے وہ بھی بھاگ کر تقدیر ہی میں جائے گا مگر اس بھاگنے کا منتہی جہنم ہے، طاعون عمواس شام میں تھا امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ وہاں کے عزم سے روانہ ہو چکے تھے جب سرحد شام وحجاز موضع سرغ پر پہنچے ہیں خبر پائی کہ شام میں بشدت طاعون ہے امیر المومنین نے مہاجرین کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مشورہ کیا بعض نے کہا حضرت کام کے لئے چلے ہیں رجوع نہ چاہئے بعض نے کہا حضرت کے ساتھ بقیہ اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہماری رائے نہیں کہ انھیں وبا پر پیش کریں، پھر انصار کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بلایا وہ بھی یونہی مختلف ہوئے پھر اکابر مومنین فتح کو بلایا انھوں نے بالاتفاق نہ جانے کی رائے دی امیر المومنین نے واپسی کی ندا کردی، اس پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: أفرار من قدر اللہ کیا تقدیر الٰہی سے بھاگنا، امیر المومنین نے فرمایا: کاش کوئی اور ایسا کہتا نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ ہاں ہم

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۸۲، ۱۴۵، ۲۵۵
الزواجر الکبیرۃ التاسعۃ والتسعون بعد الثلاثمائۃ دار الفکر بیروت ۲/ ۸۸ - ۲۸۷

تقدیرِ الٰہی سے تقدیرِ الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کسی کام کو گئے ہوئے تھے جب واپس آئے انھوں نے کہا مجھے اس مسئلہ کے حکم کا علم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

اذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بہا فلاتخرجوا فرارا منہ۔

جب تم کسی زمین میں طاعون ہونا سنو تو وہاں طاعون کے سامنے نہ جاؤ اور جب تمھاری جگہ واقع ہو تو اس سے بھاگنے کو نہ نکلو۔

اس پر امیر المومنین حمدِ الٰہی بجالائے کہ اُن کا اجتہاد موافق ارشاد واقع ہوا اور واپس ہوگئے[1]۔ ایسی جگہ نفر من قدر اللہ الٰی قدر اللہ کہنا ٹھیک ہے کہ موافقِ حکم ہے، طاعون سے بھاگنا فسق ہے بھاگنے والوں سے فاسقوں کا سا برتاؤ چاہیے، بدعت بمعنی بدمذہبی نہیں، ہاں اگر احادیث صحیحہ مشہورہ میں ارشادِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معلوم ہے اور انھیں رَد کرتا اور اپنی نامرادی و بزدلی کے حکم کو اُن پر ترجیح دیتا ہے تو ضرور بدمذہب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۲ ازشہر جبلپور محلہ کوتوالی مسئولہ حکیم عبدالرحیم صاحب ۹ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامدا و مصلیا و مسلما، ایک طبیب جس نے علمِ طب باقاعدہ حاصل کیا ہے اور نظری و عملی طریقہ مروجہ سے پوری تکمیل کرچکا ہے مگر ان وجوہات سے اپنے پیشے سے ہمیشہ دل برداشتہ اور متفکر اور وبالِ اُخروی سے خائف رہتا ہے کہ دقائق و جزئیاتِ فن کا ہمیشہ بالکلیہ مستحضر فی الذہن رہنا مشکل بلکہ غیر ممکن ہے اور جب یہ نہیں تو تشخیص کا صحیح نہ ہونا معلوم۔ نیز چونکہ یہ فن ظنی ہے اور ظنِ غالب و گمان راجح پر علاج ہوتا ہے اگرچہ بتائید حکیم مطلق جل وعلا اکثر تشخیص مطابق واقع ہوتی ہے تاہم غلطی کا اندیشہ لگا رہتا ہے کیونکہ مجربین کا مقولہ ہے العلاج رمی السہم فی الظلمات (علاج اندھیروں میں تیراندازی ہے۔ ت) نیز عقل، حافظہ، استحضار، ذہانت طباعی بلکہ جو آلاتِ تشخیص مرض ہیں حسب قوائے دماغی مختلف ہیں اسی وجہ سے مریض واحد کی تشخیص میں اطبائے متعدد متحد الرائے بہت کم دیکھے جاتے ہیں اگرچہ سب اپنی تشخیص کو صحیح سمجھے ہوئے ہیں مگر فی الواقع کسی ایک ہی کی رائے صحیح ہوگی اور کبھی طبیب علاج کے غیر مفید پڑنے سے اپنی خطا فی التشخیص سے واقف ہوکر سنبھل جاتا ہے اور علاج میں فوراً ترمیم کردیتا ہے مگر کبھی اتنے پر بھی اس کو یہ معالجہ اُسی علاج پر برقرار رکھتا ہے کہ تیری تشخیص اور علاج دونوں صحیح ہیں مگر خدا کی طرف سے ابھی صحت کا وقت نہیں آیا ہے، اس کے علاوہ بھی اور بہت سے وجوہات ہیں جن کے سبب سے وہ اپنے پیشۂ طبابت سے تنگ ہے، اس صورت

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب ما یذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۳

میں یہ پیشہ اگر کیا جائے تو ازرُوئے شرع شریف اس کے ذمّے کیا وبال ہے اور وہ اُس کا اہل ہے یا نہیں اور اگر اہل ہے بھی اور پھر ترک کر دے تو کوئی شرعی قباحت تو لازم نہیں آتی ؟ بلا دلیل صرف حکم تحریر فرما دیا جائے۔

الجواب

اہل کو اس کا ترک بلا مضائقہ جائز ہے جبکہ وہاں اور طبیب اہل موجود ہو اور نا اہل کو اس میں ہاتھ ڈالنا حرام ہے اور اُس کا ترک فرض۔ جس نے اس فن کے باقاعدہ نظریات و عملیات حاصل کئے اور ایک کافی مدت تک کسی طبیب حاذق کے مطب میں رہ کر کام کیا اور تجربہ حاصل ہوا اکثر مرضیٰ اس کے ہاتھ پر شفا پاتے ہوں کم حصہ ناکامیاب رہتا ہو فاحش غلطیاں جیسے بے علم ناتجربہ کار کیا کرتے ہیں تشخیص و علاج میں نہ کیا کرتا ہو وہ اہل ہے اور اسے بنظرِ نفع رسانی خلائق و مسلمین اس سے دست کش ہونا نہ چاہئے خصوصًا جبکہ دوسرا ایسا وہاں نہ ہو۔ بعض اوقات تشخیص یا علاج میں غلطی واقع ہونا منافی اہلیت نہیں کہ غلطی سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں وبس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۷ از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ۔

بانجھ وہ ہوتی ہے جس کے کبھی بچّہ نہ ہوا ہو بعضوں کے ایک یا دو بچّے ہو کر بند ہو جاتے ہیں انکا علاج بانجھ کا سا ہی کیا جائے یا اور طرح۔

الجواب

ہاں وہی اعمال کافی ہیں کہ جو اقویٰ کی مدافعت کریں اضعف کی بدرجۂ اولیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۸ از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

رجعتِ عمل کیا چیز ہے، کیا عمل کا لوٹ جانا کسی بے احتیاطی وغیرہ سے ممکن ہے ؟

الجواب

ہاں ممکن، اور بارہا واقع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۹ از لکھنؤ کارلٹن ہوٹل بتوسط عبدالمجید خانصاحب مرسلہ ننھے موٹر ڈرایور ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر علماء یا مولوی صاحب کسی حاجتمند کو خالصًا للہ کوئی تعویذ یا نقش دے دیتے ہیں اور اُس سے بفضلہٖ تعالیٰ نفع ہو جاتا ہے تو اس پر اعتقاد واجب ہے یا نہیں ؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ تعویذات وغیرہ کا ثبوت کہیں قرآن شریف یا حدیث شریف سے

نہیں ہے واللہ تعالےٰ اعلم یہ کہاں تک صحیح ہے؟ اس لئے حضور کو تکلیف دی گئی کہ حضور تحریر فرمائیں کہ آیا اس شخص کے مطابق عمل کیا جائے یا نہیں؟

الجواب

تعویذات بیشک احادیث اور ائمہ قدیم وحدیث سے ثابت، اور اس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی افریقہ میں ہے، تعویذات اسماءِ الٰہی وکلامِ الٰہی و ذکرِ الٰہی سے ہوتے ہیں اُن میں اثر نہ ماننے کا جواب وہی بہتر ہے جو حضرت شیخ ابوسعید الخیر قدس سرہ العزیز نے ایک ملحد کو دیا جس نے تعویذات کے اثر میں کلام کیا حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا، تو عجیب گدھا ہے۔ وہ دنیوی بڑا معزز تھا یہ لفظ سنتے ہی اس کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور گردن کی رگیں پھول گئیں اور بدن غلیظ سے کانپنے لگا اور حضرت سے اس فرمانے کا شاکی ہوا فرمایا میں نے تو تمھارے سوال کا جواب دیا ہے گدھے کے نام کا اثر تم نے مشاہدہ کرلیا کہ تمھارے اتنے بڑے جسم کی کیا حالت کردی لیکن مولیٰ عزوجل کے نام پاک میں اثر سے منکر ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ازموضع ہری پور مرسلہ شوکت علی خاں بتاریخ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید غیر تعلیم یافتہ کسی قریہ میں اپنے آپ کو حکیم مشہور کرے اور وہ اس قسم کی ادویات جانتا ہے کہ اسقاطِ حمل ہوجائے اور وہ کسی عورت حاملہ کو عورت کی خواہش پر یا غیر خواہش پر ذریعہ ادویات اسقاطِ حمل کرائے اور اسقاط عمل میں آئے تو کیا وہ شخص قاتل ہے اور اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جاہل کو طبیب بننا حرام ہے، جان پڑجانے کے بعد اسقاطِ حمل حرام ہے، اور ایسا کرنے والا گویا قاتل ہے، اور جان پڑنے سے پہلے اگر کوئی ضرورت ہے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۸۱ از نیوریا ضلع پیلی بھیت مسئولہ اکبر حسین ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عورت کو بانجھ کرنا کس قدر گناہ ہے اور اس گناہ کی معافی ہے یا نہیں؟ حکمِ شرع بیان فرمائیے۔ فقط والسلام

الجواب

بانجھ کرنا نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے بشر کی طاقت نہیں یجعل من یشاء عقیما[1] (اللہ

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۵۰

تعالٰی جس کو چاہے بانجھ کردے۔ت) ہاں ایسی دوا کا استعمال جس سے حمل نہ ہونے پائے اگر کسی ضرورت شدیدہ قابل قبول شرع کے سبب ہے حرج نہیں ورنہ سخت شنیع و معیوب ہے اور شرعًا ایسا قصد ناجائز و حرام۔

وقد نھی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الخصاء وعن التبتل والرھبانیۃ وھذا بمعناھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خصی کرنے اور الگ تھلگ کٹ کر رہنے اور رہبانیت اختیار کرنے سے منع فرمایا، اور مانع حمل دوا کا استعمال انہی کے معنٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۲: از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ سراج علی خاں صاحب رضوی ۱۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ سرطان یا کسی قسم کی شراب کوئی مریض کسی حالت میں استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اس کو پوشیدہ طور پر کھلائے یا پلائے تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ اور مریض اس سے بری الذمہ ہے یا نہیں؟ اگر ایسی ادویات سے جن میں مذکورہ بالا اشیاء کا میل ہو، جان بچنے کا خیال ہو تو اس کا استعمال کسی طرح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سرطان کھانا حرام ہے اور شراب بدن پر لگانا بھی حرام ہے۔ جان حلال دواؤں سے بھی بچ سکتی ہے اگر اسے بچانا منظور ہے ورنہ حرام دوائیں سوائے گناہ کچھ اضافہ نہ کریں گی جو پوشیدہ طور پر مسلمان کو حرام چیز کھلائے یا پلائے سخت حرام کا مرتکب اور شدید سزا کا مستوجب ہے مریض پر الزام نہیں اگر اُسے خبر نہ تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳: (پورا سوال دستیاب نہیں ہوسکا)

.........کہ جو طاعون سے مرتا ہے وہ کافر ہے اور دلیل میں زمانہ موسٰی علیہ السلام کا واقعہ پیش کرتا ہے اس قول سے بکر مخالف حدیث صحیح ہو کر کافر ہوا یا نہیں اور اس کی زوجہ نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں؟ اور بصورت توبہ تجدید نکاح لازم ہے یا نہیں؟

الجواب

متواتر حدیثوں سے ثابت ہے کہ طاعون مسلمان کے لئے شہادت و رحمت ہے اور جو مسلمان طاعون میں مرے شہید ہے۔

14

حدیث ۱: صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد بن حنبل میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الطاعون شہادۃ لکل مسلم[1] طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

حدیث ۲: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مات فی الطاعون فھو شہید[2]۔ طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔

حدیث ۳: مسند امام احمد ومعجم کبیر طبرانی وصحیح مختارہ میں صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے[3]۔

حدیث ۴: طبرانی نے معجم اوسط اور ابونعیم نے فوائد ابوبکر بن خلاد میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون شہادۃ لامتی[4]۔ طاعون میری امت کے لئے شہادت ہے۔

حدیث ۵: امام احمد بسند صحیح راشد بن جیش سے[5]۔

حدیث ۶: طبرانی وابن قانع ربیع بن ایاس انصاری سے[6]۔

حدیث ۷: احمد وابوداؤد طیالسی وسمویہ وضیاء عبادہ بن صامت سے[7]۔

حدیث ۸: طبرانی کبیر میں سلمان فارسی سے[8]۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب الشہادۃ سبع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۹۷
[2] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب بیان الشہداء " " ۲/۱۴۳
[3] المعجم الکبیر حدیث ۷۳۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۵۶
کنزالعمال حدیث ۱۱۱۸۸ موسسۃ الرسالہ " ۴/۴۱۸
[4] المعجم الاوسط حدیث ۵۵۲۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۲۴۹
[5] مسند احمد بن حنبل عن راشد بن جیش المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۸۹
[6] المعجم الکبیر عن ربیع الانصاری حدیث ۴۶۰۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/۶۸
[7] مسند احمد بن حنبل عن عبادہ بن صامت المکتب الاسلامی " ۵/۳۱۴ و ۳۲۳
مسند ابی داؤد الطیالسی احادیث عبادہ بن صامت حدیث ۵۸۲ دارالمعرفۃ بیروت ص ۷۹
کنزالعمال بحوالہ سمویہ عن عبادہ بن صامت حدیث ۱۱۲۲۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۲۳
[8] المعجم الکبیر عن سلمان رضی اللہ عنہ حدیث ۶۱۱۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/۲۴۷

14/14

حدیث ۹ : احمد و دارمی و سعید بن منصور و بغوی و ابن قانع صفوان بن امیہ سے[1]

حدیث ۱۰ : احمد ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

ان چھ حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الطاعون شہادۃ[2]۔ طاعون شہادت ہے۔

حدیث ۱۱ : امام مالک و امام احمد و ابوداؤد و امام نسائی و ابن حبان و حاکم جابر بن عتیک سے[3]

حدیث ۱۲ : ابن ماجہ ابوہریرہ سے[4]

حدیث ۱۳ : طبرانی کبیر میں عبداللہ بن بسر سے[5]

حدیث ۱۴ : عبدالرزاق مصنف میں عبادہ بن صامت سے[6]

حدیث ۱۵ : ابن سعد طبقات میں ابوعبیدہ بن الجراح سے[7]

حدیث ۱۶ : ابن شاہین علی بن ارقم وہ اپنے والد سے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ان چھ حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

المطعون شہید[8]۔ جس مسلمان کو طاعون ہوا وہ شہید مرا۔

حدیث ۱۷ : احمد و ابن سعد عسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الطاعون شہادۃ لامتی و رحمۃ لہم طاعون میری اُمت کے لئے شہادت اور رحمت

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۱۲۲۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۲۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۱۰

[3] کنز العمال بحوالہ مالک، حم، د، ن حب، ک عن جابر بن عتیک حدیث ۱۱۱۸۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۱۷

[4] سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب ما یرجی فیہ الشہادۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۶

[5] کنز العمال بحوالہ طب حدیث ۱۱۱۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۱۸

[6] المصنف لعبدالرزاق حدیث ۶۶۹۵ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۵۶۲

کنز العمال بحوالہ عب عبادہ بن صامت حدیث ۱۱۲۱۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۲۳

[7] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ ابی عبیدہ بن الجراح دار صادر بیروت ۳/۴۱۴

[8] کنز العمال بحوالہ ابن شاہین عن علی ابن الارقم حدیث ۱۱۲۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۲۴

ورجس علی الکافرین[1] ہے اور کافروں پر عذاب ہے۔

حدیث ۱۸: صحیح بخاری ومسند احمد وابوداؤد طیالسی میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون کان عذابا یبعثه اللہ تعالٰی علی من یشاء وان اللہ تعالٰی جعله رحمة للمؤمنین[2] طاعون ایک عذاب تھا کہ اللہ عزوجل جس پر چاہتا بھیجتا اور بیشک اللہ تعالٰی نے اسے مسلمانوں کے لئے رحمت کردیا۔

حدیث ۱۹: امام احمد وحاکم کُنٰی میں اور بغوی اور حاکم مستدرک اور طبرانی کبیر میں ابو بردہ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی:

اللھم اجعل فناء امتی قتلا فی سبیلك بالطعن والطاعون[3] الٰہی میری اُمت کو اپنی راہ میں شہادت نصیب کر دشمنوں کے نیزوں اور طاعون سے۔

حدیث ۲۰: باوردی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی:

اللھم اجعل فناء امتی بالطعن والطاعون[4]۔ الٰہی میری امت کو دشمن کے نیزوں اور طاعون سے وفات نصیب کر۔

حدیث ۲۱: طبرانی اوسط میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتفنی امتی الا بالطعن والطاعون میری اُمت کا خاتمہ دشمن کے نیزوں اور طاعون

---

[1] کنز العمال بحوالہ حم وابن سعد حدیث ۲۸۴۳۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۶

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب اجر الصابر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳

کنز العمال بحوالہ ط، حم، خ عن عائشہ رضی اللہ عنہ حدیث ۲۸۴۳۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۷

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی بردہ الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۳۸

المستدرک للحاکم کتاب الجہاد دار الفکر بیروت ۲/ ۹۳

کنز العمال بحوالہ حم والحاکم فی الکنٰی حدیث ۲۸۴۴۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۸۰

[4] " " بحوالہ الباوردی عن ابی موسٰی الاشعری حدیث ۲۸۴۴۸ " " ۱۰/ ۸۰

غدة كغدة الابل المقيم فيها كالشهيد والفار منها كالفار من الزحف۔[1]
سے ہی ہوگا اونٹ کی سی گلٹی ہے جو اس میں ٹھہرا رہے وہ شہید کے مانند ہے اور جو اس سے بھاگ جائے وہ ایسا ہو جیسا کفار کو پیٹھ دے کر جہاد سے بھاگنے والا۔

حدیث ۲۲: صحیح مستدرک میں ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون وخز اعدائکم من الجن وھو لکم شھادۃ۔[2]
طاعون تمہارے دشمن جنوں کا چوکا ہے اور وہ تمہارے لئے شہادت ہے۔

حدیث ۲۳: مسند احمد و معجم کبیر میں ابو موسیٰ اور اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فناء امتی بالطعن والطاعون وخز اعدائکم من الجن وفی کل شھادۃ۔[3]
میری امت کا خاتمہ جہاد و طاعون سے ہے کہ تمہارے دشمن جنوں کا چوکا ہے اور دونوں میں شہادت ہے۔

حدیث ۲۴: ابن خزیمہ و ابن عساکر شرحبیل میں حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔[4]

حدیث ۲۵: ابن عساکر معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے[5] دونوں وقفاً۔

حدیث ۲۶: شیرازی القاب میں معاذ سے رفعاً راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الطاعون رحمۃ ربکم ودعوۃ نبیکم وموت الصالحین قبلکم وھو شھادۃ۔[6]
بیشک طاعون تمہارے رب کی رحمت اور تمہارے نبی کی دعا اور اگلے نیکوں کی موت ہے اور وہ شہادت ہے۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ طس عن عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث ۲۸۴۵۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۸۰
[2] المستدرک للحاکم کتاب الایمان الطاعون شہادۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۵۰
[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۹۵
معجم الاوسط للطبرانی حدیث ۸۵۰۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۲۲۳
[4] تہذیب تاریخ دمشق ابن عساکر ترجمہ شرحبیل بن عبد اللہ حدیث فی طاعون عمواس داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۳۴۳
[5] " " " " " " " " " " " " "
[6] کنز العمال بحوالہ الشیرازی فی الالقاب حدیث ۲۸۴۴۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۹

حدیث ۲۷: احمد وطبرانی وابن عساکر انھیں سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یشھد اللہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکی بہ اعمالکم[۱]

اللہ تعالٰے طاعون سے تمھیں اور تمھارے بچوں کو شہادت دے گا اور اس کے سبب تمھارے اعمال ستھرے کرے گا۔

حدیث ۲۸: امام مالک و دارقطنی ابوہریرہ سے[۲]

حدیث ۲۹: نسائی عقبہ بن عامر سے راوی رضی اللہ تعالٰے عنہما رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الشھداء خمسۃ المطعون والمبطون والغریق وصاحب الھدم والشھید فی سبیل اللہ[۳]

شہید پانچ ہیں طاعون زدہ اور جو پیٹ کی بیماری سے مرا ہو اور جو ڈوبے اور جس پر مکان یا دیوار گرے اور وہ کہ جہاد میں شہید ہو۔

حدیث ۳۰: ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے کہ میں غار میں حضور اقدس رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ تھا حضور نے دعا کی: اللھم طعنا وطاعونا[۴] الٰہی دشمنوں کے نیزے اور طاعون۔ میں نے جانا کہ حضور ان سے اپنی امت کی موت مانگتے ہیں۔

حدیث ۳۱: احمد وطبرانی عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت میں شہید اور طاعون زدہ حاضر آئیں گے طاعون والے کہیں گے ہم شہید ہیں، حکم ہوگا:

انظروا فان کانت جراحتھم کجراحۃ الشھداء تسیل دما کریح المسک فھم شھداء۔

دیکھو اگر ان کا زخم شہیدوں کی مثل ہے خون رواں اور مشک کی خوشبو تو یہ بھی شہید ہیں۔

---

[۱] مسند امام احمد بن حنبل عن معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۴۱
تہذیب تاریخ دمشق کبیر باب تبشیر المصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۰ و ۳۰۲

[۲] کنز العمال بحوالہ مالک، قط حدیث ۱۱۱۸۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۴۱۷

[۳] سنن نسائی کتاب الجہاد باب مسألۃ الشہادۃ نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۶۲

[۴] کنز العمال عن ابی بکر الصدیق حدیث ۱۱۷۴۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۵۹۸

فیجدونھم کذٰلک[1] تو انھیں ایسا ہی پائیں گے۔

حدیث ۳۲: احمد ونسائی عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ قیامت شہداء اور وُہ جو بچھونے پر مرے طاعون والوں کے بارے میں جھگڑیں گے شہداء کہیں گے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں ہماری طرح مقتول ہوئے، بچھونے والے کہیں گے ہمارے بھائی ہیں، رب عزوجل فیصلہ کے لئے فرمائیگا:

انظروا الٰی جراحھم فان اشبہ جراحھم جراح المقتولین فانھم منھم ومعھم۔ ان کے زخم دیکھو اگر شہیدوں کے سے ہیں تو وہ انھیں میں سے ہیں اور ان کے ساتھ ہیں۔

دیکھیں گے تو اُن کے زخم انھیں کے سے ہونگے فیلحقون بھم[2] یہ شہیدوں میں ملادیے جائیں گے، متواتر ارشادِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رَد کفر ہے اور دانستہ ہو تو صریح کفر، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو ان کو شہید فرمائیں اور یہ شخص کافر کہے، اس سے بڑھ کر اور کیا رَد ہوگا، اس شخص پر لازم ہے کہ تائب ہو کلمہ پڑھے اپنی عورت سے نکاح جدید کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عتبہ بن عبد ۴/ ۱۸۵ و المعجم الکبیر عن عتبہ حدیث ۲۹۲ ۱۷/ ۱۱۹

[2] سنن النسائی کتاب الجہاد باب مسألۃ الشہادۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۶۲

مسند احمد بن حنبل عن العرباض بن ساریۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۹-۱۲۸

الحق المجتلٰی فی حکم المبتلٰی

۱۳۲۴ھ

(بیماری کے شکار شخص کے حکم سے متعلق واضح و روشن حق)

مسئلہ ۸۴: از گونڈا ملک اودھ مرسلہ مسلمانان گونڈا عموماً و حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ انجمن اسلامیہ گونڈا ذوالحجہ ۱۳۲۴ھ

زید کا خون جوش کھا رہا ہے بلکہ ایک دو اعضاء جسم کے بگڑ گئے اور احتمال ہوتا ہے کہ آئندہ بھی بگڑ جائیں گے، ایسے شخص کی نسبت اطبا حکم دیتے ہیں کہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور نشست و برخاست بھی قطعی منع ہے بلکہ اطباء شرع شریف کا بھی ایسا ہی حوالہ دیتے ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرع شریف کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص سے اجتناب لازم ہے یا کیا؟ مدلل و مفصل زیب قلم ہو۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علی دین الاسلام والصلٰوۃ والسلام علٰی افضل ھاد الٰی سبیل السلام وعلٰی الہ وصحبہ الٰی یوم القیام بہ نسأل السلام والسلامۃ عن

دین اسلام (کی عطاء و بخشش) پر اللہ تعالٰی کی تعریف کرتے ہیں اور درود و سلام بھیجتے ہیں اس ہستی پر جو سب سے بہتر اور راہ سلامتی دکھانے والی ہے اور درود و سلام ہو قیامت تک ان کی آل اور ان کے

سیئ الاسقام۔ صحابہ پر، اور ہم بری بیماریوں سے سلامتی اور حفاظت کے لئے اسی سے درخواست کرتے ہیں۔(ت)

احادیث اس باب میں بظاہر مختلف آئیں، ہم اوّلاً انھیں ذکر کریں پھر ان کے شرعی معنیٰ کی طرف متوجہ ہوں کہ بتوفیقہ تعالیٰ اس مسئلہ میں حق تحقیق ادا ہو۔

حدیث اول: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتقوا المجذوم کما یتقی الاسد۔ رواہ البخاری فی التاریخ[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جذامی سے بچو جیسا شیر سے بچتے ہیں (امام بخاری نے تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

روایت ابن جریر کے لفظ یہ ہیں:

فرمن المجذوم فرارك من الاسد[2]۔

جذامی سے بھاگ جیسا شیر سے بھاگتا ہے۔

رمز الامام الجلیل السیوطی حسنہ علی ما فی التیسیر[3] وصحتہ علی ما فی فیض القدیر[4] وذکرہ باللفظ الاول فی الجامع الصغیر وباللفظ الاخیر فی الکبیر **اقول** وفی کلیھما ظاھرا ابوھریرۃ فالحدیث عنہ فی صحیح البخاری بلفظ فرمن المجذوم کما تفر من الاسد[5] وسیأتی والجواب ان العزو یتبع اللفظ لاسیما وھو فی البخاری

جلیل القدر امام سیوطی (رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ) نے جیسا کہ تیسیر میں ہے اس کی تحسین فرمائی اور فیض القدیر میں اس کی صحت بیان فرمائی۔ پہلے لفظ سے جامع صغیر میں اس کا ذکر کیا جبکہ آخری لفظ سے جامع کبیر میں اسے ذکر کیا **اقول** (میں کہتا ہوں) بظاہر دونوں میں ابوہریرہ ہے، صحیح بخاری میں اس کی حدیث (روایت) فرمن المجذوم کما تفر من الاسد کے الفاظ سے ہے (یعنی جذامی سے اس طرح بھاگو

---

[1] الجامع الصغیر بحوالہ تاریخ بخاری عن ابی ہریرہ حدیث ۱۴۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۵
التاریخ الکبیر حدیث ۴۰۶۰ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/ ۱۵۵
[2] الجامع الکبیر للسیوطی بحوالہ ابن جریر حدیث ۱۴۷۵۶ دار الفکر بیروت ۶/ ۲۶۵
[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف الہمزہ تحت حدیث المذکور مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۱/ ۳۰
[4] فیض القدیر " " تحت حدیث ۱۴۱ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۸
[5] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۸۵۰

مع زیادات معنی۔ جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو) عنقریب آئیگی اور جواب یہ ہے کہ نسبت کرنا لفظ کے تابع ہوتا ہے خصوصاً جبکہ وُہ بخاری میں معنوی اضافہ کے ساتھ مروی ہے۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اتقوا صاحب الجذام کما یتقی السبع اذا هبط وادیا فاهبطوا غیرہ۔ رواہ ابن سعد فی الطبقات[1] عن عبداللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند ضعیف۔

جذامی سے بچو جیسا درندے سے بچتے ہیں، وہ ایک نالے میں اُترے تو تم دوسرے میں اترو۔ (ابن سعد نے "طبقات" میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سند ضعیف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

کلم المجذوم وبینك وبینه قدر رمح او رمحین۔ رواہ ابن السنی وابونعیم[2] فی الطب عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند واہ **قلت لکن** له شاهد یاتی۔

مجذوم سے اس طور پر بات کر کہ تجھ میں اُس میں ایک دو نیزے کا فاصلہ ہو (ابن سنی اور ابونعیم نے باب طب میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے اسے کمزور سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے لئے شاہد (تائید کنندہ) آگے آئیگا۔ ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا تدیموا النظر الی المجذومین۔ رواہ ابن ماجة[3] وابن جریر **قلت** وسندہ حسن صالح۔

مجذوموں کی طرف نگاہ جما کر نہ دیکھو (ابن ماجہ اور ابن جریر نے اسے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند صالح ہے۔ ت)

---

[1] الطبقات الکبری ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷
کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عبداللہ بن جعفر حدیث ۲۸۳۳۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵۴
[2] کنز العمال بحوالہ ابن السنی وابونعیم فی الطب حدیث ۲۸۳۲۹ " " ۱۰/ ۵۴
[3] سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

دوسری روایت میں ہے :

لاتحدوا النظر الی المجذومین۔ رواہ ابوداؤد الطیالسی والبیہقی[1] فی السنن بسند حسن ایضا کلھم عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جذامیوں کی طرف پوری نگاہ نہ کرو (ابوداؤد طیالسی اور بیہقی نے السنن میں سند حسن کے ساتھ اسے روایت کیا ہے اور ان سب نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لاتدیموا النظر الی المجذومین اذا کلمتوھم فلیکن بینکم وبینھم قدر رمح۔ رواہ احمد[2] وابویعلٰی والطبرانی فی الکبیر وابن جریر عن فاطمۃ الصغرٰی عن ابیھا السید الشھید الریحانۃ الاصغر وابن عساکر عنھا عنہ وعن ابن عباس معا رضی اللہ تعالٰی عنھم جمیعا۔

جذامیوں کی طرف نظر نہ جماؤ ان سے بات کرو تو تم میں ان میں ایک ایک نیزے کا فاصلہ ہو۔ (امام احمد، ابویعلٰی اور طبرانی نے "الکبیر" میں اور ابن جریر نے سیدہ فاطمہ صغرٰی سے، انھوں نے اپنے والد بزرگوار سید شہید ریحانہ اصغر سے اسے روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے ان سے انھوں نے اپنے والد اور ابن عباس سے بھی اسے روایت کیا ہے، اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ ت)

چھٹی حدیث میں ہے جب وفد ثقیف حاضر بارگاہِ اقدس ہوئے اور دست انور پر بیعتیں کیں اُن میں ایک صاحب کو یہ عارضہ تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرما بھیجا :

ارجع فقد بایعناك۔ رواہ ابن ماجۃ[3]

واپس جاؤ تمھاری بیعت ہوگئی یعنی زبانی کافی ہے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب لایورد ممرض علی مصح الخ دارالمعرفۃ بیروت ۷/ ۲۱۸
مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث ۲۶۰۱ " " " ص ۳۳۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن علی کرم اللہ وجہہ دارالفکر بیروت ۱/ ۷۸
المعجم الکبیر حدیث ۲۸۹۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۳۲-۱۲۱
کنز العمال بحوالہ حم ع طب وابن جریر عن فاطمۃ الخ حدیث ۲۸۳۲۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵۶-۵۵

[3] سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

قلت بسند حسن عن رجل من ال الشرید یقال لہ عمرو عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ؎ و رواہ ابن جریر فسمی اباہ الشرید و ھو الشرید بن سوید الثقفی ذکر الامام الجلیل السیوطی بالتخریج الاول فی اول الجامع الکبیر و بالاخر فی مسانید جمع الجوامع اقول بل الحدیث فی صحیح مسلم بلفظ انا قد بایعناک فارجع؎ کما ھو لفظ ابن جریر سواء بسواء وقد جربت مثلہ کثیرا علی ھذا الامام فی کثیر من تصانیفہ الشریفۃ کالجوامع الثلثۃ والخصائص الکبری وغیرھا وکان مقصودہ رحمہ اللہ تعالٰی ان یجمع لامثالنا القاصرین ما قلما تصل الیہ ایدینا فان اقتصرنا علی ما افاد وذھلنا عن المتداولات فالقصور منا لا منہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

مصافحہ نہ ہونا مانع بیعت نہیں۔ (محدث ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سند حسن کے ساتھ آلِ شرید کے ایک شخص سے اسے روایت کیا ہے اور اس کو عمرو کہا جاتا ہے اس نے اپنے باپ سے روایت کی (اللہ تعالٰی اس سے راضی ہو) اور ابن جریر نے اسے روایت کیا اور شرید کے باپ کا نام بھی ذکر کیا یعنی شرید بن سوید ثقفی۔ جلیل الشان امام امام سیوطی نے پہلی تخریج میں جامع کبیر کی ابتداء میں اور دوسری تخریج میں جمع الجوامع کے مسانید میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ واپس ہوجاؤ بیشک ہم نے تمہیں بیعت کرلیا جیسا کہ ابن جریر کے الفاظ ہیں، دونوں کے الفاظ یکساں ہیں (کوئی خاص فرق نہیں پایا جاتا) ہم نے اس امام پر ان کی بہت سی تصانیفِ شریفہ میں اس طرح کی بہت سی مثالیں دیکھی ہیں اور تجربہ کیا ہے جیسا کہ ان کی تینوں جوامع، خصائص کبرٰی اور ان کے علاوہ دوسری تصانیف، پس اس سے امام موصوف رحمہ اللہ تعالٰی کا مقصد ان سب چیزوں کو جمع کردینا ہے (یکجا کرنا) کہ جن تک ہم جیسے کوتاہ نظر لوگوں کے ہاتھوں کی بہت کم رسائی ہوتی ہے۔ پھر اگر ہم نے ان کے افادہ پر اکتفار کیا اور ہم متداولات کو بھول گئے تو یہ ہمارا قصور ہوگا نہ کہ علامہ موصوف کا، اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے۔ ت)

ساتویں حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مجذوم کو آتے دیکھا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

یا انس اثن البساط لایطأ علیہ

اے انس! بچھونا الٹ دو کہیں یہ اس پر اپنا

؎ صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۳

بقدمه۔ رواه الخطیب[1] عنه رضی الله تعالیٰ عنه وفی القلب منه شیئ، والله تعالیٰ اعلم۔

پاؤں نذر کو دے (خطیب بغدادی نے ان سے یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا ہے اور اس سے بچھونا الٹ دینے کے متعلق کچھ بات ہے اور اللہ تعالیٰ ہی (تمام معاملات کو) بہتر جانتا ہے۔ (ت)

آٹھویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان وادی عسفان پر گزرے وہاں کچھ لوگ مجذوم پائے مرکب کو تیز چلا کر وہاں سے تشریف لے گئے اور فرمایا:

ان کان شیئ من الداء یعدی فهو هذا۔ رواه ابن النجار عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما والمرفوع منه عنه ابن عدی فی الکامل[2] من دون ذکر القصة وهو ضعیف۔

اگر کوئی بیماری اُڑ کر لگتی ہے تو وہ یہی ہے۔ (ابن نجار نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے اور ابن عدی کے نزدیک "الکامل" میں واقعہ ذکر کئے بغیر یہ مرفوع ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (ت)

نویں حدیث میں ہے ایک جذامی عورت کعبہ معظمہ کا طواف کررہی تھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس سے فرمایا:

یاأمة الله لاتؤذی الناس لوجلست فی بیتك۔ رواه مالك والخرائطی فی اعتلال[3] القلوب عن ابن ابی ملیکة۔

اے اللہ کی لونڈی! لوگوں کو ایذا نہ دے اچھا ہو کہ تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو، پھر وہ گھر سے نہ نکلیں (امام مالک اور الخرائطی نے اعتلال القلوب میں حضرت ابن ابی ملیکہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

دسویں حدیث میں ہے:

ان عمر بن الخطاب قال للمعیقیب رضی الله تعالیٰ عنهما اجلس منی قید رمح وکان به ذلك الداء وکان

معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اہل بدر (و مہاجرین سابقین اوّلین رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے ہیں انھیں یہ مرض تھا امیر المومنین عمر فاروق

---

[1] تاریخ بغداد للخطیب ترجمہ عبدالرحمٰن بن العباس ۵۴۳۲ دارالکتب العربی بیروت ۱۰/۲۹۶
[2] کنز العمال بحوالہ ابن عدی حدیث ۲۸۴۳۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۵۴
[3] کنز العمال بحوالہ مالک و الخرائطی فی اعتلال القلوب حدیث ۲۸۵۰۴ " " " ۱۰/۹۶

بدریا۔ رواہ ابن جریر[1] عن الزھری قلت مرسل ولا یصح۔

اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے فرمایا، مجھ سے ایک نیزے کے فاصلے پر بیٹھئے (امام ابن جریر نے زہری سے اسے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ مرسل ہے اور صحیح نہیں۔ ت)

آئندہ حدیثیں اس کے خلاف ہیں۔

گیارھویں حدیث میں ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے صبح کو کچھ لوگوں کی دعوت کی ان میں معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی تھے وہ سب کے ساتھ کھانے میں شریک کئے گئے اور امیر المومنین نے اُن سے فرمایا:

خذ مما یلیك ومن شقك فلوکان غیرك ما اکلنی فی صحفۃ ولکان بینی و بینہ قید رمح۔ رواہ ابن سعد[2] وابن جریر عن فقیہ المدینۃ خارجۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اپنے قریب سے اپنی طرف سے لیجئے اگر آپ کے سوا کوئی اور اس مرض کا ہوتا تو میرے ساتھ ایک کابی میں نہ کھاتا اور مجھ میں اور اس میں ایک نیزے کا فاصلہ ہوتا (ابن سعد اور ابن جریر نے فقیہ مدینہ خارجہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

بارھویں حدیث میں ہے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دسترخوان پر شام کو کھانا رکھا گیا لوگ حاضر تھے امیر المومنین برآمد ہوئے کہ اُن کے ساتھ کھانا تناول فرمائیں، معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی صحابی مہاجر حبشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

ادن فاجلس وایم اللہ لوکان غیرك بہ الذی بك لماجلس منی ادنی من قید رمح[3]۔ رواہ

قریب آئیے بیٹھئے خدا کی قسم دوسرا ہوتا تو ایک نیزے سے کم فاصلے پر میرے پاس نہ بیٹھتا۔ (ابن سعد اور ابن جریر نے اسے فقیہ مدینہ خارجہ بن

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث ۲۸۴۹۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۴

[2] " " ابن سعد وابن جریر " ۲۸۵۰۱ " " " ۱۰/ ۹۵

الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

[3] " " " " " " " " ۴/ ۱۱۸

کنز العمال بحوالہ ابن سعد وابن جریر حدیث ۲۸۵۰۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۶

عنہ ذلک فی الغداء وھذا فی العشاء۔ | زید سے صبح کے کھانے کے بارے میں روایت کیا ہے جبکہ یہ حدیث رات کے کھانے کے بارے میں مروی ہے۔ت)

تیرھویں حدیث میں ہے محمود بن لبید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بعض ساکنان موضع جرش نے بیان کیا کہ عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حدیث بیان کی کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جذامی سے بچو جیسا درندے سے بچتے ہیں وہ ایک نالے میں اُترے تو تم دوسرے میں اترو۔" میں نے کہا واللہ! اگر عبداللہ بن جعفر نے یہ حدیث بیان کی تو غلط نہ کہا جب میں مدینہ طیبہ آیا اُن سے ملا اور اس حدیث کا حال پوچھا کہ اہل جرش آپ سے یوں ناقل ہیں، فرمایا:

کذبوا واللّٰہ ماحدثتھم ھذا ولقد رأیت عمر بن الخطاب یؤتی بالاناء فیہ الماء فیعطیہ معیقیبا فیشرب منہ ثم یتناولہ عمر من یدہ فیضع فمہ موضع فمہ حتی یشرب منہ فعرفت انما یصنع عمر ذلک فرارا من ان یدخلہ شیئ من العدوی۔ رواہ عن محمود[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

واللہ انھوں نے غلط نقل کی میں نے یہ حدیث ان سے نہ بیان کی میں نے تو امیر المومنین عمر کو یہ دیکھا ہے کہ پانی اُن کے پاس لایا جاتا وہ معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیتے معیقیب پی کر اپنے ہاتھ سے امیر المومنین کو دیتے امیر المومنین ان کے منہ رکھنے کی جگہ اپنا منہ رکھ کر پانی پیتے میں سمجھا کہ امیر المومنین یہ اس لئے کرتے ہیں کہ بیماری اُڑ کر لگنے کا خطرہ ان کے دل میں نہ آنے پائے (ابن سعد اور ابن جریر دونوں نے محمود بن لبید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

ابن سعد کی روایت میں ایک مفید بات زائد ہے کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا امیر المومنین فاروق اعظم جیسے طبیب سنتے معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے اس سے علاج چاہتے، دو حکیم یمن سے آئے اُن سے بھی فرمایا، وہ بولے جاتا رہے یہ تو ہم سے ہو نہیں سکتا ہاں ایسی دوا کر دیں گے کہ بیماری ٹھہر جائے بڑھنے نہ پائے۔ امیر المومنین نے فرمایا: عافیۃ عظیمۃ ان یقف فلا یزید بڑی تندرستی ہے کہ مرض ٹھہر جائے بڑھنے نہ پائے۔ انھوں نے دو بڑی زنبیلیں بھروا کر اندرائن کے تازہ پھل منگوائے جو

---

[1] الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمۃ الدوسی دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷
کنز العمال بحوالہ ابن سعد و ابن جریر حدیث ۲۸۵۰۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۴

خربوزے کی شکل اور نہایت تلخ ہوتے ہیں پھر ہر پھل کے دو دو ٹکڑے کئے اور معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو لٹا کر دونوں طبیبوں نے ایک ایک تلوے پر ایک ایک ٹکڑا ملنا شروع کیا، جب وہ ختم ہوگیا دوسرا ٹکڑا لیا، یہاں تک کہ معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے منہ اور ناک سے سبز رنگ کی کڑوی رطوبت نکلنے لگی، اس وقت چھوڑ کر دونوں حکیموں نے کہا اب یہ بیماری کبھی ترقی نہ کرے گی۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

فواللہ ما زال معیقیب متماسکا لایزید وجعہ حتی مات[1]

واللہ! معیقیب اس کے بعد ہمیشہ ایک ٹھہری حالت میں رہے تا دم مرگ مرض کی زیادتی نہ ہوئی۔

چودھویں حدیث میں ہے امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دربار میں قوم ثقیف کی سفیر حاضر ہوئے، کھانا حاضر لایا گیا، وہ لوگ نزدیک آئے مگر ایک صاحب کہ اس مرض میں مبتلا تھے الگ ہوگئے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: قریب آؤ، قریب آئے۔ فرمایا: کھانا کھاؤ۔ کھانا کھایا۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں:

وجعل ابوبکر یضع یدہ موضع یدہ فیاکل مما یاکل منہ المجذوم۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ وابن جریر عن القاسم۔[2]

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ شروع کیا کہ جہاں سے وہ مجذوم نوالہ لیتے، وہیں سے صدیق نوالہ لے کر نوش فرماتے رضی اللہ تعالٰی عنہ (ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابن جریر نے حضرت قاسم بن محمد سے اسے روایت کیا۔ ت)

غالبًا یہ وہی مریض ہیں جن سے زبانی بیعت پر اکتفا فرمائی گئی تھی۔

پندرھویں حدیث جلیل میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخذ بید رجل مجذوم فادخلہا معہ فی القصعۃ ثم قال کل ثقۃ باللہ وتوکلا علی اللہ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی[3] وابن ماجۃ

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک جذامی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پیالے میں رکھ اور فرمایا اللہ پر تکیہ ہے اور اللہ پر بھروسا۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، عبد بن حمید، ابن خزیمہ، ابن ابی عاصم

---

[1] الطبقات الکبرٰی ترجمہ معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸ - ۱۱۷

[2] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب العقیقہ حدیث ۴۵۸۰ ادارۃ القرآن کراچی ۸/ ۱۲۹

کنز العمال بحوالہ ابن ابی شیبۃ وابن جریر " ۲۸۴۹۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۴

[3] جامع الترمذی ابواب الاطعمہ باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/ ۴

وعبد بن حمید وابن خزیمة و
ابن ابی عاصم و ابن السنی فی عمل
الیوم واللیلة و ابویعلیٰ و ابن حبان
والحاکم فی المستدرك والبیھقی فی السنن
والضیاء فی المختارة وابن جریر و
الامام الطحاوی کلھم من جابر بن عبداللہ
رضی اللہ تعالیٰ عنھما کذا ذکر الامام الجلیل
الجلال السیوطی فی اول قسمی جامعه الکبیر و
زدت انا ابن جریر والطحاوی **قلت** وبه علم
ان قصر المشکوٰة علی ابن ماجة لیس فی
موضعه ثم الحدیث سکت علیه وصححه ابن
خزیمة وابن حبان والحاکم والضیاء و قال
المناوی فی التیسیر باسناد حسن وصححه ابن حبان
والحاکم قال ابن حجر فیه نظر[1] اھ،
اقول لکن فیه مفضل بن فضالة
البصری بالباء اخو مبارك قال فی
التقریب ضعیف[2] و قال الترمذی
ھذا حدیث غریب لا نعرفه
الا من حدیث یونس بن محمد عن
المفضل بن فضالة و المفضل بن فضالة
ھذا شیخ بصری والمفضل بن فضالة شیخ آخر
مصری اوثق من ھذا و اشھر

اور ابن السنی نے عمل اللیل والیوم میں ابویعلیٰ، ابن حبان
اور حاکم نے المستدرک میں، امام بیہقی نے السنن میں،
ضیاء نے المختارہ میں ابن جریر اور امام طحاوی ان
سب نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے اسے روایت کیا ہے چنانچہ جلیل القدر امام
جلال الدین سیوطی نے اپنی جامع کبیر کی پہلی قسم میں اسے
ذکر فرمایا اور ابن جریر اور امام طحاوی کا میں نے اضافہ
کیا ہے **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) اس سے
معلوم ہوا کہ صاحب مشکوٰۃ کا صرف ابن ماجہ پر
اکتفاء کرنا بے محل ہے پھر حدیث مذکور پر سکوت کیا گیا
لیکن ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ضیاء نے
اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ مناوی نے التیسیر
میں اسناد حسن اور ابن حبان اور حاکم کی تصحیح کا قول
ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس پر اعتراض
ہے اھ، **اقول** (میں کہتا ہوں) لیکن اس میں
مفضل بن فضالہ بصری (حرف باء کے ساتھ) مبارک
کا بھائی ہے چنانچہ التقریب میں کہا ہے کہ وہ
ضعیف ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب
ہے ہم اس کو صرف یونس بن محمد بواسطہ مفضل بن
فضالہ پہچانتے ہیں اور یہ مفضل بن فضالہ شیخ بصری ہے،
جبکہ اسی نام کا ایک دوسرا مفضل بن فضالہ شیخ مصری
ہے جو اس پہلے سے زیادہ ثقہ اور زیادہ مشہور ہے۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث کل معی بسم اللہ ثقة باللہ مکتبہ امام شافعی الریاض ٢/٢٢٠

[2] تقریب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ٦٨٨١ دار الکتب العلمیہ بیروت ٢/٢٠٩

وروی شعبة هذا الحدیث عن حبیب بن الشهید عن ابن بریدة قال ان عمر اخذ بید مجذوم" وحدیث شعبة اشبه عندی واصح[1] اھ واخرج ابن عدی فی الکامل هذا الحدیث للمفضل المذکور وقال لم ار فی حدیثه انکر من الحدیث قال ورواه شعبة عن حبیب عن ابن بریدة ان عمر اخذ بید مجذوم الحدیث[2] اھ ولم یذکر الذهبی فی المیزان فی المفضل هذا جرحا مفسرا بل ولا غیر مفسر مما یبلغ درجة التضعیف البتة انما نقل عن یحیی انه قال لیس هو بذاك وعن الترمذی[4] ماقدمنا ان المصری اوثق منه وعن النسائی[5] انه قال لیس بالقوی **اقول** ولا یخفی علیك البون البین بین لیس بالقوی ولیس بقوی وقد روی عنه ذلك المؤدب الثقة الثبت

محدث شعبہ نے اس حدیث کو حبیب بن شہید بواسطہ ابن بریدہ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا، میرے نزدیک محدث شعبہ کی روایت زیادہ ثابت اور زیادہ صحیح ہے اھ محدث ابن عدی نے الکامل میں اس حدیث کو مفضل مذکور کے حوالہ سے اس کی تخریج کی اور کہا ہے کہ میں نے اس سے زیادہ منکر کوئی حدیث نہیں دیکھی، پھر اس نے کہا شعبہ نے حبیب سے بواسطہ ابن بریدہ اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا (الحدیث) اھ، علامہ ذہبی نے المیزان میں اس مفضل کے بارے میں کوئی مفصل یا غیر مفصل جرح ذکر نہیں کی بلاشبہہ جو درجہ تضعیف تک پہنچتی ہے اور یحیٰی سے نقل کیا گیا کہ اس نے کہا کہ یہ اس درجہ کی حدیث نہیں، امام ترمذی کے حوالے سے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ شیخ مصری شیخ بصری سے زیادہ ثقہ (مستند ومعتبر) ہے۔ امام نسائی سے مروی ہے کہ وہ قوی نہیں۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ لیس بالقوی اور لیس بقوی دونوں میں واضح اور کھلا فرق ہے بلاشبہہ اس مؤدب ثقہ ثبت نے اس سے روایت

---

[1] جامع الترمذی کتاب الاطعمة باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/۴

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ مفضل بن فضالہ مصری دار الفکر بیروت ۶/۲۴۰۴

[3] تا [5] میزان الاعتدال للذہبی " " " ۸۷۳۲ دار المعرفة بیروت ۴/۱۶۹

وعبد الرحمٰن بن مهدی ذاك الجبل الشامخ الامام الحافظ قال البخاری فی علی بن عبد الله المعروف بابن المدینی مااستصغرت نفسی الاعنده وقال ابن المدینی فی عبد الرحمٰن هذا مارأیت اعلم منه وکذلك موسٰی بن اسمٰعیل ذاك الثقة الثبت وجماعة لاجرم حسنه الحافظ واطلاق الصحیح علی الحسن غیر مستنکر وقد صححه امام الائمة ابن خزیمة ومن تبعه وقد وجدت له متابعا فان الامام الاجل ابا جعفر الطحاوی اخرجه اولا بالطریق المذکور فقال حدثنا فهد (یعنی ابن سلیمٰن بن یحیٰی) ثنا ابو بکر بن ابی شیبة ثنا یونس بن محمد الحدیث ثم قال حدثنا ابن مرزوق ثنا محمد بن عبد الله الانصاری ثنا اسمٰعیل بن مسلم عن ابی الزبیر عن جابر عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم مثله[1] اه قلت وبه یعلم ما فی کلام الامام الترمذی والله تعالٰی اعلم ثم اعلم انه

کی ہے۔ عبد الرحمٰن ابن مہدی جو فنِ حدیث میں کوہِ گراں ہے امام اور حافظ ہے امام بخاری نے علی بن عبد اللہ جو ابن المدینی کے نام سے مشہور ہے کے متعلق فرمایا کہ میں نے صرف اس کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھا۔ چنانچہ ابن المدینی نے عبد الرحمٰن کے بارے میں فرمایا میں نے اس سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ اور اسی طرح موسٰی بن اسمٰعیل ثقہ ثبت ہے۔ اور ایک جماعت بلاشبہہ حافظ نے اسکی تحسین فرمائی۔ اور حسن پر صحیح کا اطلاق غیر معروف نہیں۔ امام الائمہ ابن خزیمہ اور ان کے ہمنوا ائمہ نے اس کی تصحیح فرمائی اور بلاشبہہ میں نے اس کا متابع پایا ہے کیونکہ جلیل الشان امام ابوجعفر طحاوی نے اولاً طریق مذکور سے اس کی تخریج فرمائی چنانچہ فرمایا ہم سے فہد یعنی ابن سلیمان بن یحیٰی نے بیان کیا، اس نے کہا ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے یونس بن محمد نے بیان کیا، الحدیث۔ پھر فرمایا ہم سے ابن مرزوق نے بیان کیا اس سے محمد بن عبد اللہ انصاری نے اس سے اسمٰعیل بن مسلم نے بیان کیا اس نے ابو الزبیر سے اس نے جابر سے، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے اسی حدیث مذکور کی مثل روایت فرمائی اھ قلت (میں کہتا ہوں) اس سے امام ترمذی کے کلام کا حال معلوم کیا جاسکتا ہے اور درحقیقت اللہ تعالٰی ہی سب کچھ اچھی طرح

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون وغیرہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۶

وقع فی الجامع الصغیر لھذا الحدیث رمز حب، ک **اقول** ولم ارہ فی المجتبٰی بل لیس فیہ لان مدارہ علی ما ذکر الترمذی علی المفضل کما علمت و المفضل ھذا لیس من رواۃ النسائی اصلا وقد سقط الحدیث من نسخۃ سیدی علی المتقی قدس سرہ ولذا اوردہ من القسم الاول للجامع الکبیر وقد رمز لہ فیہ د، ت، ہ الخ وھو الصحیح الا ان یکون النسائی رواہ فی الکبرٰی فبالنظر الیہ یقال ع و ھو بعید ثم الواقع فی المشکوٰۃ[1] معزیا لابن ماجۃ ما ذکرنا اعنی کل ثقۃ باللہ وفی جامع الترمذی ثم قال کل بسم اللہ ثقۃ باللہ وتوکلا علیہ[2]، قال العلامۃ علی القاری اما ترک المؤلف البسملۃ مع وجودھا فی الاصول فاما محمولۃ علی روایۃ منفردۃ غریبۃ لابن ماجۃ اوعلی غفلۃ من صاحب المشکوٰۃ

جاتا ہے، پھر جان لیجئے کہ جامع صغیر میں اس حدیث کے لئے یہ رمز (حب، ک) ہے **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) میں نے اس کو مجتبٰی میں نہیں دیکھا بلکہ اس میں موجود ہی نہیں اس لئے کہ حدیث مذکور کا مدار جیسا کہ امام ترمذی نے ذکر کیا مفضل پر ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں اور یہ مفضل بالکل رواۃ نسائی میں سے نہیں۔ میرے آقا علی متقی قدس سرہ کے نسخہ سے حدیث مذکور ساقط ہوگئی ہے اس لئے امام سیوطی جامع کبیر کی پہلی قسم میں اسے لائے ہیں اور اس کے لئے یہ رمز (د، ت، ہ) پیش فرمائی الخ۔ اور وہ صحیح ہے ہاں البتہ امام نسائی نے الکبرٰی میں اسے روایت فرمایا تو پھر اسکے پیش نظر (ع) کہا جائے گا لیکن وہ بعید ہے پھر مشکوٰۃ میں ابن ماجہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہی الفاظ واقع ہوئے جو ہم نے ذکر کئے ہیں، میری مراد "کل ثقۃ باللہ" کے الفاظ سے ہے۔ اور جامع ترمذی کے الفاظ یہ ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کل بسم اللہ ثقۃً باللہ توکلا علیہ (اللہ کا نام لے کر کھائیں اللہ تعالٰی پر اعتماد و بھروسا کرتے ہوئے) علامہ علی قاری نے فرمایا مصنف علیہ الرحمۃ کا بسم اللہ چھوڑ دینا باوجودیکہ وہ اصول میں مذکور ہے یا تو اس لئے ہے کہ یہ ابن ماجہ

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب باب الفال والطیرۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۹۲

[2] جامع الترمذی ابواب الاطعمہ باب ما جاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/ ۴

او المصابیح[1] اھ **اقول** سبحٰن اللہ ھو انما نقلہ عن ابن ماجۃ فلو زاد البسملۃ نسب الی الغفلۃ ثم لم یتفرد ابن ماجۃ بترک البسملۃ بل ھو کذٰلک عند ابی داؤد ایضا رواہ عن عثمٰن بن ابی شیبۃ عن یونس بن محمد وابن ماجۃ عن ابی بکر بن ابی شیبۃ ومجاھد ابن موسٰی ومحمد بن خلف العسقلانی کلھم عن یونس بترک البسملۃ والترمذی عن احمد بن سعید الاشقر وابراھیم بن یعقوب کلاھما عن یونس مع البسملۃ فافھم۔

کی منفرد غریب روایت پر محمول ہے یا صاحبِ مشکوٰۃ یا صاحبِ مصابیح کی غفلت کا نتیجہ ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی (عیوب ونقائص سے پاک ہے (یعنی بڑا تعجب ہے) اس لئے کہ صاحبِ مشکوٰۃ نے اسے ابن ماجہ سے نقل فرمایا ہے اگر بسم اللہ شریف کا اضافہ کرتے تو زیادتی کی طرف منسوب ہوتے اور ترکِ بسم اللہ کے معاملہ میں ابن ماجہ ہی منفرد نہیں بلکہ ابوداؤد کے نسخہ میں بھی یونہی بسم اللہ متروک ہے چنانچہ امام ابوداؤد نے عثمان ابن ابی شیبہ سے بواسطہ یونس بن محمد اس کو روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے ابوبکر بن ابی شیبہ، مجاہد بن موسٰی اور محمد بن خلف عسقلانی کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے، سب نے بواسطہ یونس بسم اللہ کے بغیر روایت کی اور امام ترمذی نے بواسطہ احمد بن سعید اشقر اور ابراہیم بن یعقوب بحوالہ یونس "بسم اللہ" سمیت اس کو روایت کیا ہے۔ اس مقام کو سمجھ لیجئے۔ (ت)

سولھویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل مع صاحب البلاء تواضعا لربک وایمانا۔ رواہ الامام الاجل الطحاوی[2] عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ **قلت** ھکذا اوردہ فی الجامع کل باللام والذی رایتہ الامام الطحاوی کن بالنون، واللہ تعالٰی اعلم۔

بلاء والے کے ساتھ کھانا کھا اپنے رب کیلئے تواضع اور اس پر سچے یقین کی راہ سے۔ (جلیل القدر امام طحاوی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اسی طرح الجامع میں لفظ کل (حرف لام کے ساتھ) ہے لیکن میں نے امام طحاوی کے نسخہ میں کن (حرف نون کے ساتھ) دیکھا ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بہتر جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] مرقات المفاتیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۵۱

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۷

سترہویں حدیث میں ہے کہ ایک بی بی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے پوچھا، کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجذوموں کے حق میں فرماتے :

فروا منھم کفرارکم من الاسد۔
ان سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو۔

ام المومنین (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا :

کلا ولکنہ لاعدوی فمن اعادی الاول۔ رواہ ابن جریر[1] عن نافع بن القاسم عن جدتہ فطیمۃ۔
ہرگز نہیں، بلکہ یہ فرماتے تھے کہ بیماری اُڑکر نہیں لگتی جسے پہلے ہُوئی اُسے کس کی اُڑکر لگی۔ (ابن جریر نے حضرت نافع بن قاسم سے بحوالہ اس کی دادی فطیمہ کے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) ام المومنین کا یہ انکار اپنے علم کی بناء پر ہے یعنی میرے سامنے ایسا نہ فرمایا بلکہ یُوں فرمایا اور ہے یہ کہ دونوں ارشاد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بصحت کافیہ ثابت ہیں۔

اٹھارہویں سے تیس تک حدیث جلیل عظیم صحیح مشہور بلکہ متواتر جس سے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے استدلال کیا کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

لاعدوی۔ رواہ الائمۃ احمد و الشیخان[2] وابوداؤد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ[ع]
بیماری اُڑکر نہیں لگتی (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری ومسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ اسکو حضرت ابوہریرہ

[ع] رواہ عنہ بطرق کثیرۃ شتی ھم والامام الطحاوی والدارقطنی فی المتفق والخطیب والبیھقی وابن جریر و اٰخرون وان نسیہ ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ من بعد کما رواہ البخاری والطحاوی وابن جریر وغیرھم ۱۲ منہ۔
متعدد ومختلف طریقوں کیساتھ حضرت ابوہریرہ سے حدیث مذکور کو ان ائمہ مذکورین امام طحاوی اور امام دارقطنی نے متفق میں، خطیب، بیہقی، ابن جریر اور کچھ دوسروں نے اسے روایت کیا ہے اگرچہ بعد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسے بھُول گئے تھے جیسا کہ بخاری، طحاوی اور ابن جریر وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث ۲۸۵۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۹۷
[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام ۲/ ۸۵۹ و صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوٰی ۲/ ۲۳۰
سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ والتطیر ۲/ ۱۹۰ و مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ ۲/ ۲۶۷ و ۳۲۷

واحمد والستة الا النسائی[1] عن انس واحمد
والشیخان وابن ماجة[2] والطحاوی عن
ابن عمر واحمد ومسلم والطحاوی
عن السائب[3] بن یزید وهم
وابن جریر جمیعا عن
جابر[4] واحمد والترمذی
والطحاوی[5] عن ابن مسعود
واحمد وابن ماجة و
الطحاوی والطبرانی و
ابن جریر عن ابن[6] عباس
والثلثة الاخیرة عن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا نیز امام احمد اور
دیگر چھ ائمہ نے سوائے امام نسائی کے سب نے
اس کو روایت کیا ہے اور ان پانچ ائمہ نے حضرت
انس سے روایت کی ہے۔ امام احمد، بخاری، مسلم،
ابن ماجہ اور امام طحاوی نے حضرت عبداللہ ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمائی نیز امام احمد،
مسلم اور طحاوی نے حضرت سائب بن یزید سے
روایت کی۔ ابن جریر اور ان سب نے حضرت جابر
سے روایت کی۔ امام احمد، ترمذی اور طحاوی نے
حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
روایت کی۔ امام احمد، ابن ماجہ، طحاوی، طبرانی

---

1 صحیح البخاری کتاب الطب باب لاعدوی ۸۵۹/۲ و صحیح مسلم باب الطیرۃ والفال ۲۳۱/۲
سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ والتطیر ۱۹۰/۲ و سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۳۰/۳ و ۱۵۴

2 صحیح البخاری کتاب الطب ۸۵۹/۲ و کنز العمال بحوالہ حم وابن ماجہ ۱۱۸/۱۰
سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱

3 صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوی ۲۳۰/۲ و مسند احمد بن حنبل عن السائب بن یزید ۴۵۰/۳
شرح معانی الآثار ۴۱۶/۲

4 صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوی ۲۳۱/۲ و مسند احمد بن حنبل عن جابر ۲۹۳/۳
شرح معانی الآثار ۴۱۷/۲

5 جامع الترمذی ابواب القدر ۳۷/۲ و مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود ۴۴۰/۱
شرح معانی الآثار ۴۱۶/۲

6 مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس ۲۶۹/۱ و سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱
شرح معانی الآثار ۴۱۶/۲

ابی امامۃ[1] وابن خزیمۃ والطحاوی وابن حبان وابن جریر عن سعد[2] بن ابی وقاص والامام الطحاوی[3] عن ابی سعید الخدری والشیرازی فی الالقاب والطبرانی فی الکبیر والحاکم وابونعیم فی الحلیۃ عن عمیر[4] بن سعد الانصاری والطبرانی وابن عساکر عن عبد[5] الرحمٰن بن ابی عمیرۃ المزنی وابن جریر عن ام المؤمنین[6] وایضا صححہ والقاضی محمد ابن عبدالباقی الانصاری فی جزئہ الحدیثی عن امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم بلفظ لایعدی سقیم صحیحا[7] الخصناہ عن الجامع الکبیر مع جمع وزیادات۔

اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور آخری تین ائمہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی نیز ابن خزیمہ، طحاوی، ابن حبان اور ابن جریر نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ اور امام طحاوی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، نیز شیرازی نے القاب میں طبرانی نے الکبیر میں حاکم اور ابونعیم نے الحلیہ میں حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ مزنی سے روایت کی ابن جریر نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرکے اس کی تصحیح فرمائی اور قاضی محمد ابن عبدالباقی انصاری نے اپنے جزء الحدیثی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان الفاظ سے روایت فرمائی کسی بیمار سے بیماری اُڑ کر کسی تندرست کو نہیں لگتی یہ ہم نے جامع کبیر سے جمع کیا اور اضافوں کے ساتھ اس کا ملخص پیش کیا ہے۔ (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ ۲/۴۱۷ و المعجم الکبیر حدیث ۷۷۶۱، ۷۷۹۲ ۸/۲۱۶

[2] الجامع الکبیر بحوالہ ابن خزیمہ والطحاوی وابن حبان عن سعد بن ابی وقاص " ۲۶۱۸۴ بیروت ۸/۲۹۹

[3] الجامع الکبیر بحوالہ ابن جریر والطحاوی والشیرازی فی الالقاب عن ابی سعد " ۲۶۱۸۵ " "

[4] الجامع الکبیر بحوالہ الشیرازی فی الالقاب (طب، حل، کر) عن عمیر بن سعد " ۲۶۱۸۶ " "

[5] کنزالعمال بحوالہ کر عن عبدالرحمٰن حدیث ۲۸۶۰۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۲۰

[6]

[7] کنزالعمال بحوالہ ابن جریر عن علی حدیث ۲۸۶۳۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۲۶
سنن ابی داود کتاب الکہانۃ ۲/۱۹۰ و شرح معانی الآثار ۲/۴۱۶

اسی حدیث کے متعدد طرق میں وہ جواب قاطع ہر شک وارتیاب ارشاد ہُوا جسے ام المومنین نے اپنے استدلال میں روایت فرمایا صحیحین وسنن ابی داؤد وشرح معانی الآثار امام طحاوی وغیرہا میں حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، ایک بادیہ نشین نے عرض کی: یارسول اللہ! پھر اونٹوں کا یہ کیا حال ہے کہ وہ ریتی میں ہوتے ہیں جیسے ہرن یعنی صاف شفاف بدن ایک اُونٹ خارش والا آکر ان میں داخل ہوتا ہے جس سے خارش ہوجاتی ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فمن اعدی الاول[1] اس پہلے کو کس کی اُڑ کر لگی، احمد ومسلم وابوداؤد، وابن ماجہ کے یہاں حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے ارشاد فرمایا: ذٰلکم القدر فمن اجرب الاول[2] یہ تقدیری باتیں ہیں بھلا پہلے کو کس نے کھجلی لگادی۔ یہی ارشاد احادیث مذکورہ عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس وابوامامہ وعمیر بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مروی ہوا، حدیث اخیر میں اس توضیح کے ساتھ ہے کہ فرمایا:

الم تروا الی البعیر یکون فی الصحراء فیصبح وفی کرکرتہ اوفی مراق بطنہ نکتۃ من جرب لم تکن قبل ذٰلک فمن اعدی الاول[3]

کیا دیکھتے نہیں کہ اونٹ جنگل میں ہوتا ہے یعنی الگ تھلگ کہ اس کے پاس کوئی بیمار اونٹ نہیں صبح کو دیکھو تو اس کے بیچ سینے یا پیٹ کے نرم جگہ میں کھجلی کا دانہ موجود ہے بھلا اس پہلے کو کس کی اُڑ کر لگ گئی۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) حاصل ارشاد یہ ہے کہ قطع تسلسل کے لئے ابتداءً بغیر دوسرے سے منتقل ہوئے خود اس میں بیماری پیدا ہونے کا ماننا لازم ہے تو حجت قاطعہ سے ثابت ہُوا کہ بیماری خودبخود بھی حادث ہوجاتی ہے اور جب یہ مسلّم ہے تو دوسرے میں انتقال کے سبب پیدا ہونا محض وہم علیل وادعائے بے دلیل رہا جب ایک میں خود پیدا ہوسکتی ہے تو یونہی ہزار میں۔

فلا یوسوس العدو الرجیم فی قلب مریض

مردود دشمن (شیطان) کہیں مریض کے دل میں

---

[1] صحیح البخاری باب لاعدوٰی ۲/ ۸۵۹ و صحیح مسلم باب لاعدوٰی ۲/ ۲۳۰
سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ ۲/ ۱۹۰ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۱۶

[2] کنز العمال بحوالہ حم وابن ماجہ حدیث ۲۸۵۹۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۱۸
سنن ابن ماجہ ابواب الطب ص ۲۶۱

[3] کنز العمال بحوالہ طب، حل، ک عن عمیر بن سعد حدیث ۲۸۶۱۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۲۱

ان القائلین بالاعداء لا یحصرون المرض فیہ حتی یلزمھم اعداء الاول فافھم وتثبت۔

یہ وسوسہ نہ ڈال دے کہ تجاوزِ مرض کے قائل مرض کو اسی تعدیہ میں بند تو نہیں کرتے کہ ان پر یہ الزام ہو کہ پہلے مریض کو مرض کیسے لگ گیا، پس سمجھ لیجئے اور ثابت رہئے۔ (ت)

اکتیسویں حدیث کہ امام احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسی قدر روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایوردن ممرض علی مصح۔[1]

ہرگز بیمار جانور تندرست جانوروں کے پاس پانی پلانے کو نہ لائے جائیں۔

بیہقی نے سُنن میں یُوں مطولاً تخریج کی کہ ارشاد فرمایا:

لاعدوی ولا یحل الممرض علی المصح ولیحل المصح حیث شاء فقیل یارسول اللہ ولم ذلک قال لانہ اذی[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

بیماری اڑ کر نہیں لگتی اور تندرست جانوروں کے پاس بیمار جانور نہ لائیں اور تندرست جانور والا جہاں چاہے لے جائے، عرض کی گئی یہ کس لئے؟ فرمایا: اس لئے کہ اس میں اذیت ہے یعنی لوگ بُرا مانیں گے انھیں ایذا ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

قلت وقد رواہ مالک فی مؤطاہ انہ بلغہ عن بکیر بن عبداللہ بن الاشج عن ابن عطیۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

قلت (میں کہتا ہوں) امام مالک نے اپنی مؤطا میں اسے یوں روایت کیا کہ حدیث مذکور انھیں بکیر بن عبداللہ بن اشج سے بواسطہ ابن عطیہ اس طرح پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۰
سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ باب فی الطیرۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۹۰
سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱
صحیح البخاری کتاب الطب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۹
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ دارالفکر بیروت ۲/۴۰۶ و ۴۳۴

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب لایورد ممرض علی مصح دارصادر بیروت ۷/۲۱۷

قال لاعدوی ولاھام ولاصفر و لا یحل المسرض علی المصح ولیحلل المصح حیث شاء فقالوا یارسول اللہ وما ذاك فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذی[1] ھکذا رواہ یحیی مرسلا وتابعہ جماعۃ من رواۃ الموطا وخالفھم القعنبی وعبداللہ بن یوسف وابو مصعب ویحیی بن بکیر فجعلوہ عن ابی عطیۃ عن ابی ھریرۃ موصولا غیران ابن بکیر قال عن ابی عطیۃ ولاخلف فھو عبداللہ بن عطیۃ الاشجعی و یکنی اباعطیۃ ووھم بعض رواۃ الموطا فی جعلہ عن ابی عطیۃ عن ابی بردۃ وانما ھو عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما افادہ الزرقانی[2]

ارشاد فرمایا: کسی مرض میں تعدیہ نہیں (کہ مرض اُڑ کر دوسرے تندرست آدمی کو لگ جائے) اور اُلّو وغیرہ میں نحوست نہیں، ماہِ صفر کی آمد میں نحوست نہیں۔ بیمار جانور کو تندرست جانور کے پاس نہ لائیں بلکہ تندرست جانور کو جہاں چاہیں لے جائیں۔ لوگوں نے عرض کیا یہ کیوں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس میں اذیت ہے یعنی لوگوں کو ایذا ہوگی۔ یحیٰی نے بطور ارسال (ذکر سند کے بغیر) اس کو روایت کیا اور مؤطا کے راویوں کی جماعت نے اس کی متابعت کی۔ قعنبی، عبداللہ بن یوسف، ابومصعب اور یحیٰی بن بکیر نے ان کی مخالفت کی۔ لہٰذا بواسطہ ابن عطیہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے اسے موصول قرار دیا مگر یہ کہ ابن بکیر نے ابن عطیہ سے کہا اور اس میں کوئی خلاف نہیں اس لئے کہ وہ عبداللہ بن عطیہ اشجعی ہے البتہ اس کی کنیت ابوعطیہ ہے بعض رواۃ مؤطا کو یہ وہم ہوا کہ انہوں نے اس حدیث کو عن ابی عطیہ عن ابی بردہ کی سند سے ذکر کیا حالانکہ یہ حضرت ابوہریرہ کی سند سے مروی ہے (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) علامہ زرقانی نے اس کا افادہ کیا۔ (ت)

یہ حدیث دونوں مضمون کی جامع ہے۔

بتیسویں حدیث صحیح جلیل کہ ایسا ہی رنگ جامعیت رکھتی ہے صحیح بخاری شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاعدوی وفر من المجذوم کما تفر من الاسد[3]، اوردہ الامام الجلیل الجلال السیوطی

بیماری اُڑ کر نہیں لگتی اور جذامی سے بھاگ جیسا شیر سے بھاگتا ہے۔ جلیل القدر امام جلال الدین سیوطی

---

[1] مؤطا امام مالک کتاب الجامع باب عیادۃ المریض والطیرۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۲۱

[2] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک " " " " دارالمعرفۃ بیروت ۴/۳۳۳

[3] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۰

فی جامعه الکبیر بهذا اللفظ عازیا لابن
جریر عن ابی قلابة[1] وفی قسمه الاول
بلفظ لاعدوی ولا طیرة ولا هامة
ولا صفر واتقوا المجذوم
کما تتقوا الاسود عازیا[2] لسنن
البیهقی عن ابی هریرة ، و
اورده فی اول الجامع ایضا بلفظ
لاعدوی ولا طیرة ولا هامة
ولا صفر وفر من المجذوم
کما تفر من الاسد عازیا
لاحمد[3] والبخاری عن ابی هریرة،
وهو کذلك فی الجامع الصحیح
و به ظهر ماقدمنا ان العزو
یتبع اللفظ فبالنظر الی حدیث
ابی قلابة عددناه بحیاله ولذا
اوردناه بلفظه و هو
بعینه لفظ البخاری وان
اشتمل علی زیادات لاتوقف
لهذا المعنی علیها اقول
وابوقلابة هذا هو
عبدالله بن زید الجرمی

اپنی جامع کبیر میں ابوقلابہ کے حوالہ سے امام ابن جریر
کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس لفظ سے
لائے ہیں اور اس کی پہلی قسم میں ان الفاظ سے لائے
ہیں "لاعدوی" یعنی کوئی مرض اڑ کر نہیں لگتا،
"ولاھامة" نہ اُلّو میں نحوست ہے، "ولاصفر"
نہ ماہ صفر کی آمد میں کوئی نحوست ہے۔ جذامی سے
اس طرح بچو جس طرح شیروں سے بچتے ہو (یعنی
بھاگتے ہو) بواسطہ ابوھریرہ سنن بیہقی کی طرف
نسبت کرتے ہوئے۔ نیز جامع کی ابتداء میں
امام سیوطی ان الفاظ سے لائے ہیں کسی مرض میں
تجاوز نہیں نہ اُلّو میں نحوست ہے نہ ماہ صفر میں،
جذامی سے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔
مسند احمد اور بخاری کی طرف نسبت کرتے ہوئے
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے۔
اور وہ جامع صحیح میں اسی طرح ہے۔ اس سے ظاہر
ہوگیا کہ جو کچھ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ نسبت
کرنی لفظ کے تابع ہوتی ہے پھر ابوقلابہ کی حدیث
کے پیش نظر ہم نے اس کے مقابل سے اس کا شمار
کیا ہے اس لئے ہم اسے اسی لفظ سے لائے
ہیں اور وہ بعینہٖ بخاری کے الفاظ ہیں اگرچہ وہ
کچھ اضافوں پر شامل ہے پس اس معنی کا ان پر

[1] جامع الاحادیث للسیوطی مسند ابی قلابہ حدیث ۱۰۱۴۶ دارالفکر بیروت ۱۷/ ۳۱۴
[2] " " " " حدیث ۲۶۱۹۱ " " " ۸/ ۳۰۰
[3] " " " " " ۲۶۱۶۸ " " " ۸/ ۲۹۷

من ثقات التابعین وعلمائھم کثیر الارسال وکان الاولی ان ینبه علیه ثم ان العلامة الشمس السخاوی قال فی حدیث اتقوا ذوی العاھات المعنی فر من المجذوم فرارك من الاسد کما ورد فی بعض الفاظ الحدیث وھو متفق علیه عن ابی ھریرة مرفوعا بمعناه[1] اھ ورأیتنی کتبت علیه ما نصه اقول لم اره لمسلم انما فیه قوله صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم لمجذوم انا قد بایعناك فارجع[2] نعم ھو فی حدیث البخاری بلفظ فر من المجذوم کما تفر من الاسد[3] والیه وحده عزاه فی المشکوٰة[4] وکذا الامام النووی فی شرح مسلم تحت حدیثه المذکور[5] وکذا الامام السیوطی فی اول جامعه الکبیر[6]، فاللّٰہ تعالٰی اعلم۔

توقف نہیں (یہ معنی ان پر موقوف نہیں) **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) یہ ابو قلابہ عبداللہ ابن زید جرمی ہے جو ثقات تابعین اور ان کے علماء میں سے ہے یہ کثیر الارسال ہے، بہتر تو یہ تھا کہ وہ اس پر آگاہ (تنبیہ) کرتا۔ علامہ شمس الدین سخاوی نے فرمایا کہ حدیث اتقوا ذوی العاھات کا معنی فر من المجذوم فرارك من الاسد (یعنی جذامی آدمی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو) جیسا کہ حدیث کے بعض الفاظ میں وارد ہوا ہے اور وہ بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ متفق علیہ مرفوع بالمعنی روایت ہے اھ مجھے یاد ہے میں نے اسی پر حاشیہ لکھا ہے عبارت یہ ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) میں نے اسے صحیح مسلم میں نہیں دیکھا، اس میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جذامی شخص کے بارے میں صرف یہی ارشاد مذکور ہے کہ ہم نے تمہیں (زبانی) بیعت کرلیا لہٰذا واپس چلے جاؤ، ہاں البتہ بخاری شریف کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں "جذامی شخص سے اس طرح بھاگ جس طرح تو

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف الہمزہ حدیث ۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۸
[2] صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۳
[3] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام " " ۲/۸۵۰
[4] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مجتبائی دہلی بھارت ص ۳۹۱
[5] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۳
[6] جامع الاحادیث للسیوطی حدیث ۲۶۱۶۸ دار الفکر بیروت ۸/۲۹۷

شیرے بھاگتا ہے" صرف اکیلے بخاری ہی کی طرف مشکوۃ میں اس کی نسبت کی گئی ہے۔ اسی طرح امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کے ذیل میں لکھا ہے اور اسی طرح اپنی جامع کبیر میں ابتداءً امام سیوطی نے فرمایا۔ درحقیقت اللہ تعالٰی ہی سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)

اب بتوفیق اللہ تعالٰے تحقیق حکم سُنئے **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں ۔ ت) احادیث قسم ثانی تو اپنے افادہ میں صاف صریح ہیں کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، کوئی مرض ایک سے دوسرے کی طرف سرایت نہیں کرتا، کوئی تندرست بیمار کے قریب و اختلاط سے بیمار نہیں ہوجاتا، جسے پہلے شروع ہوئی اُسے کس کی اُڑ کر لگی۔ ان متواتر و روشن و ظاہر ارشاداتِ عالیہ کو سُن کر یہ خیال کسی طرح گنجائش نہیں پاتا کہ واقع میں تو بیماری اُڑ کر لگتی ہے مگر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کا وسوسہ اٹھانے کے لئے مطلقاً اس کی نفی فرمائی ہے، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم و اجلّۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم کی عملی کارروائی مجذوموں کو اپنے ساتھ کھلانا ان کا جھوٹا پانی پینا، اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر برتن میں رکھنا، خاص اُن کے کھانے کی جگہ سے نوالہ اٹھا کر کھانا، جہاں مُنہ لگا کر انھوں نے پیا بالقصد اُسی جگہ مُنہ رکھ کر خود نوش کرنا، یہ اور بھی واضح کررہی ہے کہ عدوٰی یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانا محض خیال باطل ہے ورنہ اپنے آپ کو بلا کے لئے پیش کرنا شرع ہرگز روا نہیں رکھتی،

قال اللہ تعالٰی ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا) آپ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

رہیں قسم اوّل کی حدیثیں، وہ اس درجہ عالیہ صحت پر نہیں جس پر احادیثِ نفی ہیں ان میں اکثر ضعیف ہیں جیسا کہ ہم بیان و اشارہ کر آئے اور بعض غایت درجہ حسن ہیں، صرف حدیث اول کی تصحیح ہوسکتی ہے مگر وہی حدیث اس سے اعلیٰ وجہ پر جو صحیح بخاری میں آئی خود اسی میں ابطالِ عدوٰی موجود کہ مجذوم سے بھاگو اور بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، تو یہ حدیث خود واضح فرمارہی ہے کہ بھاگنے کا حکم اس وسوسہ و اندیشہ کی بناء پر نہیں، معہذا صحت میں اُس کا پایہ بھی دیگر احادیثِ نفی سے گرا ہُوا ہے کہ اُسے امام بخاری نے مسنداً روایت نہ کیا بلکہ بطور تعلیق،

حیث قال قال عفان وعفان ھذا — چنانچہ امام بخاری نے فرمایا عفان نے کہا یہ عفان

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

وان كان من شيوخ البخاري فكثيرا ما يروي عنه بالواسطة كما في فتح الباري[1] وعدوله عن حدثنا المعتاد له في جميع كتابه الى قال لايكون الا لوجه وهذا وان كان وصلا على طريق ابن الصلاح فليس المختلف فيه كالمتفق عليه وقد جزم المحقق على الاطلاق في باب العنين من فتح القدير ان البخاري رواه معلقا[2] ثم لعلك تقول مالك حصرت الصحة في الحديث الاول اليس فيما ذكرت حديث انا قد بايعناك فارجع[3] اقول انما يرويه مسلم هكذا حدثنا يحيى بن يحيى انا هشيم ح قال وثنا ابوبكر بن ابي شيبة قال نا شريك بن عبد الله وهشيم بن بشير عن يعلى بن عطاء عن عمرو بن الشريد عن ابيه رضي الله تعالى عنه[4]

اگرچہ شیوخِ بخاری (اساتذہ بخاری) میں سے ہے تاہم اس سے بسا اوقات بالواسطہ روایت کرتے ہیں جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے، امام بخاری کا حدثنا (جو تمام کتب میں حسبِ معمول و حسبِ عادت ہے) چھوڑ کر لفظ قال اختیار کرنا بغیر کسی وجہ کے نہیں ہو سکتا، اگرچہ علامہ ابن الصلاح کے طریقے پر یہ صورت وصل ہے تاہم مختلف فیہ، متفق علیہ کی طرح نہیں۔ محقق علی الاطلاق (ابن ہمام) نے فتح القدیر باب عنین میں اس پر یقین اور وثوق کیا کہ امام بخاری نے اسے معلق روایت کیا ہے پھر شاید آپ کہیں کہ تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے پہلی حدیث میں صحت کو منحصر (بند) کر دیا حالانکہ جو آپ نے ذکر کیا اس میں یہ حدیث ہے انا قد بایعناک فارجع واپس ہو جاؤ ہم نے تمھیں زبانی بیعت کر لیا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) امام مسلم اسے اس سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں ہم سے یحیٰی بن یحیٰی نے بیان کیا اسے ہشیم نے بتایا 'ح' ہم سے ابوبکر بن شیبہ نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے شریک بن عبداللہ اور ہشیم بن بشیر نے بیان کیا اس نے یعلٰی بن عطاء اس نے عمرو بن شرید اس نے اپنے باپ سے روایت کیا

---

[1] فتح الباری شرح البخاری کتاب الطب باب الجذام مصطفٰی البابی مصر ۱۲/ ۲۶۴
[2] فتح القدیر کتاب الطلاق باب العنین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۳۳
[3] صحیح مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۳
[4] " " " " "

وقال ابن ماجة حدثنا عمرو بن رافع ثنا هشیم عن یعلی بن عطاء[1] الخ وهشیم بن شریك کلاهما مدلس وقد عنعنا قال فی التقریب هشیم بن بشیر ثقة ثبت کثیر التدلیس والارسال الخفی[2] وقال فی شریك صدوق یخطئ کثیرا تغیر حفظه منذ ولی القضاء بالکوفة[3] وقال فی تهذیب التھذیب قال عبد الحق الاشبیلی کان یدلس و قال ابن القطان کان مشھورا بالتدلیس[4] اھ قال وا یروی له مسلم فی المتابعات[5] اھ کما ھھنا اخرج له بمتابعة ھشیم اما قول من قال ان عنعنة المدلسین فی الصحیحین محمول علی السماع **فاقول** تقلید جامد ولا تنکر تحسین الظن فلیس التخمین کالتبیین اصلا۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ محدث ابن ماجہ نے فرمایا ہم سے عمرو بن رافع نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے ہشیم نے بواسطہ یعلٰی بن عطاء بیان کیا الخ ہشیم اور شریک دونوں مُدلس ہیں اور دونوں نے عن عن کے الفاظ سے روایت کی ہے، چنانچہ التقریب میں فرمایا، ہشیم بن بشیر ثقہ ثبت ہے مگر بہت زیادہ تدلیس اور ارسال خفی کرنے والا ہے۔ اور شریک کے متعلق فرمایا، سچا ہے لیکن کثیر الخطاء ہے اس کے حافظہ میں تبدیلی آگئی تھی جب سے وہ کوفہ میں قاضی مقرر ہوا۔ تہذیب التہذیب میں کہا کہ عبد الحق اشبیلی نے فرمایا، وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔ اور ابن القطان نے فرمایا، وہ تدلیس میں مشہور تھا اھ۔ فرمایا، امام مسلم اس سے متابعات میں روایت کرتے تھے اھ۔ جیسا کہ یہاں ہشیم کی متابعت میں اس سے تخریج فرمائی۔ لیکن جس نے یہ کہا کہ تدلیس کرنے والوں کا بخاری ومسلم میں عن عن کہنا سماع پر محمول ہے **فاقول** (تو میں کہتا ہوں کہ) یہ محض اندھی تقلید ہے اگرچہ ہم حسن ظن کے منکر نہیں تاہم تخمین (اٹکل پچو سے کچھ کہنا) بالکل صاف بیان کرنے کی طرح نہیں ہوسکتا۔ (ت)

کوئی حدیث ثبوتِ عدوٰی میں نص نہیں، یہ تو متواتر حدیثوں میں فرمایا کہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، اور یہ ایک حدیث میں بھی نہیں آیا کہ عادی طور پر اُڑ کر لگ جاتی ہے۔ حدیث چہارم کہ جُذامیوں کو نظر جما کر نہ دیکھو ان کی طرف تیز نگاہ نہ کرو" صاف یہ محمل رکھتی ہے کہ ادھر زیادہ دیکھنے سے تمہیں گھن آئے گی نفرت پیدا ہوگی ان

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

[2] تقریب التہذیب لابن حجر عسقلانی تحت حرف الہاء ترجمہ ۷۳۴۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۹

[3] " " " " " " تحت حرف الشین المعجمہ ۲۷۹۵ " " ۱/ ۴۱۷

[4] تہذیب التہذیب من اسمہ شریک ترجمہ شریک بن عبد اللہ ۵۷۷ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ہند ۴/ ۳۳۷

[5] " " " " " " " " " " "

مصیبت زدوں کو حقیر سمجھو گے، ایک تو یہ خود حضرت عزت کو پسند نہیں پھر اس سے ان گرفتارانِ بلا کو ناحق ایذا پہنچے گی اور یہ روا نہیں۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

(لا تحدوا النظر) لانہ اذی ان لا تعافوهم فتزدروهم او تحتقروهم۔[1]

(نظریں جما کر جذامیوں کو نہ دیکھو) اس لئے کہ یہ ایذا ہے کہیں تم ان سے گھن نہ کرنے لگو اور انکو عیب دار سمجھتے ہوئے تحقیر نہ کرنے لگو۔ (ت)

علامہ فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لا تدیموا النظر الی المجذومین لانہ اذا ادامہ حقرہ وتاذی بہ المجذوم۔[2]

نگاہ جما کر جذامیوں کو نہ دیکھو اس لئے کہ یہ ایذا ہے جب کوئی نگاہ جما کر انھیں دیکھے تو انھیں حقیر سمجھے گا اور جذامیوں کو اس طرح تکلیف ہوگی۔ (ت)

حدیث ششم میں کہ ان ثقفی سے فرمایا "پلٹ جاؤ تمھاری بیعت ہوگئی" متعدد وجوہ ہیں:

(۱) انھیں مجلس اقدس میں نہ بلایا کہ حاضرین دیکھ کر حقیر نہ سمجھیں۔

(۲) حضار میں کسی کو دیکھ کر یہ خیال نہ پیدا ہو کہ ہم ان سے بہتر ہیں، خود بینی اس مرض سے بھی سخت تر بیماری ہے۔

(۳) مریض اہلِ مجمع کو دیکھ کر غمگین نہ ہو کہ یہ سب ایسے چین میں ہیں اور وہ بلا میں، تو اس کے قلب میں تقدیر کی شکایت پیدا ہوگی۔

(۴) حاضرین کا لحاظ خاطر فرمایا کہ عرب بلکہ عرب وعجم جمہور بنی آدم بالطبع ایسے مریض کی قربت سے برا مانتے ہیں نفرت لاتے ہیں۔

(۵) **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) ممکن کہ خاطر مریض کا لحاظ فرمایا کہ ایسا مریض خصوصاً نومبتلا خصوصاً ذی وجاہت مجمع میں آتے ہوئے شرماتا ہے۔

(۶) **اقول** ممکن کہ مریض رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھوں سے رطوبت نکلتی تھی تو نہ چاہا کہ مصافحہ فرمائیں، غرض واقعہ حال محل صدگونہ احتمال ہوتا ہے حجت عام نہیں ہوسکتا۔ مجمع البحار میں ہے:

ارجع فقد بایعناك انما ردہ

واپس چلے جاؤ بے شک میں نے تمھیں (زبانی)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لا تحدوا النظر الی المجذومین مکتبہ امام شافعی الریاض ۴۹۱/۲
[2] مجمع بحار الانوار تحت حرف الجیم تحت لفظ "جذام" مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۳۳۶/۱

لئلا ینظر الیه اصحابه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فیزدرونه ویرون لانفسهم علیه فضلا فیدخلهم العجب او لئلا یحزن المجذوم برؤیة النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم واصحابه وما فضلوا به فیقل شکره علی بلاء الله تعالٰی۔[1]

بیعت کرلیا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس جذامی شخص کو لوٹادیا تاکہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام اسے دیکھ کر کہیں حقیر اور گھٹیا نہ سمجھنے لگیں اور اپنے آپ کو اس پر ترجیح نہ دینے لگیں۔ اس طرح ان میں خود بینی پیدا ہوجائے گی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے صحابہ ذی شان کو اور ان کے فضل وشرف کو دیکھنے سے کہیں جذامی غمگین نہ ہو، پھر اللہ تعالٰی کی مصیبت اور بلا پر اس کے جذباتِ شکر میں کمی نہ آجائے۔(ت)

حدیث ہفتم کہ بچھونا لپیٹنے کو فرمایا **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) ممکن کہ اس لئے فرمایا ہو کہ مریض کے پاؤں سے رطوبت نہ ٹپکے۔

حدیث ہشتم کہ اگر کوئی بیماری اُڑکر لگتی ہو تو جذام ہے۔ "اگر" کا لفظ خود بتارہا ہے کہ اُڑ کر لگنا ثابت نہیں۔ تیسیر میں ہے:

قوله ان کان دلیل علی ان هذا الامر غیر محقق عنده[2] اھ **اقول** حمله علی الشك وماکان ینبغی وانما حقه ان نقول قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان کان فی شیئ من ادویتکم خیر ففی شرطة محجم اوشربة من عسل الحدیث[3] رواه احمد والشیخان والنسائی عن جابر

گزشتہ حدیث میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد حرف "اِن" اس بات کی دلیل ہے کہ یہ امر آپ کے نزدیک ثابت اور محقق نہیں اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) اس کو شک پر محمول کرنا ہرگز مناسب نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ ہم یوں کہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!) اگر تمہاری کسی دوا اور علاج میں خیر ہو تو پچھنے لگوانے اور شہد پینے میں ہے (الحدیث) امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت جابر

---

[1] مجمع بحار الانوار حرف الجیم تحت لفظ "جذام" مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۱/ ۳۳۶
[2] تیسیر شرح جامع صغیر تحت حدیث ان کان شیئ من الداء الخ مکتبہ امام شافعی ریاض ۱/ ۳۷۳
[3] صحیح بخاری کتاب الطب باب الدواء بالعسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۴۸
صحیح مسلم کتاب السلام باب لکل داء دواء " " " ۲/ ۲۲۵

16/16

رضی اللہ تعالٰی عنہ ولا شك ان فی العسل خیرا کما نطق به القراٰن العزیز وفی الحجامة ایضا کما دل علیه المستفیض من الاحادیث القولیة والفعلیة وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لوکان شیئ سابق القدر لسبقته العین رواہ احمد[1] ومسلم والترمذی عن ابن عباس واحمد والترمذی وابن ماجة بسند صحیح عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنهم لا شك ان القدر لا یسبقه شیئ فاذا ثبت الوجهان فی امثال المقال جاء الاحتمال فبطل الاستدلال۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ بلاشبہہ شہد کے استعمال کرنے میں خیر ہے جیسا کہ قرآن عزیز اس پر ناطق ہے اور پچھنے لگانے میں بھی خیر ہے جیسا کہ مشہور قولی اور فعلی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی چیز قضا و قدر سے آگے بڑھ جاتی تو نظرِ بد آگے بڑھ جاتی۔ امام احمد، مسلم، ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس کو روایت کیا، نیز امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بسندِ صحیح اسماء دختر عمیس سے اسے روایت کیا ہے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) اس میں کوئی شک وشبہہ نہیں کہ تقدیر سے کوئی چیز آگے نہیں ہوسکتی، پھر جب وہ دو وجوہات اس قسم کی گفتگو میں ثابت ہوگئیں تو کلام میں احتمال پیدا ہوگیا (لہٰذا احتمال کے ہوتے ہوئے) استدلال باطل ہوگیا۔ (ت)

رہا اس وادی سے جلد گزر جانا **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اس میں وہ پانچ وجوہ پیشیں جاگزیں جو حدیث ششم کے بارہ میں گزریں فافھم (لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ ت) حدیث نہم کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن بی بی کو منع فرمایا **اقول** وہاں بھی چار وجہ اولیں جاری کما لایخفی بادنٰی تأمل (جیسا کہ معمولی غور وفکر کرنے سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی۔ ت)، حدیث یازدہم و دوازدہم کا فقرہ کہ امیر المومنین نے معیقیب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فرمایا دوسرا ہوتا تو مجھ سے ایک نیزے کے فاصلہ پر بیٹھتا **اقول** انھیں حدیثوں میں ہے کہ اُن کو اپنے ساتھ کھلایا، اگر یہ امر عدوٰی کا سبب عادی ہوتا تو اہل فضل کی خاطر سے اپنے آپ کو معرضِ بلا میں ڈالنا روا نہ ہوتا۔ اور تیرھویں حدیث نے تو خوب

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن اسماء بنت عمیس المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۳۸
صحیح مسلم کتاب السلام باب الطب والمرض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۰
سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب من استرقی العین ص ۲۵۹

ظاہر کر دیا کہ امیر المومنین خیال عدوٰی کی بیخ کنی فرماتے تھے نری خاطر منظور تھی تو اس شدت مبالغہ کی کیا حاجت ہوتی کہ پانی انھیں پلا کر اُن کے ہاتھ سے لے کر خاص اُن کے مُنہ رکھنے کی جگہ پر منہ لگا کر خود پیتے، معلوم ہوا کہ عدوٰی بے اصل ہے تو اس فرمانے کا منشاء مثلاً یہ ہو کہ ایسے مریض سے تنفر انسان کا ایک طبعی امر ہے آپ کا فضل اس پر حامل ہے کہ وہ تنفر مضمحل و زائل ہو گیا دوسرا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔

حدیث سی ویکم کہ تندرست جانوروں کے پاس بیمار نہ لائے جائیں **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اس کی وجہ خود حدیث مؤطائے امام مالک و سنن بیہقی نے ظاہر کر دی کہ یہ صرف لوگوں کے بُرا ماننے کے لحاظ سے ہے ورنہ بیماری اُڑ کر نہیں لگتی، ولہذا ہم نے اس حدیث کو احادیثِ قسم اول میں شمار بھی نہ کیا۔ اب نہ رہیں مگر پانچ حدیثیں اول دوم سوم پنجم دہم **اقول** قطع نظر اس سے کہ ان میں دوم کی سند واہی اور سوم کی خود حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جن کی طرف وہ نسبت کی جاتی تھی تکذیب فرمائی، اور دہم کہ امیر المومنین سے ایک صحابی جلیل القدر منجملہ اصحاب بدر و مہاجرین سابقین اوّلین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کی نسبت اُس کا صدور سخت مستبعد تھا، متعدد حدیثوں نے اس کا خلاف ثابت کر دیا جیسا کہ امیر المومنین سے مظنون تھا کما سبق ذٰلک کلہ فھذا منقطع باطنا ومعلول غیر مقبول (یہ سب کچھ پہلے گزر چکا ہے لہذا یہ اندرونی طور پر منقطع، معلول غیر مقبول ہے۔ ت) ان میں کسی کا حاصل حدیث اول کے حاصل سے کچھ زائد نہیں اور اُن میں وہی صحیح یا حسن ہے تو اُسی کی طرف توجہ کافی۔ علماء کے لئے یہاں متعدد طریقے ہیں:

اوّل اُس کے ثبوت میں کلام بر طریقہ اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ہے جیسا کہ حدیث ہفدہم میں گزرا۔

اقول طریقتہا رضی اللہ تعالٰی عنہا معروفۃ فی امثال الاحادیث التی ترد علٰی خلاف ما عندھا من العلم القطعی المستند الی القراٰن العظیم او السماع الشفاھی من جیب الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان تنسب راویھا الی السھو والوھم فی السماع والفھم کما قالت فی حدیث امیر المومنین عمر

اقول (میں کہتا ہوں) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا طریقہ کار اس قسم کی حدیثوں کے رَد میں جو اس علم قطعی کی بناء پر جو ان کے نزدیک ثابت شدہ ہے یہ ہے کہ جس کی سند قرآن عظیم یا حضور کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے بالمشافہ سماع پر ہے مشہور و معروف ہے کہ سماع و فہم میں راوی کی طرف سہو و وہم کی نسبت کرتی ہیں جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے

رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان المیت لیعذب ببعض بکاء اھلہ علیہ، یرحم اللہ عمر لا واللہ ماحدث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ یعذب المومن ببکاء اھلہ ولکن اللہ تعالٰی یزید الکافر عذابا ببکاء اھلہ علیہ وقالت حسبکم القراٰن ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی رواہ الشیخان[1] وقالت یغفر اللہ لابی عبدالرحمٰن ترید ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم فانہ ایضا روی الحدیث کابیہ اما انہ لم یکذب ولکنہ نسی انما مر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی یھودیۃ یبکی علیھا فقال انھم لیبکون علیھا وانھا لتعذب فی قبرھا[2] رویاہ ایضا وفی لفظ اما واللہ ما تحدثون ھذا الحدیث عن الکاذبین ولکن السمع یخطئ وان لکم

حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت فرمائی کہ آپ نے ارشاد فرمایا بعض دفعہ میت پر گھر والوں کے رونے سے اسے عذاب دیا جاتا ہے۔ مائی صاحبہ نے فرمایا اللہ تعالٰی عمر (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں یہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نہیں کہ گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے بلکہ حدیث یوں ہے کہ اللہ تعالٰی کافر کے عذاب میں اضافہ فرمادیتا ہے جبکہ اس کے گھر والے اس پر روئیں۔ چنانچہ مائی صاحبہ نے فرمایا اس بارے میں تمھیں قرآن مجید کافی ہے (چنانچہ ارشاد ربانی ہے) کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ بخاری ومسلم نے اسے روایت کیا ہے اور ام المومنین نے ارشاد فرمایا اللہ تعالٰی ابوعبدالرحمٰن یعنی عبداللہ ابن عمر کو معاف کرے کہ انھوں نے بھی اپنے والد گرامی کی طرح حدیث روایت کردی۔ سن لو انھوں نے جھوٹ نہیں کیا البتہ وہ بھول گئے (اصل واقعہ) یہ تھا کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مردہ یہودیہ کے پاس سے گزرے کہ جس پر رویا جارہا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ اس پر گریہ وبکا کررہے ہیں مگر اس کو قبر میں عذاب دیا جارہا ہے۔ بخاری ومسلم دونوں نے اس کو روایت

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۲
صحیح مسلم کتاب الجنائز " " " ۱/۳۰۲

[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز ۱/۱۷۲ و صحیح مسلم کتاب الجنائز ۱/۳۰۳

فی القرآن مایشفیکم ان لا تزر وازرۃ وزر اخری ولکن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل لیزید الکافر عذابا ببعض بکاء اھلہ علیہ رواہ الامام الطحاوی[1] وقالت فی حدیثھما ایضا اعنی امیر المؤمنین وابنہ عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی نتنی بدر والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم[2] رواہ ایضا انما قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھم لیعلمون الاٰن ماکنت اقول لھم حق وقد قال اللہ تعالٰی انك لاتسمع الموتی رواہ البخاری[3] ولما بلغھا حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان

کیا ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں؛ سن لو، خدا کی قسم یہ حدیث تم جھوٹوں سے نہیں روایت کرتے لیکن سننے میں بھی غلطی لگ جاتی ہے اور تمھارے لئے قرآن مجید میں تمھاری شفاء کے اسباب موجود ہیں کہ کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائیگی لیکن حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰے (مرنے والے) کافر کے عذاب کو اس کے بعض گھر والوں کے رونے کی وجہ سے بڑھا دیتا ہے۔ امام طحاوی نے اسے روایت کیا ہے؛ ام المؤمنین نے ان دونوں کی حدیث کے متعلق ارشاد فرمایا (ان دونوں سے مراد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں) حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بدبودار کفار مقتولین بدر کے متعلق ارشاد فرمایا اس پروردگار کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے جو کچھ میں ان سے فرما رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، نیز دونوں نے اس کو روایت فرمایا (یہاں بھی ام المؤمنین نے یہ ارشاد فرمایا) نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا۔ اب وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ حق ہے جو میں ان سے کہتا تھا۔ حالانکہ بلاشبہہ اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا یقیناً آپ مُردوں کو

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھۃ باب البکاء علی المیت الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۰۶

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۶۶

[3] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳

النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان الطیرۃ فی المرأۃ والدار والفرس فغضبت غضبا شدیدا وقالت والذی نزل القراٰن علٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما قالہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما قال اھل الجاھلیۃ کانوا یتطیرون من ذٰلک رواہ الطحاوی[1] وابن جریر عن قتادۃ عن ابی حسان ورواہ ایضا الحاکم والبیہقی وما ذٰلک الالان العلم عندھا من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی خلاف ذٰلک فقد قالت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یبغض الطیرۃ ویکرھہا رواہ الامام الطحاوی[2] وروی ایضا انہ قیل لعائشۃ ان اباھریرۃ یقول لان یمتلی جوف احدکم قیحا خیر لہ من ان یمتلئ شعرا فقالت یرحم اللہ اباھریرۃ حفظ اول الحدیث

نہیں سنا سکتے۔ امام بخاری نے اس کو روایت کیا ہے۔ (یونہی) جب ام المومنین کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پہنچی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے۔ تو آپ بہت زیادہ غضبناک ہوئیں اور فرمایا، اس خدا بزرگ و برتر کی قسم جس نے محمد کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر مقدس قرآن نازل فرمایا کہ حضور پاک نے اس طرح نہیں ارشاد فرمایا بلکہ یُوں ارشاد فرمایا کہ دورِ جاہلیت والے ان چیزوں سے نحوست اور بدشگونی لیتے تھے۔ امام طحاوی و ابن جریر نے بواسطہ قتادہ بواسطہ ابوحسان اسے روایت کیا ہے نیز حاکم اور بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔ رہا یہ کہ ام المومنین ایسا کیوں کرتی تھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے انھیں جو یقینی علم حاصل تھا وہ مذکورہ روایتی الفاظ کے خلاف تھا۔ بلاشبہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم بدشگونی اور نحوست کے تصور کو مبغوض خیال فرماتے اور ناپسند کرتے تھے۔ امام طحاوی نے اسے روایت فرمایا اور یہ بھی روایت فرمایا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں تم میں سے کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا بنسبت اشعار سے بھر جانے کے بہتر ہے،

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۱۹

[2] " " " " باب الاجتناب من ذی داء الطاعون " " " " ۲/۳۱۸

ولم يحفظ أخره ان المشركين كانوا يهاجون رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم فقال لان يمتلئ جوف احدكم قيحا خير له من ان يمتلئ شعرا من مهاجاة رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم[1] اھ ذٰلك لانها سمعت النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم يقول ان من الشعر لحكمة[2] وسمعته صلى الله تعالٰى عليه وسلم يتمثل بشعر ابن رواحة رضی الله تعالٰى عنه وربما قال صلى الله تعالٰى عليه وسلم هذا البيت و يأتيك بالاخبار من لم تزود روى الكل الطحاوی[3] كذٰلك قالت ههنا لسماعها منه صلى الله تعالٰى عليه وسلم لاعدوٰی فمن اعدى الاول والسبب فی ذٰلك ما اشرنا

تو ام المومنین نے یہاں بھی فرمایا اللہ تعالٰی ابوہریرہ پر رحم فرمائے کہ انھیں حدیث کا پہلا حصہ یاد رہا اور آخری حصہ محفوظ نہ رہا (اصل واقعہ یہ تھا) مشرکین رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مذمت کیا کرتے اور آپ کے خلاف بدگوئی سے کام لیتے تھے تو اس بارے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جاتا تو اس کے لئے بہتر تھا بنسبت حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی ہجو اور مذمت والے اشعار سے بھرنے کے اھ اور یہ اس لئے فرمایا کہ ام المومنین نے حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے خود سُنا تھا کہ آپ نے فرمایا بعض اشعار حکمت پر مبنی ہوتے ہیں یا حکمت والے ہوتے ہیں، اور یہ بھی سُنا تھا کہ آپ ابنِ رواحہ کے اشعار پڑھا کرتے تھے (اللہ تعالٰے ان سے راضی ہو) اور کبھی آپ نے یہ شعر بھی پڑھا و یأتیك بالاخبار من لم تزود یعنی تیرے پاس وہ شخص خبریں لائے گا جس کو تُو نے توشہ نہ دیا، سب کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے، یہاں بھی اسی طرح مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا اس لئے کہ خود حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا کسی مرض میں تعدیہ اور تجاوز نہیں ورنہ پہلے مریض کو

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھیۃ باب روایۃ الشعر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۸

[2] " " " " " " " " " ۲/ ۴۰۹

[3] " " " " " " " " " "

الیه من ان اخبار الاحاد لاتعارض ماعندها من القطعی فما وقع من العلامة ابی الفرج ابن الجوزی حیث ذکر فی حدیث الشوم فی ثلث ان عائشة رضی الله تعالٰی عنها قد غلظت علی من روی هذا الحدیث وقالت انما کان اهل الجاهلیة یقولون الطیرة فی المرأة والدار والدابة ثم قال وهذا رد لصریح خبر رواته ثقات الخ کما نقله الامام العینی فی عمدة القاری[1] منشؤه الغفلة عن النکتة التی ذکرتها ثم قوله وقالت انما کان اهل الجاهلیة یقولون الخ **اقول** ما قالته بل رواته عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم کما هو صریح نص روایة الطحاوی ومن ذکرنا جمیعا وای ثقة اوثق منها رضی الله تعالٰی عنها۔

کیسے اُڑ کر لگ گیا اور اس کا سبب وہی ہے جس کی طرف ہم اشارہ کر آئے ہیں کہ اخبارِ احاد اس علم قطعی کا تعارض نہیں کر سکتیں جو مائی صاحبہ کے پاس تھا علامہ ابوالفرج ابن جوزی سے (مائی صاحبہ کے متعلق) جو کچھ واقع ہوا اس کا منشأ اس نکتہ سے غفلت ہے جو مائی صاحبہ نے ذکر فرمایا (اس کی تفصیل یہ ہے) چنانچہ علامہ ابن جوزی نے ذکر فرمایا کہ حدیث میں تین چیزوں کی نحوست کا ذکر آیا ہے، عورت، گھر، چوپایہ۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس پر شدّت اختیار کی جس نے یہ روایتِ حدیث بیان کی، اور فرمایا کہ اہل جاہلیت یہ کہا کرتے تھے کہ عورت، گھر اور چوپائے میں نحوست ہوا کرتی ہے۔ پھر ابن جوزی نے کہا لیکن یہ تو اس حدیث کا صراحتًا رد ہے کہ جس کو ثقہ اور مستند راویوں نے روایت کیا ہے، جیسا کہ امام عینی نے اس کو نقل فرمایا ہے۔ پھر علامہ ابن جوزی کا یہ کہنا کہ مائی صاحبہ نے فرمایا اہل جاہلیت کہا کرتے تھے الخ **اقول** (میں کہتا ہوں) مائی صاحبہ نے خود تو یہ نہیں فرمایا بلکہ خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی جیسا کہ وہ روایت طحاوی اور ہمارے ذکر کردہ ان سب لوگوں کی صریح نص ہے۔ اور کون سا ثقہ مائی صاحبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے زیادہ ثقاہت رکھتا ہے۔ (ت)

دوم مجذوم وغیرہ سے بھاگنے کی حدیثیں منسوخ ہیں احادیث نفی عدوٰی نے انھیں نسخ کر دیا، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں امام قاضی عیاض سے منقول،

ذهب عمر رضی الله تعالٰی عنه وجماعة من

حضرت عمر فاروق اور سلف کا ایک گروہ اس طرف

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ ابن الجوزی کتاب الطب باب الطیرۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/۲۷۳

السلف الی الاکل معہ وان الامر باجتنابہ منسوخ وممن قال بذلک عیسٰی بن دینار من المالکیۃ اھ[1] وردہ الامام النووی بوجہین احدھما ان النسخ یشترط فیہ تعذر الجمع بین الحدیثین ولم یتعذر بل قد جمعنا بینھما والثانی انہ یشترط فیہ معرفۃ التاریخ و لیس ذٰلک موجودا ھھنا[2] **اقول** نص القاضی ان امیر المومنین کان یراہ منسوخا فان کان ھذا عن روایۃ کما ھو ظاھر اللفظ لم یرد علیہ شیئ من الوجہین لان الامیر المومنین لایقول بہ الا عن علم وبعدہ لا مساغ للجمع وان امکن باسھل وجہ نعم ان ذکرہ القاضی ظنا منہ فالوجہان وجیہان **اقول** وثالثھما ما روینا فی الحدیث الثانی والثلثین حیث جمع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلا الکلامین فی نسق واحد فاین النسخ لاسیما

گئے ہیں کہ جذامی شخص کے ساتھ کھانا جائز ہے اور اس سے بچنے کا حکم منسوخ ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا ان میں عیسٰے ابن دینار مالکی ہیں اھ لیکن امام نووی نے اسے دو وجہوں سے رَد کیا ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ نسخ کے لئے شرط یہ ہے کہ دو حدیثیں جمع نہ ہوسکیں اور یہاں جمع میں کوئی دشواری نہیں بلکہ ہم نے دونوں حدیثوں کو جمع کردیا ہے، دوسری وجہ یہ کہ نسخ میں شرط ہے کہ تاریخ معلوم ہو (تاکہ پہلی کو منسوخ اور دوسری کو ناسخ قرار دیں) اور یہاں یہ موجود نہیں **اقول** (میں کہتا ہوں) امام قاضی عیاض نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ امیر المومنین حدیث مذکور کو منسوخ سمجھتے تھے۔ اگر یہ بات روایت ہے جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر دونوں وجہیں اس پر وارد نہیں ہوسکتیں اس لئے کہ امیر المومنین بغیر علم کے ایسا نہیں فرماسکتے۔ اور نسخ کے بعد جمع کی گنجائش نہیں اگرچہ کسی زیادہ آسان وجہ سے ممکن ہو۔ ہاں اگر قاضی عیاض نے یہ (دعوٰی نسخ) اپنے گمان سے ذکر کیا ہو تو پھر دونوں وجہیں وجیہ ہیں اور ان دونوں کے علاوہ تیسری وجہ وہ جس کو ہم نے بتیسویں حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دونوں کلاموں کو ایک ترتیب (نسق واحد) میں جمع فرمایا پھر نسخ کہاں ہے چنانچہ

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ ابن الجوزی کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/۲۴۷

[2] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب لاعدوٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۰

وقوله صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لاعدوٰی مقدم فیہ علی وفرمن المجذوم وماکان لصدر الکلام ان ینسخ اٰخرہ۔

خصوصاً حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد "لاعدوٰی" "وفرمن المجذوم" سے مقدم ہے اور صدرِ کلام کے لئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ آخر کلام کو منسوخ کرئے۔ (ت)

سوم بھاگنے کا حکم اس لئے ہے کہ وہاں ٹھہریں گے تو ان پر نظر پڑے گی اور اس سے وہ مفاسد عُجب وتحقیر وایذا پیدا ہوں گے جن کا ذکر گزرا۔ عمدۃ القاری میں ہے:

قال بعضھم الخبر صحیح وامرہ بالفرار منہ لنھیہ عن النظر الیہ[1] اھ مافی العینی **اقول** ولایحتملہ الحدیث الخامس ونظراؤہ ممافیہ الامران یکونوا فیھم بفصل رمح او رمحین۔

بعض اہلِ علم نے فرمایا حدیث صحیح ہے اور جذامی آدمی سے دُور بھاگنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ اس کی طرف دیکھنے کی ممانعت ہے۔ جو کچھ عینی میں ہے وُہ پورا ہوگیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) پانچویں حدیث اور اس کی امثال اس کا احتمال نہیں رکھتیں اس لئے کہ ان میں یہ امر ہے کہ ان جذامیوں سے ایک یا دو نیزے دور رہیں۔ (ت)

چہارم امر فرار اس لئے ہے کہ اس کی بدبو وغیرہ سے ایذا نہ پائیں۔ شرح صحیح مسلم للنووی میں ہے:

قیل النھی لیس للعدوٰی بل للتاذی بالرائحۃ الکریھۃ ونحوھا[2] اھ **اقول** وھذا ظاھر البعد فافھم۔

کہا گیا کہ نہی تعدیہ مرض کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ ان کی بدبو وغیرہ سے ایذا نہ ہو اھ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) یہ بظاہر بعید ہے لہذا اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ (ت)

پنجم قول مشہور ومذہب جمہور ومشرب منصور کہ دوری وفرار کا حکم اس لئے ہے کہ اگر قرب واختلاط رہا اور معاذ اللہ قضا وقدر سے کچھ مرض اسے بھی حادث ہوگیا تو ابلیس لعین اس کے دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ دیکھو بیماری اُڑ کر لگ گئی۔ یہ اوّل تو ایک امر باطل کا اعتقاد ہوگا اسی قدر فساد کے لئے کیا کم تھا پھر متواتر حدیثوں میں سُن کر کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے بیماری اُڑ کر نہیں لگتی یہ وسوسہ دل میں جمنا سخت خطرناک وہائل ہوگا، لہذا ضعیف الیقین لوگوں کو اپنا دین بچانے کے لئے دُوری

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۴۷

[2] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب لاعدوٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰

بہتر ہے، ہاں کامل الایمان وہ کرے جو صدیق اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کیا اور کس قدر مبالغہ کے ساتھ کیا اگر عیاذاً باللہ کچھ حادث ہوتا اُن کے خواب میں بھی خیال نہ گزرتا کہ یہ عدوائے باطلہ سے پیدا ہوا ان کے دلوں میں کوہ گراں شکوہ سے زیادہ مستقر تھا کہ لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا[1] (ہمیں ہرگز کچھ پہنچتا (یا پہنچ سکتا) سوائے اس کے جو اللہ تعالٰی نے ہمارے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ ت) بے تقدیر الٰہی کچھ نہ ہوسکے گا، اُسی طرف اس قول وفعل حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اپنے ساتھ کھلایا اور کل ثقۃ باللہ وتوکلاً علیہ ((ایک جذامی سے آپ نے فرمایا) اللہ تعالٰی پر اعتماد اور بھروسا کرتے ہوئے (ہمارے ساتھ) کھائیے۔ ت) فرمایا۔ امام اجل امین امام الفقہاء وامام المحدثین وامام اہل الجرح والتعدیل، وامام اہل التصحیح والتعلیل، حدیث وفقہ دونوں کے حاوی سیدنا امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار شریف میں دربارۂ نفی عدوٰی احادیث سعد بن مالک وعلی مرتضٰی وعبداللہ بن عباس وابی ہریرہ وعبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمرو جابر بن عبداللہ وانس بن مالک وسائب بن یزید وابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہم روایت کرکے فرماتے ہیں:

فقد نفی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العدوٰی فی ھذہ الاٰثار وقد قال فمن اعدی الاول ای لما کان ما اصاب الاول انما کان بقدر اللہ عزوجل کان ما اصاب الثانی کذلک فان قال قائل فنجعل ھذا مضادا لما روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایورد ممرض علی مصح کما جعلہ ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ **قلت** لا ولکن یجعل قولہ لاعدوٰی کما قال النبی صلی اللہ

بیشک حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان آثار میں (احادیث) تعدیہ مرض کی نفی فرمائی، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ پہلے مریض کو کیسے تعدیہ مرض ہوا بلکہ اللہ تعالٰی عزوجل کی تقدیر سے لاحق ہوا۔ اس لئے دوسرے کو بھی جو کچھ پہنچا اسی طرح پہنچا، اگر کوئی قائل یوں کہے کہ ہم اس کو اس حدیث کے متضاد قرار دیتے ہیں جو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کوئی مریض کسی تندرست آدمی کے پاس نہ جائے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہی کہا ہے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کے ارشاد لاعدوٰی کو لیتے ہیں جیسا کہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۱

تعالیٰ علیہ وسلم نفی العدوی ان یکون ابدا و یجعل قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایورد ممرض علی مصح علی الخوف منہ ان یورد علیہ فیصیبہ بقدر اللہ تعالیٰ ما اصاب الاول فیقول الناس اعداہ الاول فکرہ ایراد المصح علی الممرض خوف ھذا القول وقد روینا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ھذہ الاثار ایضا وضعہ یدا المجذوم فی القصعۃ فدل فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایضا علی نفی الاعداء لانہ لوکان الاعداء مما یجوز ان یکون اذا لما فعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما یخاف ذلک منہ لان فی ذلک جر التلف الیہ وقد نھی اللہ عزوجل عن ذلک فقال ولا تقتلوا انفسکم ومر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھدف مائل فاسرع فاذا کان یسرع من الھدف المائل مخافۃ الموت فکیف یجوز علیہ ان یفعل ما یخاف منہ الاعداء فھذا معنی ھذہ الاثار عندنا واللہ تعالیٰ اعلم[1] ملتقطا۔

حضور صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو تعدیہ مرض کی ہمیشہ نفی ہوگی اور ہم حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "کوئی مریض کسی تندرست پر نہ وارد ہو" کی بنیاد اس اندیشہ پر رکھتے ہیں کہ مریض کبھی کبھار صحت مند اور تندرست کے پاس جائے اور پھر تندرست کو تقدیر الٰہی سے وہی مرض لاحق ہوجائے جس میں مریض مبتلا ہوچکا ہو تو لوگ کہیں گے کہ پہلے کا مرض (بطور تجاوز) اس میں سرایت کرگیا ہے تو پھر اس کہنے کے اندیشہ سے کسی تندرست کا مریض کے پاس جانا یا اس کا الٹ ناپسند کیا گیا اور ہم نے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم سے ان آثار میں روایت کی کہ آپ نے خود جذامی کا ہاتھ پکڑ کر کھانے کے پیالے میں رکھا، اس طرح رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کا اپنا مبارک عمل بھی تعدیہ مرض کی نفی کی دلیل ہے۔
اگر تعدیہ مرض کسی طرح امکان رکھتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کبھی ایسا خطرناک کام (جذامی کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے والا) نہ کرتے کیونکہ اس میں ایذا کو اپنی طرف کھینچ کر لانا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر نے اس سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: (لوگو!) اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ایک جھکے ہوئے (گرنے والے) ٹیلے کے پاس سے گزرے تو گزرنے میں جلدی سے کام لیا۔ جب آپ نے گرنے والے ٹیلے سے گزرتے ہوئے اس

---

[1] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۱۷

خطرے کے پیش نظر کہ کہیں اس کے گر پڑنے سے ہلاکت نہ ہوجائے آپ نے جلدی فرمائی، تو پھر آپ کے لئے کیسے روا ہے کہ آپ وہ کام کریں کہ جس سے تعدیہ مرض کا اندیشہ اور خطرہ رہے۔ پھر ہمارے نزدیک ان آثار کا یہ مفہوم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ملتقطا۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

التوفیق بین الحدیثین بما قالہ ابن بطال و ھو ان لاعدوی اعلام بانھا لاحقیقۃ لھا واما النھی فلئلا یتوھم المصح ان مرضھا من اجل ورود المرضی علیھا فیکون داخلا بتوھمہ ذلک فی تصحیح ما ابطلہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من العدوی[1]

دونوں حدیثوں میں موافقت ابن بطال کے قول کے مطابق یہ ہے کہ لاعدوٰی کسی مرض میں تجاوز کیلئے نہیں بلکہ اس بات کا اعلان ہے کہ تعدیہ مرض کی کوئی حقیقت نہیں، رہا یہ کہ پھر ایسے مریضوں کے ساتھ میل جول سے کیوں روکا گیا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تندرست آدمی کو اگر مریض کے پاس آمدورفت کے دوران وہی مرض لگ گیا تو اس کے دل میں وہم پیدا ہوجائے گا کہ اسے یہ مرض مریض ہی سے لگا ہے اور پھر وہ اس وہم سے تعدیہ مرض کی صحت کا قائل ہوجائے گا کہ جس کا خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابطال فرمایا۔ (ت)

ماثبت بالسنۃ میں جامع الاصول سے ہے:

یقال اعدی المرض اذا اصابہ مثلہ لمقارنتہ ومجاورتہ اومؤاکلتہ ومباشرتہ و قد ابطلہ الاسلام[2]

کہا جاتا ہے اعدی المرض یعنی مرض تجاوز کرگیا جبکہ کسی مریض کے ساتھ میل جول اور اسکے ساتھ کھانے پینے اور مباشرت سے کسی تندرست آدمی کو اسی جیسا مرض لگ جائے (تو اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ مریض کا مرض اُڑ کر فلاں تندرست آدمی کو لاحق ہوگیا ہے) حالانکہ اسلام نے تعدیہ مرض کا ابطال کیا ہے۔ (ت)

اُسی میں مشارق الانوار امام قاضی عیاض سے ہے:

العدوی ما کانت تعتقدہ الجاھلیۃ من تعدی داء ذی الداء الی من یجاورہ

تعدیہ مرض جس کا اعتقاد اہل جاہلیت رکھتے تھے کہ کسی مریض کا مرض اس شخص تک تجاوز کرجاتا

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الطب باب لاھامۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۸۸

[2] ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲

ویلاصقه ممن لیس به داء فنفاه الشرع وقوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لاعدوی یحتمل النهی عن قول ذٰلك واعتقاده و النفی لحقیقة ذٰلك كما قال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لایعدی شئ شیئا وقوله فمن اعدی الاول وکلاهما مفهوم من الشرع۔[1]

اور پہنچ جاتا ہے جو اس مریض سے قرب اور اتصال رکھے باوجودیکہ اس میں پہلے کوئی مرض نہ تھا پس شریعت نے اس اعتقاد کی نفی فرمائی ہے حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد لاعدوٰی یہ احتمال رکھتا ہے کہ اس کہنے اور اعتقاد رکھنے سے نہی ہو اور اس کی حقیقت کی نفی ہو۔ جیسا کہ حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا ارشاد گرامی ہے پھر پہلے مریض میں کیسے تعدیہ مرض پیدا ہوا۔ اور یہ دونوں باتیں شریعت سے سمجھی گئیں۔ (ت)

اُسی میں نزہۃ النظر للحافظ ابن حجر سے ہے:

الاولی فی الجمع ان یقال ان نفیه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم للعدوی باق علی عمومه و قد صح قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لایعدی شئ شیئا وقوله فمن اعدی الاول یعنی ان اللّٰه سبحٰنه وتعالٰی ابتدأ ذالك فی الثانی کما ابتدأه فی الاول واما الامر بالفرار من المجذوم فمن باب سد الذرائع لئلا یتفق للشخص الذی یخالطه شئ من ذٰلك بقدر اللّٰه تعالٰی ابتداء لابالعدوی المنفیة فیظن ان ذٰلك بسبب مخالطة فیعتقد صحة العدوی فیقع فی الحرج فامر بتجنبه حسماللمادة[2]، واللّٰه تعالٰی اعلم۔

دونوں حدیثوں کو جمع کرنے میں بہتر یہ ہے کہ یُوں کہا جائے کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا تعدیہ مرض کی نفی کرنا اپنے عموم پر باقی ہے اور بلاشبہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی صحیح ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا یہ ارشاد مبارک کہ پہلے میں کیسے مرض ہوا۔ اللہ تعالٰی پاک و برتر نے ہی دوسرے مریض کو بھی مرض لاحق کیا جس طرح اس نے پہلے مریض کو لاحق کیا تھا۔ جہاں تک جذامی سے دُور بھاگنے اور دُور رہنے کے حکم کا تعلق ہے تو یہ ذرائع اور وسائل کو بند کرنے کے باب سے ہے، یعنی جو شخص تندرست حالت میں جذامی آدمی کے ساتھ اختلاط اور میل جول رکھے اور اتفاقاً اسے اللہ تعالٰی

---

[1] ماثبت بالسنۃ مترجم ذکر شہر صفر ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۸۴

کی قضاؤ قدر سے وہی مرض لاحق ہوجائے تو وہ یہ کہنے لگے گا کہ یہ مرض اس مریض سے میل جول اور اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے پھر وہ صحتِ تعدیہ کا اعتقاد رکھنے لگے گا اور حرج میں پڑجائے گا بایں وجہ اسے جذامی آدمی سے دُور رہنے اور بچنے کا حکم دیا گیا تاکہ شکوک وشبہات پیدا ہی نہ ہونے پائیں اور مادہ ہی کٹ جائے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

شرح مصابیح امام تورپشتی وشرح مشکوٰۃ علامہ طیبی ومرقاۃ علامہ قاری وشرح الموطا للعلامہ محمد الزرقانی وغیرہا میں ہے:

واللفظ للزرقانی الاکثران المراد نفی ذٰلک و ابطالہ کما دلّ علیہ ظاہر الحدیث[1]

علامہ زرقانی کے الفاظ یہ ہیں اکثر کی رائے یہ ہے کہ اس نفی سے اس کا ابطال مراد ہے جیسا کہ اس پر ظاہر حدیث دلالت کرتی ہے (ت)

اشعۃ اللمعات شیخ محقق میں ہے:

اکثر بر آنند کہ مراد نفی عدوٰی و ابطال اوست مطلقاً چنانچہ ظاہر احادیث در آن ست[2]

اکثر اہل علم اس نظریہ پر قائم ہیں کہ نفی تعدیہ سے اس کا مطلقاً ابطال مراد ہے جیسا کہ ظاہر احادیث اس پر دال ہیں (ت)

اُسی میں ہے:

اعتقاد جاہلیت آں بود کہ بیمارے کہ در پہلوئے بیمارے نشیند یا ہمراہ وے بخورد سرایت کند بیماری او بوے گفتہ اند کہ بزعم اطبا ایں سرایت در ہفت مرض است جذام وجرب وجدری وحصبہ وبخر و رمد و امراض وبائیہ پس شارع آنرا نفی کرد وابطال نمود یعنی سرایت نمی باشد بلکہ قادر مطلق ہمچناں کہ اورا بیمار کرد ایں را

اہل جاہلیت کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر کوئی تندرست آدمی کسی بیمار کے پہلو میں بیٹھے یا اس کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو تو اس مریض کا مرض تندرست آدمی میں سرایت کر جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اطباء کے خیال میں متعدی امراض سات ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) کوڑھ (۲) خارش (۳) چیچک (۴) خسرہ (۵) گندہ دہن ہونا (۶) آنکھوں کی بیماری (۷) وبائی امراض (یعنی

---

[1] شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک باب عیادۃ المریض والطیرۃ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۳۳

[2] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۶۲۲

نیز کرد[1]

(ہیضہ، طاعون وغیرہ) شارع نے ان سب کے تعدیہ کی نفی فرمائی اور اس کا ابطال کیا، پس شارع کی مراد یہ ہے کہ کسی مرض میں سرایت اور تجاوز نہیں (کہ ایک کا مرض بوجہ اختلاط دوسرے کو لگ جائے) بلکہ قادرِ مطلق نے جس طرح ایک کو بیمار کیا اسی طرح دوسرے کو بھی بیماری لاحق کردی۔ (ت)

بالجملہ ان پانچوں اقوال پر عدوٰی باطل محض ہے یہی مذہب ہے حضرت افضل الاولیاء الاولین و الآخرین سیدنا صدیق اکبر و حضرت سیدنا فاروق اعظم و حضرت سلمان فارسی و حضرت ام المومنین صدیقہ و حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجلّہ صحابہ کرام کا، اور اسی کو اختیار فرمایا امام اجل طحاوی سید الحنفیہ و امام یحیٰی بن یحیٰی مالکی و امام عیسٰی بن دینار مالکی و امام ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف مغربی مالکی و امام ابن حجر عسقلانی شافعی و علامہ طاہر حنفی و شیخ محقق عبدالحق محدث حنفی وغیرہم جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے۔ عمدۃ القاری میں طبری سے ہے:

کان ابن عمر و سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم یصنعان الطعام للمجذومین و یاکلان معھم وعن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت کان مولی لنا اصابہ ذٰلک الداء فکان یاکل فی صحافی ویشرب فی اقداحی وینام علٰی فراشی[2]۔

یعنی عبداللہ بن عمر و سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم مجذومین کے لئے کھانا تیار فرماتے اور اُن کے ساتھ کھاتے اور ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہوا کہ ہمارے ایک غلام آزاد شدہ کو یہ مرض ہوگیا تھا وہ میرے برتنوں میں کھاتا میرے پیالوں میں پیتا میرے بچھونوں پر سوتا۔

زرقانی علی المؤطا میں زیرِ حدیث انہ اذی (بیشک وہ ایذا ہے۔ ت) فرمایا:

قال یحیٰی بن یحیٰی سمعت ان تفسیرہ فی رجل یکون بہ الجذام فلا ینبغی لہ ان ینزل علی الصحیح یؤذیہ لانہ وان کان لایعدی فالانفس تکرھہ وقد قال

یحیٰی بن یحیٰی نے فرمایا کہ میں نے سنا کہ اس کی تفسیر اس شخص کے بارے میں ہے جس کو مرضِ جذام ہوجائے تو اسے مناسب نہیں کہ کسی تندرست آدمی کے پاس آئے کہ اسے ایذا ہوگی اس لئے کہ اگرچہ تعدیہ مرض کا اعتقاد

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۶۲۰

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الطب باب الجذام ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۴۷

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذی یعنی لاللعدوی۔[1] 17

نہ ہوتے ہوئے بھی نفوس پر ایسی تکلیف دہ حالت کو دیکھنا گراں گزرتا ہے اور بیشک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایذا ہے یعنی اس کا سبب تعدیہ مرض نہیں۔ (ت)

غرض مذہب یہ ہے اور وہ وجوہ تاویل میں اصح واجمع وجہ پنجم،

وھٰھنا ثلثۃ وجوہ اُخر لبعض العلماء **فالسادس** ان الجذام مستثنی من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاعدوی ان لایعدی شیئ شیئا الا ھذا وعزاہ فی اشعۃ اللمعات الی الکرمانی الشافعی صاحب الکوکب الدراری فی شرح صحیح البخاری **اقول** لم یقلہ بل نقلہ وما رضیہ بل مرضہ فانما حکاہ بقیل کما نقل عنہ فی مجمع البحار بل والشیخ نفسہ فی ماثبت بالسنۃ فما ھٰھنا سبق قلم ثم ھذا القیل لم یعرف لہ قائل ولم یمل الیہ مائل ولایؤیدہ شیئ من الدلائل **والسابع** قال البغوی قیل ان الجذام ذورائحۃ تسقم من اطال صحبتہ ومؤاکلتہ اومضاجعتہ ولیس من العدوی بل

بعض علماء کے نزدیک یہاں تین اور وجوہ ہیں **چھٹی وجہ** حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد عالی لاعدوٰی سے مرض جذام مستثنٰی ہے یعنی اس مرض کے ماسوا کوئی شَے کسی دوسری شَے کی طرف تجاوز نہیں کرتی، چنانچہ اشعۃ اللمعات میں شیخ محقق نے علامہ کرمانی شافعی مصنف الکوکب الدراری شرح صحیح بخاری کی طرف اس کو منسوب کیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اس نے یہ نہیں کہا بلکہ اس کو نقل کیا ہے لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہوا بلکہ اس نے تو صیغہ تمریض یعنی صیغہ ضعف سے اسے ذکر کیا اور لفظ قیل سے اس کی حکایت کی ہے جیسا کہ اس سے مجمع البحار میں نقل کیا گیا ہے بلکہ خود شیخ محقق نے ماثبت بالسنۃ میں اسے نقل کیا ہے لیکن یہاں ان سے سبقت قلم (بھول) ہوگئی پھر اس قیل کا قائل معلوم نہ ہوسکا اور کوئی میلان رکھنے والا اس کی طرف مائل نہ ہوا اور نہ کسی دلیل سے اس کی تائید کی۔ **ساتویں وجہ** امام بغوی نے کہا، کہا گیا ہے کہ جذام بدبودار بیماری ہے جو کوئی ایسے بیمار سے طویل صحبت رکھے اس کے ساتھ

---

[1] شرح الزرقانی علی الموطا الامام مالک باب عیادۃ المریض والطیرۃ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۳۳۴

17/17

من باب الطب كما يتضرر باكل ما يعاف و شم ما يكره والمقام في مقام لا يوافق هواه وكله باذن الله وما هم بضارين به من احد الا باذن الله نقله في المجمع[1] و عزاه في الاشعة للامام النووي اقول لعل هذا ايضا كذلك فان الذي رأيت في منهاجه تصويب الوجه الثامن الاٰتي ولم يعرج على ذكر هذا فالله تعالٰى اعلم وظني ان الذي في نسختي الاشعة تصحيف من البغوي فان الذي نقله ترجمة كلام البغوي سواء بسواء غير ان البغوي ايضا لم يقل به وانما نقله بقيل ممرضا ثم اقول لا ادري ما التنافي بين بابي العدوى والطب فالطب قائل في هذا المرض بالعدوى كما

کھائے پیے اور لیٹے تو یہ بیماری اس کو بھی لاحق ہوجاتی ہے اور یہ عدوٰی میں سے نہیں بلکہ باب طب سے ہے جیسے گھن والی ناپسندیدہ چیز کھانے سے نقصان اور ضرر ہوتا ہے اور اسی طرح ناگوار چیز سونگھنے سے اور ناموافق ہوا والی جگہ (یعنی آلودگی والی فضا) میں ٹھہرنے سے ضرر ہوتا ہے (بس یہاں بھی یہی وجہ مراد ہے) اور درحقیقت یہ سب کچھ باذنِ الٰہی ہوتا ہے (چنانچہ) وہ اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ تعالٰی کے اذن و مشیت سے۔ چنانچہ مجمع البحار میں اس کو نقل کیا ہے اور شیخ محقق نے اشعۃ اللمعات میں اس کو امام نووی کی طرف منسوب کیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) شاید یہ بھی اسی طرح ہے کیونکہ میں نے جو کچھ امام نووی کی منہاج میں دیکھا ہے وہ آنیوالی آٹھویں وجہ کی تصویب ہے اور اس کے ذکر پر اس نے عروج یعنی موافقت نہیں کی اور حقیقت حال کو اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ اشعۃ اللمعات کا جو نسخہ میرے پاس ہے میرا خیال ہے کہ اس میں لبغوی کی عبارت میں تبدیلی ہوگئی ہے کیونکہ شیخ نے لبغوی کے کلام کا ہوبہو ترجمہ نقل کیا ہے، اس کے باوجود لبغوی نے بھی یہ نہیں کہا بلکہ اس نے کلمہ تمریض کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔ ثم **اقول** (پھر میں کہتا ہوں) میں یہ نہیں جانتا کہ عدوٰی اور طب کے

258.271

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ عدا مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۳/۵۴۴

نقل التوربشتی والطیبی والقاری والزرقانی والشیخ المحقق وغیرھم ان العدوی بزعم الطب فی سبع کما تقدم عن الشیخ ویستوی فی ذلک کونھا الکیفیة فیہ او الخاصیة فان کلا الفصلین من مسائل الطب ولیس ان العدوی انما تکون اذا کانت لا بسبب یعقل والقائلون بھا انما یعتقدون الاعداء و لا نظر لھم الی انہ بالکیفیة او بالخاصیة فمن قال بالاعداء ولو لرائحتہ فقد قال بالعدوی والثامن ان النفی اعداء المرض من دون اذن اللہ تعالٰی کما زعمہ اھل الجاھلیة اما الاعداء عادة باذن اللہ تعالٰی فثابت ولذا امر بالفرار ونھی عن ایراد الممرض ولا اعلمہ اعنی اثبات العدوی العادیة ثابتا عن الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنھم الا ما یفیدہ کلام الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی فیما تقدم من انکار ابی ھریرة

باب میں کیا منافات اور تضاد ہے کیونکہ طب اس مرض میں تعدیہ کی قائل ہے جیسا کہ تورپشتی، طیبی، ملا علی قاری، زرقانی اور شیخ محقق اور انکے علاوہ دوسروں نے کہا ہے کہ اطبا کے خیال میں تعدیہ مرض سات قسم کی امراض میں ہوتا ہے جیسا کہ شیخ کے حوالہ سے پہلے مذکور رہا۔ تعدیہ مرض خواہ کسی کیفیت سے ہو یا کسی خاصیت سے، اس میں دونوں برابر اور مساوی ہیں کیونکہ دونوں فصلیں طب کے مسائل میں سے ہیں، اور یُوں نہیں کہ عدوٰی بغیر کسی معقول سبب کے ہو جائے اس لئے کہ جو لوگ تعدیہ امراض کے قائل ہیں وہ تعدیہ پر اعتقاد رکھتے ہیں باوجودیکہ وہ اس پر نگاہ نہیں رکھتے کہ وہ کس کیفیت سے ہوا ہے یا کس خاصیت سے، لہذا جو شخص تجاوزِ مرض کا قائل ہو خواہ بدبو ہی کے سبب سے کیوں نہ ہو وہ درحقیقت تعدیہ مرض کا قائل ہے۔ آٹھویں وجہ تعدیہ مرض کی نفی اس صورت میں ہے کہ اسے اللہ تعالٰی کے اذن اور ارادہ کے بغیر تسلیم کیا جائے جیسا کہ دورِ جاہلیت والوں کا خیال اور زعم تھا، لیکن اگر اللہ تعالٰی کے اذن اور ارادہ سے عادتاً مانا جائے (تو پھر خلافِ شریعت نہ ہونے کی وجہ سے) ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے بھاگنے کا حکم دیا گیا اور اس مرض کے مریض کو تندرست آدمی کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ عدوٰی عادیہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت ہے۔ ہاں مگر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا گزشتہ کلام اس بات کو تقویت پہنچاتا ہے کہ

رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث
لاعدوی واقامتہ علی روایۃ
لایوردن ان ذلک کان ظنہ
التضاد بینھما **اقول** لیس لمثلی
الکلام مع مثل الامام رحمہ اللہ
لکن الذی یعرفہ قاصر مثلی
ان انکار الروایۃ لاینحصر فی
ظن التضاد بل نسی عنہ سمعہ
من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم فما وسعہ الا
انکارہ حتی لوفرض مودی
الحدیثین واحدا من
کل جھۃ وانما الالفاظ غیر
الالفاظ ونسی سماع احدھما
وقیل لہ رویت ھذا
الحدیث ھکذا لم یسعہ
الا الاباء، نعم ھو مذھب
الامام المطلبی محمد بن
ادریس الشافعی رضی اللہ
تعالٰی عنہ قال المناوی
فی فیض القدیر (اتقوا
المجذوم) ای اجتنبوا مخالطتہ
فانہ یعدی المعاشر کما
جزم بہ الشافعی فی
موضع وحکاہ عن الاطباء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس حدیث
لاعدوی کا انکار کیا تھا اور لایوردن والی حدیث
کو اس کے مقابل پیش کیا تھا درحقیقت وہ اپنے گمان
کے مطابق ان دونوں کے درمیان تضاد سمجھتے تھے،
اقول (میں کہتا ہوں کہ) مجھ جیسے ناقص شخص کے لئے
امام رحمہ اللہ تعالٰی جیسی بلندپایہ شخصیت کے ساتھ ہمکلام
ہونا زیب نہیں دیتا سوائے اس کے جو اسے پہچانتا
ہے، مجھ جیسے تو اس کی معرفت سے قاصر ہیں البتہ
کسی روایت سے انکار کرنا تضاد کے گمان پر منحصر
نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس
حدیث کا سماع رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم
سے بھول گئے، اس لئے ان کے لئے سوائے انکار
کے کوئی گنجائش نہ رہی لیکن اگر یہ فرض کرلیا جاتا کہ
ہر جہت سے دونوں کا مفہوم (مودی) ایک ہے
البتہ دونوں کے الفاظ مغایر اور الگ الگ ہیں اور
جبکہ وہ ایک کا سماع بھول گئے، چنانچہ ان سے
کہا گیا آپ نے اس حدیث کو اس طرح روایت
کیا ہے تو انھیں سوائے انکار کے کوئی اور
گنجائش نہ رہی۔ ہاں وہ امام مطلبی محمد بن ادریس
شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، چنانچہ علامہ
مناوی نے فیض القدیر (شرح جامع صغیر) میں
فرمایا حدیث "جذامی سے بچو اور پرہیز کرو" یعنی اس
کے میل جول اور اختلاط سے اجتناب کرو اس لئے
میل ملاپ کرنے والے میں مرض سرایت کرتا ہے؛
جیسا کہ امام شافعی نے ایک جگہ اس پر اظہار یقین کیا

والمجربين فی اخرو نقلہ غیرہ من افاضل الاطباء[1] اھ، **اقول** وطریقتہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی امثال المقام معروفۃ من الاعتماد علی التجارب حتی قال بالقیافۃ وجعلھا حجۃ فی الاحکام الشرعیۃ وحکایاتہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فیھا مشھورۃ فی مقاصد السخاوی وغیرھا ماثورۃ وتبعہ علیہ احد شیخی مذھبہ الامام ابو زکریا النووی ومن قبلہ الامام ابو عمرو بن الصلاح ومن بعدھما الکرمانی والطیبی وکذا ابن الاثیر فیما ذکر القاری وکذا السخاوی علی شبھتہ فی عبارۃ الموجودۃ فی نسختی المقاصد ووافقھم من علمائنا التورپشتی والقاری کما وافقنا من ائمتھم العسقلانی واضطرب ظاھرا کلام المناوی فقال تحت حدیث اتقوا المجذوم

اور ایک دوسری جگہ اطباء اور تجربہ کار لوگوں سے اس کی حکایت بیان فرمائی، اور دیگر اہل علم نے طب کے فاضلوں سے اسے نقل کیا ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا طریقہ کار اور دستور اس نوع کے مقامات میں مشہور و معروف ہے کہ مختلف تجربوں پر اعتماد ہے یہاں تک کہ موصوف نے قیافہ شناسی اور اسے احکام شریعت میں حجت قرار دینے کا قول پیش کیا ہے اور اس سلسلے میں موصوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے واقعات و حکایات مشہور ہیں چنانچہ مقاصد حسنہ میں امام سخاوی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی کتابوں میں منقول ہیں ان کے مذہب والوں میں سے ایک شیخ ابو زکریا نووی نے اس سلسلے میں ان کا اتباع کیا ہے اور ان سے پہلے امام ابو عمرو بن صلاح اور ان دو نوں کے بعد کرمانی، طیبی اور اسی طرح ابن اثیر جیسا کہ ملا علی قاری نے ذکر فرمایا ہے اور اسی طرح امام سخاوی نے ذکر کیا مگر میرے پاس مقاصد حسنہ کا جو نسخہ ہے اس کی موجودہ عبارت میں کچھ اشتباہ پایا جاتا ہے اور ہمارے علماء میں سے ان کی موافقت تورپشتی اور ملا علی قاری نے کی جیسا کہ ان کے ائمہ میں سے ہماری موافقت علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمائی، بظاہر علامہ مناوی کا کلام مضطرب (ناقابل اعتماد) ہے چنانچہ اس حدیث "جذامی سے بچو" کے ذیل میں کہا

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۱۴۱ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۳۷

ماقال قال ولاینا قضه خبر لاعدوٰی
لانه نفی لاعتقاد الجاھلیة
نسبة الفعل لغیر الله تعالٰی الخ[1] وقال
تحت حدیث کلم المجذوم، لئلا
یعرض لك جذام فتظن انه اعداك
مع ان ذٰلك لایکون الا بتقدیر الله
تعالٰی وھذا خطاب لمن ضعف
یقینه ووقف نظره عند الاسباب اھ[2]
ففی ھٰذا نوع میل الی ماعلیه
الجمھور، ووقع نحوه لعلامة
الزرقانی فی شرح المؤطا فی موضع
واحد فقال تحت قوله صلی الله
تعالٰی علیه وسلم لایحل الممرض
علی المصح، فربما یصاب
بذٰلك فیقول لوانی ما احللته
لم یصبه والواقع انه لولم یحله
لاصابه لان الله تعالٰی قدره
فنھی عنه لھٰذه العلة التی
لایؤمن غالبا من وقوعھا
فی طبع الانسان وھو
قوله صلی الله تعالٰی
علیه وسلم فرمن
المجذوم فرارك من

جو کچھ کہا۔ پھر فرمایا کہ یہ حدیث۔ لاعدوٰی کے
منافی نہیں اس لئے کہ اس میں اعتقادِ جاہلیت
کی نفی ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ کی طرف فعل کی
نسبت ہے الخ اور حدیثؐ کلم المجذوم یعنی
مجذوم کے ساتھ دور سے کلام کرو" کے ذیل میں فرمایا
ایسا نہ ہو کہ کہیں تجھے مرضِ جذام لگ جائے اور تو
یہ سمجھنے لگے کہ مریض کی بیماری اڑ کر تمھیں لگ گئی حالانکہ
تقدیرِ الٰہی کے بغیر اس طرح نہیں ہوسکتا۔ اور یہ
اس کو خطاب ہے جو یقین میں کمزور ہو، اور اس کی
نظر صرف ظاہری اسباب پر ہی ٹھہرتی ہو اھ۔ اس میں
جمہور کے مذہب کی طرف ایک طرح میلان پایا جاتا
ہے، اور اسی نوع کا وقوع علامہ زرقانی سے
شرح مؤطا میں ایک جگہ ہوا ہے چنانچہ علامہ موصوف
نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے اس
ارشاد "کوئی مریض کسی تندرست آدمی کے پاس
نہ جائے" اس لئے کہ اگر اسے مرض لگ جاتا ہے
تو پھر وہ مریض یوں کہنے لگتا ہے کہ کاش میں اسکے
ہاں نہ جاتا یا اس سے نہ ملتا تو مجھے یہ مرض نہ لگتا'
حالانکہ فی الواقع اگر یہ مریض کے پاس نہ جاتا تب
بھی اس کو یہ مرض لگ جاتا کیونکہ اللہ تعالٰی نے
اس کے مقدر میں ایسا لکھ دیا تھا پس اس علت
کی وجہ سے اسے روک دیا گیا کیونکہ طبیعت انسانی
غالباً اس کے وقوع سے لا پروا اور بے فکر نہیں

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ١٤١ دار المعرفۃ بیروت ١/١٣٠

[2] " " " " " " ٦٣٨٠ " " " ٥/٤١

الاسد' وان کنا نعتقد ان الجذام لایعدی لکنا نجد فی انفسنا نفرة وکراھیة لمخالطتہ[1] اھ فھٰذا صریح فی وفاق الجمھور ثم قال اما النھی عن ایراد الممرض فی باب اجتناب الاسباب التی خلقھا اللہ وجعلھا اسبابا للھلاك او الاذی والعبد مامور باتقاء اسباب البلاء اذا کان فی عافیة منھا و فی حدیث مرسل عند ابی داؤد انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مر بحائط مائل فقال اخاف موت الفوات[2] اھ ففیہ میل ما الی القول الاٰخر بل کان جزما بہ لولا قولہ "او الاذی" ثم عاد فقال تحت قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذی ای یتاذی بہ لا انہ یعدی[3]

ہوسکتی۔ اور حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد "جذامی سے تم اس طرح بھاگو جیسے بوقت خوف شیر سے بھاگتے ہو" کا یہی مفہوم ہے، اگرچہ ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مرض جذام متعدی نہیں ہوتا لیکن اپنے دلوں میں جذامی سے میل جول رکھنے سے نفرت اور کراہت پاتے ہیں اھ اور یہ صراحۃً مذہب جمہور سے اتفاق ہے۔ پھر فرمایا لیکن مریض کے پاس جانے سے ممانعت کرنا ان اسباب سے بچنے کے باب سے ہے جنھیں اللہ تعالٰی نے پیدا فرمایا اور انھیں ہلاکت اور تباہی کے اسباب بنایا یا ممانعت ایذا رسانی کے باعث ہے اور بندہ کو اسباب بلا سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ وہ ان سے بچ سکے، چنانچہ ابوداؤد کی ایک مرسل (بلاسند) روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مائل بانہدام (جھکی ہوئی) دیوار کے قریب سے گزرے تو ارشاد فرمایا میں موت فوات سے ڈرتا ہوں اھ پس اس میں دوسرے قول کی طرف تھوڑا سا میلان ہے بلکہ اس پر اظہار یقین ہے بشرطیکہ او الاذی کا قول متصل نہ ہوتا، پھر سابق کلام کی طرف رجوع کرتے ہوئے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد انہ اذی (وہ ایذا ہے) کے ذیل میں فرمایا یعنی اذیت ہوگی (مریض اور تندرست کے لئے)

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا امام مالک باب عیادۃ المریض والطیرۃ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۳۳۲

[2] " " " " " " " " " ۴/ ۳۳۳-۳۳۴

[3] " " " " " " " " " ۴/ ۳۳۲

ثم نقل عن یحیی بن یحیی ماقدمناہ وقد اذناك ان المائلین الی ھذا القول کالتورپشتی والطیبی والقاری قد اعترفوا جمیعا کنص الشیخ المحقق والزرقانی ان ابطال العدوی راسا ھو الذی علیہ الاکثرون

اقول وارجو ان لاینکر علیہ بما قال الامام النووی فی شرح مسلم قال جمہور العلماء یجب الجمع بین ھذین الحدیثین وھما صحیحان قالوا وطریق الجمع ان حدیث لاعدوی المراد بہ نفی ماکانت علیہ الجاھلیة تزعمہ وتعتقدہ ان المرض والعاھة تعدی بطبعھا لابفعل اللہ تعالٰی واما حدیث لایورد ممرض علی مصح فارشد فیہ الی مجانبة ما یحصل الضرر عندہ فی العادة بفعل اللہ تعالٰی وقدرہ قال فھذا الذی ذکرناہ من تصحیح الحدیثین والجمع بینھما ھو الصواب الذی علیہ جمہور العلماء ویتعین المصیر الیہ[1] اھ فقد یکون المعزو الی جمہور

نہ کہ مرض میں تجاوز ہے۔ پھر انھوں نے یحیٰی بن یحیٰی سے وہی نقل کیا جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور بلاشبہہ ہم نے تمھیں آگاہ کردیا ہے کہ جو لوگ اس قول کی طرف مائل ہیں جیسے تورپشتی، طیبی اور ملا علی قاری شیخ محقق اور زرقانی کی تصریح کی طرح وہ سب اس بات کے معترف ہیں کہ بالکلیہ تعدیہ مرض کے ابطال کا موقف زیادہ تر اہل علم رکھتے ہیں۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) میں امید رکھتا ہوں کہ جو کچھ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا اس کا انکار نہیں کیا جائے گا (اور وہ یہ ہے) جمہور علماء نے فرمایا ان دو حدیثوں کو جمع کرنا ضروری ہے اور وہ دونوں صحیح ہیں، جمہور فرماتے ہیں دونوں کو جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث "لاعدوٰی" سے اس چیز کی نفی مراد ہے کہ جس پر اہل جاہلیت قائم تھے چنانچہ وہ گمان اور اعتقاد رکھتے تھے کہ مرض اور آفت اپنی طبعی حالت سے تجاوز کرتے ہیں نہ کہ اللہ تعالٰی کی کارکردگی سے۔ (رہی حدیث کہ "مریض تندرست کے پاس نہ جائے" اس میں اس چیز سے بچنے کی راہنمائی فرمائی ہے کہ جس سے بطور عادت اللہ تعالٰی کے فضل اور قضاء و قدر سے ضرر حاصل ہوتا ہے۔ امام نووی نے فرمایا یہ وہی ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے (یعنی) دو حدیثوں کی تصحیح اور ان دونوں کو جمع کرنا یہی وہ راہِ صواب ہے کہ جس پر جمہور علماء قائم ہیں اور اسکی طرف رجوع کرنا متعین ہے اھ لہٰذا جمہور علماء کی

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب السلام باب لاعدوی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۰

العلماء وجوب الجمع وتصحيح الحديثين لاخصوص هذا الجمع وربما يشير اليه انه بعد ذكر هذا الجمع لم يقل ان هذا الذي ذكرناه هو الصواب الذي عليه الجمهور بل فسر المذكور بقوله من تصحيح الحديثين والجمع بينهما ولو اراد خصوص الجمع لم تكن حاجة الى التفسير اصلا لكون الاشارة متصلة بذلك الجمع من دون فصل فضلا عن يفسره بالاعم وحينئذ يكون قوله هذا احترازا عن الوجهين الاولين الذين قدمناهما ان احد الحديثين غير ثابت او منسوخ فيكون مثل ما نقل هو فيما بعد عن الامام القاضي عياض انه قال وقد ذهب عمر رضي الله تعالى عنه وغيره من السلف الى الاكل معه وراوا ان الامر باجتنابه منسوخ والصحيح الذي قاله الاكثرون ويتعين المصير اليه انه لانسخ بل يجب الجمع بين الحديثين وحمل الامر باجتنابه والفرار منه على الاستحباب والاحتياط لا للوجوب واما الاكل

طرف دو چیزیں منسوب ہیں ایک وجوب جمع اور دوسری چیز دو حدیثوں کی تصحیح نہ کہ اس جمع کا خصوص۔ کبھی اسکی طرف اشارہ یہ چیز کرتی ہے کہ اس جمع کے ذکر کرنے کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ جس کو ہم نے ذکر کیا ہے وہی صواب ہے کہ جس پر جمہور اہلِ علم قائم ہیں بلکہ مذکور کی اپنے قول "دو حدیثوں کی تصحیح اور انھیں جمع کرنے" سے تفسیر فرمائی۔ لہٰذا اگر خصوص جمع کا ارادہ کرتے تو اس تفسیر کی بالکل ضرورت اور حاجت نہ تھی اس لئے کہ اشارہ اس جمع سے پیوستہ یا وابستہ تھا نہ کہ الگ و جُدا، چہ جائیکہ اس اعم سے اس کی تفسیر کرتے پھر اس صورت میں موصوف کا قول "ھذا" پہلی دو وجوہات سے جن کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں احتراز ہے، ایک یہ کہ دونوں حدیثوں میں سے ایک ثابت نہیں یا وہ منسوخ ہے پھر یہ کلام اسی جیسا ہوگا کہ جس کو اس کے بعد امام قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دوسرے اسلاف مریض کے ساتھ کھانا کھانے کے جواز کی طرف گئے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ "امر بالاجتناب" (ان سے الگ رہنے کا حکم) منسوخ ہے پس صحیح وہی ہے جو اکثر اہل علم نے فرمایا لہٰذا اس کی طرف رجوع متعین ہے کہ یہاں کوئی نسخ نہیں بلکہ دو حدیثوں کو جمع کرنا واجب (ضروری) ہے، لہٰذا ان سے الگ اور کنارہ کش رہنے کا امر اور اُن سے بھاگنے کا حکم استحبابی اور احتیاطی ہے

معہ ففعله لبيان الجواز[1] اھ، واذن
يكون قوله قالوا وطريق الجمع الخ
على ماهو المتعارف بين العلماء
من نقل اقوال جمع، بلفظة
قالوا الا ان مرجعه جمهور العلماء
كيلا يخالف نقل الاكثرين
عن الاكثرين منهم التورپشتى والقارى
انفسهما والله تعالى اعلم، ثم من
الحجة لنا عليهم، اولاً ظاهر الاحاديث
المتواترة كما اعترفوا به ولا معدل
عن ظاهر الا بدليل واين الدليل
وثانياً ماقدمنا عن الامام
الطحاوى ان لوكان ذلك
من اسباب الهلاك العادية لم يفعله
النبى صلى الله تعالى عليه وسلم
ولا الخلفاء الراشدون ولا امر بالاكل
معهم تواضعا وايمانا فان مجانبته
حينئذ مامور به شرعا لقوله
تعالى ولا تقتلوا انفسكم[2]
وقوله تعالى ولا تلقوا
بايديكم الى التهلكة[3]
وكان كالجدار المائل

وجوبی نہیں۔ رہا یہ کہ ان کے ساتھ کھانا پینا، تو
ایسا کرنا بیانِ جواز کے لئے ہے اھ پھر تو موصوف
کا قول قالوا وطریق الجمع الخ اس پر مبنی ہے
کہ جو علماء کے درمیان متعارف ہے کہ وہ ایک جماعت کے
اقوال کو لفظ قالوا سے نقل کرتے ہیں ہاں مگر اس کا
مرجع جمہور علماء ہیں تاکہ اکثر کی نقل اکثر کے
مخالف نہ ہو، ان میں خود توریشتی اور ملا علی قاری
شامل ہیں اور اللہ تعالٰی ظاہر و باطن کو خوب
جانتا ہے۔ پھر ہماری دلیل ان کے خلاف متعدد
وجوہ سے ہے **اوّل** متواتر حدیثوں کے ظاہر
کی دلالت، جیسا کہ خود مخالفین کو اس بات کا
اعتراف ہے، اور ظاہر سے بغیر دلیل عدول نہیں
ہوسکتا اور یہاں دلیل کہاں، **دوم** ہم امام طحاوی
کے حوالہ سے پہلے نقل کرچکے ہیں اگر وہ "اختلاط
مرض" ہلاکت عادیہ کے اسباب میں سے ہوتا تو
حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور خلفاءِ راشدین
ہرگز ایسا نہ کرتے (اقدام اختلاط) اور نہ ان کے
ساتھ (یعنی مریضوں کے ساتھ) بربنائے تواضع
اور ایمان کھانے پینے کا حکم فرماتے کیونکہ پھر تو
ان سے علیحدگی اور کنارہ کشی شرعاً مامور بہ ہے
اللہ تعالٰے کے اس ارشاد کی وجہ سے "اپنے آپ
کو ہلاکت میں مت ڈالو" یا "اپنے آپ کو

۱؎ شرح مسلم للنووی بحوالہ قاضی عیاض باب السلام باب لاعدوی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۳،۲۳۴
۲؎ القرآن الکریم ۴/۲۹
۳؎ القرآن الکریم ۲/۱۹۵

والسفينة المكسورة وقد اعترف به هؤلاء المثبتون للعدوى كما ستقف أقول وليس من التوكل المعارضة مع الاسباب والهجوم على ما جرت العادة بافضائه الى التباب ولا يحل لاحد ان يلقى نفسه من فوق جبل توكلا على ربه عز وجل وايقانا بانه لا يضره ان لم يشاء وقد حكى ان الشيطان سال ذلك سيدنا عيسى كلمة الله على نبينا الكريم وعليه الصلوٰة والتسليم فقال لا اختبر ربي ونصوا بممانعة ركوب البحر عند هيجانه وبه ظهر الجواب عن حمل مثبتي العدوى حديث كل ثقة بالله وامثاله على التوكل ومتاركة الاسباب وقد ذكر من فعل الصديق الاكبر والفاروق الاعظم ومبالغتهما في ذلك ما يرشدك انه نص في رد ما ذهبوا اليه ولنذكر ههنا

مت قتل کرو" اور یہ گرنے والی دیوار اور ٹوٹی ہوئی کشتی کی طرح ہوگا، اور اثبات تعدیہ کرنے والے حضرات بھی اس کے قائل اور معترف ہیں جیسا کہ عنقریب آپ آگاہ اور واقف ہو جائیں گے' اقول (میں کہتا ہوں) یہ توکل نہیں کہ اسباب کے ساتھ معارضہ (مقابلہ) کیا جائے۔ اور جو چیز تباہی ہلاکت تک لے جائے بے سوچے اس میں پڑ جانا ہرگز جائز نہیں، نیز کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو پہاڑ کے اُوپر سے گرائے، اللہ تعالٰے پر توکل کا نام لیتے ہوئے اور اس یقین و بھروسے کے ساتھ کہ اگر اللہ تعالٰے نہ چاہے تو کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی ایسا کرنا جائز نہیں چنانچہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ سیدنا حضرت عیسٰے کلمۃ اللہ علیہ وعلٰی نبینا الصلوٰۃ والسلام سے یہی سوال شیطان نے کیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کا امتحان نہیں کرتا اور اسے نہیں آزماتا۔ اہلِ علم نے صراحت فرمائی کہ سمندر میں جوش اور طوفان آنے کے وقت بحری سفر نہ کیا جائے، اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ قائلین بالتعدیہ حدیث "کل ثقۃ باللہ" اور اس جیسی دوسری حدیثوں کو عملِ توکل اور ترکِ اسباب پر محمول کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فعل سے یہ بیان کیا گیا اور اس باب میں ان دونوں کے مبالغہ کرنے میں تمہارے لئے ایسی راہنمائی ہے

كلام العلامة علی القاری علیه رحمة الباری فانه جمع ما اتی به المثبتون و زاد و نذکر فی خلاله ما فتح الله تعالٰی علینا من وجوه اختلاله قال رحمه الله تعالٰی قد اختلف[ع] العلماء فی التاویل فمنهم من یقول المراد منه نفی ذٰلک و ابطاله علی ما یدل علیه ظاهر الحدیث وهم الاکثرون ومنهم من یری انه لم یرد ابطالها فقد قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم فر من المجذوم فرارک من الاسد[۱] **اقول** ارادة الابطال هو الظاهر کما اقربه وما ذکر لا یصلح صارفا له لما علمت من وجوه التاویل، قال وقال صلی الله تعالٰی

جو ان لوگوں کے مذہب کے رُد کرنے کے لئے (واضح) نص ہے۔ ہمیں یہاں مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام ذکر کرنا چاہئے کیونکہ اہلِ اثبات جو کچھ لائے ہیں اس سب کو مع اضافہ انھوں نے یکجا کیا ہے اور ان کی خلل پذیر وجوہات کے بارے میں جو اللہ تعالٰی نے ہم پر منکشف فرمائیں اس دوران ہم ان کا بھی ذکر کریں گے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اہلِ علم کا اس مسئلہ کی تاویل میں اختلاف ہے ان میں بعض وُہ ہیں جو فرماتے ہیں اس سے نفی اور اس کا ابطال مراد ہے اس بنا پر کہ ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے اور وُہ اہلِ علم اکثر یعنی (کثیر تعداد میں ہیں اور کچھ دوسرے وہ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ بطلان (تعدیہ) مراد نہیں کیونکہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جذامی سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔" **اقول** (میں کہتا ہوں) ارادہ ابطال ہی ظاہر ہے جیسا کہ خود موصوف نے اس کا اقرار کیا اور جو کچھ (اس کے خلاف) ذکر کیا گیا وہ اس کے لئے دافع نہیں جیسا کہ وجوہِ تاویل سے تمہیں معلوم ہوگیا، علامہ موصوف

ع: ھذا کله کلام التورپشتی سوی ما زاد من شرح المنحة ۱۲ منه۔

یہ سب تورپشتی کا کلام ہے ماسوائے اس چیز کے جو شرح المنحہ سے زائد کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

علیہ وسلم لا یوردن ذو عاہۃ علی مصح[1] اقول ھذا اضعف وابعد بعد ما روینا عن الموطا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما نفی العدوی ونہی عن ایراد الممرض قالوا وما ذاك قال وانما اراد بذلك نفی ما کان یعتقدہ اصحاب الطبیعۃ فانھم کانوا یرون العلل المعدیۃ مؤثرۃ لامحالۃ فاعلمھم ان لیس الامر علی ما یتوھمون بل ھو معلق بالمشیۃ ان شاء کان وان لم یشاء لم یکن۔ اقول کل شیئ کذلك وجمیع الاسباب متساویۃ الاقدام فی ذلك ولم یات الشرع بنفی الاسباب بل اثبتھا وارشد الی نفی تاثیرھا واعتقاد اصحاب الطبیعۃ فی العین لیس بادون من اعتقادھم فی العدوی ثم لم یات الشرع بنفیھا بل قال العین حق قال ویشیر الی ھذا المعنی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمن اعدی الاول"

نے فرمایا حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آفت ومصیبت والے کسی تندرست کے پاس نہ جائیں۔ اقول (میں کہتا ہوں) یہ زیادہ ضعیف اور زیادہ بعید ہے بعد اس کے کہ ہم نے موطا کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب تعدیہ مرض کی نفی فرمائی اور لوگوں کو مریض کے پاس جانے سے منع فرمایا تو لوگوں نے استفسار کیا کہ یہ کیوں۔

موصوف نے فرمایا کہ اس سے آپ کا ارادہ نفی کرنے کا تھا جس کا ارباب طبیعت اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ وہ بلاشبہہ علل متعدیہ کو مؤثر سمجھتے تھے اس لئے آپ نے ان لوگوں کو اس بات پر آگاہ فرمایا کہ وہ معاملہ جس کا انھیں وہم ہے وہ اللہ تعالٰی کی مشیت سے معلق ہے اگر وہ چاہے تو مرض لاحق ہوگا نہ چاہے تو نہیں ہوگا اقول (میں کہتا ہوں) ہر شے اُسی طرح ہے اور تمام اسباب اس میں متساوی اقدام ہیں اور شریعت نے اسباب کی نفی نہیں کی بلکہ انھیں ثابت کیا ہے اور اُن کی نفی تاثیر کی راہنمائی فرمائی ہے اور نظر بد میں اصحاب طبیعت کا اعتقاد اس سے کم نہیں جتنا تعدیہ مرض میں ہے۔ اور شریعت نے اس کی نفی بھی نہیں فرمائی بلکہ فرمایا: نظر حق ہے۔ علامہ موصوف نے فرمایا اور اسی معنی کی طرف حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد فمن اعدی الاول

---

[1] و [2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

ای ان کنتم ترون ان السبب فی ذٰلک العدوی لاغیر فمن اعدی الاول ،

اقول اولاً بون بیّن بین ان یعتقدوا العلل موثرۃ فی العدوی وان یعتقدوا العدوی ھی الموثرۃ وحدھا والثابت عنھم ذٰلک لاھذا وقد وقع مثل ھذا للمناوی فی التیسیر فقال ھومن الاجوبۃ المسکتۃ اذ لو جلبت الادواء بعضھا بعضا لزم فقد الداء الاول لفقد الجالب[2] اھ وانت تعلم انہ غیر لازم اصلا مالم یقولوا بالسبب عند سلب الجلب ولیس ھذا زعمھم ولا لازم زعمھم والرجیح الفصیح فی تفسیر الحدیث ما قدمت والیہ جنح الامام الطحاوی کما علمت ذکرہ بلسان المتکلم الامام العینی فی شرح البخاری فقال ای من اجرب البعیر الاول یعنی من سری الیہ الجرب فان قلت من بعیر اٰخر یلزم التسلسل

یعنی پہلے آدمی تک کس سے مرض پہنچا یعنی اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس میں سبب مرض تعدیہ ہے تو پہلے مریض تک کیسے تعدیہ ہوا ، اقول اولاً (میں اولاً کہتا ہوں) دونوں میں فرق ظاہر اور واضح ہے وہ یہ کہ تعدیہ میں علل کے مؤثر ہونے کا اعتقاد رکھیں اور صرف تعدیہ ہی کو مؤثر سمجھیں پس ان سے پہلی شق ثابت ہے نہ کہ دوسری۔ اسی کی مثل علامہ مناوی سے تیسیر میں مذکور ہوا ہے ، چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ یہ مسکت جوابات میں سے ہے اس لئے کہ اگر امراض میں ایک دوسرے سے کشید ہو تو پھر پہلے مریض کا مرض مفقود ہو جانا چاہئے اس لئے کہ اس کے لئے کوئی جالب نہیں اھ تم جانتے ہو کہ یہ قطعاً لازم نہیں آتا جب تک وہ سلب جلب کے علاوہ کسی سبب کا قول نہ کریں حالانکہ ان کا یہ خیال (زعم) نہیں اور نہ ان کے زعم سے یہ لازم آتا ہے لہذا صحیح راجح قول وہی ہے جو میں نے پہلے بیان کردیا ہے اور امام طحاوی اسی طرف مائل ہیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں امام عینی نے شرح بخاری میں متکلم کی زبان میں ذکر کیا ہے ، چنانچہ فرمایا یعنی پہلے اونٹ کو کس طرح خارش ہوئی ، اگر تم کہو کہ دوسرے اونٹ سے ، تو تسلسل لازم آئے گا ، اگر تم کہو کہ کسی دوسرے سبب سے مرض منتقل ہوا تو اس کا بیان تمہارے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث فمن اعدی الاول مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۱۷۳

وان قلت بسبب اٰخر فعلیك بیانه
وان قلت ان الذی فعله فی الاول
ھوالذی فعله فی الثانی ثبت
المدعی وھوان الذی فعل
فی الجمیع ذلك ھو اللہ الخالق
القادر علی کل شیئ وھذا جواب
من النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی
غایة البلاغة والرشاقة اھ[1] اقول کل کلامه
صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کذلك کیف
وقد اوتی جوامع الکلم ولاحاجة فی
تفسیر الی ماذکرتم من الشق الثانی
فانه اذا اعترف انه لیس بالعدوی
بل بسبب اٰخر فقد انقطع لثبوت ان
للمرض سببا اٰخر فلیکن الثانی ایضا
بذلك السبب فلم تثبت العدوی
لعدم الدلیل علی الدعوی
واقول ثانیا علی کل
فای اشارة فی من
اعدی الاول الی اثبات
العدوی عادة لاتاثیرا
قال وبین بقوله فرمن
المجذوم وبقوله لایوردن
ذوعاھة علی مصح ان

ذمے ہے، اگر تم یہ کہو کہ جس نے پہلے کو مرض لگایا
اسی نے دوسرے کو بھی مرض میں مبتلا کیا، تو پھر اس
صورت میں ہمارا دعوٰی ثابت ہوگا۔ اور وہ یہ ہے
کہ جو سب میں یہ کچھ کرتا ہے وہی اللہ تعالٰی ہے
جو خالق ہے ہر چیز پر قادر ہے۔ حضور صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم سے یہ جواب انتہائی درجہ
بلیغ اور خوب صورت انداز میں سنا گیا اھ
اقول (میں کہتا ہوں) حضور صلی اللہ تعالٰی
علیہ وآلہ وسلم کا ہر کلام اسی طرح فصیح و بلیغ
اور جامع ہے اور یہ کیونکر نہ ہو جبکہ آپ کو جوامع الکلم
یعنی جامع کلمات سے نوازا گیا۔ اور تفسیر
میں تمہاری بیان کردہ دوسری شق کی کوئی ضرورت
اور حاجت نہیں کیونکہ جب اعتراف ہوگیا کہ
یہ اثر عدوٰی سے نہیں بلکہ کسی دوسرے سبب
سے ہے تو پھر بات ہی ختم ہوگئی اس ثبوت کی
وجہ سے کہ مرض کا کوئی دوسرا سبب ہے تو
پھر ہوسکتا ہے کہ دوسرے مریض کو بھی اسی
سبب سے مرض لاحق ہوگیا ہو، نتیجہ یہ کہ اس
صورت میں تعدیہ مرض (مجذومی) ثابت نہ ہوا
کیونکہ اس دعوٰی پر کوئی دلیل موجود نہیں۔
واقول ثانیاً (اور میں ثانیاً کہتا ہوں کہ)
ہر تقدیر پر متن اعدی الاول میں کونسا اشارہ ہے کہ
تعدیہ بطور تاثیر تو ثابت نہیں ہاں البتہ بطور

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الطب باب لاہامۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/۲۹۹

مداناة ذلك سبب العلة فليتقه اتقاءه من الجدار المائل والسفينة المعيوبة[1] اقول فاذن كان يجب التباعد عنه على الخواص والعوام وينافيه ماثبت من فعله صلى الله تعالٰى عليه وسلم وفعل الخلفاء الراشدين وحديث كل مع صاحب البلاء قال وقد رد الفرقة الاولى على الثانية فی استدلالهم بالحديثين ان النهی فيهما انما جاء شفقا على مباشرة احد الامرين فتصيبه علة فی نفسه او عاهة فی ابله فيعتقد ان العدوى حق اھ قلت وقد اختاره العسقلانی فی شرح النخبة وبسطنا الكلام معه فی شرح الشرح ومجمله انه يرد عليه اجتنابه عليه الصلوٰة والسلام عن المجذوم

عادت ثابت ہے علامہ موصوف نے فرمایا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے ارشاد "جذامی سے دُور بھاگو" اور اپنے ارشاد "مصیبت بیماری والے کسی صحتمند تندرست آدمی کے پاس نہ جائیں" میں بیان فرمایا کہ اس کا قُرب سببِ مرض ہے لہذا اس سے اس طرح بچے جیسے گرنے والی دیوار اور ٹوٹی پھوٹی کشتی سے بچتا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) پھر تو اس سے عوام وخواص سب کو دُور رہنا چاہیے حالانکہ یہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے فعل کے منافی اور خلاف ہے اور حدیث کل مع صاحب البلاء (صاحبِ مصیبت کے ساتھ کھانا کھاؤ) کے خلاف ہے۔ علامہ موصوف نے فرمایا پہلے فرقہ نے دوسرے فرقہ پر دو حدیثوں کے حوالے سے ان کے استدلال کرنے پر رَد کیا ہے کہ دونوں میں نہی اس شفقت پر مبنی ہے کہ کہیں دو باتوں میں سے ایک سے مباشرت ہوجائے کہ وُہ خود بیمار ہوجائے یا اس کے اونٹوں پر کوئی آفت آجائے پھر اس کا یہ اعتقاد ہوجائے کہ تعدیہ مرض حق ہے چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے اسے شرح النخبہ میں اختیار کیا ہے اور ہم نے شرح الشرح میں پوری تفصیل سے اس بارے میں کلام کیا ہے۔ اس کا محل بیان یہ ہے کہ ان پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

18 عند ارادة المبايعة[1] اقول قد مرفيه من الوجوه مايكفي ويشفي ولايثبت معها اجتنابه صلى الله تعالٰى وسلم عنه بالمعنى الذي رقم على انه صلى الله تعالٰى عليه وسلم ربما كان يتنزل من مرتبته ليستن به قال مع ان منصب النبوة بعيد من ان يورد لحسم مادة ظن العدوى كلاما يكون مادة لظنها ايضا، فان الامر بالتجنب اظهر في فتح مادة ظن ان العدوى لها تاثير بالطبع[2] اقول اولا قد قدمنا في تقرير كلام النفاة السراة مايرشدك الى الجواب الم تر ان النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم قد نفى العدوى جهارا واعلن به مرارا وقطع عرقه بقوله فمن اعدى الاول وقوله فمن اجرب الاول وقوله ذٰلكم القدر

علیہ وآلہٖ وسلم نے اس جذامی سے ارادہ بیعت کے وقت اجتناب فرمایا **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) اس میں اتنی وجوہات بیان ہوئیں کہ جو کافی وشافی ہیں لہٰذا ان کی موجودگی میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا اس جذامی سے اجتناب اس معنی میں ثابت نہیں جو تحریر کیا گیا، علاوہ ازیں یہ بات ملحوظ رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی اپنے مقام رفیع سے تنزل فرماکر کوئی ایسا رویہ بھی اختیار فرماتے ہیں کہ اس سے آپ کی سنت قائم ہو اور اس کی اقتداء کی جائے۔ علامہ موصوف نے فرمایا اس کے باوجود منصب نبوت سے بعید ہے کہ وہ ظن عدوٰی کے مادہ کو قطع کرنے کے لئے ایسا کلام فرمائیں جو خود ظن عدوٰی کے لئے مادہ بن جائے کیونکہ عدوٰی سے بچنے کا حکم دینا خود مادہ ظن کے انکشاف کو زیادہ کرتا ہے کہ عدوٰی کے لئے طبعی تاثیر ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) **اولاً** بیشک ہم نے نفی کرنیوالے افتخار کرنیوالے اکابرین کی تقریر کلام میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ تمہارے لئے جواب کی راہنمائی اور نشان دہی کرتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی عدوٰی برسرِعام (کھلم کھلا) فرمائی اور متعدد بار اس کا اعلان فرمایا اور اپنے ان ارشادات سے اعدی الاول، فمن اجرب الاول، ذلکم القدر (یعنی پہلے

۱؎ و ۲؎ مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

وقد بلغه تبليغا واضحا معروفا عند الكل حتى تواتر عنه صلى الله تعالى عليه وسلم وشاع وذاع وملأ الاسماع والبقاع فاى مثار لهذا الظن بعد كل هذا الشد والشن بيد انه اذ قد انسدت هذه الوسوسة من قلوب المؤمنين بقيت خشية انهم لانتفاء هذا التوهم يخالطون المبتلين ولا يتحامونهم وفيهم ضعفاء اليقين بل هم الاكثرون والشيطان يجرى من الانسان مجرى الدم وكان امر الله قدرا مقدورا فان اصاب احدا شئ يلقى العدو فى قلبه ان هذا للعدوى فيفر هذا بدينه اشد مما كان يفر لو لم يعلم ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قد نفاها فحملته رحمته صلى الله تعالى عليه وسلم من رؤف بالمؤمنين رحيم ان نهاهم عن المخالطة اذ بدونها ان حدث

میں کیسے تعدیہ مرض ہوا، پہلے کو کس نے خارش لگائی، یہ تقدیر کی باتیں ہیں) اس کی جڑ کاٹ دی اور اس کی ایسی تبلیغ فرمائی جو سب کے ہاں مشہور و معروف ہے یہاں تک کہ یہ مسئلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تواتر (تسلسل) کی حد تک پہنچ گیا ہے اور لوگوں میں پھیلا اور شائع ہوا اس کی خوب اور بار بار سماعت ہوئی پھر اس شدت بندش کے بعد اس گمان کے لئے کون سی گنجائش باقی رہ جاتی ہے بغیر اس کے کہ جب اہل ایمان کے دلوں سے اس وسوسے کا ازالہ کر دیا گیا تو یہ خدشہ باقی رہ گیا کہ وہ اس انتفائے وہم کے باعث مصیبت زدہ لوگوں سے اختلاط (میل جول) رکھنے لگیں گے اور ان سے احتراز نہ کریں گے حالانکہ ان میں ضعیف الاعتقاد لوگ کثرت سے ہیں (اور حال یہ ہے) شیطان انسانی جسم میں خون کی طرح چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کر رہتا ہے لہذا اگر کسی کو کوئی مصیبت پہنچ گئی تو یہ دشمن (شیطان) اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالے گا کہ یہ سب کچھ متعدی اثرات کا نتیجہ ہے یعنی تعدیہ مرض اس کا سبب بنا تو یہ شخص اپنے دین سے زیادہ دور ہو جائیگا بنسبت مصیبت زدہ سے دور ہونے کے۔ اگر اسے یہ علم نہ ہوا کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اس عدوٰی کی نفی فرمائی ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم جو مومنوں کے لئے رؤف اور رحیم ہیں کی رحمت اس سبب سے ہوئی کہ لوگوں کو مریضوں

شئ والعیاذ باللہ تعالٰی لایحدث فساد اعتقاد و اذا کان الامر فی ھذا الباب کما وصفنا لک فھل کان لسد ھذا الباب طریق غیر ھذا الطریق الانیق الذی سلکہ الحکیم الرحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واذا کان الامر بالتجنب عندکم شفقا علی ابدانھم فما لکم لاتجیزونہ شفقا علی ایمانھم فعلیک بالانصاف **ثانیا** یاسبحٰن اللہ من این جاء ظن التاثیر بالطبع الیس قد نھی الشارع عن اقتحام اسباب الھلاک و اسرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین مر بھدف مائل فھل فیہ فتح باب ظن انھا تؤثر بذاتھا **قال** وعلٰی کل تقدیر فلا دلالۃ اصلا علی نفی العدوٰی مبینا واللہ تعالٰی اعلم[1] **اقول اوّلا** ان لم یدل نفی الجنس والنکرۃ الداخلۃ فی خبر النفی علی عموم النفی فماذا یدل بل لا دلالۃ علی تخصیص النفی بکونھا بالطبع، واللہ تعالٰی اعلم، و**ثانیا** لم یظھر لی

کے ساتھ اختلاط سے منع فرمایا کیونکہ اگر کوئی حادثہ ہوگیا تو فسادِ اعتقاد نہ ہو اور جب اس باب میں معاملہ یہ ہے جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے بیان کردیا تو اس باب کو بند کرنے کے لئے کوئی اور پسندیدہ اور خوبصورت طریقہ ہے جو حکیم و رحیم نے وضع فرماکر لوگوں کے لئے پیش کیا ہو۔ جب تمہارے نزدیک الگ رہنے کا حکم شفقت علی الاجسام کی بدولت ہے تو پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ لوگوں کے ایمان پر رحم کھاتے ہوئے اسے کیوں جائز نہیں قرار دیتے ہو، پس انصاف تمہارے ہاتھ ہے۔ **ثانیًا** اے اللہ پاک تاثیر طبعی کا گمان کہاں سے آگیا۔ کیا شارع نے اسباب ہلاکت میں گھسنے سے منع نہیں فرمایا، خود حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ایک گرنے والی دیوار کے پاس سے جلدی گزرے تو کیا اس میں باب ظن کھلتا ہے کہ تعدیہ مرض بالذات مؤثر ہوتا ہے۔ علامہ موصوف نے فرمایا بہر تقدیر عدوٰی کے سبب ہونے کی نفی پر اصلاً کوئی دلالت نہیں اور اللہ تعالٰی ہی خوب سب کچھ جانتا ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) **اولاً** اگر نفی جنس اور نکرہ جو محلِ نفی میں داخل ہے (اگر یہ دونوں) عموم نفی پر دلالت نہ کریں تو پھر عموم نفی پر کون سی چیز دلالت کرے گی، بلکہ عدوٰی طبعی کی نفی کی تخصیص پر کوئی دلالت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ و**ثانیًا** علامہ موصوف کے اس قول

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

معنی قوله علی کل تقدیر
فان علی تقدیر تعمیم النفی الدلالة علیه فی
غایة الظهور، فلیتأمل قال قال
الشیخ التوربشتی واری القول الثانی
اولی التاویلین لما فیه من التوفیق
بین الاحادیث الواردة فیه[1]
اقول اولا التوفیق حاصل علی
القول الاول ایضا کما بینا ولعله
لهذا اعدل الطیبی عن هذا
التعلیل الی قوله اری القول
الثانی اولی لما فیه من التوفیق
بین الاحادیث والاصول الطبیة التی
ورد الشرع باعتبارها علی وجه
لاینا قض اصول التوحید[2] اھ،
اقول لاحاجة بنا الی
تطبیق الشرع باصول الطب
الفلسفی بل نؤمن بالشرع
ونجری نصوصه علی ظواهرها
فان وافقها الطب وغیره
فذاك والا رمینا المخالف
بالجدار کائنا ماکان
والحمد لله رب العلمین

"علی کل تقدیر" کے معنی مجھ پر ظاہر اور واضح
نہیں ہوئے، کیونکہ تعمیم نفی کی تقدیر پر تو اس معنی
میں بہت واضح اور جلی دلالت موجود ہے پس غور کرو۔
موصوف نے فرمایا شیخ تورپشتی نے کہا میں دوسرے
قول کو دو تاویلوں میں سے زیادہ بہتر خیال
کرتا ہوں کیونکہ اس کو اختیار کرنے سے احادیث
واردہ فی الباب میں موافقت اور مطابقت ہوجاتی
ہے اقول اولاً (میں اولاً کہتا ہوں کہ)
قول اول پر بھی دونوں میں موافقت موجود ہے
جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور شاید اسی وجہ سے
علامہ طیبی نے اس تعلیل سے اس قول کی طرف
عدول فرمایا کہ میں دوسرے قول کو زیادہ بہتر خیال
کرتا ہوں کیونکہ اس میں احادیث واردہ اور قواعد
طبیہ میں موافقت اور مطابقت ہوجاتی ہے
کیونکہ علم طب کے اصول وقواعد کا شریعت نے
ایسی وجہ پر اعتبار کیا ہے کہ وہ اصول توحید کے
مناقض اور خلاف نہ ہوں اھ اقول (میں
کہتا ہوں) شریعت اور طب فلسفی کے اصول و
قواعد میں ہمیں مطابقت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں
بلکہ ہم شریعت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے
نصوص کو ظاہر پر جاری کرتے ہیں پس اگر طب
وغیرہ شرعی اصولوں کی موافقت کرے تو ٹھیک ہے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳
[2] شرح الطیبی لمشکوٰۃ المصابیح " " " " " " " " ادارۃ القرآن کراچی ۸/۳۱۴

واقول ثانیا بل التوفیق علی القول الاول اظهر وازهر فان منصب النبوة اجل من ان یبالغ فی نفی امر حق هذه المبالغة ولا یرشد الی اثباته الا بامر محتمل غیر بین **وثالثا** بل حق التوفیق منحصر فیما اختاره الجمهور لانه لیس فیه صرف شیئ من الاحادیث عن الظاهر و ارتکاب تخصیص من دون ملجئ ظاهر **قال** ثم لان القول الاول یفضی الی تعطیل الاصول الطبیة ولم یرد الشرع بتعطیلها بل ورد باثباتها والعبرة بها علی الوجه الذی ذکرناه[1] **اقول** لا نسلم ان الشرع سلم الطب بتفاصیلها والافاضل الثلثة التورپشتی والطیبی والقاری هم الناقلون کغیرهم ان الاطباء یعتقدون الاعداء فی الطاعون والوباء فلو صدقهم الشرع

ورنہ مخالف چیز خواہ کوئی بھی ہو اسے پھینک دیں گے، اور تمام خوبیاں خدا کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے **اقول ثانیا** (میں دوبارہ کہتا ہوں) بلکہ قولِ اول پر موافقت ومطابقت زیادہ ظاہر اور روشن ہے اس لئے کہ مقامِ نبوت اس سے کہیں زیادہ عظیم وجلیل ہے کہ کسی امرِ حق کی نفی میں وہ اس قدر مبالغہ آمیزی کرے جبکہ اس کے اثبات میں صرف ایسے امر سے راہنمائی ہوسکتی ہو جو محتمل غیر واضح ہے۔ **وثالثا** (تیسری بات) بلکہ حق توفیق اس میں منحصر ہے کہ جس کو جمہور اہلِ علم نے اختیار فرمایا کیونکہ اس میں احادیث کو اپنے ظاہری مفہوم سے پھیرنا نہیں پڑتا اور اضطرارِ ظاہری کے بغیر ارتکابِ تخصیص نہیں کرنا پڑتا۔ علامہ موصوف نے فرمایا اس لئے کہ قولِ اول اصولِ طبیہ کے معطل کر دینے تک پہنچادیتا ہے حالانکہ شریعت میں ان کا تعطل وارد نہیں بلکہ ان کا اثبات وارد ہے ان کا اعتبار اس طریقے پر ہوسکتا ہے جس کو ہم نے بیان کردیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) ہم یہ نہیں مانتے کہ شریعت نے علمِ طب کی تمام تفصیلات کو تسلیم کیا ہے تین فضلاء، تورپشتی، طیبی اور ملا علی قاری تو دوسروں کی طرح ناقل ہیں کہ اطباء طاعون اور وبا میں تعدیہ کا اعتقاد رکھتے ہیں اگر شریعت اس بارے میں ان کی تصدیق کرتی تو پھر جہاں

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۴۳

فذلك لم يامر بالثبات وعدم الخروج من حيث وقع لكونه اذ ذاك القاء بالايدى الى التهلكة ولم يجعل الفار منه كالفار من الزحف بل كان كالفار من جدار يريد ان ينقض مع ان هذا الامر متواتر عنه صلى الله تعالى عليه وسلم وقد وعد عليه الاجر العظيم فعلم ان مزعومهم هذا باطل عند الشرع وانما نهى عن الدخول عليه كما امر بالفرار من المجذوم لانه عسى ان يدخل فيبتلى بالقدر فيقول أُعديت او يقول لولا الدخول لما ابتليت ومثل "لو" هذه تفتح عمل الشيطان والعياذ بالله تعالى قال ويدل على صحة ما ذكرنا قوله صلى الله تعالى عليه وسلم قد بايعناك فارجع وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم كل ثقة بالله ولا سبيل الى التوفيق بين هذين الحديثين الا من هذا الوجه بيّن بالاول التوقى من اسباب التلف وبالثانى التوكل على الله جل جلاله

طاعون واقع ہوجائے وہاں لوگوں کو ٹھہرنے اور کہیں باہر نہ جانے کا حکم نہ دیتی کیونکہ پھر تو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہوتا، اور طاعون سے بھاگنے والے کو جنگ سے بھاگنے والے کی طرح قرار نہ دیتی بلکہ وُہ گرنے والی دیوار کے پاس سے بعجلت گزرنے کی طرح ہوتا باوجودیکہ یہ حکم آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے متواتر منقول ہے اور اس پر اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ شریعت میں ان کا یہ خیال باطل ہے لہذا جہاں طاعون پھوٹ پڑے وہاں اسی طرح جانا منع ہے جس طرح جذامی کے پاس جانا ممنوع ہے اور اس سے بھاگنے کا حکم ہے اس لئے کہ اگر وہاں جانے کی صورت میں بقضاء و قدر مبتلائے مصیبت ہوگیا تو کہنے لگے گا کہ مجھ پر تعدیہ مرض ہوگیا یا یُوں کہنے لگے گا کہ اگر وہاں نہ جاتا تو مبتلائے مرض نہ ہوتا، اور یہ حرفِ "لو" شیطانی عمل کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ تعالےٰ کی پناہ۔ علامہ موصوف نے فرمایا اس کی صحت پر جو کچھ ہم نے بیان کیا حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ لوٹ جاؤ ہم نے تمہیں (زبانی) بیعت کرلیا ہے اور آپ کا یہ ارشاد "اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے (میرے ساتھ) کھاؤ"
پس ان دو حدیثوں میں موافقت کی اس طریقہ کے سوا اور کوئی صورت نہیں (اور وُہ یہ ہے کہ) پہلی حدیث میں اسبابِ ہلاکت سے بچنے کی تلقین

ولا الٰہ غیرہ فی متارکۃ الاسباب و وھو حالہ عہ اھ (ای کلام التورپشتی قال القاری) ھو جمع حسن فی غایۃ التحقیق واللہ ولی التوفیق[1] اقول رحمک اللہ لقد حجرت واسعا فقد بان وظھر جمع صاف شاف لمع وزھر وقدمنا وجوہ ترجیحہ وما ذکر من الجمع ففیہ ما فیہ کما اسلفنا فان التوقی من

فرمائی گئی اور دوسری میں اسباب کو چھوڑ کر محض اللہ تعالٰی پر بھروسہ اور توکل کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے وُہ اللہ تعالٰی کہ جس کی بزرگی بہت بڑی ہے اور اس کے بغیر کوئی اور معبودِ برحق نہیں، اور وہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک خصوصی حال ہے اھ یعنی تورپشتی کا کلام مکمل ہوگیا۔ ملا علی قاری نے فرمایا وہ ایک خوبصورت انتہائی تحقیقی کلام جمع ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے تم نے تو کشادہ کو تنگ کر ڈالا اور اس میں رکاوٹ ڈال دی بلاشبہہ ایسی جمع ظاہر اور واضح ہے جو صاف، شفاف، روشن اور چمکدار ہے اور ہم نے پہلے ہی اس کی وجوہِ ترجیح بیان کردی ہیں،

عہ کذا فی نسختی المرقاۃ و علیہ فالضمیر لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اما کلام التورپشتی فھکذا بعد قولہ متارکۃ الاسباب یثبت بالاول التعرض للاسباب وھو سنۃ وبالثانی ترک الاسباب وھو حالۃ اھ فالحالۃ بتاء التانیث لابھاء الضمیر ۱۲ منہ۔

عہ میرے پاس جو مرقاۃ کا نسخہ ہے اس میں عبارت اسی طرح درج ہے پس اس کی بنا پر حالہٗ کی ضمیر حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے، رہا تورپشتی کا کلام تو وہ اس کے قول متارکۃ الاسباب کے بعد اس طرح ہے ـــــ پس حدیث اول سے اسباب کا استعمال ثابت ہُوا اور وہ سنت ہے جبکہ دوسری حدیث سے ترکِ اسباب کا ثبوت ملا اور وہ ایک حالت ہے اھ، پس لفظ حالۃ حرف "تا" تانیث کے ساتھ ہے نہ کہ "ہ" ضمیر کے ساتھ ۱۲ منہ۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۳

اسباب التلف واجب علی الناس جمیعا لایستثنی منہ الخواص ولیس التوکل ترک الاسباب ولا مضادۃ الحکمۃ ولا الاجتراء علیھا بل اخراج الاسباب عن القلب مع تعاطی النافع وتحامی الضار وقصر النظر علی المسبب جل وعلا وقیدھا وتوکل علی اللہ، ثم قال القاری تحت قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفر من المجذوم" وقد تقدم ان ھذا رخصۃ للضعفاء وترکہ جائز للاقویاء بناء علی ان الجذام من الامراض المعدیۃ[1] الخ **اقول** ان کلمات النافین والمثبتین جمیعا مطبقۃ علی ان الامر بالتوقی لضعفاء الیقین وحدیث کل ثقۃ باللہ وکل مع صاحب البلاء وامثالھما للکاملین صرح بہ ایضا فی المقاصد الحسنۃ والتیسیر وغیرھما وھذا ایضا من اول دلیل علی صحۃ

رہی وہ جمع جس کا یہاں ذکر کیا گیا تو اس میں وہ کچھ ہے جو ہے جیسا کہ ہم نے بیان کردیا کیونکہ اسباب ہلاکت سے بچنا سب لوگوں پر واجب ہے لہذا اس سے خواص مستثنٰی نہیں اور توکل ترکِ اسباب اور ان پر جرأت کرنا نہیں اور نہ وہ حکمت کے خلاف ہے بلکہ اسباب کو دل سے نکال دینا اور فائدہ بخش چیز کو لینا اور ضرر رساں امور سے بچنا اور نگاہ کو صرف اللہ تعالٰی جل وعلا (جو مسبب الاسباب ہے) پر روک رکھنا اس کی قیود کو ملحوظ رکھنا توکل علی اللہ ہے پھر ملا علی قاری نے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی "مجذوم سے بھاگو" کے ذیل میں فرمایا بلاشبہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ کمزوروں کے لئے رخصت ہے جبکہ قوی حضرات کیلئے اس کا چھوڑنا جائز ہے اس بنا پر کہ مرض جذام متعدی امراض میں سے ہے الخ **اقول** (میں کہتا ہوں) نفی اور اثبات کرنے والوں کے کلمات اس پر متفق ہیں کہ بچنے اور پرہیز کرنے کا حکم ضعیف الاعتقاد لوگوں کے لئے ہے اور حدیث "اللہ تعالٰی پر اعتماد وبھروسہ رکھتے ہوئے کھاؤ" اور "صاحب مصیبت کے ساتھ کھاؤ پیو" ان دو حدیثوں اور ان جیسی دیگر حدیثوں کا بیان کاملین کے لئے ہے۔ چنانچہ مقاصد حسنہ، تیسیر اور ان دو کے علاوہ دیگر کتب میں اس بات کی تصریح کردی گئی ہے اور یہ بھی نفی کرتے

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوۃ کتاب الطب والرقی باب الفال والطیرۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۳۴۵

قول النفاۃ فان الاسباب العادیۃ یستوی فیھا الاقویاء والضعفاء فلا یلتئم ھذا علی قول المثبتین اما علی قول النفاۃ واضح انہ لاعدوی حقیقۃ وانما الخشیۃ ان یتوھمھا من ابتلی بقدر وھذا لایخشی منہ علی الذین اٰمنوا وعلٰی ربھم یتوکلون جعلنا اللہ تعالٰی منھم بفضل رحمتہ بھم اٰمین!

والوں کے قول کی صحت پر پہلی دلیل ہے کیونکہ عادی اسباب میں قوی اور ضعیف برابر اور مساوی ہوتے ہیں لہذا اثبات کرنے والوں کے قول سے یہ موافقت اور مطابقت نہیں رکھتا لیکن نفی کرنے والوں کے قول سے مطابقت واضح ہے کیونکہ ان کے نزدیک تو درحقیقت کسی مرض میں تعدیہ ہے ہی نہیں، ہاں البتہ اس بات کا خطرہ واندیشہ رکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تقدیر الٰہی کی بنا پر مرض میں مبتلا ہوجائے تو اسے تعدیہ کا وہم ہوجائے گا۔ (رہا ان حضرات کا معاملہ) جو سچے مومن اور اپنے پروردگار پر کامل یقین وبھروسہ رکھتے ہیں تو ان سے اس قسم کا خوف اور خدشہ نہیں۔ اللہ تعالٰی اپنے فضل ورحمت سے جو ان پر ہے ہمیں بھی نوازے اور ان لوگوں میں شامل فرمائے آمین! (ت)

بالجملہ مذہب معتمد وصحیح ورجیح ونجیح یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک، طاعون وغیرہا اصلاً کوئی بیماری ایک کی دوسرے کو ہرگز ہرگز اُڑ کر نہیں لگتی، یہ محض اوہام بے اصل ہیں کوئی وہم پکائے جائے تو کبھی اصل بھی ہوجاتا ہے کہ ارشاد ہوا ہے: انا عند ظن عبدی بی[1] (میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے پاس ہوتا ہوں۔ ت) وہ اس دوسرے کی بیماری اُسے نہ لگی بلکہ خود اسی کی باطنی بیماری کہ وہم پرورده تھی صورت پکڑ کر ظاہر ہوگئی۔ فیض القدیر میں ہے:

بل الوھم وحدہ من اکبر اسباب الاصابۃ[2]۔

بلکہ اکیلا وہم، اسبابِ رسائی میں سے سب سے بڑا سبب ہے۔ (ت)

اس لئے اور نیز کراہت واذیت وخود بینی وتحقیر مجذوم سے بچنے کے واسطے اور نیز اس دُور اندیشی سے کہ مبادا اسے کچھ پیدا ہو اور ابلیس لعین وسوسہ ڈالے کہ دیکھ بیماری اُڑ کر لگ گئی اور اب معاذ اللہ اُس امر کی حقانیت اس کے خطرہ میں گزرے گی جسے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باطل فرما چکے یہ اُس مرض سے بھی بدتر مرض ہوگا ان وجوہ سے شرع حکیم ورحیم نے ضعیف الیقین لوگوں کو حکم استحبابی دیا ہے کہ اُس سے دور رہیں

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۱۵

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۴۱ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۷

اور کامل الایمان بندگانِ خدا کے لئے کچھ حرج نہیں کہ وہ ان سب مفاسد سے پاک ہیں۔ خوب سمجھ لیا جائے کہ دور ہونے کا حکم ان حکمتوں کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ معاذ اللہ بیماری اُڑ کر لگ جائے گی اسے تو اللہ و رسول رَد فرما چکے جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) پھر ازانجا کہ یہ حکم ایک احتیاطی استحبابی ہے واجب نہیں، کما قدمنا عن النووی عن القاضی عن جمہور العلماء (جیسا کہ امام نووی بواسطہ قاضی عیاض ہم جمہور علماء کا قول پہلے بیان کر آئے ہیں۔ ت) ہرگز کسی واجب شرعی کا معارضہ نہ کرے گا مثلاً معاذ اللہ جسے یہ عارضہ ہو اس کے اولاد و اقارب و زوجہ سب اس احتیاط کے باعث اس سے دُور بھاگیں اور اسے تنہا و ضائع چھوڑ دیں یہ ہرگز حلال نہیں بلکہ زوجہ ہرگز اسے ہمبستری سے بھی منع نہیں کرسکتی، ولہذا ہمارے شیخین مذہب امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰے عنہما کے نزدیک جذام شوہر سے عورت کو درخواست فسخ نکاح کا اختیار نہیں اور خدا ترس بندے تو ہر بیکس بے یار کی اعانت اپنے ذمہ پر لازم سمجھتے ہیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ اللہ فی من لیس لہ الا اللہ۔ رواہ ابن عدی[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ سے ڈرو اس کے بارے میں جس کا کوئی نہیں سوا اللہ کے۔ (محدث ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

لاجرم امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

اما الثانی (ای قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرّ من المجذوم) فظاھرہ غیر مراد للاتفاق علی اباحۃ القرب منہ وثواب بخدمتہ وتمریضہ وعلی القیام بمصالحہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(لیکن دوسری حدیث یعنی حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد "مجذوم سے بھاگو") تو اس کا ظاہر مراد نہیں، یعنی علماء کا اتفاق ہے کہ مجذوم کے پاس اُٹھنا بیٹھنا مباح ہے اور اس کی خدمت گزاری و تیمارداری موجب ثواب۔ واللہ تعالٰی اعلم

واذ خرجت المقالۃ فی صورۃ رسالۃ ناسب ان نسمھا الحق المجتلی

اچانک مقالہ رسالہ کی شکل میں ظاہر ہوا لہذا مناسب ہے کہ ہم اس کا نام الحق المجتلی

---

[1] کشف الخفاء بحوالہ ابن عدی عن ابی ہریرۃ حرف الھمزہ رشدین حدیث ۱۸۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۴۳

[2] فتح القدیر باب العنین وغیرہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۳۳

فی حکم المبتلٰی ، والحمد للہ علی ماانعم وعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

فی حکم المبتلٰی رکھیں (یعنی مصیبت زدہ کا حکم بیان کرنے میں بالکل واضح اور روشن حق) سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جس نے انعام فرمایا اور علم سکھایا، درود وسلام ہو ہمارے آقا ومولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور اُن کی آل اور اصحاب پر۔ (ت)

رسالہ

الحق المجتلٰی فی حکم المبتلٰی

ختم ہوا

تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون

۱۳۲۵ھ

(طاعون کے دوران گھر میں ٹھہرے رہنے والوں کیلئے بھلائی کو آسان کرنا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۸۵ تا ۹۳ از قصبہ نگرام ضلع لکھنؤ مرسلہ مولوی محمد نفیس صاحب ولد جناب محمد ادریس صاحب ۹ صفر ۱۳۲۵ھ

علمائے شریعتِ محمدیہ کا مسائلِ ذیل میں کیا حکم ہے:

(۱) طاعون کے خوف سے مقام خوف سے فرار کرنا کیسا ہے؟

(۲) درصورت جوازِ فرار حدیثِ فرار عن الطاعون (جو بخاری میں عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے) کے کیا معنٰی ہوں گے؟

(۳) درصورت عدم جوازِ فرار عن الطاعون کس درجے کی معصیت ہے، کبیرہ یا صغیرہ؟

(۴) گناہِ کبیرہ یا صغیرہ پر اصرار کرنے والا شرعاً کیسا ہے؟

(۵) طاعون سے جان کے خوف سے فرار کرنے والے یا فرار کی ترغیب دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۶) درصورت عدم جوازِ فرار عن الطاعون، سے فرار کرنے والا اور ترغیب دینے والا ایک ہی درجہ میں معصیت کے مرتکب ہوں گے یا کم زیادہ؟

(۷) مسمّی ناقل طاعون سے فرار کو بمقابلۂ حدیث حرمت فرار عن الطاعون جائز ہی نہیں بلکہ بلا دلیل شرعی احسن سمجھتا ہے شرعًا وہ کیسا ہے؟

(۸) بمقابلۂ حدیث صحیح کے کسی صحابی کا قول یا فعل جو مخالف حدیث صحیح کے ہو کیا اصول احکام شریعت کے اعتبار سے قابلِ تقلید یا عمل ہوگا، قولی حدیث کے مقابلہ میں کیا صحابی کے فعل کو ترجیح دی جائیگی؟

(۹) بخیال حفظِ صحت بخوفِ طاعون طاعونی آبادی سے فرار کرکے اُسی کے مضافات میں یعنی آبادی سے کم و بیش ایک میل کے ایسے فاصلے پر چلا جانا جو آبادی کے اکثر ضروریات کو پُوری کرتا ہو جس کو فنا کہتے ہیں کیا داخل فرار عن الطاعون ہوگا جس کی ممانعت و حرمت حدیث عبدالرحمٰن بن عوف سے جو بخاری جلد رابع باب مایذکر فی الطاعون میں مروی ثابت ہے اگر یہ خروج داخل فرار عن الطاعون ہوگا تو کیونکر جبکہ بخاری جلد رابع باب اجر الصابر فی الطاعون میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ اگر کسی گاؤں میں طاعون ہو اور وُہ اپنے شہر میں استقلال سے ٹھہرا رہے تو اس کو اجر شہید کا ہوگا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عوف کی حدیث میں شہر طاعون سے فرار کی ممانعت ہے نہ یہ کہ شہر طاعون کے اندر خروج نہ کیا جائے کیونکہ اگر شہر کے اندر بھی خروج کی ممانعت ہوتی تو حدیثِ عائشہ میں صرف استقلال فی البلد سے اجرِ شہادت نہ ہوتا بلکہ استقلال فی البیت سے ہوتا اور فنا میں نماز جمعہ کی اجازت سے معلوم ہوتا ہے کہ فنائے شہر بھی شہر ہے پس شہر میں خروج کرنا کیونکہ داخل فرار ہوگا کیونکہ بدلیل اجازت جمعہ در فنائے شہر شہر ثابت ہوچکا ہے اور فحوائے حدیث عائشہ سے شہر کے اندر خروج کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی اور اگر یہ خروج میں داخل نہ ہوگا تو کیونکر جبکہ مسافر کو موضع اقامت کی عمارات سے نکلنے پر فورًا قصر واجب ہوجاتا ہے جیسا کہ کتبِ فقہ سے ثابت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ شہر کا اطلاق محض عمارات پر ہوتا ہے نہ کہ فنائے عمارات پر، اور اس صورت میں حدیثِ عائشہ کا یہی مفہوم ہوگا کہ شہر کی عمارات سے خروج نہ کیا جائے۔ پس احد الامرین کے اختیار کرنے سے دوسرے کا کیا جواب ہوگا، حدیثِ عائشہ کا صحیح مفہوم کیا ہوگا، صورت اول یا آخر، ہر ایک سوال کا جواب نمبروار مدلل و مفصل مع حوالۂ کتب عنایت فرمائیے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی حمدہ للنجاۃ

اللہ تعالٰی کے بابرکت نام سے شروع جو نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے، تمام خوبیاں اللہ تعالٰی

من ابتلایاخیرماعون ۔ وافضل الصلوٰۃ والسلام علی من جعلت شہادۃ امتہ فی الطعن والطاعون وعلٰی اٰلہ وصحبہ الذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون ۔ فلا یفرون اذالاقوا وہم فی اعلاء کلمۃ اللہ ساعون ۔ وﷲ ورسولہ طواعونٌ الی المعروف داعونٌ وعن المنکرمناعون ۔

کے لئے ہیں کہ جس کی تعریف مصائب سے چھڑانے کے لئے زیادہ مفید ہے۔ افضل درود وسلام اس ہستی پرکہ جس کی امت کی گواہی (بطورِ سند) طعن اور طاعون میں رکھی گئی اور اس کی تمام آل اور تمام صحابہ پر جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت کرنے والے ہیں اور وہ بھاگتے نہیں جبکہ دشمن سے ان کا آمنا سامنا ہو اور وہ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے میں کوشاں رہتے ہیں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کے بہت فرمانبردار ہیں اور بھلائی کی دعوت دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہیں۔ (ت)

طاعون سے فرار گناہِ کبیرہ ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف۔ رواہ الامام احمد بسند حسن والترمذی وقال حسن غریب وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحہما والبزار والطبرانی وعبد بن حمید عن جابر بن عبداللہ واحمد بسند صحیح وابن سعد وابو یعلٰی والطبرانی فی الکبیر وفی الاوسط وابونعیم فی فوائد ابی بکر بن خلاد عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے جہاد میں کافروں کے مقابلے سے بھاگ جانے والا۔ (امام احمد نے سندِ حسن سے اور امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور فرمایا حدیث حسن غریب ہے۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں اس کو روایت کیا ہے۔ بزار، طبرانی اور عبد بن حمید نے حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالے سے نیز امام احمد نے سندِ حسن سے، ابن سعد، ابو یعلٰی اور طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں اور ابونعیم نے ابوبکر بن خلاد کے فوائد میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

اور اللہ عزّوجل جہاد میں کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والے کی نسبت فرماتا ہے:

فقد باء بغضب من اللہ وماوٰہ جہنم

وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا

۱؎ مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۸۲، ۱۴۵، ۲۵۵

الزواجر عن اقتراف الکبائر الکبیرۃ التاسعۃ والتسعون بعد الثلاثمائۃ دار الفکر بیروت ۲/ ۸۸۔ ۲۸۷

وبئس المصیر[1]   دوزخ ہے اور کیا بُری جائے بازگشت ہے۔

امام ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں:

الکبیرۃ التاسعۃ والتسعون بعد الثلثمائۃ الفرار من الطاعون[2]

تین سو کبیرہ گناہوں کے بعد ننانوے نمبر پر طاعون سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے (ت)

اُسی میں بعد ذکر حدیث مذکور بتخریج ترمذی وابن حبان وغیرہما فرمایا:

القصد بھذا التشبیہ انما ھو زجر الفار و التغلیظ علیہ حتی ینزجر ولایتم ذلک الا ان کان کبیرۃ کالفرار من الزحف[3]

اس تشبیہ سے مقصود طاعون سے بھاگنے والے کی سرزنش اور اس پر سختی کرنا ہے تاکہ وہ اس سے باز آجائے، اور یہ بات اس کے کبیرہ گناہ ہونے کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی جیسے جنگ سے بھاگنا۔ (ت)

مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ضابطہ در وبا ہمیں ست کہ در انجا کہ ہست نباید رفت واز انجا کہ باشد نباید گریخت اگرچہ گریختن در بعض مواضع مثل خانہ کہ در شے زلزلہ شد یا آتش گرفتہ یا نشستن در زیر دیوارے کہ خم شدہ نزد غلبہ ظن بہلاک آمدہ است اما در باب طاعون جز صبر نیامدہ مگر گریختن تجویز نیافتہ وقیاس ایں براں مردود و فاسد است کہ آنہا از قبیل اسباب عادیہ اند وایں از اسباب وہمی و بر ہر تقدیر گریختن از انجا جائز نیست وہیچ جا وارد نشدہ وہر کہ بگریز دعاصی و مرتکب کبیرہ و مردود ست نسأل اللہ العافیۃ[4]

وبا میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جہاں ہو (یعنی جہاں وبا پھوٹ پڑے) وہاں نہ جائے اور جس جگہ بندہ موجود ہو اور وہاں وبا کی صورت بن جائے تو وہاں سے نہ بھاگے اگرچہ بعض مقامات مثلاً وہ گھر جو زلزلے کا شکار ہو رہا ہو یا جس میں آگ لگ گئی ہو یا گرنے والی دیوار کے نیچے کھڑا ہو تو ان تمام مقامات سے ہلاکت کے غالب گمان و امکان کے پیش نظر بھاگ جانے کی اجازت ہے لیکن طاعون کے باب میں سوائے صبر کے کچھ نہیں کرنا چاہئے لہذا وہاں سے بھاگنے کی تجویز نہیں دی گئی۔ پس اس کو اُس پر قیاس کرنا مردود اور فاسد ہے کہ وہ اسباب عادیہ کے قبیل سے ہے اور یہ اسباب توہم سے

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

[2] الزواجر لابن حجر مکی الکبیرۃ التاسعۃ والتسعون بعد الثلثمائۃ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۸۵

[3] " " " ۲/ ۲۸۶

[4] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۳۹

بہرحال اس جگہ سے بھاگنا جائز نہیں اور یہ کسی جگہ وارد نہیں ہوا، لہذا جو کوئی (اس سے) بھاگے تو گنہگار ہوگا اور مرتکب کبیرہ اور مردود ہوگا۔ ہم اللہ تعالٰی سے عافیت چاہتے ہیں۔ (ت)

شرح مشکوۃ علامہ طیبی میں زیر حدیث مذکور ہے:

شبہ بہ ای بالفرار من الزحف فی ارتکاب الکبیرۃ۔[1]

جنگ سے بھاگ جانے کے ساتھ طاعون سے بھاگ جانے کو تشبیہ ارتکاب کبیرہ کی وجہ سے دی گئی (ت)

شرح مؤطا میں ہے:

قال ابن خزیمۃ انہ من الکبائر التی یعاقب اللہ تعالٰی علیہا ان لم یعف[2]

محدث ابن خزیمہ نے فرمایا: طاعون سے بھاگ جانا ان کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ جن پر اللہ تعالٰی عذاب دیتا ہے جبکہ وہ معاف نہ فرمائے۔ (ت)

صغیرہ پر اصرار اسے کبیرہ کر دیتا ہے اور کبیرہ پر اصرار اور سخت تر کبیرہ۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصغیرۃ مع الاصرار۔ رواہ فی مسند[3] الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

کوئی گناہ اصرار کے بعد صغیرہ نہیں رہتا (محدث دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

فرار کی ترغیب دینے والا فرار کرنے والے سے اشد وبال میں ہے نفس گناہ میں احکام الٰہیہ سے معارضہ ومخالفت کی وہ شان نہیں جو برعکس حکم شرع نہی عن المعروف وامر بالمنکر میں ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

المنٰفقون والمنٰفقٰت بعضہم من بعض یامرون بالمنکر وینہون عن المعروف[4] الٰی قولہ عزوجل والمؤمنون

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہیں برائی کا حکم دیتے اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں دینی

---

[1] شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح کتاب الجنائز عیادۃ المریض ادارۃ القرآن کراچی ۳/ ۳۲۲
[2] شرح الزرقانی مؤطا الامام مالک باب ماجاء فی الطاعون تحت حدیث ۱۶۲۲ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۲۴۲
[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۷۹۴۴ عن ابن عباس دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۱۹۹
[4] القرآن الکریم ۹/ ۶۷

9/9

والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر[1]۔ بات پر ایک دوسرے کے مددگار رہیں بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔

گنہگار اپنی جان کو گرفتارِ عذاب کرتا ہے اور گناہ کی ترغیب دینے والا خود عذاب میں پڑا اور دوسرے کو بھی عذاب میں ڈالنا چاہتا ہے جتنے اس کی بات پر چلتے ہیں سب کا وبال اُن سب پر اور اُن کے برابر اس اکیلے پر ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من اتبعہ لاینقص ذٰلک من اجورھم شیئا ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اثام من اتبعہ لاینقص ذٰلک من اٰثامھم شیئا۔ رواہ الائمۃ احمد[2] والستۃ الا البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو سیدھے راستے کی طرف بلائے جتنے اس کی پیروی کریں سب کے برابر ثواب پائے اور انکے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو اور جو گمراہی کی طرف بلائے جتنے اس کے کہے پر چلیں سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اُن کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہو (ائمہ کرام مثلاً امام احمد نے اور بخاری کے علاوہ ائمہ ستہ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی) نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور جب طاعون سے فرار کبیرہ ہے تو لوگوں کو اس کی ترغیب دینی سخت ترکبیرہ، اور دونوں فاسق ہیں، اور غالباً اعلان بھی نقد وقت اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون[3]۔ اگر لوگ فاسق کو (امامت کے لئے) آگے کریں تو سب گناہگار ہونگے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۷

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۹۷
صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/۲۷۹ و جامع الترمذی ابواب العلم ۲/۹۲
سنن ابن ماجہ باب من سن سنۃ الخ ص ۹۱

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ وفیھا مباحث سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

ردالمحتار میں ہے :

فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ و قد وجب علیھم اھانتہ شرعا فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لما ذکرنا[1]۔

اس لئے کہ اس کو امامت کے لئے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ لوگوں پر شرعاً اسکی توہین وتذلیل واجب ہے لہذا وہ بدعتی کی طرح ہے ہر حال میں اس کی امامت مکروہ ہے بلکہ شرح منیہ میں یہ بیان کیا گیا کہ اس کے آگے کرنے میں جو کراہت ہے وُہ کراہت تحریمی ہے اس وجہ سے جو ہم نے بیان کردی ۔ (ت)

طاعون سے فرار کو جو اچھا سمجھتا ہے اگر جاہل ہے اور اُسے معلوم نہیں کہ احادیث صحیحہ اس کی تحریم میں وارد ہیں اُسے تفہیم کی جائے اور اگر دانستہ حدیثوں کا انکار کرتا ہے تو صریح گمراہ ہے ۔ شرح مؤطا للعلامۃ الزرقانی میں زیرِ حدیث عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ در بارۂ طاعون ہے :

فیہ دلیل قوی علی وجوب العمل بخبر الواحد لانہ کان بمحضر جمع عظیم من الصحابۃ فلم یقولوا لعبد الرحمٰن انت واحد و انما یجب قبول خبر الکافۃ فما اضل من قال بھذا و اللہ تعالٰی یقول ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا و قریٔ فتثبتوا فلو کان العدل اذا جاء بنبأ تثبت فی خبرہ ولم ینفذ لاستوی مع الفاسق و ھذا خلاف القراٰن ام نجعل المتقین کالفجار قالہ ابن عبد البر[2]۔

اس میں قوی دلیل ہے کہ خبرِ واحد پر عمل کرنا واجب ہے (کیونکہ عبدالرحمن ابن عوف کا حدیثِ طاعون بیان فرمانا) صحابہ کرام کی ایک عظیم جماعت کی موجودگی میں تھا، پھر کسی نے حضرت عبدالرحمن سے یہ نہیں کہا کہ تم ایک اکیلے بیان کر رہے ہو (لہذا تمہارے اکیلے پن کے باعث تمہاری بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا) لہذا پُوری جماعت کی خبر قبول کرنا واجب اور ضروری ہے، پس جس کسی نے یہ کہا وہ کس قدر بھٹک گیا اور اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، اور یُوں بھی پڑھا گیا فتثبتوا یعنی ثابت قدم اور مضبوط ہو جایا کرو (یعنی اس کی خبر میں توقف کیا کرو تاکہ پتہ چل جائے) پھر اگر کوئی عادل خبر لائے تو اس خبر میں ثابت قدم رہے لیکن اس کی خبر نافذ نہ ہو تو وہ فاسق (غیر معتبر) کے

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷۶

[2] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک باب ماجاء فی الطاعون دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۳۰

ساتھ برابر ہو جائے گا حالانکہ یہ بات نصِ قرآن کے خلاف ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے "کیا ہم پرہیزگاروں کو فاجروں کے برابر کر دیں گے؟" چنانچہ علامہ ابن عبدالبر نے یہی فرمایا ہے۔ (ت)

جس امر میں رائے و اجتہاد کو دخل نہ ہو اس میں قول صحابی دلیل قول رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے ورنہ جس حدیث کی مخالفت کی اگر اُس کے راوی خود یہ صحابی ہیں اور مخالفت صرف ظاہر نص کی ہے مثلاً عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید تو یہ اثرِ صحابی اُس حدیث مرفوع کی تفسیر ٹھہرے گا اور اُسے اسی خلاف ظاہر پر محمول سمجھا جائے گا اور مخالفت مفسر کی ہے تو صریح دلیل ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہو چکی صحابی کو اس کا ناسخ معلوم تھا، اور اگر یہ خود اس کے راوی نہیں تو یہ معاملہ اگر اس قابل نہ تھا کہ ان صحابی پر مخفی رہتا تو اُن کی مخالفت اُس روایت مرفوعہ کے قبول میں شبہہ ڈالے گی ورنہ حدیث ہی مرجح ہے جیسا کہ غیر صحابہ کے قول و فعل پر مطلقاً جب تک حدِ اجماع تک نہ پہنچے۔ مسلم الثبوت میں ہے[1]:

روی الصحابی وحمل ظاہرا علی غیرہ کتخصیص العام فالحنفیۃ علی ما حمل لان ترك الظاھر بلا موجب حرام فلا یترکہ الا بدلیل قطعا ولو ترك نصا مفسرا تعین علمه بالناسخ فیجب اتباعه وان عمل بخلاف خبرہ غیرہ فان کان صحابیا فالحنفیۃ ان کان مما یحتمل الخفاء لایضر اولا فیقدح وان کان غیر صحابی ولو اکثر الامۃ فالعمل بالخبر اھ مختصرًا۔

اگر خود صحابی نے روایت کی اور حدیث کے ظاہر کو غیر ظاہر پر حمل کیا جیسے عام کی تخصیص، تو اس صورت میں حنفیہ کی رائے وہی ہے جس پر اس نے حدیث کو حمل کیا ہے کیونکہ ظاہر کو بغیر کسی سبب چھوڑ دینا حرام ہے لہٰذا بغیر کسی قطعی دلیل کے وہ اسے نہیں چھوڑتا۔ اگر کسی نص مفسر کو چھوڑ دے (تو اس کا مفہوم یہ ہوگا) کہ حدیث اس کے نزدیک منسوخ ہے اور اس کے علم میں اس کا ناسخ متعین ہے تو اسکی اتباع ضروری ہے اور اگر اس نے کسی دوسرے کی روایت کے خلاف عمل کیا۔ اگر یہ خود صحابی ہیں تو اگر معاملہ خفاء کا احتمال رکھتا ہے تو اول کچھ مضر نہیں کہ قدح پیدا کرے گا اور اگر یہ صحابی نہیں اگرچہ اکثر افرادِ امت ہوں تو پھر عمل صرف حدیث پر ہوگا اھ مختصرًا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الرازی منا والبردعی والبزدوی والسرخسی

ہم میں سے رازی، بردعی، بزدوی، سرخسی اور

---

[1] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مسئلہ روی الصحابی المجمل مطبع انصاری دہلی ص ۹۶-۱۹۷

واتباعهم قول الصحابی فیما یمکن فیه الرأی ملحق بالسنۃ لغیرہ لابمثلہ ونفاہ الکرخی وجماعۃ وفیما لایدرک بالرای فعند اصحابنا اتفاق فلہ حکم الرفع[1] اھ ملتقطا۔

ان کے تابعین (موافقین) فرماتے ہیں کسی صحابی کا قول اگر ایسے معاملہ میں ہو جس میں رائے ممکن ہو تو وہ دوسروں کے لئے سنت سے ملحق ہے نہ کہ خود اس کے لئے، لیکن امام کرخی اور ایک گروہ نے اس کی نفی کی، اور اگر کسی معاملہ کا اوراک رائے کے ساتھ نہ ہوسکے تو اس پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے کہ وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے اھ ملتقطاً (ت)

یہ اجمالی کلام ہے اور نظر مجتہد کے لئے ہے اور حدیث طاعون اسی قبیل سے ہے جس کا بعض بلکہ اکثر صحابہ پر بھی مخفی رہنا جائے عجب نہ تھا جیسا کہ حدیث صحیحین سے ثابت ہے کہ جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو راہِ شام میں خبر ملی کہ وہاں طاعون ہے صحابہ کرام میں پہلے مہاجرین عظام پھر انصار کرام پھر مشائخِ قریش مہاجرین فتح مکہ کو بلا کر مشورے لئے سب نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی مگر کسی کو اس بارے میں ارشادِ اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معلوم نہ تھا، نہ خود امیر المومنین کے علم میں تھا یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اُس وقت اپنے کسی کام کو تشریف لے گئے تھے انھوں نے آکر ارشادِ والا بیان کیا اور اُسی پر عمل کیا گیا۔ یونہی صحیحین کی حدیث سے ثابت کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ احد العشرۃ المبشرہ کو یہ ارشاد اقدس کہ جب دوسری جگہ طاعون ہونا سُنو وہاں نہ جاؤ اور جب تمہارے یہاں پیدا ہو تو وہاں سے نہ بھاگو، معلوم نہ تھا، یہاں تک کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب ابن المحبوب اور سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے کے بچے ہیں انھیں یہ حدیث سُنائی بلکہ صحیحین سے یہ بھی ثابت کہ سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے سوال کرکے اس کا علم حاصل فرمایا۔

فقد اخرجا عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ انہ سمعہ یسأل اسامۃ بن زید ماذا سمعت

بخاری ومسلم نے عامر بن سعد عن ابیہ سے تخریج فرمائی ہے کہ انھوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے خود سنا کہ

---

[1] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مسئلہ قول الصحابی فیما یمکن فیہ الرأی انصاری دہلی ص ۲۰۷ ۔ ۲۰۸

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳

صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ الخ " " " ۲/ ۲۲۸

من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الطاعون رجز ارسل علی بنی اسرائیل اوعلی من کان قبلکم فاذا سمعتم بہ بارض فلاتقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا فرارا منہ[1]۔

وہ حضرت اسامہ بن زید سے پُوچھ رہے تھے کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق کیا سنا، یہ کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل یا ان سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا لہذا جب تم اس کے بارے میں سُنو کہ فلاں زمین میں پھیل گیا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جس جگہ تم مقیم ہو وہاں طاعون پیدا ہو جائے تو اس سے بھاگتے ہوئے وہاں سے باہر نہ جاؤ اور (جگہ قیام) نہ چھوڑو۔ (ت)

اور اس کے بعد خود اُسے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

ای یرسل ارسالا ثقۃ بروایۃ اسامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی ارسال فرماتے ہوئے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے (ت)

صحیح مسلم شریف میں بعد ذکر حدیث اسامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ ہے:

وحدثنیہ وھب بن بقیۃ فذکر بسندہ عن ابراھیم بن سعد بن مالک عن ابیہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنحو حدیثھم[2]۔

مجھ سے وہب بن بقیہ نے بیان کیا پھر اس نے اپنی سند سے ان کی حدیث کی طرح حدیث بیان کی (اور سند یہ ہے) ابراہیم بن سعد بن مالک کے حوالہ سے اس نے اپنے والدگرامی سعد بن مالک کے حوالہ سے انھوں نے خود حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی۔ (ت)

تو دو ایک صحابہ سے جو اس کا خلاف مروی ہوا اطلاع حدیث سے پہلے تھا جیسے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ طاعون سے بہت خوف کرتے لوگوں کو متفرق ہو جانے کی رائے دی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰے عنہ نے کہ اعلم الناس بالحلال والحرام و امام العلماء یوم القیام (جو سب لوگوں سے زیادہ حلال و حرام کو جاننے والے ہیں اور قیامت کے دن علمائے کرام کے امام ہوں گے۔ ت) ہیں ان کا رَدّ شدید کیا اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث بیان کی اور شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کاتب وحی نے نہایت شدت سے رَد کیا اور فرار عن الطاعون سے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا منع فرمانا روایت کیا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب منہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۴
صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ الخ " " " ۲/۲۲۸

[2] " " " " " " " " " "

نے فوراً رجوع فرمائی اور ان کی تصدیق کی۔

اخرج ابن خزیمة فی صحیحه عن عبد الرحمٰن بن غنم قال وقع الطاعون بالشام فقال عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنه ان هذا الطاعون رجس ففروا منه فی الاودیة والشعاب فبلغ ذٰلك شرحبیل بن حسنة رضی الله تعالٰی عنه فغضب وقال کذب عمرو بن العاص فقد صحبت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وعمرو اضل من جمل اهله ان هذا الطاعون دعوة نبیکم ورحمة ربکم ووفاة الصالحین قبلکم[1] الحدیث ولفظ ابن عساکر عن عبد الرحمٰن بن غنم قال کان عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنه حین احس بالطاعون فرق فرقا شدیدا فقال یا ایها الناس تبددوا فی هذه الشعاب وتفرقوا فانه قد نزل بکم امر من الله تعالٰی لا اراه الا رجزا او الطوفان قال شرحبیل بن حسنة رضی الله تعالٰی عنه قد صاحبنا رسول الله

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبدالرحمٰن ابن غنم کے حوالے سے تخریج فرمائی، فرمایا ملک شام میں طاعون کا مرض پھوٹ پڑا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا (لوگو!) یہ طاعون اللہ تعالٰی کا عذاب ہے لہذا اس سے بھاگ کر وادیوں اور پہاڑی گھاٹیوں میں چلے جاؤ، پھر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یہ اطلاع پہنچی تو غضبناک ہوئے اور فرمایا عمرو بن عاص نے غلط کہا ہے کیونکہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں لیکن عمرو تو زیادہ بھٹکا ہوا ہے اپنے گھر کے اونٹ سے، بلاشبہہ یہ طاعون تمہارے نبی کی دعوت ہے اور تمہارے پروردگار کی رحمت اور تم سے پہلے نیک لوگوں کی وفات ہے (الحدیث) ابن عساکر حضرت عبدالرحمٰن بن غنم کے حوالے سے یوں کہتے ہیں اس نے فرمایا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب طاعون محسوس ہوا تو وہ انتہائی خوفزدہ ہوئے اور فرمایا (لوگو!) ان گھاٹیوں میں الگ الگ اور منتشر ہو جاؤ کیونکہ تم پر اللہ تعالٰی کا امر (عذاب) نازل ہوگیا ہے اور میں اسے عذاب یا طوفان ہی خیال کرتا ہوں، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن خزیمہ کر حدیث ۱۱۷۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۶۰۳

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و
انت اضل من حمار اہلك قال عمرو
رضی اللہ تعالٰی عنہ صدقت
قال معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ لعمرو
بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کذبت
لیس بالطوفان ولا بالرجز ولکنہا
رحمۃ ربکم ودعوۃ نبیکم وقبض
الصالحین قبلکم[1] الحدیث ورواہ الامام
الطحاوی فی شرح معانی الاثار من
حدیث شعبۃ عن یزید بن حمیر قال
سمعت شرحبیل بن حسنۃ رضی اللہ
تعالٰی عنہ یحدث عن عمرو بن
العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ان
الطاعون وقع بالشام فقال عمرو تفرقوا
عنہ فانہ رجز فبلغ ذلك شرحبیل
بن حسنۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ
فقال قد صحبت رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم فسمعتہ یقول
انہا رحمۃ ربکم ودعوۃ نبیکم
وموت الصالحین قبلکم فاجتمعوا لہ
ولا تفرقوا علیہ فقال عمرو رضی اللہ
تعالٰی عنہ صدق[2] وللحدیث
طریق اخری عن شہر

کے ساتھ وقت گزارا ہے تم تو اپنے گھر والوں کے
گدھے سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہو۔ حضرت عمرو
رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا آپ نے سچ کہا ہے۔
حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عمرو
بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا آپ نے غلط
کہا نہ یہ طوفان ہے اور نہ عذاب بلکہ یہ تمہارے
پروردگار کی رحمت اور تمہارے نبی کی دعا ہے
اور تم سے پہلے نیک لوگوں کی موت ہے (الحدیث)
امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں شعبہ کی حدیث
یزید بن حمیر کے حوالے سے روایت فرمائی، فرمایا
میں نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ
سے سنا کہ وہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ
کے حوالے سے بیان کرتے تھے، ملک شام میں
طاعون واقع ہوا تو حضرت عمرو بن عاص نے لوگوں
سے فرمایا کہ اس سے منتشر ہو جاؤ اور بکھر جاؤ کیونکہ
یہ عذاب ہے، جب شرحبیل بن حسنہ تک یہ خبر
پہنچی تو ارشاد فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں میں نے آپ کو
یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ تمہارے رب کی
رحمت، تمہارے نبی کی دعا اور تم سے پہلے نیک
لوگوں کی موت ہے لہذا اس کے لئے جمع ہو جاؤ
اور اس سے متفرق ومنتشر نہ ہو۔ اس پر حضرت عمرو
بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا سچ ہے۔ حدیث

[1] کنز العمال بحوالہ کر حدیث ۱۱۷۵۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۶-۶۰۵
[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۵۰

بن حوشب قال فیہا فقام شرحبیل بن حسنۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال واللہ لقد اسلمت وان امیرکم ھذا اضل من جمل اھلہ فانظروا مایقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا وقع بارض وانتم بہا فلا تھربوا فان الموت فی اعناقکم واذا کان بارض فلا تدخلوھا فانہ یحرق القلوب[1]۔

کے لئے ایک دوسرا طریق شہر بن حوشب کے حوالے سے ہے چنانچہ اس میں فرمایا پھر شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا خدا کی قسم میں اسلام لایا جبکہ تمہارا یہ امیر اپنے گھر کے اونٹ سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا ہے پھر دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب طاعون کسی جگہ واقع ہوجائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگو کیونکہ موت تمہاری گردنوں میں لٹک رہی ہے، اور جب طاعون کہیں پھوٹ پڑے تو وہاں نہ جاؤ کیوں وہ دلوں کو جلا دیتا ہے (ت)

بعض لوگ اسے امیر المومنین رضی اللہ تعالٰے عنہ کی طرف نسبت کر دیتے ہیں مگر امیر المومنین خود فرماتے ہیں کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں طاعون سے بھاگا الٰہی! میں اس تہمت سے تیرے ہاں برات کرتا ہوں۔

امام اجل طحاوی روایت فرماتے ہیں:

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ اللّٰھم ان الناس یزعموا انی فررت من الطاعون وانا ابرأ الیک من ذٰلک[2] ھذا مختصر۔

اسلم کے بیٹے زید نے اپنے والد اسلم سے روایت کی، اس نے کہا امیر المومنین جناب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا: "یا اللہ! لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں طاعون سے بھاگا ہوں، میں اس الزام سے تیری بارگاہ میں برات کا اعلان کرتا ہوں"۔ یہ مختصر ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے طاعون سے بھاگنا حرام فرمایا اس میں کوئی تخصیص شہر و بیرونِ شہر کی نہیں، جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ کی حدیث امام احمد و امام الائمہ ابن خزیمہ کے یہاں یوں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا جہاد میں

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۸۴۵۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴۰۶

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الاجتناب من ذی الطاعون الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۰۸

والصابر فیه کالصابر فی الزحف [1]

کفار کے سامنے سے بھاگنے والا اور طاعون میں ٹھہرنے والا ایسا ہے جیسا جہاد میں صبر و استقلال کرنے والا۔

انھیں کی دوسری روایت میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الفار من الطاعون کالفار من الزحف ومن صبر فیہ کان لہ اجر شہید [2]

طاعون سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور جو اس میں صبر کئے رہے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث امام احمد کی مسند میں مثل پارہ اول حدیث جابر ہے اور ابن سعد کے یہاں یوں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفرار من الطاعون کالفرار من الزحف [3]

طاعون سے بھاگنا جہاد سے بھاگ جانے کے مثل ہے۔

احمد کی دوسری روایت یوں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الطاعون غدۃ کغدۃ البعیر المقیم بھا کالشہید والفار منھا کالفار من الزحف [4]

طاعون ایک گلٹی ہے جس طرح اونٹ کی وبا میں اس کے نکلتی ہے جو اس میں ٹھہرا رہے وہ شہید کے مثل ہے اور اس سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگ جانے والے کی طرح ہے۔

مسند ابو یعلٰی کے لفظ یوں ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وخزۃ تصیب امتی من اعدائھم من الجن کغدۃ الابل من اقام علیھا کان مرابطا ومن اصیب بہ کان

طاعون ایک کونچا ہے کہ میری اُمت کو اُن کے دشمن جنوں کی طرف سے پہنچے گا جیسے اُونٹ کی گلٹی جو مسلمان اس پر صبر کئے ٹھہرا رہے وہ ان میں سے ہو

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۲۴-۲۵
[2] مسند احمد بن حنبل " " " " " " ۳/ ۳۶۰
[3] الدر المنثور بحوالہ احمد وعبد بن حمید والبزار وابن خزیمہ عن جابر آیۃ الم تر الی الذین خرجوا عن دیارھم الخ ۱/ ۳۱۲
[4] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۴۵

شهيدا والفار منه كالفار من الزحف[1]

جو راہِ خدا میں سرحد کفار پر بلادِ اسلام کی حفاظت کے لئے اقامت کرتے ہیں اور جو مسلمان اس میں مرے وہ شہید ہو اور جو اس سے بھاگے وہ کافروں کو پیٹھ دے کر بھاگنے والے کی مانند ہو۔

معجم اوسط کی روایت یُوں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الطاعون شهادة لامتی و وخز اعدائكم من الجن غدة كغدة البعير تخرج فی الاٰباط والمراق من مات فيه مات شهيدا ومن اقام فيه كان كالمرابط فی سبيل الله ومن فر منه كان كالفار من الزحف[2]

طاعون میری اُمت کے لئے شہادت ہے اور وہ تمہارے دشمن جنوں کا کونچا ہے اونٹ کے غدود کی طرح گلٹی ہے کہ بغلوں اور نرم جگہوں میں نکلتی ہے جو اس میں مرے شہید مرے اور جو ٹھہرے وہ راہِ خدا میں سرحدِ کفار پر بانتظارِ جہاد اقامت کرنے والے کی مانند ہے اور جو اس سے بھاگ جائے جہاد سے بھاگ جانے کے مثل ہو۔

اقول (میں کہتا ہوں) **اوّلاً** ان تمام الفاظِ احادیث میں صرف طاعون سے بھاگنے پر وعید شدید اور صبر کے ٹھہرے رہنے کی ترغیب و تاکید ہے، شہر یا محلے یا حوالیِ شہر وغیرہ کی کچھ قید نہیں، تو جو نقل و حرکت طاعون سے بھاگنے کے لئے ہوگی اگرچہ شہر ہی کے محلوں میں وہ بلاشبہہ اس وعید و تہدید کے نیچے داخل ہے۔

ثانیاً حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا مروی صحیح بخاری شریف، مسند امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی میں بسندِ صحیح برشرطِ بخاری و مسلم برجال بخاری جلد ششم آخر ص ۲۵۱ و اول ص ۲۵۲ میں یُوں ہے:

حدثنا عبد الصمد ثنا داؤد يعنی ابن ابی الفرات ثنا عبد الله بن بريدة عن[عہ] يحيی بن يعمر

(ہم سے عبد الصمد نے بیان کیا (اس نے کہا) ہم سے داؤد یعنی ابن ابی الفرات نے بیان کیا (اُس نے کہا) ہم سے عبد اللہ بن ابی بریدہ نے

عہ وقع ههنا فی نسخة المسند المطبوعة ابن ابی بريدة والصواب ابن بريدة كما ذكرنا ۱۲ منه۔

عہ مسند احمد کے مطبوعہ نسخہ میں ابن ابی بریدہ لکھا ہے مگر درست ابن بریدہ ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] الترغیب والترہیب الترہیب من ان یموت الانسان الخ حدیث ۲۵ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۳۸
مجمع الزوائد کتاب الجنائز باب فی الطاعون والثابت دار الکتاب بیروت ۲/ ۳۱۵

[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۵۲۷ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۲۴۹
کنز العمال بحوالہ طس " ۲۸۳۳۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۸۸و ۸۹
الجامع الصغیر " ۵۳۳۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۹

عن عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الطاعون فاخبرنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان عذابا یبعثہ اللہ تعالٰی علی من یشاء فجعلہ رحمۃ للمؤمنین فلیس من رجل یقع الطاعون فیمکث فی بیتہ صابرا محتسبا یعلم انہ لایصیبہ الا ما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر الشہید۔[1]

بیان کیا اس نے یحیٰی بن یعمر سے اس نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی انہوں نے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا۔ (ت) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا طاعون ایک عذاب تھا کہ اللہ تعالٰی جس پر چاہتا بھیجتا اور اس امت کے لئے اسے رحمت کردیا ہے تو جو شخص زمانہ طاعون میں اپنے گھر میں صبر کئے طلب ثواب کے لئے اس اعتقاد کے ساتھ ٹھہرا رہے کہ اُسے وہی پہنچے گا جو خدا نے لکھ دیا ہے اُس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

اس حدیث صحیح میں خاص اپنے گھر میں ٹھہرے رہنے کی تصریح ہے۔

ثالثًا ذرا غور کیجئے تو اس حدیث اور حدیث بخاری میں اصلًا اختلاف نہیں، صحیح بخاری کتاب الطب کے لفظ یہ ہیں:

لیس من عبد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرا۔[2]

کوئی ایسا بندہ نہیں کہ طاعون واقع ہو اور وہ اپنے شہر میں صبر کے ساتھ ٹھہرا رہے (ت)

اور ذکر بنی اسرائیل میں:

لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرا محتسبا۔[3]

کوئی ایسا شخص نہیں کہ طاعون واقع ہو پھر وہ اپنے شہر میں صبر کرتے ہوئے ثواب کی خاطر ٹھہرا رہے۔ (ت)

اور بداہۃً معلوم ہے کہ مطلقًا روئے زمین میں سے کسی جگہ وقوع طاعون مراد نہیں تو

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۶۴-۲۵۱
[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب اجر الصابرین فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۳
[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب حدیث الغار〃 〃 〃 〃 ۱/۴۹۴

حدیث بخاری میں فی بلدہ اور حدیث احمد میں فی بیتہ بر سبیل تنازع یمکث ویقع دونوں سے متعلق ہیں
امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں :

قولہ فی بلدہ مما تنازع الفعلان فیہ اعنی قولہ یقع و قولہ فیمکث[1]

ان کا ارشاد "فی بلدہ" اس میں تنازع فعلین (یعنی یمکث اور یقع جو دو فعل ہیں) ان کا فی بلدہ جار مجرور میں تنازع ہے پس ہر ایک چاہتا ہے کہ وہ میرے ساتھ متعلق ہو۔ (ت)

تو دونوں روایتوں کا مطلب یہ ہوا کہ جس کے شہر میں طاعون واقع ہو وہ شہر سے نہ بھاگے اور جس کے خود گھر میں واقع ہو وہ اپنے گھر سے نہ بھاگے اور حاصل اسی طرف رجوع کر گیا کہ طاعون سے نہ بھاگے، شہر یا گھر سے بھاگنا لذاتہ ممنوع نہیں، اگر کوئی ظالم جبار شہر میں ظلماً اس کی گرفتاری کو آیا اور یہ اس سے بچنے کو شہر سے بھاگ گیا ہرگز مواخذہ نہیں اگرچہ زمانہ طاعون ہی کا ہو کہ یہ بھاگنا طاعون سے نہ تھا بلکہ ظلمِ ظالم سے، اور اللہ عزوجل نیت کو جانتا ہے، ولہذا حدیث عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ارشاد ہوا :

اذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارا منہ[2]

جب کسی جگہ طاعون واقع ہو اور تم وہاں موجود ہو تو طاعون سے بھاگ کر کہیں باہر دوسری جگہ نہ جاؤ۔ (ت)

ذکر منھا (یعنی جائے طاعون سے۔ ت)، اور حدیث اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت تامہ شیخین میں اس کے مثل اور روایت مسلم میں یوں آئی :

فلا تخرجوا فرارا منہ[3]

جائے طاعون سے باہر نہ جاؤ اس سے بھاگتے ہوئے (ت)

لاجرم شرح صحیح مسلم میں ہے :

اتفقوا علی جواز الخروج بشغل وغرض غیر الفرار ودلیلہ صریح الاحادیث[4]

اہل علم کا اس پر اتفاق ہے بھاگنے کے علاوہ کسی دوسرے شغل اور غرض کے لئے مقامِ طاعون سے باہر نکلنا جائز ہے اور اس کے ثبوت میں صریح احادیث ہیں۔ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الطب باب اجر الصابرین فی الطاعون ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۱/ ۲۶۱
[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳
[3] صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ " " " ۲/ ۲۲۸
[4] شرح مسلم للنووی " " " " " ۲/ ۲۲۹

اسی طرح حدیقہ ندیہ میں نقل فرمایا اور مقرر رکھا، اور جب مطمح نظر فرار عن الطاعون ہے نہ کہ عن البلد تو یہ بحث کہ فنائے شہر بھی مثلِ جمعہ اس حکم میں داخل ہے یا مثلِ سفر خارج محض طاعون سے بھاگنے کے لئے جو نقل و حرکت ہو سب زیرِ نہی ہے اگرچہ مضافات خواہ فنا خواہ شہر کی شہر میں۔

رابعاً نظر کیجئے تو خود یہی حدیث فیمکث فی بلدہٖ (پھر وہ اپنے شہر میں ٹھہرا رہے۔ ت) محلات شہر ہی میں تجویز فرار سے صریح ابا فرما رہی ہے اس میں فقط اتنا ہی نہ فرمایا کہ شہر میں رہے بلکہ صاف ارشاد ہوا:

یمکث فی بلدہ صابرا محتسبا یعلم انہ لایصیبہ الا ماکتب اللہ لہ[1] — وہ اپنے شہر میں اللہ تعالٰی سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو اللہ تعالٰی نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے، صبر کا دامن تھامے ہوئے ٹھہرا رہے (ت)

اپنے شہر میں تین وصفوں کے ساتھ ٹھہرے، اول صبر و استقلال، دوم تسلیم و تفویض و رضا بالقضاء پر طلب ثواب، سوم یہ سچا اعتقاد کہ بے تقدیرِ الٰہی کوئی بلا نہیں پہنچ سکتی۔ اب اس کے حال کو اندازہ کیجئے جس کے شہر کے ایک کنارے میں طاعون واقع ہوا اور وہ اس کے خوف سے گھر چھوڑ کر دوسرے کنارے کو بھاگ گیا کیا اُسے ثابت قدم و صابر و مستقل و راضی بالقضاء کہا جائے گا، وہ ایسا ہوتا تو کیوں بھاگتا، شہر میں اس کا قیام صبر و رضا کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ یہ کنارۂ شہر ہنوز محفوظ ہے کل اگر یہاں بھی طاعون آیا تو اُسے یہاں سے بھی بھاگتے دیکھ لینا "اگر اب بیرونِ شہر جا کر پڑا اور وہاں بھی وبا پہنچی تو مضافات کو بھی چھوڑ کر دوسری ہی بستی میں دم لے گا پھر صابراً محتسباً کہاں صادق آیا۔

خامساً سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرار عن الطاعون کو جس کا مماثل فرمایا یعنی جہاد سے بھاگنا اُسی کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ شہر چھوڑ کر دوسرے شہر کو چلے جانے ہی پر فرار محصور نہیں کیا اگر امام مسلمانان بیرون شہر کفار سے جہاد کر رہا ہو اور کچھ لوگ مقابلہ سے بھاگ کر اپنے گھروں میں جا بیٹھیں تو فرار نہ ہوگا ضرور ہوگا بلکہ گھروں میں جا بیٹھنا درکنار اگر معرکہ سے بھاگ کر اُسی میدان کے کسی پہاڑ یا غار میں جا چھپے ضرور عار فرار نقد وقت ہوگی کہ میدانِ کارزار تو ہر طرح چھوڑا اور مقابلۂ کفار سے مُنہ موڑا، نصِ قرآنی اس پر دلیلِ صریح ہے:

قال اللہ عزوجل ان الذین — اللہ تعالٰی غالب اور بڑی ذات کا ارشاد ہے بیشک تم

---

[1] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب حدیث الغار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۴

تولوا منکم یوم التقی الجمعٰن انما استزلھم الشیطٰن ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللّٰہ عنھم ان اللّٰہ غفور حلیم[1] ○ وقال جل من قائل ولقد عفا عنکم واللّٰہ ذو فضل علی المؤمنین ○ اذ تصعدون ولا تلوٗن علی احد والرسول یدعوکم فی اخرٰکم فاثابکم غمًّا بغم[2] الآیۃ۔

میں سے جن لوگوں نے دو جماعتوں کے (جنگ کیلئے) آمنے سامنے آجانے والے دن منہ پھیرا۔ ان کے بعض افعال کی وجہ سے شیطان نے انھیں پھسلادیا، بے شک اللہ تعالٰی نے انھیں معاف کردیا کیونکہ اللہ تعالٰی معاف فرمانے والا بُردبار ہے، اور اس نے ارشاد فرمایا جو کہنے والوں سے بڑی شان رکھتا ہے، بے شک اللہ تعالٰی نے تمھیں معاف فرمادیا اور اللہ تعالٰی مومنوں پر احسان فرمانے والا ہے، اور یاد کرو جب تم اُوپر چڑھ رہے تھے اور پیچھے مڑکر بھی نہ دیکھتے تھے اور رسول مکرم تمھیں آوازیں دے دے کر بلارہے تھے پھر تمھیں غم پر غم نے آلیا الآیۃ (ت)

معالم میں ہے:

قرأ ابوعبدالرحمٰن السلمی وقتادۃ تصعدون بفتح التاء والعین والقراءۃ المعروفۃ بضم التاء وکسر العین والاصعاد السیر فی الارض والصعود الارتفاع علی الجبال والسطوح وکلتا القراءتین صواب فقد کان یومئذ من المنھزمین مصعد وصاعد[3] اھ باختصار۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی اور قتادہ نے اس لفظ تصعدون کے حرف تاء اور عین کو زبر سے پڑھا ہے جبکہ مشہور قراءت تاء کی پیش اور عین کی زیر کے ساتھ ہے، پھر وہ اس طور پر ابواب مزید باب افعال سے ہونے کی وجہ سے "اِلْاِصْعَاد" سے بنا ہے جس کے معنی "زمین میں چلنا" ہے جبکہ پہلے طور پر مجرد ہونے کی وجہ سے لفظ "صعود" سے بنا ہے جس کے معنی "اوپر چڑھنا، بلندی پر جانا" ہے خواہ چھتوں پر ہو یا پہاڑوں پر۔ اور دونوں قراءتیں درست اور صحیح ہیں۔ پس اس دن کچھ شکست خوردہ لوگ منہ اٹھائے بھاگے جارہے تھے اور کچھ قریبی پہاڑی پر چڑھ رہے تھے اھ باختصار (ت)

سادساً جن حکمتوں کی بنا پر حکیم کریم رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم نے طاعون سے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۵ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۲

[3] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ ولقد عفا عنکم الخ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱/ ۴۳۴

فرار حرام فرمایا اُن میں ایک حکمت یہ ہے کہ اگر تندرست بھاگ جائیں گے بیمار ضائع رہ جائیں گے ان کا کوئی تیماردار ہوگا نہ خبرگیراں، پھر جو مریں گے اُن کی تجہیز و تکفین کون کرے گا، جس طرح خود آج کل ہمارے شہر اور گردو نواح کے ہنود میں مشہور ہو رہا ہے کہ اولاد کو ماں باپ، ماں باپ کو اولاد نے چھوڑ کر اپنا رستہ لیا بڑوں بڑوں کی لاشیں مزدوروں نے ٹھیلے پر ڈال کر جہنم پہنچائیں اگر شرع مطہر مسلمانوں کو بھی بھاگنے کا حکم دیتی تو معاذ اللہ یہی بے بسی بیکسی ان کے مریضوں میتوں کو بھی گھیرتی جسے شرع قطعاً حرام فرماتی ہے۔

ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں ہے:

(لاتخرجوا فرارا منه) فانه فرار من القدر ولئلا تضيع المرضى لعدم من يتعهدهم والموتى ممن يجهزهم[1]۔

(مقام طاعون سے بھاگ کر کہیں باہر نہ جاؤ) کیونکہ یہ تقدیر الٰہی سے بھاگنے کے مترادف ہے اور تاکہ بیمار ضائع نہ ہونے پائیں اس لئے کہ اس افراتفری کے باعث مریضوں کی نگہبانی اور حفاظت کے لئے کوئی نہیں ہوگا اور مرنے والوں کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے لئے بھی کوئی نہ ہوگا۔(ت)

اسی طرح زرقانی شرح مؤطا میں ہے۔ عینی شرح بخاری میں بھی اسے نقل کرکے مقرر رکھا۔ ظاہر یہ ہے کہ علت جس طرح غیر شہر کو بھاگ جانے میں ہے یونہی بیرونِ شہر جا پڑنے بلکہ محلہ مریضاں چھوڑ کر محلہ صحیحاں میں جا بسنے میں بھی متحقق، یہ کہ بہ نیت فرار مطلقاً نقل و حرکت حرام ہے نیز یہ علت موجب ہے کہ نہ صرف طاعون بلکہ ہر وبا کا یہی حکم ہے، ولہذا شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

آنچہ در احادیث مذکور شدہ و برگریختن ازاں و بیرون رفتن از شہرے کہ واقع شدہ باشد دراں نہی کردہ و وعید نمودہ و تشبیہ بفرار از زحف دادہ بر صبر براں بشہادت حکم کردہ مراد وبا و موت عام و مرض عام ست و مخصوص بانچہ اطبا تعیین

جو کچھ حدیثوں میں ذکر کیا گیا کہ طاعون سے بھاگنا اور شہر سے باہر چلے جانا واقع ہوجائے تو اس سے منع فرمایا گیا اور اس پر عذاب کی دھمکی دی گئی اور اسے جنگ سے بھاگنے کے مترادف قرار دیا گیا اور قدم جما کر وہیں ٹھہرے رہنے پر شہادت کا حکم سنایا گیا لہذا اس سے وبا اور عام موت کا

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون دارالکتاب العربی بیروت ۸/ ۳۸۵
[2] شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک تحت حدیث ۱۷۲۱ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۲۴۰
[3] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الانبیاء ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۶/ ۵۹

20 نمودہ اندنیست ولہذا در احادیث بہ لفظ وبا وموت عام مذکور شدہ واگرچہ بلفظ طاعون نیز واقع شدہ اما مراد معنی وباست وغلط کردہ کہ طاعون را بر مصطلح اطباء حمل کردہ ودر غیر آں فرار مباح داشتہ واگر فرضا بر ہمیں معنی محمول باشد فردے از وبا خواہد بود نہ مخصوص باں وایں قائل آں احادیث را کہ در روے لفظ وبا وموت عام واقع شدہ چہ خواہد گفت۔ نسأل اللہ العافیۃ[1]

ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ لفظ طاعون بھی وارد ہوا ہے لیکن اس میں بھی وبا کے معنی مراد ہیں۔ لہٰذا یہ غلطی ہوگئی کہ طاعون کو طبیبوں کی خصوصی اصطلاح پر قیاس کرلیا گیا اس لئے دوسری وبائی امراض سے بھاگنا مباح سمجھا گیا، اگر بالفرض اسی معنیٰ پر بھی کلام کو محمول کیا جائے تو پھر وہ از قسم وبا ہوجائے گا نہ کہ اس معنی کے ساتھ مخصوص۔ لہٰذا یہ قائل ان حدیثوں کے متعلق کیا کہے گا کہ جن میں لفظ وبا اور موتِ عام کے الفاظ مذکور ہوئے ہیں۔ ہم اللہ تعالٰی سے عافیت کا سوال کرتے ہیں (ت)

فائدہ: امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات میں ابوعسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ صحیح روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتانی جبرئیل بالحمی والطاعون فامسکت الحمی بالمدینۃ وارسلت الطاعون الی الشام فالطاعون شہادۃ لامتی ورحمۃ لہم ورجس علی الکافرین[2]

میرے پاس جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بخار اور طاعون لے کر حاضر ہوئے میں نے بخار مدینہ طیبہ میں رہنے دیا اور طاعون ملک شام کو بھیج دیا، تو طاعون میری اُمت کے لئے شہادت ورحمت اور کافروں پر عذاب ونقمت ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو معلوم تھا کہ طاعون کو ملک شام کا حکم ہوا ہے اور بلاد شام فتح کرنے تھے لہٰذا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ جو لشکر ملک شام کو روانہ فرماتے اُس سے دونوں باتوں پر یکساں بیعت وعہد وپیمان لیتے، ایک یہ کہ دشمنوں کے نیزوں سے نہ بھاگنا، دوسرے یہ کہ طاعون سے نہ بھاگنا۔ امام مسدد استاذ امام بخاری ومسلم اپنی مسند میں ابوالسفر سے روایت کرتے ہیں:

قال کان ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا بعث الی الشام بایعہم علی

ابوالسفر نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ جب کوئی لشکر ملک شام روانہ فرماتے تو ان سے

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸-۶۳۷

[2] مسند امام احمد عن ابی عسیب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۸۱

الطعن والطاعون۔[1]

20 یہ بیعت (عہد وپیمان) لیتے کہ ایک تو دشمن کے نزول

20 سے نہ بھاگنا دوسرے مقامِ طاعون سے نہ بھاگنا۔ (ت)

یہاں سے خُوب ثابت وظاہر ہُوا کہ مسلمانوں کو فرار عن الطاعون کی ترغیب دینے والا ان کا خیر خواہ نہیں بدخواہ ہے اور طبیبوں ڈاکٹروں کا اس میں صبر واستقلال سے منع کرنا خیر وصلاح کے خلاف باطل راہ ہے، اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور مسلمانوں پر بالتخصیص رؤف رحیم بنایا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے ارحم امتی بامتی ابوبکر[2] (میری امت میں میری اُمت کے ساتھ سب سے بڑے مہربان ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) ہیں۔ ت) حدیث میں آیا یعنی جو رافت ورحمت میری اُمت کے حال پر ابوبکر کو ہے اتنی تمام امت میں کسی کو نہیں، اگر طاعون سے بھاگنے میں بھلائی اور ٹھہرنے میں بُرائی ہوتی تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ اپنی اُمت پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں کیوں ٹھہرنے کی ترغیب دیتے اور بھاگنے سے اس قدر تاکید شدید کے ساتھ منع فرماتے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ تمام امت میں سب سے بڑھ کر خیر خواہِ امت ہیں کیوں اس سے بھاگنے کا عہد وپیمان لیتے، معلوم ہُوا کہ طاعون سے بھاگنے کی ترغیب دینے والے ہی حقیقۃً امت کے بدخواہ اور الٹی ست سمجھانے والے ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی، جیسے کوئی بدعقل بے تمیز کج فہم عورت پڑھنے کی محنت استاذ کی شدت دیکھ کر اپنے بچّے کو مکتب سے بھاگ آنے کی ترغیب دے وہ اپنے خیال باطل میں اُسے محبت سمجھتی ہے حالانکہ صریح دشمنی ہے ؏

دوستی بیخرداں دشمنی ست

(بیوقوفوں کی دوستی درحقیقت دشمنی ہوتی ہے۔ ت)

بدنصیب وُہ بچہ کہ اس کے کہنے میں آجائے اور مہربان باپ کی تاکید وتہدید خیال میں نہ لائے بلکہ انصافاً یہ حالت اس مثال سے بھی بدتر ہے مکتب میں پڑھنے کی محنت سبھی پر ہوتی ہے اور شدت بھی غالب واکثری ہے اور جہاں طاعون پھُوٹے وہاں سب یا اکثر کا مبتلا ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ باذنہ تعالٰی محفوظ ہی رہنے والوں کا شمار زائد ہوتا ہے ولہذا آگ اور زلزلے پر اس کا قیاس باطل ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[3] (لوگو! اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ ت) کے نیچے سمجھنا محض وسوسہ ہے کہ اُن میں ہلاک غالب ہے جیسا کہ کلام حضرت

---

[1]

[2] مسند امام احمد عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۸۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

شیخ محقق قدس سرہٗ سے گزرا اور سچا ہلاک تو یہ ہے کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد اقدس کو کہ عین رحمت و خیر خواہی امت ہے معاذ اللہ مضرت رساں خیال کیا جائے اور اس کے مقابل طبیبوں اور ڈاکٹروں کی بات کو اپنے لئے نافع سمجھا جائے۔ ع

ببیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

(دیکھو تو سہی کہ تم نے کس سے رشتہ کاٹا اور کس سے رشتہ جوڑا اور ملایا۔ ت)

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (کسی کی کوئی طاقت اور قوت نہیں مگر اللہ تعالٰی کی عطاء و بخشش سے ہے جو بلند مرتبہ اور عظیم الشان ہے۔ ت) و لہذا سلف صالح کا داب یہی رہا کہ طاعون میں صبر واستقلال سے کام لیتے، امام ابوعمر بن عبدالبر فرماتے ہیں:

لم یبلغنی عن احد من حملۃ العلم انہ فر منہ الا ما ذکر المدائنی ان علی بن زید بن جدعان ھرب منہ الی السیالۃ فکان یجمع کل جمعۃ ویرجع اذا جمع صاحوا بہ فر من الطاعون فطعن فمات بالسیالۃ[1]۔

یعنی مجھے کسی کی نسبت یہ روایت نہ پہنچی کہ وہ طاعون سے بھاگا ہو مگر جو مدائنی نے ذکر کیا کہ علی بن زید بن جدعان طاعون میں شہر سے بھاگ کر سیالہ کو چلے گئے تھے ہر جمعہ کو شہر میں آکر نماز پڑھتے اور پلٹ جاتے جب پلٹتے لوگ شور مچاتے طاعون سے بھاگا ہے آخر سیالہ میں طاعون ہی میں مبتلا ہو کر مرے۔

یہ علی بن زید کچھ ایسے مستند علما سے نہ تھے امام سفیٰن بن عیینہ وامام حماد بن زید وامام احمد بن حنبل وامام یحیٰی بن معین وامام بخاری وامام ابوحاتم وامام ابن خزیمہ وامام عجلی وامام دارقطنی وغیرہم عامہ ائمہ جرح وتعدیل نے ان کی تضعیف کی، اور مذہب کے بھی کچھ ٹھیک نہ تھے، عجلی نے کہا شیعی تھا بلکہ امام یزید بن زریع سے مروی ہوا رافضی تھا، پھر اس کا یہ فعل زمانہ سلامت عقل وصحت حواس کا بھی نہ تھا، آخر عمر میں عقل صحیح نہ رہی تھی، امام شعبہ بن الحجاج نے فرمایا: حدثنا علی قبل ان یختلط[2] (ہم سے علی بن زید نے زمانہ اختلاطِ عقل سے پہلے بیان کیا ہے۔ ت) فسوی نے کہا: اختلط فی کبرہ[3] (اس کو بڑھاپے میں اختلاط ہو گیا تھا۔ ت) پھر ہر جمعہ کو نماز کے لئے شہر یعنی بصرہ میں آنا اور نماز پڑھ کر پلٹ جانا دلیل واضح ہے

---

[1] التمہید لابن عبدالبر عبداللہ بن عامر بن ربیعۃ رقم ۱ المکتبۃ القدوسیہ لاہور ۶/ ۱۵- ۲۱۴

[2] میزان الاعتدال ترجمہ علی بن زید ۵۸۴۴ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۱۲۷

[3] " " " " " " " " ۳/ ۱۲۸

کہ سبا کوئی ایسی ہی قریب جگہ بصرہ سے تھی علی بن زید کا انتقال ۱۳۱ھ میں ہے وہ زمانہ تابعین کا تھا، تو ثابت ہوا کہ مضافاتِ شہر میں چلا جانا بھی اسی فرارِ حرام میں داخل ہے جس پر یہ شخص تمام شہر میں مطعون و انگشت نما ہوا ہر جمعہ کو اس کے پلٹتے وقت اہل شہر میں کہ تابعین و تبع تابعین ہی تھے غل پڑجاتا کہ وہ طاعون سے بھاگا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

تنبیہ نبیہ: جس طرح طاعون سے بھاگنا حرام ہے اور اس کے لئے وہاں جانا بھی ناجائز و گناہ ہے، احادیث صحیحہ میں دونوں سے ممانعت فرمائی، پہلے میں تقدیر الٰہی سے بھاگنا ہے تو دوسرے میں بلائے الٰہی سے مقابلہ کرنا ہے اور اس کے لئے اظہارِ توکل کا عذر محض سفاہت۔ توکل معارضۂ اسباب کا نام نہیں۔ امام اجل ابن دقیق العید رحمۃ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

الاقدام علیہ تعرض للبلاء ولعلہ لایصبر علیہ وربما کان فیہ ضرب من الدعوی لمقام الصبر او التوکل فمنع ذٰلک لاغترار النفس ودعواھا مالا تثبت علیہ عند التحقیق [۱]

اس پر اقدام کرنا اپنے آپ کو مصیبت اور بلا پر پیش کرنا ہے اور وہ اس پر صبر نہ کرسکے گا اور کبھی اس میں ایک قسم کی شانِ دعوٰی پیدا ہوجاتی ہے صبر اور توکل کے مقام کی، پس اس لئے اس سے روک دیا گیا فریبِ نفس سے بچاؤ کی خاطر اور نفس کے دعووں سے بچاؤ کی خاطر کہ جس پر درحقیقت کوئی استقرار اور ثبات نہیں۔ (ت)

اس قدر کی ممانعت میں ہرگز گنجائشِ سخن نہیں، اب رہا یہ کہ جب طاعون سے بھاگنے یا اس کے مقابلہ کی نیت نہ ہو تو شہر طاعونی سے نکلنا یا دوسری جگہ سے اس میں جانا فی نفسہٖ کیسا ہے، اس میں ہمارے علماء کی تحقیق یہ ہے کہ بجائے خود حرام نہیں مگر نظر بہ پیش بینی یہاں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ انسان کامل الایمان ہے لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا [۲] (ہمیں ہرگز کچھ نہیں پہنچ سکتا سوائے اس کے جو اللہ تعالٰی نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے۔ ت) کی بشاشت و نورانیت اس کے دل کے اندر سرایت کئے ہوئے ہے اگر طاعونی شہر میں کسی کام کو جائے اور مبتلا ہوجائے تو اسے یہ پشیمانی عارض نہ ہوگی کہ ناحق آیا کہ بلا نے لے لیا یا کسی کام کو باہر جائے تو یہ خیال نہ کرے گا کہ خوب ہوا کہ اس بلا سے نکل آیا، خلاصہ یہ کہ اس کا آنا جانا بالکل ایسا ہو جیسا طاعون نہ ہونے کے زمانہ میں ہوتا تو اسے خالص اجازت ہے

---

[۱] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک باب ماجاء فی الطاعون تحت حدیث ۱۷۰۰ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۲۳۸

[۲] القرآن الکریم ۹/ ۵۱

اپنے کاموں کو آئے جائے جو چاہے کرے کہ نہ فی الحال نیت فاسدہ ہے نہ آئندہ فساد فکر کا اندیشہ ہے اور جو ایسا نہ ہو اسے مکروہ ہے کہ اگرچہ فی الحال نیت فاسدہ نہیں کہ حکم حرمت ہو مگر آئندہ فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے لہذا کراہت ہے وہ حدیثیں جن میں خود شہر طاعونی سے نکلنے اور اُس میں جانے کی ممانعت مروی ہُوئی جیسے ایک روایت حدیث اسامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے الفاظ :

اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوھا واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا منھا رواہ الشیخان[1]۔

جب کسی سرزمین میں طاعون واقع ہو جائے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر طاعون پھوٹ پڑنے والی جگہ تم موجود ہو تو پھر وہاں سے نہ نکلو۔ بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

یا ایک روایت حدیث عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ :

فاذا سمعتم بہ فی ارض فلا تدخلوھا رواہ الطبرانی فی الکبیر[2]۔

اگر کسی جگہ طاعون کے ظاہر ہونے کے متعلق سنو تو پھر وہاں ہرگز نہ جاؤ۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

یا حدیث عکرمہ بن خالد المخزومی عن ابیہ وعمہ عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ :

اذا وقع الطاعون فی ارض وانتم بھا فلا تخرجوا منھا وان کنتم بغیرھا فلا تقدموا علیھا رواہ احمد والطحاوی والطبرانی والبغوی وابن قانع[3]۔

جب کسی خطۂ زمین پر طاعون پھیل جائے اور تم پہلے سے وہاں اقامت پذیر ہو تو پھر وہاں سے نہ نکلو، اور اگر تم کسی دوسری جگہ ہو تو مقام طاعون پر نہ جاؤ۔ امام احمد، طحاوی، طبرانی، بغوی اور ابن قانع نے اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہ اگر اپنے اطلاق پر رکھی جائیں یعنی نیت فرار و مقابلہ سے مقید نہ کی جائیں

بناء علی ماحقق الامام ابن الھمام

اس بنا پر کہ شیخ محقق امام ابن ہمام نے یہ تحقیق

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳
صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ " " " ۲/ ۲۲۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۱۳۰ و ۱۳۱

[3] شرح معانی الآثار کتاب الکراہۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۱۵
المعجم الکبیر حدیث ۲۱ ۱۸/ ۱۵ و کنز العمال حدیث ۲۸۴۲۱ ۱۰/ ۸۲ و مسند احمد بن حنبل ۳/ ۴۱۶

ان المطلق لا یحمل علی المقید وان اتحد الحکم والحادثۃ مالم تدع الیہ ضرورۃ کما فی الفتح[1]۔

فرماتی ہے کہ حکم مطلق کسی مقید پر محمول نہیں کیا جائیگا اگرچہ حکم اور حادثہ ایک ہوں جب تک کہ کوئی ضرورت داعی نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ (ت)

تو ان کا محل یہی صورت کراہت ہے جو ابھی مذکور ہوئی اور اطلاق اس بناء پر کہ اکثر لوگ اسی قسم کے ہوتے ہیں اور احکام کی بناء کثیر و غالب پر ہے۔ درمختار میں ہے،

اذا خرج من بلد فیہا الطاعون فان علوان کل شیئ بقدر اللہ تعالٰی فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لوخرج نجا ولو دخل ابتلی بہ کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ وعلیہ حمل النھی فی الحدیث الشریف۔ مجمع الفتاوٰی[2]۔

جب کوئی کسی ایسے شہر سے نکلے جہاں طاعون پھیلا ہوا گر وہ جانتا اور پختہ یقین رکھتا ہو کہ ہر چیز اللہ تعالٰی کی قضاء و قدر سے وقوع پذیر ہوتی ہے تو اس کی آمد و رفت، دخول و خروج میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس کے خیال میں یہ ہو کہ اگر یہاں سے باہر چلا گیا تو بچ جاؤں گا اور یہاں سے نہ نکلا تو مرض میں مبتلا ہو جاؤں گا تو ایسے شخص کے لئے نقل و حرکت مکروہ ہے لہذا نہ مقام طاعون پر جائے اور نہ مقام طاعون سے نکلے اپنے اعتقاد کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے۔ پس اسی پر حدیث شریف کی نہی محمول ہے۔ مجمع الفتاوٰی (ت)

اسی طرح فتاوٰی ظہیریہ میں ہے وتمام تحقیقہ فی ما علقناہ علی رد المحتار (اس کی پوری تحقیق ہم نے ردالمحتار (فتاوٰی شامی) کے حواشی پر چڑھا دی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ

تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون

ختم ہوا

---

[1] فتح القدیر باب الظہار فصل فی الکفارہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۰۸

[2] درمختار مسائل شتی قبیل کتاب الفرائض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۱

صحبت وموالات ومحبّت وعداوت

مسئلہ ۹۴ از ریاست بھوپال ۴ ۱۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر بھوپال میں کچھ فرانسیسی کفار رہتے ہیں، بعض اہلِ اسلام بے تکلف ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں یہ فعل شرعاً کیسا ہے اور یہ مسلمان اگر منع کئے سے نہ مانیں اور باقی مسلمان اس وجہ سے ان کے ساتھ کھانے سے احتراز کریں تو بجا ہے یا بے جا ؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

بیشک کفار سے ایسی مخالطت اور اُن کے ساتھ ہم پیالہ وہم نوالہ ہونے سے بہت ضرور احتراز کرنا چاہئے خصوصاً جہاں اسلام ضعیف ہو شرع مطہر سے بہت دلائل اس پر قائم جن کے بعض کہ اس وقت کی نظر میں ذہنِ فقیر میں مستحضر ہوئے مذکور ہوتے ہیں :

اوّل قال اللہ عزوجل :

وامّا ینسینّک الشّیطٰن فلا تقعد بعد الذّکرٰی مع القوم الظّٰلمین ۝[1]

اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

اور کافر سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ قال اللہ جل جلالہ؛

فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذجاءہ الیس فی جہنم مثوی للکٰفرین[1]

اس سے بڑھ کر ظالم جس نے خدا پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا کیا نہیں ہے دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا۔

جب کافر حد درجہ کا ظالم ہوا اور ظالم کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا تو شیر و شکر و ہمکاسہ ہونا تو اور بدتر ہے۔

دوم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

من جامع المشرك وسکن معه فانه مثله۔ رواہ ابوداؤد[2] عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنه باسناد حسن وعلقه عنه الترمذی۔

جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی مشرک کی مانند ہے۔ (امام ابوداؤد نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حوالے سے سندِ حسن کے ساتھ اسے روایت کیا۔ لیکن امام ترمذی نے ابوداؤد کے حوالے سے اسے معلق ذکر کیا۔ ت)

سوم فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم؛

انا بریٔ من کل مسلم مع مشرك لا تترٰی ناراھما، اوردہ فی النھایة قلت والحدیث نحوہ عند ابی داؤد[3] والترمذی بسند رجاله ثقات۔

میں بیزار ہوں اُس مسلمان سے جو مشرکوں کے ساتھ ہو مسلمان اور کافر کی آگ آمنے سامنے نہ ہونا چاہئے یعنی دوری لازم ہے (علامہ ابن اثیر نہایہ میں اسے لائے ہیں، میں کہتا ہوں اسی جیسی حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں ایسی سند سے مذکور ہے کہ جس کے تمام راوی مستند ہیں۔ ت)

چہارم فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم؛

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۳۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الاقامۃ بارض الشرک آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹

[3] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب النہی عن قتل من اعتصم بالسجود آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۵۶

لا تصاحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامك الا تقی۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ باسانید صحاح[1]

صحبت نہ رکھ مگر ایمان والوں سے اور تیرا کھانا نہ کھائیں مگر پرہیزگار (امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے صحیح سندوں کے ساتھ اسے روایت کیا۔ ت)

پنجم فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسك ونافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ۔ رواہ الشیخان[2] عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نیک ہمنشین اور بدجلیس کی مثال یوں ہے جیسے ایک کے پاس مُشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونک رہا ہے مُشک والا یا تو تجھے مُشک ویسے ہی دے گا یا تو اس سے مول لے گا، اور کچھ نہ بھی تو خوشبو تو آئے گی اور وہ دوسرا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبُو پائیگا۔ (بخاری و مسلم نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبك من سوادہ اصابك من دخانہ۔ رواہ ابوداؤد[3] والنسائی۔

یعنی بدوں کی صحبت ایسی ہے جیسے لوہار کی بھٹی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا (ابوداؤد اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/۳۸
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب من یؤمران یجالس الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۶
جامع الترمذی ابواب الزہد امین کمپنی دہلی ۲/۶۲

[2] صحیح البخاری کتاب الذبائح باب المسک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۰
صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب مجالسۃ الصالحین " " " ۲/۳۳۰

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب من یؤمران یجالس الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹

حاصل یہ ہے کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان اُٹھاتا ہے۔

ششم حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك وقرین السوء فانك به تعرف۔ رواہ ابن عساکر[1] عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بُرے مصاحب سے بچ کہ تُو اسی کے ساتھ پہچانا جائے گا (ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ت)

یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست و برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں۔

ہفتم فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اعتبروا الصاحب بالصاحب۔ رواہ ابن عدی[2] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

آدمی کو اس کے ہمنشین پر قیاس کرو (ابن عدی نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی سند سے اسے روایت کیا۔ت)

ہشتم حدیث میں ہے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم۔ رواہ احمد[3] وابوداؤد والحاکم۔

منکرانِ تقدیر کے پاس نہ بیٹھو، نہ انھیں اپنے پاس بٹھاؤ نہ ان سے سلام کلام کی ابتدا کرو (امام احمد، ابوداؤد اور حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔ت)

نہم حدیث میں ہے سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ اختار نی واختار لی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم۔

بیشک اللہ تعالٰی نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب واصہار پسند کئے، اور قریب ایک قوم آئے گی کہ انھیں بُرا کہے گی اور ان کی شان

---

[1] تہذیب تاریخ ابن عساکر ترجمہ العنزی الجرجانی الفقیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۲

[2] کنز العمال بحوالہ عد عن ابن مسعود حدیث ۲۴۷۳۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/ ۱۱

[3] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی ذراری المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۳

مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۰

رواہ ابن حبان و العقیلی[1] واللفظ لہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

گھٹائے گی، تم اُن کے پاس مت بیٹھنا، نہ اُن کے ساتھ پانی پینا، نہ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہ کرنا (ابن حبان اور عُقیلی نے اسے روایت کیا ہے، اور عقیلی کے الفاظ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے یہی ہیں۔ت)

جب اہلِ بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بُرا کہنے والوں کے لئے یہ حکم ہیں تو اہلِ کفر اور عیاذاً باللہ خدا و رسول کی جناب میں صریح گستاخیاں کرنے والوں کی نسبت کس قدر سخت حکم چاہیے۔

دہم حدیث میں ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تقربوا الی اللہ ببغض اھل المعاصی والقوھم بوجوہ مکفھرۃ التمسوا رضا اللہ بسخطھم وتقربوا الی اللہ بالتباعد عنھم۔ رواہ ابن شاہین فی الافراد[2] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی کی طرف تقرب کرو اہلِ معاصی کے بغض سے اور اُن سے ترش رُوئی کے ساتھ ملو اور اللہ تعالٰی کی رضامندی اُن کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ کی نزدیکی اُن کی دُوری سے چاہو۔ (ابن شاہین نے کتاب الافراد میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

کافروں سے بڑھ کر اہلِ معاصی کون ہے جو سراپا معصیت ہیں اور اُن کے پاس حسنہ کا نام ہونا محال۔

یازدہم تجربہ شاہد کہ ساتھ کھانا مورثِ محبت و وداد ہوتا ہے اور کفار کی موالات سمِ قاتل ہے، قال اللہ تعالٰی:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[3]۔

جو تم میں اُن سے دوستی رکھے گا انھیں میں سے شمار کیا جائے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المرء مع من احب۔ رواہ احمد والبخاری[4]

آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہے، یعنی حشر میں۔

[1] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۱۵۲ احمد بن عمران الاخنس دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۲۶

[2] کنز العمال بحوالہ ابن شاہین حدیث ۵۵۱۱ و ۵۵۸۵ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۳/۶۶، ۸۱

[3] القرآن الکریم ۵/۵۱

[4] صحیح البخاری کتاب الادب باب علامۃ الحب فی اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۱۱

ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن انس والشیخان عن ابن مسعود و احمد ومسلم عن جابر والترمذی عن صفوان بن عسال وابوداؤد نحوہ عن ابی ذر وفی الباب عن علی وابی ہریرۃ و ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

(احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ نیز بخاری اور مسلم نے عبداللہ ابن مسعود سے، مسند احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے، اور ترمذی نے حضرت صفوان بن عسال کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد اور اس جیسے دوسرے محدثین نے حضرت ابوذر سے روایت کی، اور اس باب میں جناب علی، ابوہریرہ اور ابوموسٰی اشعری سے روایت ہے، اللہ تعالٰی سب سے راضی ہو۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ثلث احلف علیھن وعد منھا لا یحب رجل قوما الا جعلہ اللہ معھم۔ رواہ احمد والنسائی[1] والحاکم والبیہقی عن ام المومنین الصدیقۃ والطبرانی فی الکبیر وابویعلٰی عن ابن مسعود و ایضا فی الکبیر عن ابی امامۃ وفی الاوسط والصغیر عن امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنھم باسانید جیاد۔

میں قسم کھا کر فرماتا ہوں کہ جو شخص کسی قوم سے دوستی کرے گا اللہ تعالٰی اسے انھیں کا ساتھی بنائے گا (مسند احمد، نسائی، حاکم اور امام بیہقی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے اور امام طبرانی نے کبیر میں، اور ابویعلٰی نے عبداللہ ابن مسعود سے، نیز کبیر میں حضرت ابوامامہ اور اوسط اور صغیر میں امیرالمومنین حضرت علی کرم وجہہ سے جید سندوں کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ اللہ تعالٰی سب سے راضی ہو۔ ت)

ابوقرصافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب قوما حشرہ اللہ فی زمرتھم۔ رواہ الضیأ فی المختارۃ والطبرانی[2] فی الکبیر۔

ہر قوم کے دوستوں کو اللہ تعالٰی انھیں کے گروہ میں اٹھائے گا (ضیأ نے مختارہ اور طبرانی نے الکبیر میں اسے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/۱۴۵

[2] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۲۵۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/۱۹

دوازدہم بیشک یہ حرکت مسلمانوں کے لئے موجب نفرت ہوگی اور بلاوجہ شرعی مسلمانوں کو متنفر کرنا جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشروا ولا تنفروا۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری[1] ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دل خوش کرنے والی بات کہو اور نفرت نہ دلاؤ (ائمہ مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے حضرت انس کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ ت)

سیزدہم اقل درجہ اتنا تو ہے کہ یہ بات سننے والوں کے کانوں کو خوش نہ آئے گی اور ایسے فعل سے شرع میں ممانعت ہے، حدیث میں آیا سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ایاک ومایسوء الاذن۔ رواہ احمد[2] عن ابی الغادیۃ والطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی الطبقات والعسکری فی الامثال وابن مندۃ فی المعرفۃ والخطیب فی المؤتلف عن ام الغادیۃ وابونعیم فی المعرفۃ عن جیب بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنھم وعبداللہ بن احمد فی الزوائد عن العاص بن عمرو الغفاری مرسلا۔

بچ اس بات سے جو کان کو بُری لگے (امام احمد نے ابوالغادیہ سے اور طبرانی نے الکبیر میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور العسکری نے امثال میں اور ابن مندہ نے المعرفۃ میں اور خطیب نے المؤتلف میں ام الغادیہ سے، ابونعیم نے المعرفۃ میں حبیب بن حارث سے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) عبداللہ بن احمد نے زوائد میں عاص بن عمرو غفاری سے بغیر کسی سند کے روایت کیا ہے (العکرۃ، اس لفظ کی صحیح سمجھ میں آئی)۔ (ت)

چہاردہم مسلمانوں کے آگے معذرت کی طرف محتاج کرے گی اور عاقل کا کام نہیں کہ ایسی بات کا مرتکب ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاک وکل امر یعتذر منہ۔ رواہ ایضا الدیلمی[3] بسند حسن عن انس رضی اللہ

اس بات سے بچ جس میں عذر کرنے کی حاجت پڑے۔ (دیلمی نے سند حسن کے ساتھ حضرت

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶
[2] مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ ابوالغادیہ دار الفکر بیروت ۴/ ۷۶
[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۷۵۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۳۱

تعالیٰ عنہ قلت فی الباب عن سعد بن ابی وقاص وعن ابی ایوب وعن جابر بن عبد اللہ وعن ابن عمر وعن سعد بن عمارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کما فصلناہ فی کمال الاکمال۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا۔ میں کہتا ہوں اس باب میں سعید بن ابی وقاص، ابوایوب، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر اور سعد بن عمارہ (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو) سے روایات موجود ہیں جیساکہ ہم نے کمال الاکمال میں اس کو مفصل بیان کیا ہے۔ (ت)

پانزدہم صحبت قطعاً مؤثر ہے اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب متقلب، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما سمی القلب من تقلبہ انما مثل القلب مثل ریشۃ بالفلاۃ تعلقت فی اصل شجرۃ تقلبہا الریاح ظہرا لبطن[1]، رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو عند ابن ماجۃ بسند جید مختصرا۔

دل کو قلب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے، دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پر لپٹا ہے کہ ہوائیں اسے پلٹی دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی الٹا (امام طبرانی نے الکبیر میں سند حسن کے ساتھ اس کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ میں عمدہ سند کے ساتھ مختصراً موجود ہے۔ ت)

اسی لئے مولوی معنوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند | صحبتِ طالح ترا طالح کند[2]
دُور شو از اختلاطِ یارِ بد | یارِ بد بدتر از مارِ بد[3]
مارِ بد تنہا ہمیں برجاں زند | یارِ بد برجان و برایماں زند[4]

---

[1] کنز العمال بحوالہ الطبرانی فی الکبیر حدیث ۱۲۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۴۱
[2] مثنوی مولوی معنوی منازعت کردن امراء بایکدیگر نورانی کتب خانہ پشاور دفتر اول ص ۲۲
[3] گلدستہ مثنوی بکھرے موتی نذیر سنز اردو بازار لاہور ص ۹۴
[4] مثنوی مولوی معنوی دفتر پنجم نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۶۴

(اچھے آدمی کی مجلس تجھے اچھا کردے گی، اور بُرے کی مجلس تجھے بُرا بنا دے گی۔
جب تک ہو سکے بُرے ساتھی سے دُور رہ، کیونکہ بُرا ساتھی بُرے سانپ سے بھی بُرا ہے۔
کیونکہ بُرا سانپ صرف جان کو ڈستا ہے، جبکہ بُرا ساتھی جان و ایمان دونوں پر ضرب لگاتا ہے۔ ت)

یہ آفت سب سے اشد ہے والعیاذ باللّٰہ ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ (اور اللہ تعالٰی کی پناہ، نیکی کرنے کی طاقت اور بُرائی سے بچنے کی قوت، اللہ تعالٰی کی توفیق کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ ت)

بالجملہ بلاضرورتِ شرعیہ اس امر کا مرتکب نہ ہوگا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مباین، سبحان اللہ کتنے شرم کی بات ہے کہ آدمی کے ماں باپ کو اگر کوئی گالی دے اس کی صورت دیکھنے کو روادار نہ ہے اور خدا اور رسول کو بُرا کہنے والوں کو ایسا یارِ غار بنائے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ت) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین۔[1] رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اُسے اس کی اولاد اور ماں باپ اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ (امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

دلائل کثیر ہیں اور گوش شنوا کو اسی قدر کافی، پھر جو نہ مانے سنگدل ہے اور کافر آگ آگ کا ساتھ جو پتھر دے گا وہ خود اتنا گرم ہوجائے گا کہ آدمی کو اس سے بچنا چاہئے، پس اگر اہلِ اسلام ان لوگوں سے احتراز کریں کچھ بے جا نہ کریں گے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم (اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس شرف و بزرگی والے کا علم زیادہ تام اور زیادہ پختہ ہے۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

مسئلہ ۹۵ از گلگٹ چھاؤنی جونال مرسلہ سید محمد یوسف علی شعبان ۱۳۱۲ھ

جناب مولوی صاحب مخدوم مکرم سلامت بعد آداب تسلیمات کے گزارش یہ ہے کہ شیعہ کے ساتھ برتاؤ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

رافضی وغیرہ بدمذہبوں میں جس کی بدعت حدِ کفر تک پہنچی ہو وہ تو مرتد ہے اس کے ساتھ کوئی معاملہ مسلمان بلکہ کافر ذمی کے مانند بھی برتاؤ جائز نہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اُٹھنے بیٹھنے کھانے پینے وغیرہا تمام معاملات میں اسے بعینہٖ مثل سوئر کے سمجھیں اور جس کی بدعت اس حد تک نہ ہو اُس سے بھی دوستی محبت تو مطلقاً نہ کریں۔

قال اللّٰہ تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم[1]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا تو وہ یقیناً انہی میں سے ہوگا (ت)

اور بے ضرورت ومجبوری محض کے خالی میل جول بھی نہ رکھیں کہ بدمذہب کی محبت آگ ہے اور صحبت ناگ اور دونوں سے پوری لاگ۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

وانما ینسینک الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

جاہل کو ان کی صحبت سے یوں اجتناب ضرور ہے کہ اس پر اثرِ بد کا زیادہ اندیشہ ہے اور عالم مقتدا یوں بچے کہ جہال اسے دیکھ کر خود بھی اس بلا میں نہ پڑیں بلکہ عجب نہیں کہ اسے اُن سے ملتا دیکھ کر اُن کے مذہب کی شناعت ان کی نظروں میں ہلکی ہوجائے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

یکرہ للمشہور المقتدٰی بہ الاختلاط الٰی رجل من اھل الباطل والشر الا بقدر الضرورۃ لانہ یعظم امرہ بین یدی الناس ولوکان رجل لایعرف یداریہ لیدفع الظلم عن نفسہ من غیر اثم فلاباس بہ کذا فی الملتقط۔[3]

مشہور پیشوا کے لئے ایسے شخص سے میل جول رکھنا جو اہلِ باطل اور اہلِ شر میں سے ہو مکروہ ہے مگر ضرورت کی حد تک جائز ہے (یہ ممانعت اس لئے ہے) کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہوجائیگا (جس کے بُرے اثرات مرتب ہوں گے) اور اگر غیر معروف شخص ان میں محض اپنے دفاع اور ظلم سے بچاؤ کے لئے گھومے پھرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ الملتقط میں یونہی مذکور ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۶

ابن حبان وعقیلی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں : 21

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واصهارا وسیاتی قوم یسبونهم وینتقصونهم فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم[1]۔

بیشک اللہ عزوجل نے مجھے چن لیا اور میرے لئے یار اور خسرال کے رشتہ دار پسند فرمائے اور عنقریب کچھ لوگ آئیں گے کہ انھیں برا کہیں گے اور ان کی شان گھٹائیں گے تم ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا نہ شادی بیاہت کرنا۔

یہ حدیث نص صریح ہے ، اللہ تعالٰے مسلمانوں کو توفیق عمل بخشے۔ آمین ! واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۹۶: ازموضع نگریا کلاں ضلع بریلی مرسلہ وزیر خاں دوم صفر ۱۳۲۱ھ

زید نے بیان کیا کہ میں سید ہوں اور سنت جماعت ہوں اور عید کی نماز بھی زید نے پڑھائی بعد کو معلوم ہوا کہ زید رافضی ہے اور نماز ہاتھ چھوڑ کر پڑھتا ہے اور وضو بھی رافضیوں کا کرتا ہے ایسی حالت میں سنت جماعت کے واسطے زید کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟ اور کھانا کھانا زید کے یہاں کا سنت جماعت کو جائز ہے یا نہیں ؟ لڑکوں کے واسطے تعلیم زید کی جائز ہے یا نہیں ؟ زید بیان کرتا ہے کہ میں قرآن شریف گیارہ میں پڑھا سکتا ہوں فاتحہ گیارھویں شریف کی زید سے دلانا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

رافضی کے پیچھے نماز محض باطل ہے ، ہوتی ہی نہیں ، فرض سر پر ویسا ہی رہے گا اور گناہ علاوہ۔ رافضی کی امامت ایسی ہی ہے جیسی کسی ہندو یا یہودی کی امامت ۔ آجکل کے رافضی عموماً مرتد ہیں ان کے یہاں کا کھانا یا اُن کے ساتھ کھانا یا اُن سے کسی قسم کا میل جول رکھنا گناہ ہے سب عذاب کے مستحق ہونگے اور بچوں کو اس سے پڑھوانا سخت حرام اور نری گمراہی ہے ۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ رافضی کو جدا کردیں رافضی سے گیارھویں شریف کی فاتحہ دلانا سخت حماقت ہے اور ایک یہی کیا کسی قسم کی فاتحہ رافضی سے ہرگز نہ دلائی جائے کہ فاتحہ ثواب پہنچانے کے لئے ہے اور رافضی کے پڑھنے سے ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ

[1] الضعفاء للعقیلی ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران الاخنسی دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۶

روافض انکارِ ضروریاتِ دین کے باعث مرتد ہیں، پھر یہ بھی اس وقت ہے کہ فاتحہ میں رافضی کچھ قرآن پڑھے مگر سُنّیوں کے لئے فاتحہ میں رافضی سے بھی امید نہیں خدا جانے کیا کچھ ناپاک کلمے بکے گا اُن کا ثواب پہنچے گا یا اور عذاب پہنچے گا۔ اللہ تعالٰی سُنّیوں کی آنکھیں کھولے اور انھیں توفیق دے کہ گمراہوں سے دور رہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صاف حکم فرمایا ہے کہ ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم[1] بدمذہبوں سے دُور رہو اور ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں۔ قرآن شریف میں فرمایا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[2]۔ اور تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالم لوگوں کے۔

اور بدمذہب لوگ خصوصاً رافضیوں کے یہاں تقیہ بہت ہے یہ بہت اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں ان کی بات پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہئے جہاں نفع نقصان کچھ نہ ہو وہاں سُنّی بن جانا اُن کا ادنٰی شعبدہ ہے تو جہاں دو پیسے کا نفع ہو وہاں سُنّی بنتے ہوئے انھیں کیا لگتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۷ ازقصبہ لسوا موضع فریدپور مرسلہ مہدی حسن صاحب

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں اہل سنت وجماعت کو سادات اہل تشیعہ کے یہاں کی علاوہ نیاز آٹھویں تاریخ حضرت عباس علمدار کے نیاز حسین کی مثلاً شربت و ملیدہ وروٹی ولنگر وتبرک مجلس کا اہلسنت وجماعت صاحبان کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حدیث میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس قوم کی نسبت فرماتے ہیں:

لاتجالسوھم ولا تؤاکلوھم ولاتشاربوھم[3]۔ اُن کے پاس نہ بیٹھو اور اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور اُن کے ساتھ پانی نہ پیو۔

لہٰذا ان کی مجالس میں جانا مطلقاً حرام کہ وُہ قرآن مجید کی توہین کرتے ہیں اور اسے ناقص جانتے ہیں اور

---

[1] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران الاخنس دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۶

کنز العمال برمز عق عن انس حدیث ۳۲۴۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۲۹

اُن کے یہاں سے شربت، ملیدہ، لنگر کوئی چیز نہ لی جائے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۹۸ از قصبہ لسوا موضع فرید پور مرسلہ مہدی حسن صاحب

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین اہل سنت وجماعت اُس شخص کی نسبت کہ جو شخص سادات اہل تشیعہ کے یہاں کی نیاز حسین علیہ السلام کے لینے سے لوگوں کو منع کرے اور کہے یہ نیاز حرام ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مندرجہ بالا سوال کے جواب سے معلوم ہو گیا کہ منع کرنے والا ٹھیک منع کرتا ہے اور اُس کا منع کرنا بیجا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ از جادو پور تھانہ بھوجی پورہ تحصیل وضلع بریلی مسئولہ شمشاد علی صاحب

۱۲ رجب ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ جس میں ہمیشہ سے گاؤکشی ہوتی آئی اس سال اس کے ہنود نے مسلمانوں سے نزاع کیا اس گاؤں میں بازار ہوتا تھا وہ لوگوں کو ورغلا کر دوسرے گاؤں میں اُٹھوا دیا کہ ان لوگوں کا نفع جاتا رہے، ہنود تو ہنود وں کے کہنے سے چلے ہی گئے بعض مسلمان بھی انھیں کے شریک ہوئے اُن سے کہا بھی گیا کہ جس طرح ہنود نے اپنا بازار الگ کرلیا ہے تم بھی الگ بازار مسلمانوں کا کرو اور اس میں شریک ہو اور ہندوؤں کی شرکت نہ کرو مگر وہ نہیں ملتے، اس صورت میں ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

افسوس ہے اُن مسلمانوں پر جو مسلمانوں کی مخالفت میں ہندوؤں کا ساتھ دیں اور اُن کی جماعت بڑھائیں اُن کا نفع چاہیں مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں خصوصاً وہ بھی ایسی بات میں جس کی بنا مذہبی کام پر ہو ان کو توبہ کرنا چاہئے ورنہ اندیشہ کریں کہ اسی حالت میں موت آگئی تو حشر بھی ہندوؤں ہی کے ساتھ ہوگا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

جامع المشرک وسکن معہ فانہ مثلہ وفی لفظ لاتساکنوا المشرکین ولا تجامعوھم فمن ساکنھم او جامعھم فھو	جو کوئی کسی شرک کرنے والے کے ساتھ جمع ہو اور اس کے ساتھ رہنا سہنا اختیار کرے تو وہ مسلمان بھی اُسی کی طرح ہے۔ اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں، شرک کرنے والوں کے ساتھ

مثلهم[1] رواه بالاول ابوداؤد عن سمرة بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن و بالاٰخر الترمذی عنہ تعلیقا۔

رہائش اختیار نہ کرو اور نہ اُن کے ساتھ اجتماع رکھو پھر جو کوئی اُن کے ساتھ سکونت اختیار کرے یا ان کے ساتھ جمع ہو تو وہ ان ہی کی طرح ہے۔

پہلی حدیث کو امام ابوداؤد نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے جبکہ دوسری حدیث کو امام ترمذی نے اسی مذکور صحابی سے بطورِ تعلیق روایت کیا ہے۔ (ت)

دوسری حدیث ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من کثر سواد قوم فھو منھم[2]

جو کسی گروہ کی جماعت بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے۔

تیسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اعان علی خصومۃ بغیر حق لم یزل فی سخط اللہ حتی ینزع۔ رواہ ابن ماجۃ[3] والحاکم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔

جو کسی جھگڑے میں ناحق والوں کو مدد دے ہمیشہ خدا کے غضب میں رہے جب تک اس سے باز آئے (ابن ماجہ اور حاکم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ حسن اسے روایت کیا ہے۔ ت)

چوتھی حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من مات علی شیئ بعثہ اللہ علیہ۔ رواہ احمد[4] والحاکم عن جابر بن عبداللہ

جو جس حال میں مرے گا اللہ تعالٰی اُسی حال پر اسے اٹھائے گا (امام احمد و حاکم نے جابر بن عبداللہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی کراھیۃ المقام الخ امین کمپنی دہلی ۱/۱۹۴

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۶۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۵۱۹
کنزالعمال حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۹/۲۲

[3] سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب من ادعی مالیس لہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۹
المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دارالفکر بیروت ۴/۹۹

[4] مسند امام احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ دارالکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۱۴
المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دارالفکر بیروت ۴/۳۱۳

رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند حسن۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسندِ حسن اس کو روایت کیا ہے۔(ت)
واللہ تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ازموضع سرنیاں مسئولہ امیر علی صاحب ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چند بار اہل ہنود کی برات میں شریک ہوا ہے اور ہر ایک غمی شادی میں شریک ہوتا ہے اب زید کے یہاں شادی ہے بہت ہنود شامل برات ہونگے اور زید کے یہاں عورات ڈھول بجائیں گی اور ناچ بھی برات میں ہوگا تو زید کے لئے کیا حکم ہے اور سائل کو کھانے میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

دیگر عمرو دریافت کرتا ہے اہل ہنود مزدوری میں لیا اس کو مزدوری خوراک دینا جو کہ رسم مزدوری کی ہے۔

دیگر عمرو دریافت کرتا ہے کہ میرے کھیت کے پاس ہنود کا کھیت ہے اور اکثر ایسا بھی ہے ایک کھیت کے درمیان ایک کھیت ہے اور کام کاشتکاری میں بضرورت کسی کام کے کچھ کہنا پڑتا ہے اور بغیر ضرورت کے نہیں۔

دیگر کسی ہنود سے کوئی میل کھانے کے لئے ہو تو افضلیت پیدا کرے یا نہیں؟ فقط۔ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں ظاہر ہے کہ زید فاسق فاجر ہے، سائل اگر اس پر ایسا دباؤ رکھتا ہے کہ اسے روک سکے گا تو ضرور شریک ہوکر روکے، اور اگر اُسے اتنا عزیز ہے کہ اس کا شریک نہ ہونا اسے گوارا نہ ہوگا اور اس کی شرکت کی غرض سے وہ ناجائز باتیں اُٹھادے گا تو سائل پر لازم ہے کہ شرکت سے صاف انکار کردے جب تک وہ ان ناپاکیوں سے باز نہ رہے، اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو سائل اگر قوم کا پیشوا ہے تو ہرگز ہرگز شریک نہ ہو، اور اگر عوام میں سے ہے اور وہ حرام جلسہ جلسۂ طعام کے مکان میں کھانے والوں کے سامنے ہوگا جب بھی ہرگز نہ جائے، اور اگر حرام جلسہ الگ ہے اور کھانے کا مکان الگ تو اختیار ہے اور بہتر یہی ہے کہ کوئی مسلمان شریک نہ ہو۔ ہندو کو مزدوری میں لینا اور مزدوری کی خوراک دینا جائز ہے۔ ضرورت کے سبب کوئی بات ہندو سے کرلینے میں حرج نہیں جبکہ وہ بات خود ایک جائز امر ہو۔ دلی انس کسی کافر سے کرنا حرام ہے، اور ظاہری میل جس میں کافر کی تعظیم ہو نہ مسلمان کی ذلت نہ کوئی طریقہ ناجائز برتا جائے کسی جائز کام کے سبب ہندو سے کرلینے میں حرج نہیں، بلاضرورت اس سے بھی بچے کہ آپس میں راہ و رسم بڑھ کر اکثر ناجائز باتوں

تک پہنچا کرتے ہیں،

ومن ارتع حول الحمیٰ اوشك ان یقع فیہ[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو شخص کسی چراگاہ کے آس پاس جانور چرائے تو ہوسکتا ہے کہ اس کے اندر گھُسے اور چلا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از لکھنؤ احاطہ محمد خاں متصل دکان ظہور بخش مسئولہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم بروز شنبہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کافر مرتد مبتدع بدمذہب کو فاسق معلن یا اس کو جس کا ان جیسا ہونا قائل کے نزدیک متردد ہو کوئی رشتہ مثل باپ دادا نانا بھائی بیٹا وغیرہ خود اپنا کہنا یا کسی اور مسلم کا کہنا حالانکہ ان کو کافر مرتد وغیرہ جیسے ہیں ویسے ہی مانے، یہ کیسا ہے، یا ایسے لوگوں کو ابتداءً سلام کہنا یا اُن سے بخندہ پیشانی پیش آنا ہنسنا بولنا ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیا دار ہنسنے بولنے کھیلنے کی رکھتے ہیں اور اسی سلسلہ میں انھیں تحائف روانہ کرنا یا اُن کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہوگئے تحریراً یا تقریراً انھیں عنایت فرمایا کرم فرمایا مشفق مہربان یا جناب صاحب لکھنا یا اسی طرح کے اور برتاؤ ان سے برتنا جیسے آج کل شائع ہیں کثرت سے خصوصاً ایسوں میں کے دنیاوی با اثر لوگوں سے، خلاصہ کلام یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ جس سے وہ خوش ہوں یا اس میں اپنی تعظیم جانیں اگرچہ فاعل کی نیت اس خوش یا تعظیم کی ہو یا نہ ہو جبکہ مذہبی نقطۂ نظر سے انھیں ان کے لائق قبیح ہی سمجھیں جائز ہیں یا ناجائز؟ ناجائز تو کس درجہ کی؟ غرض کہاں تک اس حد تک نہیں پہنچتیں کہ فاعل پر بھی خود اُن کی طرح حکم کفر یا بدعت وغیرہ عائد ہو اور اگر یہ باتیں کسی دینی یا دنیاوی غرض کے لئے کریں تو کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ان لوگوں کو بے ضرورت و مجبوری ابتداءً بسلام حرام اور بلا وجہ شرعی ان سے مخالطت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام، قرآن عظیم میں قعود معہم سے نہی صریح موجود، اور حدیث میں ان سے بخندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نورِ ایمان نکل جانے کی وعید افعال تعظیمی مثل قیام تو اور سخت تر ہیں تو یونہی کلماتِ مدح۔ حدیث میں ہے:

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب الحلال بیّن والحرام بیّن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۵
صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترک الشبہات " " " ۲/ ۲۸

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلہ عرش الرحمٰن[1] جب کسی فاسق (مرتکب گناہ کبیرہ) کی تعریف کی جائے تو اللہ تعالٰی غضبناک ہوجاتا ہے اور اس کی اس حرکت سے عرش رحمان لرزجاتا ہے(ت)

دوسری حدیث میں ہے اُن میں فاسق کا حکم آسان ہے مطلقاً حرج نہیں اور مصالح دینیہ پر نظر کیجائیگی اور مرتد مبتدع داعیہ سے بالکل ممانعت اور ضروریات شرعیہ ہر جگہ مستثنٰی فان الضرورات تبیح المحظورات (اس لئے کہ ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کردیتی ہیں۔ت) رشتہ بتانے میں مطلقاً حرج نہیں جیسے عمر بن الخطاب و علی بن ابی طالب مع ان الخطاب و ابا طالب لم یسلما (حضرت عمر خطاب کے بیٹے اور حضرت علی ابوطالب کے فرزند حالانکہ خطاب اور ابوطالب دونوں مسلمان نہ تھے۔ت) ان کے ساتھ جو برتاؤ قولاً فعلاً ممنوع ہے بے ضرورت اُن کا مرتکب عاصی ہے اُن کا مثل نہیں جب تک ان کے کفر و بدعت و فسق کو اچھا یا جائز نہ جانے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲: مرسلہ صاحب علی طالب علم ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

ایک شخص نے زنا و شراب و سُود وغیرہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے اور نماز و روزہ و زکوٰۃ وغیرہ افعالِ نیک بھی کرتا ہے اور علماء و مشائخ سے محبت رکھتا ہے تو اگر بسبب افعال نیک کے ایسے شخص سے محبت و دوستی و میل جول رکھا جائے تو اُن آیات اور احادیث کا خلاف لازم آتا ہے جس میں فاسق سے بچنے اور دُور رہنے اور بغض رکھنے کا حکم ہے اور اگر بسبب افعالِ بد کے ایسے شخص سے پرہیز کیا جائے تو اُن احادیث اور آیات کا خلاف لازم آتا ہے جس میں مسلمانوں سے میل جول رکھنے اور اچھا برتاؤ کرنے کا حکم ہے تو ایسے شخص سے کیسا برتاؤ کیا جائے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

دو وجہ مختلف سے محبت و بغض جمع ہوسکتے ہیں بلکہ فاسق سے بغض حقیقۃً اس کے فعل کی طرف راجع ہے، نہ ذات کی طرف۔ ایسے شخص سے برتاؤ میں طریقہ سلف مختلف رہا اُس کا مبنٰی اختلاف احوال ہے جس فاسق کو یہ جانے کہ نرمی و ایتلاف سے رُوبراہ ہوجائے گا وہاں یہی چاہئے جسے یہ جانے کہ شدت و اعراض سے متاثر ہو کر افعال قبیحہ چھوڑ دے گا وہاں یہی چاہئے اور جس سے کسی طرح امید نہ ہو اس سے مطلقاً احتراز چاہئے خصوصاً دو شخصوں کو، ایک وہ جو اس کی صحبتِ بد سے متاثر ہونے کا اندیشہ رکھے

---

[1] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰

دوسرا وہ کہ عالم و معتدار ہو کہ اسے اس سے میل جول کرتا ہوا دیکھ کر قلوب عوام سے فسق کی شناعت کم ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳ مرسلہ دوست خاں فیلبان ریاست سکیت ضلع کانگڑہ پنجاب ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

ایک قوم پہاڑ میں چنڈیل کہلاتی ہے اس میں ان کے بڑے مسلمانوں سے ملتے جلتے تھے مگر اب یہ لوگ نہ ملتے ہیں نہ مردہ کی تجہیز و تکفین میں مسلمانوں کو بلاتے ہیں بلکہ مثل ہنود کے داڑھی مونچھ منڈواتے ہیں نہ کسی مسلمان سے سلام علیک لیتے ہیں نہ کبھی نماز روزہ ہوتا ہے۔ اب بعض مسلمان ان سے ملتے ہیں، جو اُن سے ملتے ہیں اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب

یہ لوگ اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور پھر کفر کرتے ہیں تو مرتد ہیں اور اُن سے ملنا جلنا مسلمان کو حرام ہے، جو مسلمان ان سے ملتے ہیں مستحقِ عذاب ہیں، اور اگر یہ لوگ سرے سے ہندو ہیں مسلمان ہو کر کافر نہ ہوئے تو ان سے کسی دنیا کے لین دین خرید و فروخت میں اُتنا ملنا جائز ہے جتنا ہندو سے، اور اگر اس سے زائد ملیں اور اپنا دوست ولی بنائیں تو پھر مستحقِ عذاب ہیں بلکہ سخت تر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۴

بخدمت شمس العلماء رأس الفقہاء اعنی جناب مولانا مولوی حاجی و مفتی اعلحضرت مدظلہ العالی!

حضور کی خدمتِ اقدس میں دست بستہ عرض ہے کہ اگر کوئی قادیانی مسجد کے خرچ کے واسطے روپیہ وغیرہ دے یا کسی طالب علم یا اور شخص کو مکان پر بلا کر کھانا کھلائے یا بھیجدے ان دونوں صورتوں میں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یا وہ روپیہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نہ وہ روپے لئے جائیں نہ کھانا کھایا جائے، اور اُس کے یہاں جا کر کھانا سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵ از موضع سرنیا ضلع بریلی مرسلہ شیخ امیر علی رضوی ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک پٹرول آبپاشی نہر پر وہابی ہے اور ایک ڈاکیا خط تقسیم کرنے والا بھی شیعہ ہے، ان شخصوں سے بات چیت کرنا پڑتی ہے کبھی روٹی کا بھی اتفاق اپنے مطلب کی غرض سے ہوتا ہے اور ان کو اپنا دشمن ہی سمجھا جاتا ہے میل جول کچھ نہیں کیا جاتا ہے جہاں تک ممکن ہوتا ہے بچتے ہیں اور کام کے وقت بات کرنا ضرور ہوتی ہے۔

الجواب

اگر یہ امر واقعی ہے کہ قلب میں اُن سے نفرت وعداوت واقعی ہے اور کوئی میل جول نہیں رکھا جاتا نہ ربط خط کے متعلق کوئی بات کبھی کرلی جاتی ہے یا کبھی روٹی دے دی جاتی ہے جس میں کوئی مصلحت صحیح خیال کی گئی ہو تو حرج نہیں اور اللہ دلوں کا فور جانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۶ از بلرامپور ضلع گونڈہ محلہ پورنیا تالاب متصل یتیم خانہ مرسلہ نذر محمد آتشباز ۷ صفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شراب خوروں اور چانڈ بازوں اور غیر مقلدوں کی طرفداری کرنا اور اُن کا ساتھ دینا برابر نشست وبرخاست رکھنا کیسا ہے، کچھ گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب

غیر مقلدوں کا ساتھ اور اُن کی طرفداری کرنا گمراہی وبددینی ہے اور شراب خوروں اور چانڈ بازوں کی طرفداری اگر اُن کے اس گناہ میں ہے تو سخت عظیم کبیرہ ورنہ بیجا وبد۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر تمہیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

وہابی غیر مقلد کے گھر شادی بیاہ کرنا، اس کے ساتھ نماز پڑھنا، اس کے گھر کھانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

وہابی یا غیر مقلد سے میل جول مطلقاً حرام ہے اور اس کے ساتھ شادی بیاہ خالص زنا۔ حدیث میں فرمایا:

لا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تجالسوھم ولا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم[2] واللہ تعالٰی اعلم۔	نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ اُن کے ساتھ پانی پیو، نہ اُن کے پاس بیٹھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو نہ اُن کے جنازہ کی نماز پڑھو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۵۲۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

مسئلہ ۱۰۸ موتی بازار لاہور حاکم علی بی اے ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء

(نقلِ خط) آقائے نامدار مؤیدِ ملتِ طاہرہ مولانا و بالفضل اولنا جناب شاہ احمد رضا خاں صاحب دام ظلکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

پشت ہذا پر کا فتویٰ مطالعہ گرامی کے لئے ارسال کر کے التجا کرتا ہوں کہ دوسری نقل کی پشت پر اس کی تصحیح فرما کر احقر نیاز مند کے نام بواپسی ڈاک اگر ممکن ہو سکے یا کم از کم دوسرے روز بھیج دیں انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس بروز اتوار بتاریخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء منعقد ہونا ہے اس میں یہ پیش کرنا ہے، دیوبندیوں اور نیچریوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے ہندوؤں اور گاندھی کے ساتھ موالات قائم کر لی ہے اور مسلمانوں کے کاموں میں روڑا اٹکانے کی ٹھان لی ہے، لِلّٰہ عالمِ حنفیہ کو ان کے ہاتھوں سے بچائیں اور عنداللہ ماجور ہوں، نیاز مند دعاگو ہے۔

حاکم علی بی اے موتی بازار لاہور

۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء

اللہ تعالیٰ نے ہمیں کافروں اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ تولّی سے منع فرمایا ہے مگر ابوالکلام زبردست تولّی کے معنی معاملت اور ترکِ موالات کو ترکِ معاملت "نان کوآپریشن" قرار دیتے ہیں اور یہ صریح زبردستی ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کے ساتھ کی جا رہی ہے۔ مذکور نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لا کر اطلاق یہ کر دیا کہ جب تک اسلامیہ کالج لاہور کی سرکاری امداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اس کا قطع الحاق نہ کیا جائے تب تک انگریزوں سے ترکِ موالات نہیں ہو سکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتویٰ دے دیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دو، لہٰذا اس طرح سے کالج میں بے چینی پھیلا دی کہ پھر پڑھائی کا سخت نقصان ہونا شروع ہو گیا علامہ مذکور کا یہ فتویٰ غلط ہے یونیورسٹی کے ساتھ الحاق رہنے سے اور امداد لینے سے معاملت قائم رہتی ہے نہ کہ موالات جن کے معنی محبت کے ہیں نہ کہ کام کے جو کہ معاملت کے معنی ہیں مذکور کی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ ہو رہے ہیں مذکور مولوی محمود حسن صاحب مولوی عبدالحی صاحب تو دیوبندی خیالات کے ہیں زبردستی فتویٰ اپنے مدعا کے مطابق دیتے ہیں، لہٰذا میں فتویٰ دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے میرے فتویٰ کی تصحیح اُن اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی نہیں مثلاً مؤیدِ ملت طاہرہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی علاقہ روہیلکھنڈ، اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ممالک مغربی و شمالی۔

الجواب

موالات و مجرد معاملہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے دنیوی معاملت جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ وامثالہم کے کسی سے ممنوع نہیں ذمی تو معاملت میں مثل مسلم ہے لھم مالنا وعلیھم ماعلینا (ان کے لئے ہے جو کچھ ہمارے لئے ہے، اور اُن پر وہی کچھ لازم ہے جو کچھ ہم پر لازم ہے۔ت) اور غیر ذمی سے بھی خرید فروخت، اجارہ استیجار، ہبہ، استیہاب بشروطہا جائز، خریدنا مطلقاً ہر مال کا ہر مسلمان کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کا جس میں اعانتِ حرب یا اہانتِ اسلام نہ ہو، اسے نوکر رکھنا جس میں کوئی کام خلافِ شرع نہ ہو اس کی جائز نوکری کرنا جس میں مسلم پر اس کا استعلا نہ ہو ایسے ہی امور میں اجرت پر اس سے کام لینا یا اس کا کام کرنا بمصلحت شرعی اُسے ہدیہ دینا جس میں کسی رسم کفر کا اعزاز نہ ہو اس کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو حتی کہ کتابیہ سے نکاح کرنا بھی فی نفسہ حلال ہے وہ صلح کی طرف جھکیں تو مصالحت کرنا مگر وہ صلح کہ حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال، یونہی ایک حد تک معاہدہ و موادعت کرنا بھی اور جو جائز عہد کر لیا اُس کی وفا فرض ہے اور غدر حرام الٰی غیر ذٰلک من الاحکام (اور اس کے علاوہ باقی احکام۔ت) درمختار میں ہے:

والمرتدۃ تحبس ابدا ولا تجالس ولا تؤاکل حتی تسلم ولا تقتل[1] اھ قلت وھو العلۃ فانھا تبقی ولا تفنی وقد شملت المرتد فی اعصارنا وامصارنا فالامتناع القتل۔

(اسلام سے پھر جانے والی) مرتد عورت ہمیشہ قید و بند میں رکھی جائے۔ پس اس کے ساتھ نشست و برخاست نہ کی جائے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے لیکن وہ قتل نہ کی جائے اھ میں کہتا ہوں یہی وہ علت ہے جو ہمیشہ باقی رہتی ہے کبھی ختم نہیں ہوتی، پس ہمارے زمانے اور ہمارے شہروں میں یہی علت مرتد مرد کو بھی شامل ہے اس لئے کہ اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔(ت)

محیط میں ہے:

اذا راد الخروج للتجارۃ الی ارض العدو بامان فان کان امیرا لایخاف علیہ منہ وکانوا قوما یوفون بالعھد

جب دشمن کے ملک میں اجازت نامہ لے کر پُرامن طور پر کاروبار کرنے کے لئے جائے پھر اگر امیر ایسا ہو کر جانے والے کو اس سے کوئی خوف و خطرہ نہ ہو

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۰

یعرفون بذلك ولہ فی ذلك منفعۃ فلاباس بان یعصیھا۔[1]

اور وہ لوگ بھی وعدہ پورا کرتے ہوں بلکہ ایفائے عہد میں مشہور و معروف ہوں، اور اس جانے اور سفر کرنے میں اس کا ذاتی فائدہ بھی ہو تو اس کے جانے میں کچھ مضائقہ اور حرج نہیں۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب بامان للتجارۃ لم یمنع ذلك منہ و کذلك اذا اراد حمل الامتعۃ الیھم فی البحر فی السفینۃ۔[2]

جب کوئی مسلمان دارِ حرب میں امان لے کر تجارت کے لئے داخل ہو تو اسے اس سفر سے نہ روکا جائے اور یہی حکم ہے جب کوئی شخص بحری بیڑے میں سامان لاد کر ان کی طرف جانا چاہے (تو اُسے بھی اس سفر سے نہ روکا جائے)۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال محمد لاباس بان یحمل المسلم الی اھل الحرب ماشاء الا الکراع والسلاح فان کان خزا من ابریسم او ثیابا رقاقا من القز فلاباس بادخالھا الیھم ولاباس بادخال الصفر والشبھۃ الیھم لان ھذا لایستعمل للسلاح۔[3]

امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا اگر کوئی مسلمان اہل حرب کی طرف جو کچھ اٹھا کر لے جانا چاہے تو اس میں کچھ حرج نہیں مگر یہ کہ گھوڑے اور ہتھیار (نہ لے جائے) پھر اگر خالص ریشم یا سنہری باریک کپڑے ہوں تو انھیں وہاں جانے میں کچھ حرج نہیں نیز سونا، پیتل اور اُن جیسی اشیائے کے وہاں لے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ اشیاء مذکورہ ہتھیاروں کے لئے استعمال نہیں کی جاتیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لایمنع من ادخال البغال والحمیر والثور والبعیر۔[4]

خچر، گدھے، بیل اور اونٹ وغیرہ لے جانے سے نہ روکا جائے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۱۸۹

[2] 〃 〃 الباب السادس 〃 〃 〃 ۲/ ۲۳۳

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۲۳۳

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۲۳۳

فتاوٰی امام طاہر بخاری میں ہے:

مسلم آجر نفسه من مجوسی لاباس بہ[1]

اگر کوئی مسلمان کسی آتش پرست کی نوکری کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

من ارسل اجیراله مجوسیا او خادما فاشتری لحما فقال اشتریته من یہودی او نصرانی او مسلم وسعه اکله[2]

اگر کسی نے اپنا آتش پرست مزدور یا خادم بھیجا پھر اس نے گوشت خریدا (پوچھنے پر) اس نے کہا میں نے یہ یہودی یا عیسائی یا مسلمان سے خریدا ہے (تو اسے سچا سمجھ کر) وہ گوشت کھایا جائیگا (ت)

درمختار میں ہے:

الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اھل الذمة ذکرہ الزیلعی فی التحکیم[3]

اہل ذمہ پر حکم دینے میں کافر کے فیصلہ کی تقلید اور اتباع کرنا جائز ہے، چنانچہ علامہ زیلعی نے بحث تحکیم میں اس کو بیان فرمایا ہے۔ (ت)

محیط میں ہے:

قال محمد ما بعثه ملك العدو من الھدیة الی امیر جیش المسلمین او الی الامام الاکبر وھو مع الجیش فانه لا باس بقبولھا یصیر فیئا للمسلمین وکذلك اذا اھدی ملکھم الی قائد من قواد المسلمین له منعة ولو کان اھدی الی واحد من کبار المسلمین لیس له منعة یختص ھو بھا[4]

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دشمن کا بادشاہ اسلامی لشکر کے امیر یا امیر اکبر کو جو کچھ تحفہ و ہدیہ بھیجے جبکہ وہ لشکر میں ہو تو اس کو قبول کرنے میں کچھ حرج نہیں، اور وہ اہل اسلام کے لئے مال غنیمت ہو جائیگا، یونہی ان کا بادشاہ مسلمانوں کے کسی ایسے قائد کو ہدیہ بھیجے کہ جس میں قوت و زور ہو (تو اس کو لینے میں بھی کوئی حرج نہیں) اور اگر وہ مسلمانوں کے کسی بڑے فرد کو ہدیہ پیش کرے کہ جس میں قوتِ دفاع نہ ہو تو وہ پھر اس کے لئے مختص ہوگا۔ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الاجارات الفصل العاشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/۱۴۹

[2] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۵۱

[3] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۱

اُسی میں ہے :

لو ان عسکرا من المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی امیرھم الی ملك العدو ھدیة فلا باس به وکذلك لو ان امیر الثغور اھدی الی ملك العدو ھدیة واھدی ملك العدو الیه ھدیة[1] وقال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن[2] وتمام تحقیقه فی فتاوٰنا وقال تعالٰی وان جنحوا للسلم فاجنح لھا[3] وقال تعالٰی الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الٰی مدتھم ان اللہ یحب المتقین[4] وقال تعالٰی واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[5] وعنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الصلح جائز بین المسلمین الا صلحا احل حراما او حرم حلالا[6] وقال صلی اللہ تعالٰی علیه

اگر اسلامی فوج دارِ حرب میں داخل ہو، پھر ان کا امیر دشمن کے حکمران کو کوئی ہدیہ پیش کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور اسی طرح اگر امیرِ سرحدِ اسلامی دشمن کے بادشاہ کو کوئی ہدیہ پیش کرے اور دشمن کا بادشاہ اسلامی امیر کو کوئی تحفہ و ہدیہ پیش کرے (تو دونوں صورتوں میں کچھ مضائقہ نہیں) اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا اور مسلمان پارسا عورتیں، اور ان لوگوں کی پارسا عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب عطا ہوئی (یعنی اہل کتاب یہودی اور عیسائی) جب تم انھیں ان کے مہر ادا کر دو (تو پھر ان دونوں سے عقد نکاح کرنا جائز ہے) اور اس کی پوری تحقیق ہمارے فتاوٰی میں مذکور ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر وہ صلح کے لئے جھک جائیں تو پھر تم بھی اس کے لئے جھک جاؤ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، مگر وہ مشرک کہ جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انھوں نے تم سے کوئی کمی نہ کی اور تم پر کسی کو

---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب السیر الباب السادس الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۶
[2] القرآن الکریم ۵/۵
[3] 〃 〃 ۸/۶۱
[4] 〃 〃 ۹/۴
[5] 〃 〃 ۱۷/۳۴
[6] المعجم الکبیر حدیث ۳۰ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۷/۲۲

وسلم لا تغدروا۔[1]

غلبہ نہ دیا۔ پھر ان سے ان کی طے شدہ مدت تک ان سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو بیشک اللہ تعالٰی ڈرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) وعدہ پورا کرو اس لئے کہ وعدے کے بارے میں (اللہ تعالٰی کے ہاں) بازپرس ہوگی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ صلح مسلمانوں کے درمیان جائز ہے، مگر وہ صلح جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرائے (ایسی جائز نہیں) اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!) دھوکہ بازی نہ کیا کرو۔ (ت)

وہ الحاق واخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام ومخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منجر، تو اس کے جواز میں کلام نہیں۔ ورنہ ضرور ناجائز وحرام ہوگا۔ مگر یہ عدمِ جواز اس شرط یا لازم کے سبب سے ہوگا نہ بربنائے تحریم مطلق معاملت جس کے لئے شرع میں اصلاً اصل نہیں اور خود ان مانعین کی طرزِ عمل اُن کے کذبِ دعوٰی پر شاہد، ریل تار ڈاک سے تمتع کیا معاملت نہیں۔ فرق یہ ہے کہ اخذ امداد میں مال لینا ہے اور ان کے استعمال میں دینا عجب کہ مقاطعت میں مال دینا حلال اور لینا حرام، اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ریل تار ڈاک ہمارے ہی ملک میں ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں، سبحٰن اللہ! امداد تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتا ہے وہ بھی یہیں کا ہے تو حاصل وہی ٹھہرا کہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود لینا ممنوع۔ اس اُلٹی عقل کا کیا علاج۔ مگر اُس قوم سے کیا شکایت جس نے نہ صرف شریعت بلکہ نفسِ اسلام کو پلٹ دیا۔ مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد فرض کیا۔ خوشنودیٔ ہنود کے لئے شعار اسلام بند اور شعارِ کفر کا ماتھوں پر علم بلند۔ مشرکین کی جے پکارنا اُن کی حمد کے نعرے مارنا انھیں اپنی اُس حاجتِ دینی میں جسے نہ صرف فرض بلکہ مدارِ ایمان ٹھہراتے ہیں یہاں تک کہ اس میں شریک نہ ہونے والوں پر حکمِ کفر لگاتے ہیں اپنا امام وہادی بنانا مسجد میں مشرک کو لے جاکر مسلمانوں سے اُونچا کھڑا کرکے واعظِ مسلمین ٹھہرانا مشرک کی ٹکٹکی کندھوں پر اُٹھا کر مرگھٹ میں لیجانا مسجد کو اس کا ماتم گاہ بنانا اس کیلئے دعائے مغفرت ونمازِ جنازہ کے اشتہار لگانا وغیرہ وغیرہ ناگفتہ بہ افعال موجبِ کفر ومورثِ ضلال، یہاں تک کہ صاف لکھ دیا کہ اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلو گے، صاف لکھ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو و مسلم کا امتیاز اٹھادے گا اور سنگم پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرادے گا صاف لکھ دیا کہ ہم نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بُت پرستی

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن بریدۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۵۸

نثار کر دی یہ ہے موالات، یہ ہے حرام، یہ ہیں کفریات، یہ ہے ضلال تام فسبحٰن مقلب القلوب والابصار، ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ الواحد القھار (پاک ہے دلوں اور آنکھوں کا پھیرنے والا، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت کسی میں نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالٰی یکتا اور سب سے زبردست مدد فرمائے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

ظلم وایذائے مُسلم وہجران وقطع تعلق

مسئلہ ۱۰۹: ۹ ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ از شہر کہنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے گھر کسی تقریب میں گائے ذبح کی اور عمرو نے باوجودیکہ مرد مسلمان ہے گائے ذبح کرنے کو منع کیا اور جھگڑا کیا یہاں تک کہ زید پر نالش کردی یہ فعل عمرو کا موافق شرع شریف کے کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

شرعاً وہ مرتکب گناہ ہوا اور نہ صرف حق اللہ بلکہ حق العبد میں بھی مبتلا اس پر فرض ہے کہ اللہ تعالٰی سے توبہ کرے اور زید سے اپنا قصور معاف کرائے۔

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاضرر ولاضرار فی الاسلام[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اسلام میں نہ کوئی دکھ ہے نہ دوسرے کو دکھ پہنچانا۔(ت)

---

[1] المعجم الاوسط	حدیث ۵۱۸۹	مکتبۃ المعارف ریاض	۶/ ۹۱
نصب الرایۃ	باب مایحدثہ الرجل فی الطریق	المکتبۃ الاسلامیہ ریاض	۴/ ۳۸۴

22 : 22

سائل مظہر کہ وہ ایسی جگہ نہ تھی جہاں قانوناً گائے ذبح کرنا جُرم ہو بلکہ وہاں ہمیشہ سے قربانی ہوتی ہے تو اس صورت میں عمرو کی ممانعت ہرگز اس پر محمول نہیں ہوسکتی کہ اپنے بھائی مسلمان کو حضرت قانونی سے بچانا چاہتا تھا بلکہ محض قصداً ایذاء واضرار تھا اور نالش کرنا اس پر دلیل واضح کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰ ۲۱ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سے محرم کے تخت بنانے میں چندہ کی شرکت کو کہا گیا دس دس آنے سب پر ڈالے تھے اس نے بھی دے مگر کہا ہم اپنے ذمہ اس کی کرنہ باندھیں گے اگر چاہیں گے دیں گے اور جتنا چاہیں گے دینگے، اس پر لوگوں نے اسے برادری سے نکال دیا اور حقّہ پانی ڈال دیا اور کچھڑا جو حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نیاز کا اُس نے پکا کر مسلمانوں میں تقسیم کیا وہ لوگوں کو نہ لینے دیا اور کہا یہ بھنگی کے یہاں کا ہے، اس صورت میں شرع کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

صورتِ مذکورہ میں اُس شخص کے ذمہ جو الزام برادری والوں نے قائم کیا شرع کی رُو سے بالکل باطل ہے وہ اس الزام سے بری ہے بلکہ اس وجہ سے جو لوگ اُسے چھوڑتے اور برادری سے نکالتے ہیں وہ گنہگار رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتھاجروا ولاتدابروا ولاتباغضوا ولاتنافسوا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔[1] لوگو! ایک دوسرے کو نہ چھوڑو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور نہ آپس میں بغض وکینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے پر فخر کرو (اور نہ مقابلہ کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ (ت)

دُوسرا الزام اُن لوگوں پر یہ ہے کہ ایک فضول وبیجا کام میں شرکت سے انکار پر یہ تشدد کیا اور نیاز میں کہ مقبول ومحمود کام ہے رخنہ ڈالا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱ از ملک بنگالہ ضلع نواکھالی مرسلہ مولوی عبدالباری صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۲۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے۔ت) کہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۶

ایک شخص مالِ یتیم زبردستی تمام اپنے صرف وخرچ میں لاتا ہے اور بیچارہ یتیم حالانکہ اس کے پاس اور کچھ نہیں تھا سوائے اُس جائداد کے جو اُس شخص نے ظلماً لے لی دوسروں سے مانگ کر کھاتا ہے اور بسر اوقات کرتا ہے اور وہ شخص حیلہ وحوالہ کرتا ہے اور مشہور علم داں ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ حج بھی کیا ہے، یہ اعمال اُس کے ایسی حالت میں مقبول ہونگے یا نہیں و دیگر عبادات بھی؟ اور نیز اس شخص سے سلام کلام یعنی طریقۂ اہلِ اسلام برتنا چاہئے یا نہیں؟ قرآن پاک واحادیث صحیح مع سند بیان فرمائیے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ایسا شخص سخت ظالم، فاجر، مرتکب کبائر، مستحقِ عذابِ نار وغضبِ جبار ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا[1]

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں وُہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ دوزخ کی بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔

قبول عمل وعبادت ہر شخص کا حق سبحانہ، وتعالٰی کے اختیار ہے، ہاں اس ناپاک سے جو عبادت مالی کرے گا ہرگز قبول نہ ہوگی، حدیث میں ہے:

ان اللہ طیب لایقبل الا الطیب[2]

بیشک اللہ تعالٰی پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ (ت)

حج بھی اگر اسی روپے سے کیا تو مستحق مردودی ہے۔ حدیث میں ہے، جو حرام مال سے حج کو جائے جب لبیک کہے فرشتہ اُسے جواب دیتا ہے:

لالبیک ولاسعدیك وحجك مردود علیك حتی تردمافی یدیك[3]

نہ تیری لبیک قبول، نہ خدمت قبول اور تیرا حج تجھ پر مردود ہے یہاں تک کہ تُو یہ مال حرام جو تیرے پاس ہے واپس دے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

[2] سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلٰوۃ الاستسقاء دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۳۴۶

[3] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الحج الباب الثالث " " " ۴/ ۴۳۱

کنز العمال حدیث ۱۱۸۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۲۴

العلل المتناہیۃ حدیث فی الحج بمال حرام حدیث ۹۳۰ دارنشر الکتب الاسلامیہ مصر ۲/ ۷۵

ایسے شخص سے ابتدا بالسلام ناجائز و گناہ ہے۔ درمختار میں ہے:

یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا[1] جو کوئی اعلانیہ فاسق ہو اسے سلام دینا مکروہ ہے۔ (ت)

مسلمانوں کو ایسے شخص سے میل جول رکھنا، اُس کے پاس موافقت کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا نہ چاہئے، کہیں اُس کی آگ اُن میں بھی سرایت نہ کرے۔ قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین[2] اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

وقال تعالٰی:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3] ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲: مسئولہ فرحت اللہ صاحب از بدایوں ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص معزز باوقعت ہے اور علم بھی رکھتا ہے اور نیز روزہ نماز کا بھی پابند ہے اُس کی نسبت چند معزز اشخاص و ایک ہندو حکام اعلٰی کے روبرو جن کے نزدیک وہ شخص باوقعت سمجھا گیا یہ لفظ ایک توہین کے ساتھ کہنا کہ یہ شخص قوم کا جولاہا ہے یہ کہنا بروئے شرع شریف کیسا ہے؟ اور نیز ایسا کہنے والا گنہگار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس درجہ کا گنہگار ہے؟ جواب سے تشفی بخشئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ شخص واقع میں قوم کا جولاہا نہیں تو کذب ہوا افترا ہوا، مسلمان کی ناحق ایذا ہوئی، کہنے والا متعدد کبائر کا مرتکب ہوا، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوا۔ اُس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اُس شخص سے اپنی خطا کی معافی چاہے ورنہ طینۃ الخبال میں روکا جائے گا حتی یاتی بنفاد ما قال یہاں تک کہ جو بات کہی اُس کا ثبوت لائے، اور جبکہ بات خلافِ واقع ہے تو اس کا ثبوت کہاں سے

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱
[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[3] " ۱۱/ ۱۱۳

لائے گا۔ طینۃ الخبال اُس آگ سے زیادہ گرم اور کھولتے ہوئے پیپ اور لہو کی نہر کا نام ہے جو دوزخیوں کے منہ سے لے کر جمع ہوگی والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)" اور اگر واقع میں وہ شخص جولاہا تھا مگر اُس کے اظہار میں اُس وقت کوئی مصلحت شرعی نہ تھی صرف اُس کی ایذاو تفضیح مقصود تھی جب بھی یہ شخص گنہگار ہُوا، توبہ کرنا اور اُس سے معافی چاہنا اب بھی فرض ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذادی اس نے مجھے ایذادی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ عزوجل کو ایذادی (طبرانی نے کبیر میں اس کو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اور اگر اُس کے اظہار میں کوئی مصلحت شرعی تھی اور بات واقعی تھی تو اس قائل پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۳ از لکھنؤ امین آباد مسئولہ سید برکت علی صاحب بریلوی شنبہ ۲۵ شوال ۱۳۳۴ھ

کسی سید کو صحیح النسب سید نہ کہنا بلکہ اس کو ناجائز پیشہ وروں (میراثی وغیرہ) سے مثال دینا کیسا ہے اور اس مثال دینے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور سید کی بے توقیری کرنیوالا گمراہ بدمذہب ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

سُنّی سیّد کی بے توقیری سخت حرام ہے، صحیح حدیث میں ہے:

ستۃ لعنتھم لعنھم اللہ وکل نبی مجاب الزائد فی کتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمستحل من عترتی ما حرم اللہ[2] الحدیث۔

چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ اُن پر لعنت کرے، اور نبی کی دُعا قبول ہے ازانجملہ ایک وُہ جو کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھائے اور وہ جو خیر وشر سب کچھ اللہ کی تقدیر سے ہونے کا انکار کرے اور وہ جو میری اولاد سے اس چیز کو حلال رکھے جو اللہ نے حرام کیا۔

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۳۷۰۳ ۱۰/۱۶ و المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ ۴/۳۷۳

[2] سنن الترمذی کتاب القدر حدیث ۲۱۶۱ دار الفکر بیروت ۴/۶۱

اور ایک حدیث میں کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من لم یعرف حق عترتی فلاحدی ثلث اما منافق و اما ولد زانیة و اما حملته امه علٰی غیر طهر[1]

جو میری اولاد کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں میں سے ایک سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔

مجمع الانہر میں ہے:

من قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی استخفافا فقد کفر[2]

جو کسی عالم کو مولویا یا سید کو میروا اس کی تحقیر کے لئے کہے وہ کافر ہے۔

اور اس میں شک نہیں جو سید کی تحقیر بوجہ سیادت کرے وہ مطلقاً کافر ہے اس کے پیچھے نماز محض باطل ہے ورنہ مکروہ، اور جو سید مشہور ہو اگرچہ واقعیت نہ معلوم ہو اُسے بلادلیل شرعی کہہ دینا کہ یہ صحیح النسب نہیں اگر شرائط قذف کا جامع ہے تو صاف کبیرہ ہے اور ایسا کہنے والا اسّی کوڑوں کا سزاوار اور اس کے بعد اس کی گواہی ہمیشہ کو مردود، اور اگر شرط قذف نہو تو کم از کم بلاوجہ شرعی ایذائے مسلم ہے اور بلاوجہ شرعی ایذائے مسلم حرام۔ قال اللہ تعالٰی:

والذین یؤذون المؤمنین و المؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا[3]

جو لوگ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں بغیر اس کے کہ انھوں نے (کوئی معیوب کام) کیا ہو ان کا دل دکھاتے ہیں تو بیشک انھوں نے اپنے سر پر بہتان باندھنے اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھالیا (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[4]

جس نے بلاوجہ شرعی سنّی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

والعیاذ باللہ تعالٰی منہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۴۱۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۰۴

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر انواع داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۸

[4] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۶۳۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

مسئلہ ۱۱۴: قصبہ سادی آباد ضلع غازیپور مرسلہ شیخ محمد علی حسین صاحب ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ ایک شخص مغل خاں نام قوم نٹ کا مسلمان ہوا اور بعد مسلمان ہونے کے وہ نماز پڑھتا ہے روزہ رکھتا ہے کلام مجید کی تلاوت کرتا ہے اس نے مسجد بنوائی ہے اُس میں نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُس کے گھر کی عورتیں گودنا گودتی ہیں مگر اس نٹ نومسلم کو انکار ہے کہ اب کچھ نہیں ہوتا ہے پس ایسے نومسلم کے ساتھ کھانا پینا اور اُس کا جھوٹا کھانا اور پانی پینا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو جو لوگ ایسے نومسلم کے ساتھ کھانے والوں پر سختی کرتے ہیں ان کو ترک کرتے ہیں اور ان کا فضیحتا کرتے ہیں وہ شرع شریف کا مقابلہ کرتے ہیں یا نہیں ؟ ایسے لوگوں کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

بدن گودوانا شرعاً حرام ہے، اور مسلمان پر بدگمانی اس سے بڑھ کر حرام، جب وہ انکار کرتا ہے اور کوئی ثبوت شرعی کافی نہ ہو تو محض بدگمانی کی بنا پر اُسے ذلیل سمجھنا اور تفضیح کرنا سخت حرام ہے، ہاں اگر ثبوت شرعی سے ثابت کہ یہ فعل اُس کے یہاں ہوتا ہے تو اب دو صورتیں ہیں، یا تو وہ اس پر راضی نہیں منع کرتا ہے بقدرِ قدرت بندوبست کرتا ہے اور عورتیں نہیں مانتیں جب بھی اس پر الزام نہیں قال اللہ تعالٰی لا تزر وازرۃ وزر اخری۔۱؎ کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ (وزن) نہیں اٹھائے گی۔ (ت)

اور اگر بہ ثبوتِ شرعی ثابت ہو کہ وہ اس فعلِ شنیع پر راضی ہے تو بلاشبہہ قابلِ ملامت و لائقِ ترک ہے کہ یہ نرا گناہ نہیں ہے بلکہ اس میں معاذ اللہ بُوئے کفر آتی ہے کہ ابھی انھیں ناپاک عادتوں پر قائم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵: از سوائی مادھوپور قصبہ سانگو ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

ولد الزنا کے ساتھ کھانا کھانا اور جبکہ وہ عالم ہو جائے تو اُس کی امامت درست ہے یا نہیں اور کیا اس کو حرامی کہا جائے گا ؟

الجواب

اُس کے ساتھ کھانا اور بشرطِ علم اُس کے پیچھے نماز دونوں درست ہیں اور اسے اس طور پر

۱؎ القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

حرامی کہنا کہ جس میں اُسے ایذا ہو جائز نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶ از شہر عقب کوتوالی مسئولہ قیصر حسین ۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک تایا ہے اور ایک بہن ہے، زید کے تایا اور زید کے والد میں ہمیشہ رنج رہی یہاں تک کہ زید کے والد کا انتقال ہو گیا مگر زید کے والد اپنے بھائی سے ملے نہیں۔ زید اپنے والد کے مرنے کے بعد اپنے تایا سے اور اپنی ہمشیر سے ملتا رہا، پھر زید کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد زید کی بہن اور تایا کے درمیان سخت رنجش ہو گئی۔ اب زید کی بہن اپنے سگے بھائی زید سے یہ کہتی ہے کہ تم اگر اپنے تایا سے ملو گے تو میں تم سے نہیں ملوں گی اگر مجھ سے ملنا منظور ہے تو اپنے تایا سے مت ملو۔ اب زید کی شادی کا وقت آیا اور زید اپنی بہن کا ایک ہی بھائی ہے اگر زید اپنی بہن کا کہنا نہیں کرتا ہے تو زید کی بہن کو انتہا درجہ کا صدمہ ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے اور یہ ایک ہی اس کے بھائی ہے اور وہ اُس کی شادی میں شریک نہیں ہو سکتی بوجہ تایا کی شرکت کے ایسی حالت میں زید کو کیا کرنا چاہئے یعنی زید کو اپنی بہن کا کہنا اور خوشی کرنا چاہئے اور اپنی بہن کو شادی میں شریک کرنا چاہئے یا اپنے تایا کو، اور اپنی بہن کو چھوڑنا چاہئے یا اپنے تایا کو، کیونکہ زید بغیر اپنے تایا کو چھوڑے ہوئے اپنی بہن کا دل خوش نہیں کر سکتا اور نہ اس کی بہن شادی میں شریک ہو سکتی ہے۔

الجواب

بہن اور چچا دونوں ذی رحم محرم ہیں کسی سے قطع کرنا اس کو جائز نہیں اُسے چاہئے اپنی بہن کو جس طرح ممکن ہو راضی کرے اگرچہ یُوں کہ خفیہ اپنے چچا کو شادی میں شریک ہونے کی دعوت دے اور اپنی بہن سے کہہ دے کہ مجھے ہر طرح تیری خاطر منظور ہے نہ اُن کو بلاؤں گا نہ شریک کروں گا اتنا تجھ سے چاہتا ہوں کہ وہ اگر اپنے آپ آجائیں تو اُس پر مجھ سے ناراض نہ ہو کیونکہ وہ تیرے اور میرے دونوں کے باپ کی جگہ ہیں غیر آدمی بے بلائے ہوئے آجاتیں تو اُن کو نکالنا بے تہذیبی ہے نہ کہ باپ کو، غرض جھوٹے سچے فقرے ملا کر دونوں کو راضی کر سکے کرے اور اس پر اجر پائے گا میں اُن کو نہ بلاؤں گا۔ مراد یہ رکھے کہ میں خود اُن کو بلانے نہ جاؤں گا اگرچہ آدمی یا رقعہ بھیجوں، آپ چلے آنے سے یہ مراد رکھے کہ وہ اپنے پاؤں سے چلے آئیں نہ یہ کہ میں اٹھا کر لاؤں، غرض پہلو دار بات کہے جھوٹے سچے فقرے سے مراد یہی ہے کہ اس کا ظاہر جھوٹ اور مرادی معنیٰ سچ۔

حدیث میں فرمایا:

ان فی المعاریض لمندوحۃ عن بیشک اشاروں میں گفتگو کرنے میں سے جھوٹ

الکذب[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۔۔۔ سے آزادی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۷ تا ۱۲۰: از آگرہ سید باڑہ عالم گنج مرسلہ تاج محمد صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ زید شخص تارک صوم وصلوٰۃ، غاصب، سخت جابر و ظالم زبردست قابو یافتہ ہے وہ چاہے جس کا مال جبراً خرید لیتا ہے اور پورا روپیہ نہیں دیتا ہے ہزار ہا روپیہ لوگوں کا مار رکھا ہے عام لوگ نالاں ہیں اور سخت ظلم یہ ہے کہ جن بندگانِ خدا کو اپنی مرضی کے خلاف پاتا ہے تو اپنے میل کے دس پانچ اشخاص جمع کرکے چاہے جس کا کاروبار بازار نکاح شادی برادری سے خارج کرکے سب بند کردیتا ہے کہ جو باعث اشد ایذا رسانی و آبروریزی بدنامی تنگی گرسنگی ہتک حرمت کا ہوتا ہے چونکہ جس شخص کا جو پیشہ ہوتا ہے وُہ اپنے گزر اوقات اُس پیشہ سے کرتا ہے جب پیشہ بند ہوجاتا ہے تو وہ مظلوم مع اپنے متعلقین کے فاقہ کشی کرکے تباہ و برباد ہوجاتا ہے حالانکہ تمام برادری کے لوگ اس سے نالاں ہیں لیکن بخوف دم نہیں مارتے خاموش ہیں اس لئے کہ سوال یہ ہے کہ:

(۱) یہ کہ ایسا شخص ظالم جابر جہول بحکمِ خدا و رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس کس سزا کا سزاوار ہے؟

(۲) یہ کہ جابر ظالم کے مددگاران کہ جن کے زورِ ظلم ظالم کرتا ہے کس کس حکم کے لائق ہیں؟

(۳) دیگر اہل برادری ایمان داران کو ظالم جابر کا ناحق ماننا چاہئے یا اُس کا حکم بجرم زنا و شراب خوری جبر و ظلم کے اُس کو برادری اسلام سے خارج کرنا اور اس سے سلام میل جول خورد نوش لین دین ترک کرنا واجب تھا یا کیا اور اُس کے ساتھی و مددگاران کو ظالم سے توبہ کرکے حقارت واجب ہے یا کیا؟

(۴) جو لوگ فتوٰی سُن کر عمل نہ کریں ضد و ہٹ کریں مظلوم کی دادرسی نہ کریں حکمِ ظالم کو خدا اور رسول پر ترجیح دیں ان کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) جس شخص میں امور مذکورۂ سوال ہوں وہ مستحقِ عذابِ نار و غضبِ جبار و لعنتِ پروردگار ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، وہ اللہ و رسول کو ایذا دیتا ہے اور اللہ و رسول کا ایذا دینے والا فلاح نہیں پاتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات باب المعاریض الخ دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۹۹

ان الذین فتنوا المؤمنین و المؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم و لھم عذاب الحریق[۱]

بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں عورتوں کو فتنے میں ڈالا پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور اُن کے لئے آگ کا عذاب۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[۲]

جس نے ناحق کسی مسلمان کو ایذا دی بیشک اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزّوجل کو ایذا دی۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[۳]

سُنتا ہے اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ[۴]

ظلم اندھیریاں ہے قیامت کے دن۔

واللہ تعالٰے اعلم۔

(۲) ظلم کے مددگار ظالم ہیں اور اُس سے بڑھ کر عذاب و غضب و لعنت کے سزاوار۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا تعاونوا علی الاثم والعدوان[۵]

تم پر حرام ہے کہ گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایکدوسرے کی مدد کرو۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینہ و ھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام

جو دیدہ و دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اُسے مدد دینے چلا وہ اسلام سے نکل گیا (اس کو

---

۱ القرآن الکریم ۸۵/۱۰

۲ المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳

۳ القرآن الکریم ۱۱/۱۸

۴ صحیح البخاری کتاب المظالم باب الظلم ظلمات یوم القیمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۱

۵ القرآن الکریم ۵/۲

رواہ الطبرانی[1] فی المعجم الکبیر و الضیاء فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ و اللہ تعالٰی اعلم۔

طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیائ نے صحیح المختارہ میں اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

(۳) ہاں مددگاروں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور اُس کی مدد سے جُدا ہوں، اللہ عزّوجل قرآن کریم میں کسی مسلمان کے ساتھ مسخرگی کرنے، اس پر طعن کرنے، اُس کا بُرا لقب رکھنے سے منع کرکے فرماتاہے:

ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظلمون[2] o جوان باتوں سے توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

ان باتوں کو افعال مذکورہ سوال سے کیا نسبت، جوان میں مدد سے توبہ نہ کریں کیسے سخت درجے کے ظالم ہوں گے۔ اہلِ برادری یا کسی مسلمان کو ظالم کا حکم اس کے ظلموں میں ماننا جائز نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[3] اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔

اور ظالم باز نہ آئے تو مسلمانوں کو چاہئے اُسے برادری سے نکال دیں اُس سے میل جول چھوڑ دیں اس کے پاس نہ بیٹھیں کہ اس کی آگ انہیں بھی نہ پھونک دے۔ اور فرماتاہے اللہ تبارک و تعالٰی:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین[4] واللہ تعالٰی اعلم

اگر تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

(۴) جو مظلوم کی دادرسی پر قادر ہو اور نہ کرے تو اس کے لئے ذلّت کا عذاب ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اغتیب عندہ اخوہ المسلم فلم ینصرہ وھو یستطیع نصرہ اذلہ اللہ تعالٰی فی الدنیا والاٰخرۃ۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی

جس کے سامنے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور یہ اُس کی مدد پر قادر ہو اور نہ کرے اللہ تعالٰی اسے دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل کریگا۔ اس کو

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۲۲۷
[2] القرآن الکریم ۴۹/۱۱
[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۳/۱۲۳
[4] القرآن الکریم ۶/۶۸

ذم الغیبۃ وابن عدی فی الکامل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

محدث ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

اور حکم سُن کر گناہ پر ہٹ کرنا استحقاق عذاب نار ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ولبئس المھاد۔[2]

جب اس سے کہا جائے اللہ سے ڈر تو اسے گناہ کی ضد چڑھے ایسے کو جہنم کافی ہے اور کیا بُرا ٹھکانا۔

ابلیس کی پیروی سے حکمِ خدا و رسول پر نہ چلنا اور ظالم کے حکم پر چلنا گناہ ہے کبیرہ ہے استحقاق جہنم ہے مگر کوئی مسلمان کیسا ہی فاسق فاجر ہو یہ خیال نہیں کرتا کہ اللہ و رسول کے حکم پر اس کے حکم کو ترجیح ہے ایسا سمجھے تو آپ ہی کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۱ ازنا تھ دوارہ ریاست اودے پور ملک میواڑ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو قطع رحم اپنی اولاد سے رکھنا اس کی بیماری میں اس کی عیادت و نان نفقہ کی خبر و علاج و معالجہ کی تدبیر کرنا اور بعد مرجانے کے سامان تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہونا اور کفن وغیرہ غیر شخص کا اللہ نام دینا حتی المقدور اپنے پاس ہوتے ہوئے یہ برتاؤ اپنی اولاد کے ساتھ کرنا ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے چونکہ یہ شخص علمِ فقہ و حدیث سے بھی واقفیت رکھتے ہیں اور پند و وعظ کو بھی لوگوں کو کہا کرتے ہیں مگر اپنا عمل خلافِ شرع آتا ہے ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ اس کا جواب باصواب مع حدیث فقہ و آیتِ کلام کے تحریر فرمائیں خدا تعالٰی آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب

اگر اس کا نفقہ شرعاً باپ پر لازم تھا مثلاً نابالغ بچہ یا لڑکی جس کی شادی نہ ہوئی یا جوان لڑکا کہ کچھ کمانے پر قادر نہیں اُس کو نفقہ نہ دیا تو سخت شدید گناہ میں مبتلا ہے، اور اگر شرعاً اس کا نفقہ باپ پر

[1] ذم الغیبۃ مع موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا حدیث ۱۰۸ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ ۲/ ۱۰۰
الکامل لابن عدی ترجمہ ابان بن ابی عیاش دار الفکر بیروت ۱/ ۳۷۷
المطالب العالیۃ باب الزجر عن الاستطاعۃ فی عرض المسلم حدیث ۲۷۰۶ عباس احمد البانی مکۃ المکرمۃ ۲/ ۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۶

نہ تھا مثلاً لڑکی کہ شوہر والی یا جوان لڑکا کمائی پر قادر ہے تو اُسے نفقہ نہ دینے میں کچھ گناہ نہیں اور علاج و دوا تو کسی پر واجب نہیں خود اپنی واجب نہیں اور اولاد اگر عقوق کرے اور باز نہ آئے یا معاذ اللہ بدمذہب ہو جائے اور باپ اُسے چھوڑ دے تو یہ قطع رحم اُس کی اولاد کی طرف سے ہے باپ کی طرف سے نہیں، وبال اولاد پر ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے ایک لفظ کے سبب اپنے ایک صاحبزادے سے عمر بھر کلام نہ فرمایا حضرت مولوی معنوی قدس سرہ شریف کے ایک صاحبزادہ نے حضرت شمس تبریز قدس سرہ العزیز کی شان میں گستاخی کی اُن کے مرنے پر مولوی بیٹے کے جنازے میں شریک نہ ہوئے۔ ہاں اگر اولاد کا قصور نہیں تو باپ پر قطع رحم کا وبال عظیم ہے، کفن نہ دینے کی وہی دو صورتیں ہیں جو نفقہ میں تھیں، اگر اس کا نفقہ باپ پر تھا اور اس نے کفن نہ دیا گنا ہگار ہوا اور نہ تھا تو کفن نہ دینے کا کچھ الزام نہیں۔

مسئلہ ۱۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ چھدہ کی بیوی کو اس کے خسر نے روک رکھا ہے اور باوجود تمام اہل محلہ کے کہنے پر اور خدا و رسول کا واسطہ دینے پر بھی روانہ نہیں کرتا اور تمام اہل محلہ نے اس امر کا بھی اطمینان دلایا کہ تیری بیٹی کو اگر کسی قسم کی تکلیف ہوگی تو اہل محلہ ذمہ دار ہیں۔ پس جو شخص اہل محلہ کے کہنے کو اور خدا اور رسول کا واسطہ دینے کو نہ مانے اس کے بارے میں شریعت نبوی کا کیا حکم ہے آیا اس سے تمامی کا میل جول جائز ہے یا ناجائز؟ صاف ارشاد فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل کوئی وجہ نہیں لکھتا کہ اس نے کیوں روک رکھا، اگر واقع میں اس کی کوئی وجہ شرع ہو تو اس پر کچھ الزام نہیں، نہ محلہ والوں کی ضمانت ماننا اسے ضرور، اور واسطہ اُن باتوں میں ہوتا ہے جن میں ضرر نہ ہو اور دوسرے کی ضرر کی بات پر واسطہ دیا جائے تو وہ واسطہ دینے والا گنہگار ہوتا ہے، ہاں اگر کوئی وجہ شرعی رکنے کی نہیں محض بلاوجہ روکا تو وہ روکنا ہی ظلم، پھر وہ واسطہ نہ ماننا دوسرا ظلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳ از شہر محلہ گلاب نگر مسئولہ خدا بخش صاحب رضوی صندوق ساز ۲۸ رجب ۱۳۳۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص زید کو تکلیف دیتا رہتا ہے اور تکلیف دینے پر آمادہ ہے ہر طریق سے تعویذ یا جادو وغیرہا سے، اور زید اب تک خاموش ہے اور سب تکالیف سہہ رہا ہے، ایک دو شخص سے معلوم ہوا ہے کہ وہ اب جان لینے پر آمادہ ہے، قصہ یہ ہے کہ زید کا مکان ہے وہ یہ کہتا ہے کہ مکان مجھ کو مل جائے اور اس کی دلی منشا یہی ہے۔ زید کا ذاتی مکان ہے بلا وجہ مانگتا ہے

اب زید متحمل نہیں ہوسکا اب زید بھی یہ چاہتا ہے کہ میں ہر طریق سے اس کو تکلیف رسا ہوں شریعت کہاں تک حکم دیتی ہے؟

الجواب

ایذا رسانی کے ارادے پر ایذا نہیں دے سکتا اپنے بچاؤ کی تدبیر کرسکتا ہے جب تک کہ اُس کا عزم ایسا نہ ثابت ہو کہ بے ایذا دئے اپنا بچاؤ نہ ہو سکے گا تو اُس وقت صرف اتنی بات جس میں اپنا بچاؤ ہو سکے کرسکتا ہے اور جو ایذا اس نے پہنچائی ہے اس کا عوض اُتنا ہی لے سکتا ہے اس سے زیادہ کرے تو اس کا ظلم ہوگا اور اگر صبر کرے تو بہت بہتر۔ واللہ تعالٰی اعلم

جھوٹ وغیبت و بدعہدی وغیرہ

مسئلہ ۱۲۲ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، زید اور عمرو نے مال بشراکت خرید کیا پھر زید نے عمرو سے کہا تم اس کو لو یا مجھے دو۔ زید نے نفع دے کر لے لیا عمرو سے۔ عمرو نے پھر کہا زید سے تم نے بدعہدی کی یعنی شرکت نہیں کی۔ آیا یہ بدعہدی ہے یا نہیں؟

الجواب

جبکہ عمرو خود قطعِ شرکت پر راضی ہوگیا اور نفع لے کر مال دے دیا تو زید کے ذمہ کوئی الزام بدعہدی کا نہیں بلکہ جو شخص کسی سے ایک امر کا وعدہ کرے اور اس وقت اس کی نیت میں فریب نہ ہو بعد کو اس میں کوئی حرج ظاہر ہوا اور اس وجہ سے اس امر کو ترک کرے تو اس پر بھی خلافِ وعدہ کا الزام نہیں۔ حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان یفی ولکن الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان لا یفی[1]۔

یہ بدعہدی نہیں کہ آدمی (کسی شخص سے) وعدہ کرے اور نیت اسے پورا کرنے کی ہو اور پورا نہ کر سکے، بلکہ بدعہدی یہ ہے کہ آدمی وعدہ کرے اور اسے پُورا کرنے کا سرے سے ارادہ ہی نہ ہو۔

رواه ابویعلٰی فی مسندہ عن زید بن ارقم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

(ابویعلٰی نے اپنی مسند میں سندِ حسن کے ساتھ زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از شہر کہنہ مرسلہ برکت اللہ خاں صاحب ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہادیانِ متین اس مسئلہ میں کہ زید کے حقیت تعدادی ۳ بسوہ جس کی قیمت تخمیناً دوہزار روپے کے تھی بعوض مبلغ دوسوبیس روپئے بابت قرضہ بقال خود ذمہ زید تھا نیلام ہوئی چونکہ بکر ایک زبردست اور متمول تھا اس نے بلااطلاع زید کے نیلام حسب قاعدہ انگریزی خرید لیا زید کو بسبب خوف آبرو قوتِ مقابلہ نہ تھی اور بکر نے بزعم زبردستی بجز اس قبضے کے جو از روئے نیلام حاصل ہوا تھا اور کوئی کارروائی مثل داخل خارج وغیرہ نہ کرائی اس لئے نام زید کا کاغذات انگریزی میں بدستور ہے، پس اس صورت میں زید کو اپنے قبضہ کی چارہ جوئی بمقتضائے مصلحت از روئے دروغ گوئی کہ جس سے زید کو اپنا حق پانے کی قوی امید ہے جائز ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ زید کو زرنیلام اس وقت بکر کو دینا چاہئے یا جو کچھ بکر نے اس وقت اس جائداد سے تحصیل کیا ہے اس میں محسوب ہونا چاہئے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

اپنا حق مُردہ زندہ کرنے کے لئے پہلو دار بات کہنا کہ جس کا ظاہر دروغ ہو اور واقعی میں اس کے سچے معنے مراد ہوں اگرچہ سُننے والا کچھ سمجھے بلاشبہہ باتفاق علمائے دین جائز اور احادیثِ صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے جبکہ وہ حق بے اس طریقے کے ملنا میسر نہ ہو، ورنہ یہ بھی جائز نہیں، پہلو دار بات یوں کہ مثلاً ظالم نے ظلماً اس کی کسی چیز پر قبضہ مخالفانہ اُس مدت تک رکھا جس کے باعث انگریزی قانون میں تمادی عارض ہو کر حق ناحق ہوجاتا ہے مگر مخالف کے پاس اپنے قبضہ کا کاغذی ثبوت نہیں اس کے بیان پر رکھا گیا اگر یہ اقرار کئے دیتا ہے کہ واقعی مثلاً بارہ برس سے میرا قبضہ نہیں تو حق جاتا اور ظالم فتح پاتا ہے، لہذا یُوں کہنے کی اجازت ہے کہ ہاں میرا قبضہ رہا ہے یعنی زمانہ گزشتہ میں، اور زیادہ تصریح چاہی جائے تو یوں کہہ سکتا ہے کہ "آج تک میرا قبضہ چلا آیا" اور نیت میں لفظ "آیا" کو کلمۂ استفہام لے جیسے کہتے ہیں آیا یہ بات حق ہے یعنی کیا یہ بات حق ہے، تو استفہام انکاری کے طور پر اُس کلمے کا یہ مطلب ہوا کہ کیا آج تک میرا قبضہ چلا یعنی ایسا نہ ہوا بلکہ میرا قبضہ منقطع ہو کر مخالف کا قبضہ چلا یعنی ایسا نہ ہوا بلکہ میرا قبضہ منقطع ہو کر مخالف کا قبضہ ہوگیا یا یوں کہے "کل تک برابر میرا قبضہ رہا آج کا حال نہیں

معلوم کہ کچہری کیا حکم دے۔" اور لفظ "کل" سے زمانۂ قریب مراد لے جیسے نوجوان لڑکے کو کہتے ہیں کل کا بچہ، حالانکہ اُس کی عمر بیس بائیس سال کی ہے، اسی معنیٰ پر قیامت کو "روزِ فردا" کہتے ہیں کل آنے والی ہے یعنی بہت نزدیک ہے۔ یا مخالف کے قبضے کی نسبت سوال ہو تو کہے "اس کا قبضہ کبھی نہ تھا" یا "کبھی نہ ہوا" اور مراد یہ لے کہ کبھی وہ وقت بھی تھا کہ اس کا قبضہ نہ تھا۔ زیادہ تصریح درکار ہو تو کہے "اس کا قبضہ اصلاً کسی وقت ایک آن کو نہ ہوا نہ ہے" اور معنی یہ لے کہ حقیقی قبضہ ہر شے پر اللہ عزوجل کا ہے دوسرے کا قبضہ ہو نہیں سکتا، غرض جو شخص تصرفات الفاظ و معانی سے آگاہ ہے سَو پہلو نکال سکتا ہے، مگر ان کا جواز بھی صرف اسی حالت میں ہے جب یہ واقعی مظلوم ہے اور بغیر ایسی پہلو دار بات کے ظلم سے نجات نہیں مل سکتی ورنہ اوپر مذکور ہُوا کہ یہ بھی ہرگز جائز نہیں۔ اب رہی یہ صورت کہ جہاں پہلو دار بات سے بھی کام نہ چلے وہاں صریح کذب بھی دفع ظلم و احیائے حق کے لئے جائز ہے اس بارے میں کلماتِ علما مختلف ہیں، بہت روایات سے اجازت نکلتی ہے اور بہت اکابر نے منع کی تصریح فرمائی ہے حق الوسع احتیاط اُس سے اجتناب میں ہے اور شاید قولِ فیصل یہ ہو کہ اس ظلم کی شدت اور کذب کی مصیبت کو عقلِ سلیم و دینِ قویم کی میزان میں تولے جدھر کا پلّہ غالب پائے اُس سے احتراز کرے مثلاً اس کا ذریعہ رزق تمام و کمال کسی ظالم نے چھین لیا اب اگر نہ لے تو یہ اور اس کے اہل و عیال سب فاقے مریں اور وُہ بے کذب صریح نہیں مل سکتا تو اس ناقابل برداشت ظلم اشد کے دفع کو اُمید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی اجازت ہو اور اگر کسی مالدار شخص کے سَو دو سو روپے کسی نے دبالئے تو اس کے لئے صریح جھوٹ کی اجازت اُسے نہ ہونی چاہیے کہ جھُوٹ کا فساد زیادہ ہے اور اتنے ظلم کا تحمل اس مالدار پر ایسا گراں نہیں حدیث سے ثابت اور فقہ کا قاعدۂ مقررہ بلکہ عقل و نقل کا ضابطہ کلیہ ہے کہ من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما[1] جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو ان میں جو آسان ہے اسے اختیار کرے۔ ھذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی (یہ وُہ کچھ ہے جو میرے پاس تھا اور حق کا پورا پورا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے۔ ت) درمختار میں ہے: 23

الکذب مباح لاحیاء حقہ ودفع الظلم عن نفسہ والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وھو الحق قال تعالٰی قتل الخرّاصون	جھُوٹ حرام ہے اور یہی حق ہے البتہ اپنے حق کے اظہار اور احیاء کے لئے یا اپنی ذات کو ظلم ونقصان سے بچانے کے لئے جھوٹ سے کام لینا مباح ہے بشرطیکہ جھوٹ بصورت تعریض یعنی اشارہ کنایہ یا ذو معانی الفاظ میں ہو اس لئے

23
23

الکل عن المجتبی وفی الوهبانیة قال[۵]
وللصلح جاز الکذب اودفع ظالم
واهل لترضی والقتال لیظفروا[۱]

کہ صریح جھوٹ حرام ہے۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے مارے جائیں اٹکل پچّو سے کام لینے والے۔ یہ سب "المجتبٰی" سے منقول ہے، اور وہبانیہ میں فرمایا: صلح یا دفع ظلم کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے بیوی کی رضاجوئی کے لئے اور جنگ میں حوصلہ افزائی کے لئے بھی جھوٹ بولنا مباح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقه کالشفیع یعلم بالبیع باللیل فاذا اصبح یشهد ویقول علمت الاٰن وکذا الصغیرة تبلغ فی اللیل وتختار نفسها من الزوج وتقول رأیت الدم الاٰن واعلم ان الکذب قد یباح وقد یجب والضابط فیه کما فی تبیین المحارم وغیرہ عن الاحیاء ان کل مقصود محمود یمکن التوصل الیه بالصدق والکذب جمیعا فالکذب فیه حرام وان امکن التوصل الیه بالکذب وحدہ فمباح ان ابیح تحصیل ذٰلك المقصود وواجب ان وجب کما لو رأی معصوما اختفی من ظالم یرید قتله او ایذاءہ فالکذب هنا

اپنا حق ثابت کرنے کے لئے جھوٹ بولنا مباح ہے جیسے شفعہ کرنے والے کو بیع کا علم رات کو ہوا تھا صبح کے وقت یہ گواہی دے کہ مجھے ابھی ابھی سودے کے بارے میں علم ہوا ہے، اسی طرح نابالغہ لڑکی رات کو بالغ ہوئی اور اس نے شوہر سے صبح یہ کہا کہ میں نے ابھی ابھی خونِ حیض دیکھا ہے۔ جان لیجئے کہ جھوٹ کبھی مباح اور کبھی واجب ہوتا ہے اس میں ضابطہ جیسا کہ تبیین المحارم وغیرہ میں احیاء العلوم کے حوالے سے مذکور ہے کہ ہر اچھا مطلوب کہ جس تک صدق و کذب دونوں کے ذریعے رسائی ہوسکے تو اس صورت میں جھوٹ بولنا حرام ہے اور ہر اچھا مطلوب جس تک رسائی صرف کذب کے ذریعے ہوسکے تو جھوٹ بولنا مباح ہے جبکہ اس مطلوب کو حاصل کرنا مباح ہو اور اگر مطلوب حاصل کرنا واجب ہو تو پھر جھوٹ بولنا واجب ہے جیسا کہ بے گناہ (معصوم) کو دیکھے جو کسی ایسے ظالم سے روپوش ہو رہا ہے جو اسے مار ڈالنے یا ایذا پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہو تو ایسی صورت میں

۱؎ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۴

واجب وكذا لو سأله عن وديعة يريد اخذها يجب انكارها ومهما كان لايتم مقصود حرب او اصلاح ذات البين او استمالة قلب المجني عليه الا بالكذب فيباح ولو سأله سلطان عن فاحشة وقعت منه سرا كزنا او شرب فله ان يقول ما فعلته لان اظهارها فاحشة اخرى وله ايضا ان ينكر سر اخيه وينبغي ان يقابل مفسدة الكذب المفسدة المترتبة على الصدق فان كانت مفسدة الصدق اشد فله الكذب وان بالعكس او شك حرم وان تعلق بنفسه استحب ان لايكذب وان تعلق بغيره لم تجز المسامحة بحق غيره والحزم تركه حيث ابيح۔[1]

(اس مظلوم کو بچانے کے لئے) جھوٹ بولنا اور یہ کہنا کہ میں نے اسے نہیں دیکھا یا مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں، واجب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ظالم کسی کی امانت کے متعلق پوچھے جس کے لینے کا وہ ارادہ رکھتا ہو تو اس امانت کے بارے میں لاعلمی کا اظہار اور انکار کردینا ضروری یعنی واجب ہے حاصل یہ کہ جب کوئی مقصود ومطلوب بغیر جھوٹ کے پورا نہ ہو اس صورت میں جھوٹ بولنا مباح ہے خواہ اس کا تعلق جنگ سے ہو یا مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے سے ہو یا جس کا نقصان ہوا ہو اس کی دلجوئی کے لئے ہو اور اگر بادشاہِ وقت اس سے ایسے گناہ کے بارے میں دریافت کرے جو اس سے درپردہ سرزد ہوا ہو جیسے بدکاری، شراب نوشی وغیرہ تو اس کے لئے روا ہے کہ صاف کہہ دے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا کیونکہ اس کا ظاہر کرنا دوسرا گناہ ہے اور اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ کسی اور مسلمان بھائی کے بارے میں دریافت کئے پر بھائی کا بھید ظاہر کرنے سے انکار کردے، اور مناسب ہے کہ آدمی جھوٹ کے فساد کا سچائی کے نتیجے سے تقابل کرے۔ اگر سچائی سے فساد کا اندیشہ ہو تو جھوٹ اختیار کرے اور معاملہ اس کے برعکس ہو یا ترجیح دینے میں شک ہو تو ایسی صورت میں جھوٹ کہنا حرام ہے اور اگر اس کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہو تو جھوٹ نہ بولنا مستحب ہے، اور اگر کسی دوسرے سے تعلق ہو تو دوسرے کے حق میں چشم پوشی سے کام لینا یا صرفِ نظر کرنا جائز نہیں ہے اور ہوشیاری چشم پوشی نہ کرنے میں ہے کیونکہ یہ مباح ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲: از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ شیر محمد خاں صاحب ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ

کسی امر کا وعدہ مستحکم حلف شرعی محمدیہ سے کرے اسکے خلاف کرنا کیسا ہے؟

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۴

الجواب

اگر وہ امر واجب و فرض تھا تو اس وعدہ کا خلاف کرنا حرام و ناجائز ہے اور اگر وہ امر ناجائز و حرام تھا جیسے کسی نے شراب پینے کا بحلف مستحکم وعدہ بحلف کیا تو اس کا خلاف کرنا فرض و واجب ہے اور اگر وہ مباح امر تھا اور کوئی عذر پیش آیا تو خلاف وعدہ جائز ہے اور بلا عذر ناپسند ہے ہاں وعدہ کرتے وقت ہی دل میں تھا کہ پورا نہ کرے گا تو ایسا وعدہ کرنا بھی حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

لیس الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان یفی ولکن الخلف ان یعد الرجل ومن نیتہ ان لایفی۔ رواہ ابویعلٰی فی مسندہ[1] عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کہ آدمی کسی سے وعدہ کرے اور اس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ اسے پورا کرے، لیکن خلاف ورزی یہ ہے کہ آدمی کسی سے وعدہ کرے اور نیت یہ ہو کہ وہ اسے پورا نہ کریگا۔ اسکو ابویعلٰی نے اپنی مسند میں زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حوالے سے بسندِ حسن اس کو روایت کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۷

خود جھوٹ بولنا اور دوسرے شخص کو مجبور کرکے جھوٹ بلوانا کیسا گناہ ہے؟

الجواب

بلا ضرورت شرعی جھوٹ بولنا اور بلوانا کبیرہ گناہ ہے،

قال اللہ تعالٰی قتل الخراصون[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: مارے جائیں وہ لوگ جو اٹکل پچو سے باتیں بنانے والے ہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۸

مسئولہ محمد قاسم کھوکھر از دبا مونگی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ پنجاب بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ جو مقتدی اپنے امام کی نیک نامی کو گزند پہنچانے کی غرض سے بچشم حقارت عوام الناس میں اس کی توہین و ہجو کرے حالانکہ اس کو سابقہ کئی

---

[1] کنز العمال برمز ع عن زید بن ارقم حدیث ۶۸۷۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۳۴۷

[2] القرآن الکریم ۵۱/۱۰

دفعہ فہمائش بھی کی گئی ہے مگر وہ اپنے ارادہ سے باز نہیں آتا ہے ایسے شخص کے حق میں ازروئے شرع شریف بطور تنبیہ سوائے توبہ کے کچھ کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا اور کس قدر۔ سابقہ ازیں اس شخص نے ایک شرعی معاملہ میں ناجائز امداد دینے پر کفارہ بھی ادا کیا ہوا ہے، جواب اس کا تفصیل مع اپنے دستخط و مہر ثبت تحریر فرمادیں اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ والسلام

الجواب

جو الزام وہ امام پر رکھتا ہے اگر جھوٹا ہے تو مفتری ہے اور سخت عذاب کا مستحق صحیح حدیث میں ہے جو کسی مسلمان پر جھوٹا الزام رکھے وہ سخت بدبو اور سخت گرم پیپ جو دوزخیوں کے بدن سے بہہ کر مثل دریا کے ہوجائے گا اُس میں ڈالا جائے گا اور حکم دیا جائیگا کہ اسی میں رہ جب تک کہ اپنے کہے ہوئے کا ثبوت نہ دے اور کہاں سے دے سکے گا جبکہ جھوٹی بات ہے اور اگر الزام سچا ہے مگر امام میں وہ عیب خفیہ ہے جسے وہ چھپاتا ہے اور ظاہر نہیں کرنا چاہتا یہ اُس پر مطلع ہوگیا اور اُسے شائع کرتا ہے تو تین گناہوں کا مرتکب ہے اشاعت فاحشہ ایک اور امام کے پس پشت کہا تو غیبت جسے صحیح حدیث میں فرمایا:

الغیبۃ اشد من الزنا۔[1] غیبت زنا سے سخت تر ہے۔

اور جو امام کے بررو کہا تو یہ ایذائے مسلم ہے اور صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی (طبرانی نے اوسط میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن اسے روایت کیا۔ ت)

اُس پر توبہ فرض ہے اور امام سے معافی چاہنا اور اُسے راضی کرنا بھی کہ حق العبد ہے مگر اس کے سوا کوئی مالی کفارہ وغیرہ کچھ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۶: از ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسئولہ حافظ الیس محبوب بھوساول ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

زید ایک دوسرے کی غیبت کرے تو اُس کو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

---

[1] شعب الایمان حدیث ۶۷۴۱ و ۶۷۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/۳۰۶
مجمع الزوائد باب ماجاء فی الغیبۃ الخ دارالکتاب بیروت ۸/۹۱
[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

الجواب

غیبت حرام ہے مگر مواضع استثناء میں، مثلاً فاسق کی غیبت اس کے فسق میں جائز ہے، حدیث میں فرمایا: لاغیبۃ لفاسق[1] (اگر فاسق کی غیبت کی جائے تو وہ غیبت نہیں۔ ت) اور بد مذہب کی برائیاں بیان کرنا بہت ضرور ہے حدیث میں ہے:

اترعوون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس[2]

کیا تم بدکار کا ذکر کرنے سے گھبراتے ہو تو پھر کب لوگ اسے پہچانیں گے، لہذا بدکار میں جو کچھ نقائص اور خرابیاں ہیں انھیں بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ (ت)

ہاں جس کی غیبت جائز نہیں وہ سخت کبیرہ، حدیث میں فرمایا: الغیبۃ اشد من الزنا[3] (غیبت زنا کرنے سے بدتر ہے۔ ت) اُسے سمجھانا چاہیے تو بہ لینا چاہیے، نہ مانے تو اُسے چھوڑ دینا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۳۰۸۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۲۴

[2] تاریخ بغداد ترجمہ ۳۴۹ محمد بن احمد الرواطی دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۳۸۲

نوادر الاصول للترمذی الاصل السادس والستون والمائۃ دار صادر " ص ۲۱۳

[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب حفظ اللسان والغیبۃ الفصل الثالث مجتبائی دہلی ص ۴۱۵

شعب الایمان حدیث ۶۷۴۱ و ۶۷۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۰۶

دعوٰی و قضاء و شہادۃ

مسئلہ ۱۳۰ تا ۱۳۵: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ صاحبزادہ گرامی قدر مولوی سید محمد میاں صاحب زیدت برکاتہم ۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا حکم ہے بروئے شرع مطہر مطابق مذہب حنفی مسائل ذیل میں:

(۱) وہ کچہریاں اور وہ حکام جو اپنے فیصلوں اور کارروائی متعلقہ مثل گواہی گواہان وغیرہ میں پابندی شریعتِ محمدیہ ملحوظ نہیں رکھتے بلکہ خود ساختہ قواعد پر عمل درآمد کرتے ہیں اگر اتفاق سے کوئی امر شریعت حقہ کے مطابق ہوجائے یہ اور بات ہے ایسی کچہریوں اور ایسے حکاموں کو بالخصوص جبکہ وہ کفار کی ہوں اور وہ حاکم بھی کفار سے ہو عدالت اور حاکم کو عادل یا منصف اور اُن کارروائیوں کو فیصلوں کو عادلانہ اور منصفانہ کہنا آیا یہ شرعاً کفر ہے یا کیا؟

(۲) بیانِ دعوی وجوابِ دعوٰی وامثالہا جن میں آج کل کے پیروکار ووکلا قانونی اپنے حسبِ عادت ایسے الفاظ استعمال کرتے اور پھر ان کی تصدیق وتسلیم فریقین سے ایسے الفاظ سے کراتے ہیں کہ یہ عرضی دعوٰی وغیرہ ہم کو تسلیم اور ہمارے نزدیک اور علم میں کل مضمون مندرجہ عرضی دعوی ہذا صحیح ہے بلکہ بعض دفعہ لفظ لفظ صحیح بھی کہلواتے لکھاتے ہیں اب بعض فریقین تو وہ ہیں جو ان الفاظ کی موجودگی پر مطلع پھر ان کو سُن بھی لیا ہو جب بھی توجہ ان کی نفس مطلب سے زائد ہونے کی وجہ سے ان پر کچھ لحاظ نہیں کرتے غافلانہ کبھی عرضی دعوی وغیرہ کو تسلیم کرتے ہیں بعض وہ ہیں جو ان الفاظ کو بُرا جانتے تسلیم نہیں کرتے ہیں مگر

چونکہ اب عادت عام ہے لہٰذا لکھ وہ بھی دیتے ہیں کہ یہ سب عرضی دعوٰی وغیرہ ہم کو تسلیم ہے یا اور جیسے پیروکار کہتا ہے ویسے بھی لکھ دیتے ہیں اب ان میں سے ہر ہر کا کیا حکم ہے اگر فریق آخر الذکر لفظ سب بلکہ تاکیداً الفظ لفظ بھی تسلیم ہونا لکھ دیں مگر یہ نیت کرے کہ نفس بیان دعوی جو اس عرضی دعوی میں ہے وہ تسلیم ہے نہ اس کے الفاظِ قبیحہ نفس مطلب پر زائد تو کیا حکم ہے ؟

(۳) بعض کاغذات ایسے ہوتے ہیں جن میں حکومت کی جانب سے یہ الفاظ لکھے ہوتے ہیں اور اُن کی تصدیق و تسلیم منجانب حکومت چاہی جاتی ہے یا فریقین کو اپنے اپنے کاموں میں ان کو جاری کرانے کی ضرورت پڑتی ہے جیسے سمن وغیرہ یا حاکم خود ایسا جملہ کہلواتا ہے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں ایسی حالت میں ان تصدیق کرنے والوں سمن اجرا کرنے والوں اور اُن الفاظ کہنے والوں کا کیا حکم ہے اور انھیں کیا زیبا ہے ؟

(۴) پیروکار قانونی اپنی بحثوں میں حسبِ عادت خود بلا اجازت صریح مؤکلان ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور وہ بحث ہر پیروکار کے اپنے مؤکل کے حق میں حاکم کے یہاں مسلمہ مؤکل ہوتی ہے اور اگر مؤکل موجود ہوں تو اس پر ساکت ہی رہتے ہیں تو اگر وہ دل سے ان الفاظ مخصوصہ کو نہ تسلیم کریں یا ان سے غافل رہیں لحاظ ہی نہ کریں اور اصل مطلب کی بحث کو مانیں تو پیروکار کے ایسے الفاظ استعمال کرنے سے ان پر ان کے سکوت کی وجہ سے کوئی قباحت آتی ہے اگر ہاں تو پیروکار کہنے والے کے برابر یا کم زائد ؟

(۵) انگریزی جو کچہری بنام منصفی ہے عام طور پر اس کو منصفی اور اس کے حاکم کو منصف کہتے ہیں اور اس سے مراد وہی مخصوص کچہری اور اس کا حاکم ہوتا ہے انصاف کے اصل معنی سے نیت کا ذہن یہ کہتے وقت خالی ہوتا ہے اس صورت میں یہ اطلاق کیسا ہے ؟

(۶) اگر لفظ عدالت سے صرف کچہری حکومت مراد لیا جائے اور عادل منصف سے صرف حاکم تو ان الفاظ کا اطلاق کفار فجار پر صحیح ہوگا یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

سلطنت اگرچہ اسلامیہ ہو اور حاکم مسلم بلکہ خود سلطانِ اسلام او رحکم خلاف ما انزل اللّٰہ کرے اسے عادل کہنے کو ائمہ نے کفر بتایا۔ ہندیہ میں امام علم الہدٰی ابومنصور ماتریدی قدس سرہ سے ہے:

من قال لسلطان زماننا جس نے اپنے زمانے کو سلطان کو عادل

عادل فقد کفر[1] | کہا اس نے کفر کیا۔ (ت)

امام ممدوح اپنے وقت کے سلطانِ اسلام کی نسبت ایسا فرمارہے ہیں ان کے وصال کو ۱۰۰ برس ہوئے، کاغذ دعوٰی وجواب دعوٰی کی تصدیق سے تصدیقِ مضمون مراد ہوتی ہے اگرچہ یوہیں لکھا ہو کہ لفظ لفظ صحیح ہے اس کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کا کوئی ایجاب یا سلب خلافِ واقع نہیں تقویت اطلاقات الفاظ کی طرف اصلاً نظر نہیں ہوتی نہ وہ کسی طرح اس سے مفہوم ہو تو خود ان پر کسی صورت میں کچھ الزام نہیں سوا اس کے کہ سکوت علی المنکر ہو اور وقت قدرت وعدم فتنہ وجہل مرتکب ورجائے اجابت حرام والّا لا۔ شرطِ سوم کی مثال یہ ہے مثلاً داڑھی منڈانا، ہر مسلمان جانتا ہے کہ شرعاً حرام ہے، تو لازم نہیں کہ یہ داڑھی مُنڈے سے کہتے پھریے کہ یہ حرام ہے اسے چھوڑ دے، ہاں جو اپنے قابو کا ہو اس سے کہنا ضرور ہے، یہی صورت تصدیق کاغذات واجرا میں ہے کہ وہاں بھی تصویب اطلاق لفظ نہ مراد نہ مفہوم اور قدرت علی التغیر معدوم رہا ایسا جملہ کہلوانا اس سے بھی وہ مضمون ادا کرانا مقصود ہوتا ہے نہ کہ نقل باللفظ تو نقل بالمعنی میں وسعت عظیم جو باوصف قدرت تبدیل لفظ نہ کرے وہ ضرور مخالفتِ شرع کا مرتکب ہے اور اُس لفظ کے لائق حکم شرعی کا مستوجب مستحق ہوا یوں کار بھی اصل ادائے مطالب میں اُس کا وکیل ہے نہ کہ تعبیر ہر لفظ میں اور سکوت کا حکم گزرا بے اجتماع شرائط ربعہ جرم نہیں جو لفظ شرعاً ناجائز اور کسی شے کا مشتمل علم ہوگیا اس سے بطور علم بے ارادۂ اصل معنی وضع اول اخلاق اس جرم میں نہیں آسکتا جیسے جار عبد العزی الفاظ محرمہ اپنے اصل معنی سے تجرید کرکے کسی معنی جائز پر محمول بناکر بولنا بھی بلاضرورت ملجیہ حرام ہے کہ لفظ کا اطلاق ہی حرام تھا وہ موجود ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶: از سہارنپور مدرسہ مخزن العلوم محلہ لکھی دروازہ مسئولہ محمد اسحٰق ومحمود حسن ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قاضی شہر ترکِ موالات پر باوجود فرض ہونے مسئلہ مذکورہ کے عامل نہیں آنریری مجسٹریٹ بھی ہے خلافِ شرع انگریز قوانین کے مطابق مقدمات فیصل کرتا ہے مسلمانوں کی شکست پر موجودہ زمانے کی جنگ میں اعدائے اسلام کی خوشی کے جلسہ وجلوس میں شریک ہو بارہ سال سے مجرد ہو باوجود استطاعت نکاح نہ کرے اور سُود دیتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی حالت میں اس کو قاضی شہر تسلیم کیا جائے یا نہیں؟ اور اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۸۱

الجواب

خلافِ شرع مقدمہ فیصل کرنا حرام ہے، قرآن عظیم میں اس کے لئے تین لفظ ارشاد ہوئے، فٰسقون، ظٰلمون، کٰفرون۔ اور معاذ اللہ شکست اسلام پر اگر دل سے خوشی ہو کفر ورنہ فسق۔ سود دینا اگر سچی ضرورت ومجبوری وناچاری سے ہے حرج نہیں ورنہ وہ بھی فسق ہے۔ صحیح مسلم شریف میں :

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سُود دینے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر، اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔

ایسا شخص امام وقاضی بنانے کے لائق نہیں اگرچہ یہاں قاضی شہر نکاح خواں کو کہتے ہیں کہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم منع۔ تبیین الحقائق میں ہے :

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعاً۔[2]

اس لئے کہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین واجب ہے (ت)

ربا بارہ برس سے مجرد ہونا یہ کوئی ایسی وجہ نہیں جس پر جرمانہ مواخذہ کیا جائے۔ ترکِ موالات ہر کافر سے مطلقاً فرض ہے اور آج سے نہیں ہمیشہ سے فرض ہے یہود ونصارٰی ومجوس کی طرح بلکہ اُن سے بھی زائد ہنود سے بھی اتحاد وموافقت حرام قطعی ہے اور مجرد معاملت جائزہ کسی کافر اصلی سے اصلاً منع نہیں، اس کی تفصیل ہماری کتاب المحجۃ المؤتمنۃ عـہ میں ہے۔ حکم شرعی کو الٹ دینا اور اسے حکم شرعی ٹھہرانا دوہرا جرم اور سخت ابتداع فی الدین ہے واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم[3] (اور اللہ تعالٰی جس کو چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۷: از یوناور علاقہ پران ملک مالوہ مسئولہ قاسم علی ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قاضی تارک نماز پنجگانہ رنڈیوں کو اپنے گھر نچوائیں

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۳۴

[3] القرآن الکریم ۲/۲۱۳

عـہ کتاب المحجۃ المؤتمنہ فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد ۱۴ صفحہ ۴۱۹ پر مرقوم ہے۔

لوگوں کو جمع کرکے، گویا اعلان کے ساتھ بلوا کے شریکِ معصیت کریں، کیا ایسے کام کی اجازت ہے؟ اور ایسا شخص مسلمانوں کا قاضی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

شرع مطہر میں ایسے ناپاک کام سخت حرام ہیں اور ایسا فاسق فاجر مرتکب کبائر قاضی بنانے کے لائق نہیں، اسے قاضی بنانا حرام ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

فان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا[1]
چونکہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے جبکہ شریعت میں لوگوں پر اسکی توہین و تذلیل واجب ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب فی الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ بولاق مصر ۱/۱۳۴

حُسنِ سلوک وحقوق العباد

ہدایا وتحائف وغیرہ کا لین دین

مسئلہ ۱۳۸: از اٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظم کلکٹری اٹاوہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں: اکثر عورات طوائف اپنے باغ کی پیداواری میں سے کبھی کبھی کچھ ترکاری یا پودینہ یا اور پھلوں میں سے اور کبھی شیرینی گلگلے کھجڑا وغیرہ بطور ہدیہ وتحفہ کے بھیجا کرتی ہیں اُن کا لینا عام مسلمانوں کو یا اس کے طبیب معالج کو شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

رنڈیوں کے مال پانچ قسم ہیں:

ایک وہ چیز جو انھیں کسی فعل حرام مثلاً زنا یا غنا یا رقص کی اجرت یا آشنائی کی رشوت میں دی گئی یہ نقد ہو یا جنس مطلقاً حرام، اور حکمِ مغصوبہ میں ہے کہ وہ خود اس کی مالک نہیں ہوتیں کما نص علیہ فی الھندیۃ و درالمختار وغیرھما (جیسا کہ فتاوٰی ہندیہ اور درمختار وغیرہ میں صراحتاً فرمایا گیا ہے۔ ت)

دوسرے وہ چیز جو انھوں نے اس جنس حرام سے حاصل کی مثلاً کسی نے اجرت یا رشوت مذکورہ میں کچھ تھان گلبدن کے دیے رنڈی نے انھیں بیچ کر روپیہ حاصل کیا اُن تھانوں سے ناچ وغیرہ خریدکیا یہ

بھی مطلقاً حرام ہے فان الحرام اذا کان البدل ایضا (کیونکہ جب حرام کا بدل ہو تو وہ بدل بھی حرام ہے۔ ت)

تیسرے وہ چیز جو انھوں نے اسی نقد حرام کے بدلے یوں حاصل کی کہ اُس کے نقد پر عقد واقع ہوا اور وہی ادا کیا مثلاً جو روپیہ رنڈی کو رشوت یا اجرت میں ملا یا رشوت و اُجرت میں ملے ہوئے مثلاً بھانوں کو بیچ کر حاصل کیا اُس نے بائع کو وہی روپیہ دکھا کر کہا کہ اس کے عوض شیرینی یا گیہوں یا گوشت یا فلاں شئی کی تخم یا درخت کی قلم دے دے یا روپیہ اس کے سامنے ڈال دیا کہ فلاں فلاں چیز دے اس نے دی اس نے وہی زرِ حرام ثمن دے دیا اس صورت میں بھی جو کچھ حاصل کیا مذہب صحیح پر سب حرام و غصب ہے،

وقول من قال بحلہ لعدم تعلق العقد بعینہ بل مثلہ لعدم تعینہ وان کان قیاسا لکنہ خلاف الاستحسان کما افادہ فی الفتح۔

اور جس نے اس کے حلال ہونے کی بات کی اس لئے کہ عین شئی کے ساتھ عقد متعلق نہیں بلکہ مثل غیر متعین کے ساتھ متعلق ہے اگرچہ قیاس کا تقاضا یہی ہے لیکن خلافِ استحسان ہونے کی وجہ سے حرام ہے جیسا کہ فتح القدیر میں (محقق ابن ہمام نے) اس کا افادہ دیا (ت)

چوتھی وہ چیز کہ نقد حرام سے خریدی مگر عقد و ادا دونوں مالِ حرام پر جمع نہ ہوئے مثلاً زرِ حرام کہ خود اُجرت و رشوت میں ملا یا ایسی جنس جو پائی تھی اُسے بیچ کر حاصل کیا وہ روپیہ دکھا کر کہا کہ اس کے عوض دے دے جب اس نے دی ثمن میں حلال روپیہ دیا وہ حرام روپیہ الگ کر لیا یہاں عقد حرام پر ہوا مگر ادا اُس سے ادا نہ ہوئی یا بغیر روپیہ دکھائے یا اس کی طرف اشارہ کئے یوہیں کہا کہ ایک روپیہ کی فلاں شئے دے اُس نے دی اب ثمن میں زرِ حرام دیا کہ یہاں ادا تو اس سے ہوئی مگر عقد اس پر واقع نہ ہوا تھا اس صورت میں علماء مختلف ہیں بہت سے علماء اسے بھی حرام مطلق بتاتے ہیں،

فان الفساد اذا کان لعدم الملك عمل فیما یتعین وما لایتعین اصلا وبدلا علی الاطلاق۔

کیونکہ فساد جب عدم ملکیت کی وجہ سے ہو تو پھر متعین، غیر متعین۔ اصل اور بدل سب میں علی الاطلاق کرتا ہے (ت)

اور بہت سے علماء نے امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر فتوٰی دیا کہ یوں جو چیز مول لے وہ حرام نہیں، نقد حرام کی خباثت اس کے بدل میں جبھی آتی ہے کہ عقد و ادا دونوں اس پر مجتمع ہوں تنویر الابصار میں ہے،

بہ یفتی ومثلہ فی الذخیرۃ

اسی قول کے مطابق فتوٰی دیا گیا اور اسی کی مثل

وغیرھا کما فی جامع الرموز وعلیہ مشت المتون المعتمدۃ النقایۃ والاصلاح والغرر۔

ذخیرہ وغیرہ میں ہے جیسا کہ جامع الرموز میں ہے تمام متون معتبرہ کی یہی روش ہے مثلاً النقایہ، الاصلاح اور الغرر وغیرہ۔ (ت)

پانچویں مال مثلاً رنڈی نے کسی سے قرض لیا یا اُسے گانے ناچنے زنا وغیرہ محرمات کی اُجرت اور آشنائی کی رشوت سے جُدا کسی نے ویسے ہی کچھ انعام دیا ہبہ کیا یا سینے پرونے وغیرہا افعال جائزہ کی اُجرت میں لیا کہ یہ سب حلال ہے اور اس سے جو کچھ حاصل کیا جائے گا وہ بھی حلال ہے،

فی فتاوٰی الامام قاضی خان الرجل اذا کان معربا مغنیان ان اعطی بغیر شرط قالوا یباح وان کان یاخذہ علی شرط ردّ المال علی صاحبہ ان کان یعرفہ وان لم یعرفہ یتصدق بہ[1] اھ وتفصیل القول فی الحظر من فتاوٰنا۔

فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی مرد گویا کو بغیر شرط کے کچھ دے دے یا گویا اس شرط پر لے کہ بصورت تعارف اور پہچان کے وہ مال وصول کردہ اصل مالک کو واپس کر دے گا اور مالک کا پتا نہ لگ سکنے کی صورت میں وہ مال صدقہ کر دے گا اھ اور اس قول کی تفصیل ہمارے فتاوٰی کی بحث حظر میں موجود ہے (ت)

پس اگر معلوم ہو کہ یہ تحفہ جو وہ لائی ہے اگلے تین مالوں سے ہے تو طبیب وغیرطبیب کسی کو لینا جائز نہیں اور اگر معلوم ہو کہ قسم پنجم سے ہے تو سب کو لینا حلال اور قسم چہارم میں لے لے تو گنہگار نہیں، یہ سب اُس حال میں ہے کہ تحفہ کا حال اُس لینے والے کو معلوم ہو کہ کس قسم کا ہے اور بحال عدم علم جب کہ اس کا اکثر مال وجہ حرام سے ہو کہ رنڈیوں میں غالب یہی ہے تو بہت علماء اس کا تحفہ لینا مطلقاً حرام بتاتے ہیں جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز وجہ حلال سے ہے مگر اصل مذہب وقول صحیح ومعتمد یہ ہے کہ بحال ناواقفی لینا جائز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز وجہ حرام سے ہے، محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ

جب تک ہم کسی چیز کو بعینہٖ حرام نہ جانیں تو وہ جائز ہے، ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، اور یہی

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسلیم والتسلیم مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹۲

واصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم ذکرہ فی الھندیۃ[1] عن الظھیریۃ عن ابی اللیث عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔

قول حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے۔ اس کو ہندیہ میں بحوالہ ظہیریہ اس نے ابواللیث سے اس نے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا۔(ت)

تاہم شک نہیں کہ اگرچہ فتوٰی جواز ہے تقوٰی احتراز ہے، وقد فصلنا القول فیہ فی فتاوٰنا (ہم نے اس کو تفصیل کے ساتھ اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حقیقی مادر اور سوتیلی ماں کے حق حقوق کے بارہ میں، حقیقی اور سوتیلی ماں میں اور اُن کے حق حقوق میں کیا فرق ہے؟ سوتیلی ماں کو مثل حقیقی والدہ کے سمجھنا چاہئے یا حفظ مراتب میں دونوں کے کچھ فرق کرنا چاہئے اور کس قدر؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حقیقی ماں اور سوتیلی کے حقوق میں زمین آسمان کا فرق ہے، حقیقی ماں بذاتِ خود مستحق ہر گونہ خدمت وادب وتعظیم واطاعت کی ہے اور اسے ایذا دینی معاذ اللہ اللہ و رسول کو ایذا دینی ہے، اور سوتیلی ماں کا اپنا ذاتی کوئی حق نہیں جو کچھ ہے باپ کے ذریعہ سے ہے یعنی وہ بات نہ ہو جس میں باپ کو ایذا ہو کہ باپ کی ایذا اللہ و رسول کی ایذا ہے جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۰ و ۱۴۱

از نجیب آباد ضلع بجنور مسئولہ جناب احمد حسین خاں صاحب ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

(۱) مرید کے پیر پر کیا حقوق کیا ہیں؟

(۲) پیر کے مرید پر کیا کیا حقوق ہیں؟

الجواب

(۱) مرید کا پیر پر حق یہ ہے کہ اُسے مثل اپنی اولاد کے جانے، جو بات بُری دیکھے اس سے منع کرے، روکے، نیکیوں کی ترغیب دے۔ حاضر و غائب اُس کی خیر خواہی کرے، اپنی دُعا میں اُسے شریک کرے، اُس کی طرف سے براہِ نادانی جو گستاخی بے ادبی واقع ہو اس سے درگزر کرے، اس پر اپنے نفس کے لئے ناراض نہ ہو، اس کی ہدایت کے لئے غصہ ظاہر کرے اور دل میں اس کی بھلائی کا خواستگار رہے،

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

اُس کے مال سے کچھ طلب نہ رہے، تابمقدور اس کی ہر مشکل میں مددگار رہے وغیرہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم 24

(۲) پیر کے حقوق مرید پر شمار سے افزوں ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہوکر رہے، اس کی رضا کو اللہ کی رضا اس کی ناخوشی کو اللہ کی ناخوشی جانے، اسے اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے، اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اسی کی نظر توجہ کا صدقہ جانے، مال اولاد جان سب اس پر تصدق کرنے کو تیار رہے، اس کی جو بات اپنی نظر میں خلافِ شرع بلکہ معاذ اللہ کبیرہ معلوم ہو اس پر بھی نہ اعتراض کرے، نہ دل میں بدگمانی کو جگہ دے بلکہ یقین جانے کہ میری سمجھ کی غلطی ہے، دوسرے کو اگر آسمان پر اڑتا دیکھے جب بھی پیر کے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو سخت آگ جانے، ایک باپ سے دوسرا باپ نہ بنائے، اس کے حضور بات نہ کرے ہنسنا تو بڑی چیز ہے اس کے سامنے آنکھ کان دل ہمہ تن اُسی کی طرف مصروف رکھے، جو وہ پوچھے نہایت نرم آواز سے بکمال ادب بتا کر جلد خاموش ہوجائے۔ اس کے کپڑوں، اس کے بیٹھنے کی جگہ، اس کی اولاد، اس کے مکان، اس کے محلّہ، اس کے شہر کی تعظیم کرے۔ جو وہ حکم دے "کیوں" نہ کہے دیر نہ کرے، سب کاموں پر اسے تقدیم دے۔ اس کی غیبت میں بھی اس کے بیٹھنے کی جگہ نہ بیٹھے۔ اس کی موت کے بعد بھی اُس کی زوجہ سے نکاح نہ کرے۔ روزانہ اگر وہ زندہ ہے اس کی سلامت وعافیت کی دعا بکثرت کرتا رہے۔ اور اگر انتقال ہوگیا تو روزانہ اسکے نام پر فاتحہ و درود کا ثواب پہنچائے۔ اس کے دوست کا دوست، اس کے دشمن کا دشمن رہے۔ غرض اللہ و رسول جل جلالہ و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بعد اس کے علاقہ کو تمام جہان کے علاقہ پر دل سے ترجیح دے اور اسی پر کاربند رہے وغیرہ وغیرہ۔ جب یہ ایسا ہوگا تو ہر وقت اللہ عزوجل وسید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم وحضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم کی مدد زندگی میں نزع میں قبر میں حشر میں میزان پر صراط پر حوض پر ہر جگہ اس کے ساتھ رہے گی۔ اس کا پیر اگر خود کچھ نہیں تو اس کا پیر تو کچھ ہے یا پیر کا پیر یہاں تک کہ صاحب سلسلہ حضور پُرنور غوث رضی اللہ تعالٰی عنہ پھر یہ سلسلہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ اور اُن سے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور اُن سے اللہ رب العٰلمین تک مسلسل چلا گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ پیر چاروں شرائط بیعت کا جامع ہو پھر اس کا حُسنِ اعتقاد سب کچھ پھل لاسکتا ہے اِن شاء اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۴۲ از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے قدیم مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب

تفصیل حقوق اللہ وحقوق العبد کے دیکھنے کی خاص ضرورت درپیش ہے اگر کتب دینیہ میں سے کسی کتاب میں مفصلاً حقوق درج ہوں تو نام کتاب سے مع پتہ باب وفصل مشکور فرمائی جائے درج

ایسی کچھ ہدایت فرمائی جائے جس سے پُورے طور پر تفصیل حقوق اللہ و حقوق العبد کی دریافت ہوجائے۔

24
24

الجواب

حقوق اللہ و حقوق العباد بیشمار ہیں بلکہ تمام شریعت مطہرہ بلکہ فقہین اکبر و اصغر سب انھیں کی تفصیل میں ہیں تمام علوم دینیہ کا کوئی حکم ان سے باہر نہیں۔ فتاوٰی فقیر میں حقوقِ والدین و حقوقِ زوجین و حقوقِ اولاد کا قدرے بیان ہے، کتاب مستطاب احیاء العلوم شریف میں زیادہ تفصیل ہے جلد ثانی کتاب آداب الاخوۃ ملاحظہ ہو۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۳ ۱۴۴ مستفسرہ محمد میاں طالب علم بہاری بریلی محلہ سوداگران

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) والدین کا حق اولاد بالغ کو تنبیہ خیر واجب ہے یا فرض؟

(۲) حقِ والدین اولاد پر کس قدر ہے؟

الجواب

(۱) جو حکم فعل کا ہے وہی اس پر آگاہی دینے ہے فرض پر فرض، واجب پہ واجب، سنّت پہ سنّت، مستحب پہ مستحب۔ مگر بشرطِ قدرت بقدرِ قدرت بامید منفعت، ورنہ:

علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

(لوگو!) اپنی جانوں کی فکر کرو، لہذا تمھیں کچھ نقصان نہیں جو بھٹک گیا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) اتنا ہی کہ ادا نا ممکن ہے مگر یہ کہ وہ مرجائیں اور یہ ان کو ازسرِ نو زندہ کرسکے تو کرے کہ وہ اس کے وجود کا سبب ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۵ از شہر مدرسہ اہلسنّت و جماعت مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی طالبعلم درجہ اول مدرسہ مذکور ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

اگر شخصے بچہ خود را تعلیم علم دین نکرد بلغیر انگریزی و ناگری و علم خدا و رسول را بچہ نمی داند کہ چہ امرست و چہ نہی الحال

اگر والد نے اپنے بیٹے کو دین اسلام نہ سکھایا' لہذا وہ بچہ انگلش اور ناگری کے بغیر اللہ تعالٰی اور اس کے رسول گرامی کے علم کو نہیں جانتا کہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

ایں چنیں پدر را بر پسر حق ست یا نہ؟ بینوا توجروا۔

ان کا حکم اور نہی کیا ہے؟ لہذا اب اس طرح کے والد کا اپنے بیٹے پر کوئی حق ہے یا نہیں؟ بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

پدر اگر در حق پسر تقصیر کرد حقوق پدر ذمہ پسر ساقط نتواں شد۔ واللہ تعالٰی اعلم

اگر والد سے بیٹے کا حق ادا کرنے میں کوتاہی اور قصور ہوگیا (تو اسکے باوجود) والد کے حقوق بحال ہیں وہ بیٹے سے کبھی ساقط (اور معاف) نہیں ہوسکتے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ بخوبی جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۴۶: مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سمو یان پرگنہ نواب گنج بریلی ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام مسائل مفصلہ ذیل میں:

(۱) بی بی کے حقوق شوہر پر کیا ہیں؟

(۲) شوہر کے حقوق بی بی پر کیا ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) نفقہ، سکنٰی، مہر، حسن معاشرت، نیک باتوں اور حیاء و حجاب کی تعلیم و تاکید اور اس کے خلاف سے منع و تہدید، ہر جائز بات میں اس کی دلجوئی اور مردانِ خدا کی سنّت پر عمل کی توفیق ہو تو ماورائے مناہی شرعیہ میں اُس کی ایذا کا تحمل کمال خیر ہے اگرچہ یہ حقِ زن نہیں۔

(۲) امورِ متعلقہ زن شوئی میں مطلقاً اس کی اطاعت کہ ان امور میں اس کی اطاعت والدین پر بھی مقدم ہے، اس کے ناموس کی بشدت حفاظت، اس کے مال کی حفاظت، ہر بات میں اسکی خیر خواہی، ہر وقت امورِ جائزہ میں اس کی رضا کا طالب رہنا، اسے اپنا مولٰی جاننا، نام لے کر نہ پکارنا، کسی سے اس کی بیجا شکایت نہ کرنا، اور خدا توفیق دے تو بجا سے بھی احتراز کرنا، بے اس کی اجازت کے آٹھویں دن سے پہلے والدین یا سال بھر سے پہلے اور محارم کے یہاں جانا، وہ ناراض ہو تو اس کی انتہائی خوشامد کرکے اُسے منانا، اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ کر کہنا کہ یہ میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے یہاں تک کہ تم راضی ہو یعنی میں تمہاری مملوکہ ہوں جو چاہو کرو مگر راضی ہوجاؤ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۸، ۱۴۹ از قصبہ حسن پور ضلع مرادآباد تحصیل چنور مرسلہ اشرف علی خاں ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک شخص کا ایک عورت ناکتخدا سے یعنی بلانکاحی کنواری عورت سے باہمی محبت تھی کوئی تعلق ناجائز نہ تھا پھر اس کا نکاح ایک دوسرے مرد سے ہوگیا، بعد نکاح کے پہلے شخص نے اس عورت سے زنا کیا، اس کے شوہر کو معلوم نہ ہوا، کچھ مدت کے بعد زنا کرنیوالے شخص نے اسکے شوہر سے اس طرح معافی چاہی کہ میں نے جو کچھ تمہارا گناہ کیا ہے اس کو معاف کرو یا جو کچھ کہا سُنا ہے معاف کرو۔ اس نے کہا کہ معاف کیا۔ پھر وہ عورت مرگئی۔ اب آپ یہ فرمایئے گا کہ آیا یہ معافی جو اوپر تحریر ہے کافی ہے یا نہیں؟ اور اگر نا کافی ہے تو کس طرح معافی لینا چاہئے تاکہ یہ گناہ عظیم اللہ تعالٰی معاف کردے۔

(۲) وہ کون کون سے گناہ ہیں جو اللہ اس وقت معاف کرے گا پیشتر اس کا بندہ جس کے ساتھ گناہ ہوا ہے معاف کرے جیسا کہ شوہر والی عورت کا زنا۔

الجواب

(۱) یوں کہنا کہ "جو کہا سنا ہے معاف کرو" اصلاً کافی نہیں کہ زنا کہے سُنے میں داخل نہیں اور یوں کہنا کہ "میں نے جو تیرا گناہ کیا ہے معاف کردے" یہ اگر ایسی تعمیموں کے ساتھ کہا کہ زنا کو بھی شامل ہو اور اس نے اسی عموم کے طور پر معاف کیا تو معاف ہوگیا اور اگر اتنی ہی گول مجمل لفظ تھے جس سے اس کا ذہن ایسی بڑی بات کی طرف نہ جاسکے ہلکی باتیں مثلاً بُرا بھلا کہنا غیبت کرنا یا کچھ مال دبا لینا ان کی طرف ذہن جائے تو یہ معافی انھیں باتوں کے لئے خاص رہے گی اور قول اظہر پر زنا کو شامل نہ ہوگی لہذا اس سے یوں کہنا چاہئے کہ دُنیا میں ایک مرد دوسرے کا جس جس قسم کا گناہ کرسکتا ہے جسم یا جان یا مال یا آبرو وغیرہ وغیرہ کے متعلق اُن سب میں چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا جو کچھ بھی مجھ سے تمہارے حق میں واقع ہوا سب لوجہ اللہ معاف کردو، اور اس تعمیم کو خوب اس کے ذہن میں کردے اور اس کے بعد وہ صاف معاف کرے تو امید واثق ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی معاف ہوجائے۔

(۲) تمام حقوق العباد ایسے ہی ہیں کہ جب تک صاحبِ حق معاف نہ کرے معافی نہ ہوگی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰ از ڈاکخانہ چپگانگ محلہ میدنگ ضلع اکیاب مرسلہ محمد عمر ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے ایک غیر عورت سے زنا کیا اور اسی عورت کا والدین اور برادران اور خورداران وغیرہم موجود ہیں اب وہ شخص زناکار اس زانیہ عورت سے معافی لینا چاہتا ہے آیا فقط اس زانیہ سے معافی لینا

چاہئے یا والدین اور برادران اور خورداران سے بھی معافی لینا ضروری ہے اور اگر حقوق العباد معاف ہو تو حقوق اللہ معاف ہوگا یا نہیں؟ یا توبہ استغفار سے ہوگا؟

الجواب

حقوق اللہ معاف ہونے کی دو صورتیں ہیں:

اوّل توبہ، قال اللہ تعالٰی:

هوالذی یقبل التوبة عن عباده ویعفو عن السیئات[1]

وہی (اللہ تعالٰی) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے (ت)

دوم عفو الٰہی، قال اللہ تعالٰی:

فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء[2]

اللہ تعالٰی جس کو چاہے معاف فرمادے، اور جس کو چاہے سزا دے۔ (ت)

وقال تعالٰی:

ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انه هو الغفور الرحیم[3]

یقیناً اللہ تعالٰی سب گناہ بخش دیتا ہے کیونکہ وہی گناہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ (ت)

اور حقوق العباد معاف ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں:

(۱) جو قابلِ ادا ہے ادا کرنا ورنہ اُن سے معافی چاہنا، صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کانت له مظلمة لاخیه من عرضه او شیئ فلیتحلله منه الیوم قبل ان لایکون دینار ولادرهم ان کان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم یکن له حسنات اخذ من سیئات

جس کے ذمہ اپنے بھائی کا آبرو وغیرہ کسی بات کا مظلمہ ہو اسے لازم ہے کہ یہیں اس سے معافی چاہ لے قبل اس وقت کے آنے کے کہ وہاں نہ روپیہ ہوگا نہ اشرفی، اگر اس کے پاس کچھ نیکیاں ہوں گی تو بقدر اس کے حق کے اس سے لے کر اسے دی جائیں گی ورنہ اس کے گناہ اس پر

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/۲۵
[2] القرآن الکریم ۲/۲۸۴
[3] القرآن الکریم ۳۹/۵۳

صاحبه فحمل علیه[1] رکھے جائیں گے۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ کہ صاحبِ حق بلامعاوضہ لئے معاف کردے، قال تعالیٰ:

فاعفوا واصفحوا[2] تم دوسروں کو معاف کردو اور ان سے درگزر کرو۔ (ت)

وقال تعالیٰ:

الا تحبون ان یغفر اللہ لکم[3] کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے۔ (ت)

اور بعض طرق جامعہ جن سے حقوق اللہ وحقوق العباد باذن اللہ تعالیٰ سب معاف ہوجاتے جن کی تفصیل ہم نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی۔

منہا شہادۃ البحر ومنہا قتل الصبر ومنہا الحج المبرور وغیر ذٰلك۔ اُن میں سے دریائی شہادت ہے اُن میں سے روک کر نشانہ سے مار ڈالنا ہے، اور اُن میں سے حج مقبول۔ اور اسی نوع کے دوسرے کام ہیں۔ (ت)

عورت اگر معاذ اللہ زانیہ ہے یعنی زنا اُس کی رضا سے ہوا تو اس میں اس کا کچھ حق نہیں، تو اس سے معافی کی حاجت کیا بلکہ خود اوروں کے حق میں گرفتار ہے جبکہ شوہر یا محارم رکھتی ہو زنا کی اطلاع شوہر یا اولیائے زن کو پہنچ گئی تو بلاشبہہ اُن سے معافی مانگنا ضرور ہے بے اُن کے معاف کئے معاف نہ ہوگا اور اگر اطلاع نہ پہنچی تو اب بھی اُن کا حق متعلق ہوا یا نہیں، دربارۂ غیبت علمائے تصریح فرمائی کہ متعلق نہ ہوگا اور اس وقت اُن سے معافی مانگنے کی حاجت نہیں صرف توبہ واستغفار کافی ہے،

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال الفقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ قد تکلم الناس فی توبۃ المغتابین ھل تجوز من غیر ان یستحل من صاحبہ قال فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لوگوں نے غیبت کرنے والوں کی توبہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے، کیا جس کی غیبت کی اُس سے معاف کرائے بغیر توبہ کرنی جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب من کانت لہ مظلمۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۱

[2] القرآن الکریم ۲/۱۰۹

[3] " " ۲۴/۲۲

بعضھم لایجوز وھو عندنا علی وجھین احدھما ان کان ذٰلک القول قد بلغ الی الذی اغتابہ فتوبتہ ان یستحل منہ وان لم یبلغ الیہ فلیستغفر اللہ سبحٰنہ ویضمر ان لایعود الی مثلہ[1]

بعض نے فرمایا کہ جائز نہیں۔ اور اس کی ہمارے نزدیک دو صورتیں ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کو غیبت کی اطلاع ہوگئی تو پھر توبہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس سے معاف کرائے اور اگر اسے اطلاع نہیں ہوئی تو اس صورت میں صرف اللہ تعالٰی سے معافی مانگے اور اپنے دل میں یہ عہد کرے کہ پھر ایسا کبھی نہ کریگا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

اذا لم تبلغہ یکفیہ الندم[2]

اگر غیبت کی اطلاع (جس کی غیبت کی گئی) اسکو نہ ہو تو پھر صرف ندامت کافی ہے۔ (ت)

اور دربارۂ زنا اس کی کوئی تصریح نظر سے نہ گزری، ظاہراً یہاں بھی یہی حکم ہونا چاہئے۔

وقد جاء فی الحدیث الغیبۃ اشد من الزنا[3]

حدیث شریف میں آیا ہے کہ غیبت زنا (بدکاری) سے بھی بدتر گناہ ہے۔ (ت)

مگر ازاں جاکہ اس بارے میں کوئی تصریح نظر سے نہ گزری معافی چاہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر اُس نے معاف کردیا تو اطمینان کافی ہے مگر طلب معافی میں نہ تو صاف تصریح زنا ہو کہ شاید اس کے بعد معافی نہ ہو بلکہ ممکن کہ اس سے فتنہ پیدا ہو اور نہ اتنی ہی اجمالی بات پر قناعت کی جائے کہ مجھے اپنے سب حق معاف کردے کہ اس میں عنداللہ اُتنے ہی حقوق معاف ہونگے جہاں تک اس کا خیال پہنچے لہذا تعمیم عام کے الفاظ ہونا چاہئیں جو ہر قسم گناہ کو یقیناً عام بھی ہو جائیں اور وہ تصریح خاص باعث فتنہ بھی نہ ہو مثلاً چھوٹے سے چھوٹا بڑے سے بڑا جو گناہ ایک مرد دوسرے کا کرسکتا ہے جان مال عزّت آبرو ہر شے کے متعلق اس میں سے جو تیرا میں نے گناہ کیا ہو سب مجھے معاف کردے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی النوازل رجل لہ علی آخر دین

نوازل میں ہے ایک شخص کا دوسرا مقروض ہو اور

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر مطلب یجب معرفۃ المکفرات الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۵۹
[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱
[3] شعب الایمان حدیث ۶۷۴۱ و ۶۷۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۳۰۶

وھو لایعلم بجمیع ذٰلك فقال له المدیون ابرئنی مما لك علیّ فقال الدائن ابرأتك قال نصیر لایبرأ الاعن مقدار ما یتوھم ای یظن انه علیه وقال محمد بن سلمة یبرأ عن الکل قال الفقیه ابو اللیث حکم القضاء ما قاله محمد بن سلمة وحکم الاٰخرة ما قاله نصیر وفی القنیة من علیه حقوق فاستحل صاحبها ولم یفصلها فجعله فی حل یعذر ان علم انه لوفصله یجعله فی حل والا فلا قال بعضھم انه حسن وان روی انه یصیر فی حل مطلقاً وفی الخلاصة رجل قال لاٰخر حللنی من کل حق ھو لك فأبرأه ان کان صاحب الحق عالماً به برئ حکماً بالاجماع واما دیانة فعند محمد لایبرأ وعند ابی یوسف یبرأ وعلیه الفتوٰی اھ و فیه انه خلاف ما اختاره ابو اللیث و لعل قوله مبنی علی التقوٰی[1]

وہ اس کی پوری تفصیل نہ جانتا ہو تو مقروض نے قرضخواہ سے کہا جو کچھ بھی تیرا میرے ذمے ہے اس سے میری برات کر دے۔ اس پر قرضخواہ نے کہا میں نے تیری برات کر دی۔ امام نصیر نے فرمایا اس کی صرف اتنی ہی مقدار سے برات ہوجائیگی کہ جتنی مقدار کا قرضخواہ کو وہم ہوا ہو کہ اس قدر قرض مقروض پر ہے لیکن محمد بن سلمہ نے فرمایا کہ سب سے اس کی برات ہوجائے گی۔ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا قضاء میں تو وہی حکم ہے جو کچھ محمد بن سلمہ نے فرمایا لیکن آخرت کا حکم وہ ہے جو کچھ امام نصیر نے فرمایا۔ اور قنیہ میں ہے اگر کسی پر حقوق ہوں اور اس نے صاحبِ حقوق سے معاف کر دینے کی درخواست کی لیکن ان کی (اس کے آگے) کچھ تفصیل نہ بیان کی، اور صاحبِ حقوق نے انھیں معاف کر دیا اس عذر سے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر اُن کی اس کے سامنے تفصیل پیش کی جاتی تو وُہ لامحالہ معاف کر دیتا تو اس صورت میں وُہ معاف ہوجائیں گے ورنہ بصورت دیگر وہ معاف نہ ہونگے۔ بعض نے فرمایا کہ یہ اچھی تفصیل ہے۔ اگرچہ یہ بھی مروی ہے کہ وہ حقوق مطلقاً معاف ہو جائیں گے۔ خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ تیرا جو بھی میرے ذمے حق ہے وہ مجھے معاف کر دے یعنی میرے لئے حلال کر دے، تو اس نے برات کر دی۔ اگر صاحبِ حق اُن تمام حقوق کا علم رکھتا ہے تو پھر معاف کرانے والا حکماً بالاتفاق بری ہوجائے گا۔ رہا معاملہ دیانت تو اس میں امام محمد علیہ الرحمۃ

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر مطلب یجب معرفۃ المکفرات الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۵۹

کے نزدیک بری الذمہ نہ ہوگا لیکن قاضی امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بری الذمہ ہوجائے گا، اور اسی پر فتوٰی ہے اھ۔ اور اس میں یہ اشکال ہے کہ یہ صورت اُس کے مخالف ہے جو فقیہ ابواللیث سمرقندی نے اختیار کیا، شاید فقیہ موصوف کا قول تقوٰی پر مبنی ہو۔ (ت)

بالجملہ امر مشکل ہے جو سچے دل سے مولٰی عزوجل کی طرف رجوع لاتا ہے اُس کا کرم ضرور اُسے قبول فرماتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱ تا ۱۵۲ از فیض آباد مسجد مغلپورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی سائل کو یا کسی نالشی کو جو اُن کے پاس حاضر ہوا معافی مانگی توبہ کی تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کس طرح پیش آئے؟

(۲) کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو مسافر و مہمان معزز رئیس دنیا جس سے آمدنی ہو ساتھ کھانا کھلایا اور غریبوں پر توجہ نہیں کی شریعت میں جائز ہے؟

الجواب

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی سائل کو جس کا سوال ناحق نہ تھا زجر نہ فرمایا، نالشیوں کی ہمیشہ بات سُنی اور اگر حق پر تھا تو دادرسی و فریادرسی فرمائی، جس نے توبہ کی توبہ قبول فرمائی، جس نے معافی مانگی اُسے معافی دی اگرچہ بعض مصلحت دینیہ سے بدیر مگر حدود اللہ میں کہ بعد وجوب حد اس سے درگزر کا حکم نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غریب نوازی ہی کو تشریف لائے ہیں، شبانہ روز سرکار سے غریبوں امیروں سب کی پرورش جاری ہے مگر یہ بھی حکم فرمایا ہے:

انزلوا الناس منازلھم۔[1]

لوگوں کو ان کے مراتب و درجات کے مطابق اتارو (یعنی ان کے مقام کے مطابق ان کی عزت افزائی اور مہمان نوازی کرو)۔ (ت)

اور حدیث میں ہے:

اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ۔[2]

جب کسی قوم کا معزز تمھارے یہاں آئے تو اسکی عزت کرو۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلھم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الآداب باب اذا اتاکم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۲

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضور ایک سائل حاضر ہوا اسے ٹکڑا عطا فرمایا ایک ذی عزت مسافر گھوڑے پر سوار حاضر ہوا اس کی نسبت فرمایا کہ باعزاز اتار کر کھانا کھلایا جائے، سائل کی حاجت اسی قدر تھی اور کسی رئیس کو ٹکڑا دیا جائے تو باعث اس کی سُبکی اور ذلّت کا ہو لہذا فرقِ مراتب ضرور ہے اور اصل مدار نیت پر ہے اگر سائل کو بوجہ اس کے فقر کے ذلیل سمجھے اور غنی کو بوجہ اس کی دنیا کے عزت دار جانے تو سخت بیجا سخت شنیع ہے اور اگر ہر ایک کے ساتھ خلق حسن منظور ہے تو جتنا جس کے حال کے مناسب ہے اس پر عمل ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۳ تا ۱۵۴ از بلرام پور ضلع گونڈہ محلہ پورینیا تالاب مرسلہ حافظ محمد عین اللہ صاحب ۴ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) ایک شخص عالم ہے اور اس کو اہلِ اسلام اور برادری پیشوا جانتے ہیں اور وہ عیال دار ہے اگر برادری میں شادی نکاح میں نیوتا مروجہ لے اور کھانا بھی کھائے اور اُن کو بطریق نیوتا کچھ نقد دے اور اپنے یہاں کسی لڑکے کی شادی کرے اور برادری کو نیوتا دے کر مدعو کرے تو وہ برادری میں منسلک ہو جائے گا اور علم کے درجہ سے گر جائے گا اور پیشوا نہ رہے گا اور برادری کے ہر معاملہ جائز و ناجائز میں شریک ہونا اور تسلیم کرنا اس پر واجب ہوگا۔

(۲) ایک شخص قناعت گزیں ہے اور بجز فتوحِ غیب کوئی وجہ معاش نہیں رکھتا اور قوم اس کو پیشوا جانتی ہے اور مدِ خیرات سے اس کو دیتی ہے اور عیال دار ہے اگر وہ بلا اکراہ و اجبار مثل مذکورہ رسم نیوتا جاری رکھے تو درجہ توکل سے گر جائے گا اور خیرات وغیرہ سے لینا ناجائز ہوگا اور شرکت برادری ہر خیر و شر میں اس پر واجب ہوگی۔

الجواب

(۱) جو عالم دین اور پیشوائے مسلمین ہو اسے برادری سے میل جول اور ان کی جائز تقریبوں میں شرکت اور جائز رسموں میں موافقت اور اپنی تقریبوں میں انھیں شریک کرنا ہرگز نہ ممنوع ہے نہ اس کو درجہ سے کچھ کم کر دے وہ کہ تمام عالم سے افضل و اعلیٰ ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے غلاموں سے ایسے برتاؤ رکھتے۔ ہاں ناجائز تقریبوں میں شریک ہونا ناجائز رسموں میں ساتھ دینا یہ ضرور ناجائز اور عالم و پیشوا کے لئے سخت تر ناجائز، یہ ضرور درجہ گرا دینے والی چیز ہے اور یہ محض غلط ہے کہ برادری سے میل جول ناجائز باتوں میں شرکت پر بھی مجبور کرے گا کیوں مجبور کرے گا جب یہ عالم ہے اور وہ اسے پیشوا مانتے ہیں صاف کہہ دے کہ فلاں بات ناجائز ہے میں اسے نہیں کر سکتا اور تم بھی نہ کرو۔

(۲) شرکت برادری کا جواب اُوپر آگیا، اور اگر صاحبِ نصاب وقادر علی الاکتساب ہے تو اسے اب بھی صدقاتِ واجبہ لینا جائز نہیں۔ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحل الصدقة لغنی ولذی مرة سوی[1] کسی مالدار کسی تندرست اور طاقتور کے لئے صدقہ وخیرات حلال نہیں۔(ت)

اور نظر مسبب جل وعلا پر رکھ کر جائز اسبابِ رزق کا اختیار کرنا ہرگز منافیِ توکل نہیں، توکل ترکِ اسباب کا نام نہیں بلکہ اعتماد علی الاسباب کا ترک ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعقلها وتوکل علی اللّٰه[2] برتوکل پائے اشتر راببند۔ واللہ تعالٰے اعلم اونٹ کو باندھ کر اللہ تعالٰے پر بھروسا کیجئے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۵۵ از شہر محلہ بھوٹا دروازہ مسئولہ شیخ نعیم اللہ صاحب چناں میاں ۴ شوال ۱۳۳۸ھ

ذمہ زید حقوق العباد ہوں تو ان کا کیا کفارہ ہے اور کفارہ نہ ہو تو سبکدوشی کی کیا صورت ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جس کا مال دبایا ہے فرض ہے کہ اُتنا مال اُسے دے، وہ نہ رہا ہو اس کے وارث کو دے، وہ نہ ہوں فقیر کو دے۔ بے اس کے سبکدوش نہیں ہوسکتا۔ اور جسے علاوہ مال کچھ ایذا دی ہو یا بُرا کہا ہو اس سے معافی مانگے یہاں تک کہ وہ معاف کردے جس طرح ممکن ہو معافی لے۔ وہ نہ رہا ہو اور تھا مسلمان تو اس کے لئے صدقہ وتلاوت ونوافل کا ثواب پہنچاتا رہے، اور کافر تھا تو کوئی علاج نہیں سوا اس کے کہ اپنے رب کی طرف رجوع اور توبہ واستغفار کرتا رہے وہ مالک وقادر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۶ از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد ہے اہلِ شریعت کا اس مسئلہ میں کہ عورت پر مرد کے اور مرد پر عورت کے کیا کیا حق ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اُس کے ساتھ

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۹۲

[2] جامع الترمذی ابواب القیامۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۴

بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے خلافِ شرع باتوں سے بچانا۔ قال تعالٰی:

وعاشروھن بالمعروف[1] (عورتوں سے اچھی طرح رہنا سہنا کرو۔ ت)

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:

یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[2] اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

اور عورت پر مرد کا حق خاص امورِ متعلقہ زوجیت میں اللہ و رسول کے بعد تمام حقوق حتی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے، بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن وہ بھی صبح سے شام تک کے لئے اور بہن بھائی چچا، ماموں، خالہ، پھوپی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو کہیں نہیں جاسکتی۔ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اگر میں کسی کو غیر خدا کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔"[3]

اور ایک حدیث میں ہے:

"اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہہ کر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہوگا۔"[4]

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۷: از ریاست بھرت پور شرقی راجپوتانہ ڈیرہ سید بشیر الدین احمد عرف سید فقیر احمد صاحب جمعدار تربپ پنجم رجمنٹ اول مسئولہ حامد الدین احمد قادری ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

چہ میفرمایند علمائے دین احدی و مفتیان شرع محمدی اندریں مسئلہ کہ اخبار و آثاریکہ دینِ الٰہی کے علماء اور شرع محمدی کے مفتی حضرات اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ احادیث

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

[3] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۳۸
کنز العمال برمز حم حدیث ۴۵۸۶۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۵۵۸

[4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۳۹
کنز العمال برمز ک حدیث ۴۵۸۶۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۵۵۷

در مواخذہ و تصفیۂ حقوق العباد در محشر وارد اند مخصوص بحقوق مومنان بذمۂ مومنان ہستند یا بالعموم بحقوق آدمیان یعنی مومن و غیر مومن بذمۂ مومن اند۔ بالعموم حقوق مخلوقات بذمۂ انسان مومن۔ واگر خصمان علاوۂ انسان ہم باشند یا انسان زندہ نماندہ باشد یا ازیاد وارفتہ باشد یا قدرت ادائے حقوق نباشد یا گمان عفو از صاحبان حقوق نباشد یا صاحبان حقوق باوجود طلب عفو بحل نسازند۔ پس ازروئے شرع شریف حسب مذہب حنفیۂ ماتریدیہ چارۂ برأت مومن ہست یا دخول نار واجب و حرمان نجات لابدست۔ بیّنوا توجروا۔

اور آثار قیامت کے دن حقوق العباد کی صلح وصفائی وگرفت کے بارے میں جو وارد ہیں کیا وہ مومنوں کے حقوق، مومنوں کے ذمے لازم اور مخصوص ہیں یا صرف انسانی حقوق ہیں کہ جس میں مومن اور غیر مومن برابر ہیں۔ البتہ وہ مومنوں کے ذمے لازم ہیں، یا عام طور پر مخلوقِ الٰہی کے حقوق بندۂ مومن کے ذمے لازم ہیں۔ اگر انسان کے علاوہ دوسری مخلوق بھی فریق مخالف ہو، یا انسان زندہ نہ رہے یا اس کی یاد سے یہ بات نکل جائے یا حقوق ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا اہلِ حقوق سے معاف کرنے کی اُمید نہ ہو یا اہلِ حقوق معافی طلب کرنے کے باوجود معاف نہ کریں، تو ان تمام صورتوں میں شریعتِ محمدیہ میں مذہب حنفی ماتریدی کے مطابق مومن کے بری الذمہ ہونے کی کیا صورت ہے، یا آگ میں جانا ضروری اور رہائی پانے سے محروم ہونا لازمی ہے، جو بھی صورت ہو بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ (ت)

الجواب

اخبار وآثار در مطلق حقوق ست مومن را باشد یا کافر ذمی را انسان را باشد یا حیوان وقد نصوا ان خصومۃ الدابۃ اشد من خصومۃ الذمی وخصومۃ الذمی اشد من خصومۃ المسلم کما فی الخانیۃ والدر[1] وغیرھما، وباجماع

اخبار اور آثار مطلق حقوق کے متعلق وارد ہیں، خواہ مومن ہو یا کافر ذمی، انسان ہو یا حیوان۔ اس لئے کہ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ جانوروں کا جھگڑنا اور فریقِ مخالف ہونا ذمی کافر کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے، اور ذمی کی مخالفت مسلمان کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان اور درمختار وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹

اہلسنت ہیچ وعید درحق مسلم قطعی نیست قال اللہ تعالٰی ان اللہ تعالٰی ان اللہ لایغفران یشرك بہ ولیغفر مادون ذلك لمن یشاء[1] آنچہ در اشدیت خصومت ذمی گفتہ اند انہ لایرجی منہ العفو فیبقی فی خصومتہ فاقول ای یطول خصومتہ ولیس فیہ ان الوعید ینفذ ولابد حقوق و اصحاب ہمہ را مالك حقیقی حضرت حق ست عز جلالہ فیفعل مایشاء[2] ویحکم مایرید۔[3] نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اہل سنّت کا اتفاق ہے کہ کوئی دھمکی مسلمان کے حق میں قطعی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ بیشک اللہ تعالٰی اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اسکے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔ اور اس سے کمتر جس کے لئے چاہیں معاف کردیتا ہے، اور یہ جو وارد ہوا ہے کہ ذمی کی مخالفت زیادہ سخت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے معافی کی امید نہیں۔ پھر وُہ اپنی مخالفت میں باقی رہے گا۔ میں کہتا ہُوں کہ اس کی مخالفت طویل ہوجائیگی اور اس میں یہ نہیں کہ عذاب کی دھمکی ضرور نافذ ہوگی۔ حقوق و اصحاب سب کا حقیقی مالک اللہ تعالٰی ہے کہ جس کی عزت بڑی ہے۔ لہذا وہ کرتا ہے جو چاہے۔ اور فیصلہ کرتا ہے جس کا ارادہ فرمائے۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۸ و ۱۱۶ [2] القرآن الکریم ۳/ ۴۰ و ۲۲/ ۱۸
[3] " " ۵/ ۱

رسالہ

الحقوق لطرح العقوق

۱۳۰۷ھ

(نافرمانی کو ختم کرنے کے لئے حقوق کی تفصیل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۱۵۸ تا ۱۶۱ ۱۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین ان مسائل میں :

مسئلہ اولٰی

پسر نے اپنے باپ کی نافرمانی اختیار کرکے کل جائداد پدر پر قبضہ کرلیا اور باپ کے پاس واسطے اوقات بسری کے کچھ نہ چھوڑا بلکہ درپئے تذلیل وتوہین پدر کے ہے اور اللہ جل شانہ نے واسطے اطاعت پدر کے کلام اپنے میں فرمایا ہے، صورتِ ہذا میں اس نے خلاف فرمودہ خدا کیا وہ منکرِ حکمِ خدا ہوا یا نہیں ؟ اور منکرِ کلامِ ربانی کے واسطے کیا حکمِ شرع شریف ہے ؟ اور وہ کہاں تک گنہگار رہے ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

پسر مذکور فاسق فاجر مرتکب کبائر عاق ہے اور اسے سخت عذاب وغضبِ الٰہی کا استحقاق

باپ کی نافرمانی اللہ جبار و قہار کی نافرمانی ہے اور باپ کی ناراضی اللہ جبار و قہار کی ناراضی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کے جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہی اس کے دوزخ ہیں۔ جب تک باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا۔ عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی سخت بلا نازل ہوگی مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

طاعة الله طاعة الوالد و معصية الله معصية الوالد۔ رواه الطبرانی[1] عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه۔

اللہ کی اطاعت ہے والد کی اطاعت، اور اللہ کی معصیت ہے والد کی معصیت (طبرانی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رضا الله فی رضا الوالد و سخط الله فی سخط الوالد۔ رواه الترمذی[2] و ابن حبان فی صحيحه والحاكم عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما۔

اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے (ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

هما جنتك و نارك۔ رواه ابن ماجة[3] عن ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنه۔

ماں باپ تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں (ابن ماجہ نے ابی امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الوالد اوسط ابواب الجنة فان شئت فاضع ذلك الباب او احفظه۔ رواه

والد جنت کے سب دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے اب تو چاہے تو اس دروازے کو اپنے ہاتھ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۲۷۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/۱۳۴

[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/۱۲

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب بر الوالدین ایچ ایم سعید کمپنی دہلی ص ۲۶۹

25 الترمذی[1] فی صحیحہ و ابن ماجۃ وابن حبان عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سے کھو دے خواہ نگاہ رکھ (ترمذی نے اپنی صحیح میں اور ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابوالدرداء سے اسے روایت کیا۔ ت)

پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث والرجلۃ من النساء۔[2] رواہ النسائی والبزار باسناد جید والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تین اشخاص جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور دیّوث اور وہ عورت کہ مردانی وضع بنائے۔ (نسائی اور بزار نے اسناد جید کے ساتھ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

چھٹی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایقبل اللہ عزوجل منہم صرفا ولاعدلا عاق ومنان ومکذب بقدر۔[3] رواہ ابن ابی عاصم فی السنۃ بسند حسن عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تین شخصوں کا کوئی فرض ونفل اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا: عاق اور صدقہ دے کر احسان جتانے والا اور ہر نیکی و بدی کو تقدیر الٰہی سے نہ ماننے والا (ابن ابی عاصم نے السنۃ میں سند حسن کے ساتھ ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ساتویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل الذنوب یؤخر اللہ منہا ماشاء الی یوم القیمۃ الاعقوق الوالدین فان اللہ یعجلہ لصاحبہ فی الحیاۃ قبل الممات

سب گناہوں کی سزا اللہ تعالٰی چاہے تو قیامت کے لئے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کہ اس کی سزا جیتے جی پہنچاتا ہے۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۲

[2] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب المنان بما اعطی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۵۷

المستدرک للحاکم کتاب الایمان ثلثۃ لایدخلون الجنۃ دارالفکر بیروت ۱/ ۷۲

[3] العلل المتناہیۃ باب ذکر القدر والقدریۃ حدیث ۲۳۹ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۱۵۱

مجمع الزوائد باب ماجاء فیمن یکذب بالقدر دارالکتاب العربی بیروت ۷/ ۲۰۶

25
25

رواہ الحاکم[1] والاصبہانی والطبرانی عن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (حاکم اور اصبہانی اور طبرانی نے ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

آٹھویں حدیث میں ہے، ایک جوان نزع میں تھا اسے کلمہ تلقین کرتے تھے نہ کہا جاتا تھا یہاں تک کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لے گئے اور فرمایا: کہہ لا الٰہ الا اللہ، عرض کی نہیں کہا جاتا۔ معلوم ہوا کہ ماں ناراض ہے، اسے راضی کیا تو کلمہ زبان سے نکلا۔ رواہ الامام احمد[2] والطبرانی عن عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ (امام احمد اور طبرانی نے عبد اللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

مگر ان امور سے وہ عاصی اور اس کا فعل مخالفِ حکمِ خدا ہوا، اس کا منکرِ خدا ہونا لازم نہیں آتا جب تک یہ نہ کہے کہ باپ کی اطاعت شرعاً ضروری نہیں یا معاذ اللہ باپ کی توہین و تذلیل جائز ہے جو مطلقاً بلا تاویل ایسا اعتقاد رکھتا ہو وہ بے شک منکرِ الٰہی ہوگا اور اس پر صریح الزام کفر، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ثانیہ

سوتی مادر پر تہمت بد طرح طرح کی لگائے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور سوتیلی مادر کا حق پسرِ علاتی پر ہے یا نہیں؟

الجواب

حقوق تو مسلمان پر ہر مسلمان رکھتا ہے اور کسی مسلمان کو تہمت لگانی حرام قطعی ہے خصوصاً معاذ اللہ اگر تہمتِ زنا ہو، جس پر قرآن عظیم نے فرمایا:

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[3]۔ اللہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ باب کل الذنوب یوخر اللہ ماشاء منہا دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۶
کنز العمال حدیث ۴۵۵۴۵ بیروت و الدر المنثور تحت آیات ۱۷/ ۲۳، ۲۴ و ۴/ ۱۷۴
[2] شعب الایمان حدیث ۷۸۹۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۹۸
ف: تلاش کے باوجود احمد و طبرانی سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں مل سکی شعب الایمان میں انہی الفاظ سے ملاحظہ ہو۔
[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷

تہمتِ زنا لگانے والے کو اَسّی کوڑے لگتے ہیں اور ہمیشہ کو اس کی گواہی مردود ہوتی ہے اللہ تعالٰی نے اس کا نام فاسق رکھا، یہ سب احکام ہر مسلمان کے معاملے میں ہیں اگرچہ اس سے کوئی رشتہ علاقہ اصلاً نہ ہو، اور سوتیلی ماں تو ایک عظیم وخاص علاقہ اس کے باپ سے رکھتی ہے جس کے باعث اس کی تعظیم وحرمت اس پر بلاشبہہ لازم، اسی حرمت کے باعث رب العزت جل وعلا نے اسے حقیقی ماں کی مثل حرام ابدی کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ابر البر صلة الرجل اھل ود ابیہ۔ رواہ مسلم[1] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

بیشک سب نکوکاریوں سے بڑھ کر نکوکاری یہ ہے کہ فرزند اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے (مسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ماں باپ کے ساتھ نکوکاری کے طریقوں میں یہ بھی شمار فرمایا:

واکرام صدیقھما۔ ابوداؤد[2] وابن ماجۃ وابن حبان فی صحاحھم عن مالک بن ربیعۃ الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ان کے دوست کی عزت کرنا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں مالک بن ربیعہ الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

باپ کے دوستوں کی نسبت یہ احکام تو اسکی منکوحہ اس کی ناموس کی تعظیم وتکریم کیوں نہ احق وآکد ہوگی خصوصاً جبکہ اس کی ناراضی میں باپ کی ناراضی ہو کہ باپ کی ناراضی اللہ تعالٰے کی ناراضی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ثالثہ

اولاد پر حقِ پدر زیادہ ہے یا حقِ مادر؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اولاد پر ماں باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم، قال اللہ تعالٰی:

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی بر الوالدین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۴

سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب صل من کان ابوک یصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۹

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا[1]

اور ہم نے تاکید کی آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی، اسے پیٹ میں رکھے رہی اس کی ماں تکلیف سے، اور اسے جنا تکلیف سے، اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیس مہینے میں ہے۔

اس آیہ کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کرکے گنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل وولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد واعظم ہو گیا شمار فرمایا اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علٰی وھن وفصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک[2]

تاکید کی ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے حق میں کہ پیٹ میں رکھا اسے اس کی ماں نے سختی پر سختی اٹھا کر، اور اس کا دودھ چھٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

یہاں ماں باپ کے حق کی کمال نہایت تصریح کہ انھیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا، فرماتا ہے، شکر بجا لا میرا اور اپنے ماں باپ کا، اللہ اکبر اللہ اکبر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای الناس اعظم حقا علی المرأۃ قال زوجھا قلت فای الناس اعظم حقا علی الرجل قال امہ۔ رواہ البزار بسند حسن والحاکم[3]۔

یعنی میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا شوہر کا، میں نے عرض کی اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا اس کی ماں کا۔ (بزار نے بسند حسن اور حاکم نے اسے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵ [2] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

[3] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ اعظم الناس حقا علی الرجل امہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۷۵

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

جاء رجل الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احق الناس بحسن صحابتی قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال ابوك۔ رواہ الشیخان[1] فی صحیحھما۔

ایک شخص نے خدمتِ اقدس حضور پُرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ سب سے زیادہ کون اس کا مستحق ہے کہ میں اس کے ساتھ نیک رفاقت کروں، فرمایا تیری ماں، عرض کی پھر، فرمایا تیری ماں، عرض کی پھر، فرمایا تیری ماں، عرض کی پھر، فرمایا تیرا باپ۔ (امام بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اسے روایت کیا۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوصی الرجل بامہ اوصی الرجل بامہ اوصی الرجل بامہ اوصی الرجل بابیہ۔ رواہ الامام احمد وابن ماجۃ والحاکم والبیہقی فی السنن[2] عن ابی سلامۃ۔

میں ایک آدمی کو وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کے باپ کے حق میں۔ (امام احمد اور ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی نے سنن میں ابی سلامہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

مگر اس زیادت کے یہ معنے ہیں کہ خدمت میں، دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے مثلاً سَو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانع تفضیل مادر نہیں تو باپ کو پچیس دے ماں کو پچھتّر، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۳
صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب بر الوالدین " " " ۲/ ۳۱۲

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث خداش ابی سلامہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۱۱
سنن ابن ماجہ ابواب الادب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۸
المستدرک للحاکم کتاب البر والصلۃ باب برامک دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۰
السنن الکبرٰی کتاب الزکوٰۃ باب الاختیار فی صدقۃ التطوع دار صادر بیروت ۴/ ۱۷۹

دی جائے پھر باپ کے، وعلٰی ہذا القیاس، نہ یہ کہ اگر والدین میں باہم تنازع ہو تو ماں کا ساتھ دے، معاذ اللہ باپ کے درپے ایذا ہو یا اس پر کسی طرح درشتی کرے یا اُسے جواب دے یا بے ادبانہ آنکھ ملا کر بات کرے، یہ سب باتیں حرام اور اللہ عزّوجل کی معصیت ہیں، نہ ماں کی اطاعت ہے نہ باپ کی، تو اسے ماں باپ میں سے کسی کا ایسا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں، وہ دونوں اس کی جنّت و نار ہیں، جسے ایذا دے گا دوزخ کا مستحق ہوگا والعیاذ باللہ، معصیتِ خالق میں کسی کی اطاعت نہیں، اگر مثلاً ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو کسی طرح کا آزار پہنچائے اور یہ نہیں مانتا تو وہ ناراض ہوتی ہے، ہونے دے اور ہرگز نہ مانے، ایسے ہی باپ کی طرف سے ماں کے معاملہ میں، ان کی ایسی ناراضیاں کچھ قابلِ لحاظ نہ ہوں گی کہ یہ ان کی نری زیادتی ہے کہ اس سے اللہ تعالٰی کی نافرمانی چاہتے ہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام نے یوں تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے جس کی مثالیں ہم لکھ آئے ہیں، اور تعظیم باپ کی زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم و آقا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اذا تعذر علیہ جمع مراعاۃ حق الوالدین بان یتأذی احدھما بمراعاۃ الاٰخر یرجح حق الاب فیما یرجع الی التعظیم والاحترام وحق الام فیما یرجع الی الخدمۃ والانعام وعن علاء الائمۃ الحمامی قال مشائخنا رحمھم اللہ تعالٰی الاب یقدم علی الام فی الاحترام والام فی الخدمۃ حتی لو دخلا علیہ فی البیت یقوم للاب ولوسألا منہ ماء ولم یاخذ من یدہ احدھما فیبدأ بالام کذا فی القنیۃ[1]، واللہ سبحٰنہ

جب آدمی کے لئے والدین میں سے ہر ایک کے حق کی رعایت مشکل ہوجائے مثلاً ایک کی رعایت سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے تو تعظیم و احترام میں والد کے حق کی رعایت کرے اور خدمت میں والدہ کے حق کی۔ علامہ حمامی نے فرمایا ہمارے امام فرماتے ہیں کہ احترام میں باپ مقدم ہے اور خدمت میں والدہ مقدم ہوگی حتی کہ اگر گھر میں دونوں اس کے پاس آئے ہیں تو باپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو، اور اگر دونوں نے اس سے پانی مانگا اور کسی نے اس کے ہاتھ سے پانی نہیں پکڑا تو پہلے والدہ کو پیش کرے، اسی طرح قنیہ میں ہے۔ واللہ سبحٰنہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون نورانی کتبخانہ پشاور ۵/۳۶۵

وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔ (ت)

مسئلہ رابعہ

مابین زن وشوہر حق زیادہ کس کا ہے اور کہاں تک؟

الجواب

زن وشوہر میں ہر ایک کے دوسرے پر حقوقِ کثیرہ واجب ہیں ان میں جو بجا نہ لائے گا اپنے گناہ میں گرفتار ہوگا، اگر ایک ادائے حق نہ کرے تو دوسرا اسے دستاویز بناکر اس کے حق کو ساقط نہیں کرسکتا مگر وہ حقوق کہ دوسرے کے کسی حق پر مبنی ہوں اگر یہ اس کا ایسا حق ترک کرے وہ دوسرا اس کے یہ حقوق کہ اس پر مبنی تھے ترک کرسکتا ہے جیسے عورت کا نان ونفقہ کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے، اگر ناحق اس کے یہاں سے چلی جائے گی جب تک واپس نہ آئیگی کچھ نہ پائے گی، غرض واجب ہونے مطالبہ ہونے، بے وجہ شرعی ادا نہ کرنے سے گنہگار ہونے میں تو حقوق زن وشوہر برابر ہیں ہاں شوہر کے حقوق عورت پر بکثرت ہیں اور اس پر وجوب بھی اشد و آکد، ہم اس پر حدیث لکھ چکے کہ عورت پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ، اور مرد پر سب سے بڑا حق ماں کا ہے یعنی زوجہ کا حق اس سے بلکہ باپ سے بھی کم، ذٰلک بما فضل اللہ بعضھم علی بعض (یہ اللہ تعالٰی کا بعض پر بعض کا فضل ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲: مسئولہ منشی شوکت علی صاحب فاروقی ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ (آپ پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو، اس مسئلہ کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) کہ بعد فوت ہوجانے والدین کے اولاد پر کیا حق والدین کا رہتا ہے؟ بیّنوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازے کی تجہیز، غسل وکفن ونماز ودفن ہے اور ان کاموں میں سنن ومستحبات کی رعایت جس سے ان کے لئے ہر خوبی وبرکت ورحمت ووسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لئے دعا واستغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ وخیرات واعمال صالحہ کا ثواب انھیں پہنچاتے رہنا حسبِ طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انھیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب

پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی و کوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہلِ خیر سے اس کی ادا میں امداد لینا۔

(۵) اُن پر کوئی فرض رہ گیا تو بقدرِ قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا، حج نہ کیا ہو تو ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا، زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا وعلیٰ ہذا القیاس ہر طرح ان کی برأت ذمہ میں جد و جہد کرنا۔

(۶) انھوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لئے کر گئے تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازت وارثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشخبری پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(۷) ان کی قسم بعدِ مرگ بھی سچی ہی رکھنا مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائیگا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسے ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امور جائزہ میں بعدِ مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارتِ قبر کے لئے جانا، وہاں یٰسٓ شریف پڑھنا ایسی آواز سے کہ وہ سنیں اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام و فاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا ہمیشہ ان کا اعزاز و اکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں باپ کو بُرا کہہ کر جواب میں انھیں بُرا نہ کہلوانا۔

(۱۲) سب میں سخت تر و عام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کرکے انھیں قبر میں ایذا نہ پہنچانا، اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے، ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ انھیں قبر میں بھی رنج پہنچائے۔

اللہ غفور رحیم عزیز کریم جل جلالہ صدقہ اپنے رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے گناہوں سے بچائے، ہمارے اکابر کی قبروں میں ہمیشہ نور و سرور پہنچائے کہ وہ قادر ہے اور ہم عاجز، وہ غنی ہے ہم محتاج، وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل نعم المولٰی ونعم النصیر ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم، وصلی اللّٰہ تعالٰی علی الشفیع علی الرفیع العفو الکریم الرؤف الرحیم سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اٰمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

اب وہ حدیثیں جن سے فقیر نے یہ حقوق استخراج کئے ان میں سے بعض بقدرِ کفایت ذکر کروں:

حدیث ۱: کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خدمتِ اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی، یارسول اللہ! ماں باپ کے انتقال کے بعد کوئی طریقہ ان کے ساتھ نکوئی کا باقی ہے جسے میں بجالاؤں۔ فرمایا:

نعم اربعۃ الصلاۃ علیھما والاستغفار لھما وانفاذ عھدھما من بعدھما واکرام صدیقھما وصلۃ الرحم التی لارحم لك الامن قبلھما فھذا الذی بقی من برھما بعد موتھما۔ رواہ ابن النجار[1] عن ابی اسید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ مع القصۃ، ورواہ البیہقی[2] فی سننہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایبقی للولد من بر الوالد الا اربع الصلوۃ علیہ والدعاء لہ وانفاذ عھدہ من بعدہ وصلۃ رحمہ واکرام صدیقہ۔

ہاں چار باتیں ہیں: ان پر نماز، اور ان کے لئے دعائے مغفرت، اور ان کی وصیت نافذ کرنا، اور ان کے دوستوں کی عزت داشت، اور جو رشتہ صرف انھیں کی جانب سے ہو نیک برتاؤ سے اس کا قائم رکھنا۔ یہ وہ نکوئی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ کرنی باقی ہے (ابن النجار نے ابی اسید ساعدی رضی اللہ تعالٰی سے مع قصہ کے روایت کیا۔ اور بیہقی نے اپنی سنن میں انھیں رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: والد کے ساتھ نیکی کی چار باتیں ہیں: اس پر نماز پڑھنا، اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا، اس کی وصیت نافذ کرنا، اس کے رشتہ داروں سے نیک برتاؤ کرنا، اسکے دوستوں کا احترام کرنا۔ ت)

---

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۴۵۹۳۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۵۷۹

[2] السنن الکبرٰی کتاب الجنائز باب مایستحب لولی المیت الخ دار صادر بیروت ۴/ ۶۱ و ۶۲

حدیث ۲: کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

استغفار الولد لابیہ من بعد الموت من البر۔ رواہ ابن النجار[1] عن ابی اسید بن مالک بن زرارۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے بعد ان کے لئے دعاءِ مغفرت کرے (ابن النجار نے ابی اسید بن مالک بن زرارہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

اذا ترک العبد الدعاء للوالدین فانہ ینقطع عنہ الرزق۔ رواہ الطبرانی[2] فی التاریخ والدیلمی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

آدمی جب ماں باپ کے لئے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہوجاتا ہے (طبرانی نے تاریخ میں اور دیلمی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

حدیث ۴ و ۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا تصدق احدکم بصدقۃ تطوعا فلیجعلہا عن ابویہ فیکون لہما اجرہا ولا ینقص من اجرہ شیئا۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[3] وابن عساکر[4] عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما ونحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس[5] عن معٰویۃ ابن حیدۃ القشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب تم میں سے کوئی شخص کچھ نفل خیرات کرے تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انھیں ملے گا اور اس کے ثواب میں سے کچھ نہ گھٹے گا (اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں اور ابن عساکر نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور ایسے ہی دیلمی نے مسند الفردوس میں معاویہ ابن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۴۵۴۴۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۶۳

[2] " " الطبرانی فی التاریخ والدیلمی عن انس حدیث ۴۵۵۵۶ " " " ۱۶/ ۴۸۲

[3] المعجم الاوسط حدیث ۷۷۲۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۴۷۹

[4] الجامع الصغیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۷۹۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۴۸۵

[5] الفردوس بماثور الخطاب عن معاویہ بن حیدۃ حدیث ۶۳۴۲ " " " ۴/ ۱۰۹

حدیث ۶: کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہوکر عرض کی: یا رسول اللہ! میں اپنے ماں باپ کے ساتھ زندگی میں نیک سلوک کرتا تھا اب وہ مرگئے ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے؟ فرمایا:

ان من البر بعد الموت ان تصلی لھما مع صلٰوتک وتصوم لھما مع صیامک۔ رواہ الدارقطنی۔[1]

بعد مرگ نیک سلوک سے یہ ہے کہ تُو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھے (اسے دارقطنی نے روایت کیا۔ ت)

یعنی جب اپنے ثواب ملنے کے لئے کچھ نفل نماز پڑھے یا روزے رکھے تو کچھ نفل نماز ان کی طرف سے کہ انھیں ثواب پہنچائے یا نماز روزہ جو نیک عمل کرے ساتھ ہی انھیں ثواب پہنچنے کی بھی نیت کرلے کہ انھیں بھی ثواب ملے گا اور تیرا بھی کم نہ ہوگا،

کما یدل علیہ لفظ مع انہ یحتمل الوجھین بل ھذا الصق بالمعیۃ۔

جیسا کہ لفظ "مع" اس پر دال ہے کیونکہ اس میں مذکورہ دونوں احتمال ہیں بلکہ آخری وجہ معیت کو زیادہ مناسب ہے۔ (ت)

محیط پھر تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ۔[2]

جو شخص نفلی صدقہ دے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ تمام ایمان والوں کی نیت کرے کیونکہ انھیں بھی ثواب پہنچے گا اور اس کا ثواب بھی کم نہ ہوگا۔ (ت)

حدیث ۷: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من حج عن والدیہ او قضی عنھما مغرما بعثہ اللہ یوم القیٰمۃ مع الابرار۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[3] والدارقطنی[4] فی

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے روزِ قیامت نیکوں کے ساتھ اُٹھے (اسے طبرانی نے اوسط میں اور دارقطنی نے

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الدارقطنی کتاب الحج باب الحج عن الغیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳۷

[2] " " " " " ۲/۲۳۶

[3] المعجم الاوسط حدیث ۷۷۹۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۲۹۳

[4] سنن الدارقطنی کتاب الحج باب المواقیت حدیث ۱۱۰ نشر السنۃ ملتان ۲/۲۶۰

السنن عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنہما۔

سنن میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۸: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اسّی ہزار قرض تھے وقتِ وفات اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بلا کر فرمایا:

بع فیھا اموال عمر فان وفت والا فسل بنی عدی فان وفت والافسل قریشا ولا تعدھم۔

میرے دَین (قرض) میں اول تو میرا مال بیچنا اگر کافی ہوجائے فبہا ورنہ میری قوم بنی عدی سے مانگ کر پورا کرنا اگر یُوں بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور انکے سوا اوروں سے سوال نہ کرنا۔

پھر صاحبزادہ موصوف سے فرمایا: اضمنھا تم میرے قرض کی ضمانت کرلو۔ وہ ضامن ہوگئے اور امیر المومنین کے دفن سے پہلے اکابر مہاجرین وانصار کو گواہ کرلیا کہ وہ اسّی ہزار مجھ پر ہیں، ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہ سارا قرض ادا فرمادیا۔ رواہ ابن سعد فی الطبقات[1] عن عثمان بن عروۃ (اسے ابن سعد نے طبقات میں عثمان بن عروہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۹: قبیلہ جہینہ سے ایک بی بی رضی اللہ تعالٰی عنہا نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! میری ماں نے حج کرنے کی منت مانی تھی وہ ادا نہ کرسکیں اور ان کا انتقال ہوگیا کیا میں اُن کی طرف سے حج کرلوں، فرمایا:

حجی عنہا ارأیت لوکان علی امك دین اکنت قاضیة اقضوا الله فالله احق بالوفاء۔ رواہ البخاری[2] عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنہما۔

ہاں اس کی طرف سے حج کر، بھلا تو دیکھ تو تیری ماں پر اگر دَین ہوتا تو تُو ادا کرتی یا نہیں؟ یُونہی خدا کا دَین ادا کرو کہ وہ زیادہ حق ادا رکھتا ہے (اسے بخاری نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا حج الرجل عن والدیہ

انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۳/ ۳۵۸

[2] صحیح البخاری ابواب العمرۃ باب الحج والنذر عن المیت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۰

〃 کتاب الاعتصام باب من شبہ اصلاً معلوماً الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۸

تقبل منه ومنهما واستبشرت ارواحهما في السماء وكتب عند الله برا۔ رواہ الدارقطنی[1] عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

وہ حج اس کی اور اس کے والدین کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روحیں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں، اور یہ شخص اللہ عزوجل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے (اسے دارقطنی نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من حج عن ابیہ وامہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج۔ رواہ الدارقطنی[2] عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے حج ادا ہو جائے اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔ (دارقطنی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من حج عن والدیہ بعد وفاتہما کتب لہ عتقا من النار وکان للمحجوج عنہما اجر حجۃ تامۃ من غیر ان ینقص من اجورہما شیئا۔ رواہ الاصبہانی فی الترغیب والبیہقی فی الشعب[3] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالٰی اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو جس میں اصلاً کمی نہ ہو۔ (اسے اصبہانی نے ترغیب میں اور بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الحج باب المواقیت حدیث ۱۰۹ نشر السنۃ ملتان ۲/۲۶۰

[2] " " " " ۱۱۲ " " ۲/۲۶۰

[3] شعب الایمان حدیث ۷۹۱۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۲۰۵

من برقسمهما وقضی دینهما ولم یستسب لهما کتب بارا وان کان عاقا فی حیاته ومن لم یبر قسمهما ولم یقض دینهما واستسب لهما کتب عاقا وان کان بارا فی حیاته۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[1] عن عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد ان کی قسم سچی کرے اور ان کا قرض ادا کرے اور کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انھیں برا نہ کہلوائے وہ والدین کے ساتھ نکوکار لکھا جاتا ہے اگرچہ ان کی زندگی میں نافرمان تھا اور جو ان کی قسم پوری نہ کرے اور ان کا قرض نہ اتارے اوروں کے والدین کو برا کہہ کر انھیں برا کہلوائے وہ عاق لکھا جائے اگرچہ ان کی حیات میں نکوکار رہتا (اسے طبرانی نے اوسط میں عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل یوم جمعۃ مرۃ غفر اللہ لہ وکتب برا۔ رواہ الامام الترمذی العارف باللہ الحکیم فی نوادر الاصول[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالٰی اس کے گناہ بخش دے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے (امام الحکیم عارف باللہ ترمذی نے نوادر الاصول میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من زار قبر ابویہ او احدھما یوم الجمعۃ فقرأ عندہ یٰس غفر لہ۔ رواہ ابن عدی[3] عن الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی لفظ من زار قبر والدیہ او احدھما فی کل جمعۃ فقرأ عندہ یٰس غفر اللہ لہ بعدد کل حرف منہا۔ رواہ ھو والخلیلی

جو شخص روز جمعہ اپنے والدین یا ایک کی زیارت قبر کرے اور اس کے پاس یٰس پڑھے بخش دیا جائے (اسے عدی نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور دیگر الفاظ میں۔ ت) جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارت قبر کرکے وہاں یٰس پڑھے یٰس شریف میں جتنے حرف ہیں ان سب کی

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵۰۱۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۲۸۴

[2] نوادر الاصول للترمذی الاصل الثانی عشر دار صادر بیروت ص ۲۴

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ عمرو بن زیاد بن عبدالرحمان بن ثوبان دار الفکر بیروت ۵/ ۱۸۰۱

وابوشیخ والدیلمی[1] وابن النجار والرافعی وغیرھم عن ام المؤمنین الصدیقۃ عن ابیہا الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

گنتی کے برابر اللہ تعالٰی اس کے لئے مغفرت فرمائے (اسے روایت کیا ترمذی الخلیلی اور ابوشیخ اور دیلمی اور ابن نجار اور رافعی وغیرہم نے ام المؤمنین صدیقہ سے انھوں نے اپنے والدگرامی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ت)

حدیث ۱۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من زار قبر ابویہ او احدھما احتسابا کان کعدل حجۃ مبرورۃ ومن کان زوارا لھما زارت الملئکۃ قبرہ۔ رواہ الامام الترمذی[2] الحکیم وابن عدی[3] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو بہ نیتِ ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک کی زیارتِ قبر کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے، اور جو بکثرت ان کی زیارتِ قبر کیا کرتا ہو فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں (حکیم ترمذی اور ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ت)

امام ابن الجوزی محدث کتاب عیون الحکایات میں بسندِ خود محمد ابن العباس وراق سے روایت فرماتے ہیں ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کو گیا راہ میں باپ کا انتقال ہوگیا وہ جنگل درختان مقل یعنی گوگل کے پیڑوں کا تھا ان کے نیچے دفن کرکے بیٹا جہاں جانا تھا چلاگیا جب پلٹ کر آیا اس منزل میں رات کو پہنچا باپ کی قبر پر نہ گیا تو ناگاہ سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے:

رأیتک تطوی الدوم لیلا ولا تری ... علیک باھل الدوم ان تتکلما

وبالدوم ثاو لو ثویت مکانہ ... فمر باھل الدوم عاج فسلما[4]

(میں نے تجھے دیکھا کہ تو رات میں اس جنگل کو طے کرتا ہے اور وہ جوان پیڑوں میں ہے

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابی الشیخ وغیرہ بیان زیارۃ القبور والدعا للمیت دارالفکر بیروت ۱۰/۳۶۳

[2] نوادر الاصول للترمذی الاصل الخامس عشر دار صادر بیروت ص ۲۴

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ حفص بن سلمۃ الخ دارالفکر بیروت ۲/۸۰۱

[4] شرح الصدور بحوالہ عیون الحکایات باب زیارۃ القبور وعلم الموتی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۱

اس سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا حالانکہ ان درختوں میں وہ مقیم ہے کہ اگر اس کی جگہ تُو ہوتا اور وہ یہاں گزرتا تو وہ راہ سے پھر کر آتا اور تیری قبر پر سلام کرتا۔ ت)

حدیث ۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من احب ان یصل اباہ فی قبرہ فلیصل اخوان ابیہ من بعدہ۔ رواہ ابویعلی[1] وابن حبان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے وہ باپ کے بعد اس کے عزیزوں دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے (ابویعلٰی وابن حبان نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من البران تصل صدیق ابیک۔ رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

باپ کے ساتھ نیکوکاری سے ہے یہ کہ تو اسکے دوست سے اچھا برتاؤ کرے۔ (طبرانی نے اوسط میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان البران یصل الرجل اھل ودابیہ بعد ان یولی الاب۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری فی الادب المفرد و مسلم[3] فی صحیحہ وابوداؤد والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بے شک باپ کے ساتھ سب نکوکاریوں سے بڑھ کر یہ نکوکاری ہے کہ آدمی باپ کے بعد اس کے دوستوں سے اچھی روش پر نبا ہے (اسے ائمہ کرام احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں اور مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

احفظ ودّ ابیک لاتقطعہ فیطفیٔ اللہ[4]

اپنے ماں باپ کی دوستی پر نگاہ رکھ اسے قطع

---

[1] مسند ابویعلی حدیث ۵۶۴۳ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۵/۲۶۰

[2] المعجم الاوسط " ۷۲۹۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۱۴۹

[3] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۴

کنزالعمال بحوالہ الحم خدم، د، ت حدیث ۴۵۴۶۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/۴۶۵

توہك ۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الاوسط[1] والبیھقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

نہ کرنا کہ اللہ تعالٰی نور تیرا بجھا دے گا (اسے بخاری نے ادب المفرد میں اور طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ تعالٰی وتعرض علی الانبیاء وعلی الاباء والامھات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتھم ویزدادون وجوھھم بیضا ونزھۃ فاتقوا اللہ ولا تؤذوا موتاکم۔[2] رواہ الامام الحکیم عن والد عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو اللہ عزوجل کے حضور اعمال پیش ہوتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو، وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی صفائی وتابش بڑھ جاتی ہے، تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اپنے گناہوں سے رنج نہ پہنچاؤ (اسے امام حکیم نے اپنے والد عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو وہ اس کے حیات ووجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی ودُنیوی پائے گا سب اُنھیں کے طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت وکمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہوسکتا نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں اس کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں خصوصًا پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے میں، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں ان کا شکر کہاں تک ادا ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لئے اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت ورحمت کے مظہر ہیں، ولہذا قرآن عظیم میں اللہ جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ ان اشکرلی ولوالدیك[3] حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۸۶۲۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۲۸۸
کنز العمال بحوالہ خد، طس، حب عن ابن عباس حدیث ۴۵۴۶۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۶۴

[2] نوادر الاصول للترمذی الاصل السابع والستون والمائۃ الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳

[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

6/6 حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا میں ۶ میل تک اپنی ماں کو گردن پر سوار کرکے لے گیا ہوں کیا میں اب اس کے حق سے بری ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لعلہ ان یکون بطلقۃ واحدۃ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الاوسط عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے (اسے طبرانی نے اوسط میں بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اللہ عزوجل عقوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳: از بنگالہ ضلع کمرلا موضع ہرمنڈل مرسلہ مولوی عبدالجبار صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کچھ لیاقت رکھنے والا اپنے والدین صالحین کے ساتھ جنگ وجدل و زد و ضرب وظلم وستم کرتا ہے اور خود اپنے والدین کو طعنے تشنیع ودشنام کرتا ہے اور لوگوں سے کرواتا ہے، اور وہ شخص غاصب و کاذب وسارق کے ساتھ موصوف ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا مکروہ؟ اگر مکروہ ہے تو کون قسم کی مکروہ ہے؟ اور ایسے شخص کے پیچھے جو کوئی بسبب ناواقفی کے نماز پڑھے تو نماز اس کو دوبارہ پڑھنا ہو گی یا نہیں؟ اور ایسے عاق الوالدین کو دعوت کرنا کروانا صدقہ وغیرہ دینا دلوانا درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے مکان میں دعوت کھانا کیسی ہے اور وہ شخص از روئے شرع شریف کے کس تعزیر کے لائق ہے اور اس کی تائید کرنے والے پر از روئے شرع شریف کیا حکم ہے با دلائل قرآن وحدیث واقوال ائمہ ارشاد فرمایا جائے۔

الجواب

ایسا شخص افسق الفاسقین و اخبث مہین و مستحق غضب شدید رب العالمین و عذاب عظیم و نار جحیم ہے۔

حدیث ۱: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] کنز العمال بحوالہ طس عن بریدہ حدیث ۴۵۵۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۷۳
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الصغیر کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی البر وحق الوالدین دارالکتاب بیروت ۸/ ۱۳۷

الا انبئکم باکبر الکبائر، الا انبئکم باکبر الکبائر، الا انبئکم باکبر الکبائر۔

میں تمھیں نہ بتاؤں کہ سب کبیرہ گناہوں سے سخت تر گناہ کیا ہے، کیا نہ بتادوں کہ سب کبائر سے بدتر کیا ہے، کیا نہ بتادوں کہ سب کبیروں سے شدید تر کیا ہے۔

صحابہ نے عرض کی: ارشاد ہو۔ فرمایا:

الاشراك باللّٰه وعقوق الوالدين، الحديث۔ رواه الشيخان[1] والترمذى[2] عن ابى بكرة رضى اللّٰه تعالٰى عنه۔

اللہ تعالٰی کا شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کو ستانا، الحدیث۔ (اسے امام بخاری ومسلم اور ترمذی نے ابی بکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لايدخلون الجنة العاق لوالديه والديوث والرجلة من النساء۔ رواه النسائى[3] والبزار بسندين جيدين والحاكم[4] عن ابن عمر رضى اللّٰه تعالٰى عنهما۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ کو ستانے والا اور دیوث اور مردوں کی وضع بنانے والی عورت۔ (نسائی اور بزار نے جید سندوں کے ساتھ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لايقبل اللّٰه عزوجل منهم صرفا ولاعدلا عاق ومنان ومكذب بقدر۔ رواه ابن ابى عاصم[5] فى السنة بسند حسن

تین شخص ہیں کہ اللہ تعالٰی نہ ان کے فرض قبول کرے نہ نفل: ماں باپ کو ایذا دینے والا اور صدقہ دے کر فقیر پر احسان رکھنے والا اور تقدیر کا جھٹلانے والا۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب الشہادات باب ما قیل فی شہادۃ الزور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۶۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر " " " ۱/۶۴
[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ ۲/۱۲ ابواب الشہادات ۲/۵۴ امین کمپنی دہلی
[3] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب المنان بما اعطی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۳۵۱
[4] المستدرک للحاکم کتاب الایمان ثلثۃ لایدخلون الجنۃ دار الفکر بیروت ۱/۷۲
[5] العلل المتناہیۃ باب ذکر القدر والقدریۃ حدیث ۲۳۹ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/۱۵۲
مجمع الزوائد باب ماجاء فیمن یکذب بالقدر دار الکتاب العربی بیروت ۷/۲۰۶

عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (اسے عاصم نے السنۃ میں بسند حسن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴: رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ملعون من عق والدیہ ملعون من عق والدیہ ملعون من عق والدیہ۔ رواہ[۱] الطبرانی والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے۔ (اسے طبرانی اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۵: رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ من سب والدیہ۔ رواہ ابن حبان[۲] عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اللہ کی لعنت اس پر جو اپنے ماں باپ کو گالی دے (ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۶: کہ ایک جوان کو نزع کے وقت کلمہ تلقین کیا، نہ کہہ سکا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تشریف لے گئے، فرمایا: کہہ لا الٰہ الا اللہ۔ کہا: مجھ سے نہیں کہا جاتا۔ فرمایا: کیوں؟ کہا، وہ شخص اپنی ماں کو ستاتا تھا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی ماں کو بلا کر فرمایا: یہ تیرا بیٹا ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا:

ارایت لو اججت نار ضخمۃ فقیل لک ان شفعت لہ خلیناہ والا احرقناہ اکنت تشفعین لہ۔ بھلا سُن تو اگر ایک عظیم الشان آگ بھڑکائی جائے اور کوئی تجھ سے کہے کہ تو اس کی شفاعت کرے جب تو ہم اسے چھوڑتے ہیں ورنہ جلا دینگے، کیا اس وقت تو اس کی شفاعت کریگی۔

عرض کی: یارسول اللہ! جب تو شفاعت کروں گی۔ فرمایا، تو اللہ کو اور مجھے گواہ کرلے کہ تو اس سے راضی ہوگئی۔ اس نے عرض کی، الٰہی! میں تجھے اور تیرے رسول کو گواہ کرتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے

---

[۱] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی والحاکم من اللواط حدیث ۴ مصطفےٰ البابی مصر ۳/ ۲۸۶

[۲] موارد الظمآن باب فی الکبائر حدیث ۵۳ المطبعۃ السلفیہ ص ۴۳

راضی ہوئی، اب سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوان سے فرمایا: اے لڑکے! کہہ لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔ جوان نے کلمہ پڑھا اور انتقال کیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحمدﷲ الذی انقذہ بی من النار۔[1]

رواہ الطبرانی عن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

شکر اس خدا کا جس نے میرے وسیلے سے اس کو دوزخ سے بچا لیا۔ (اسے طبرانی نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۷: عوام بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کہ اجلّۂ ائمۂ تبع تابعین سے ہیں ۱۴۸ھ میں انتقال کیا فرماتے ہیں میں ایک محلے میں گیا اس کے کنارے پر قبرستان تھا عصر کے وقت ایک قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک آدمی نکلا جس کا سر گدھے اور باقی بدن انسان کا، اس نے تین آوازیں گدھے کی طرح کیں پھر قبر بند ہوگئی، ایک بڑھیا بیٹھی کات رہی تھی ایک عورت نے مجھ سے کہا ان بڑی بی کو دیکھتے ہو؟ میں نے کہا: اس کا کیا معاملہ ہے؟ کہا: یہ قبر والے کی ماں ہے وہ شراب پیتا تھا جب شام کو آتا ماں نصیحت کرتی کہ اے بیٹے! خدا سے ڈر کب تک اس ناپاک کو پئے گا؟ یہ جواب دیتا کہ تُو تو گدھے کی طرح چلّاتی ہے، یہ شخص عصر کے بعد مرا جب سے ہر روز بعد عصر اس کی قبر شق ہوتی ہے اور یوں تین آوازیں گدھے کی کر کے پھر بند ہو جاتی ہے رواہ الاصبہانی[2] وغیرہ (اصبہانی وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

اسی طرح غصب و کذب و سرقہ کی حرمتیں ضروریاتِ دین سے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے، مکروہ تحریمی قریب بحرام اور واجب الاعادہ ہے کہ نادانستہ پڑھ لی ہو تو پھیرنا واجب ہے۔ صغیری میں ہے:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم[3]۔

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ۱۲ صغیری (ت)

غنیہ میں ہے:

---

[1] شعب الایمان حدیث ۷۸۹۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۹۸

[2] شرح الصدور بحوالہ اصبہانی فی الترغیب باب عذاب القبر خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۷۱، ۱۷۲

[3] الصغیری فی شرح غنیۃ المصلی مباحث الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۴

وقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریمة[1]

فاسق کو امام بنانے والے گناہگار ہوں گے، کیونکہ اسے امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ۱۲ غنیہ (ت)

درمختار میں ہے:

کل صلٰوۃ ادیت مع کراھة التحریم وجب اعادتھا۔[2]

ہر وہ نماز جو کراہت تحریمہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے ۱۲ (ت)

ایسے اشد فاسق فاجر سے شرعًا بغض رکھنے کا حکم ہے اور جس بات میں اس کا اعزاز و اکرام نکلے بے ضرورت و مجبوری ناجائز و ممنوع ہے۔ تبیین الحقائق و مراقی الفلاح و فتح المعین و حاشیہ درمختار للعلامۃ الطحطاوی وغیرہا میں ہے:

الفاسق وجب علیھم اھانته شرعًا۔[3]

شرعی طور پر فاسق کی توہین واجب ہے ۱۲ (ت)

اس کی دعوت کرنا کرانا اس کے یہاں دعوت کھانا کچھ نہ چاہیے۔ سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نھتھم علماؤھم فلم ینتھوا فجالسوھم وأکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علٰی لسان داؤد وعیسٰی بن مریم ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون۔[4]

جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے ان کے علماء نے منع کیا وہ باز نہ آئے یہ علماء ان کے پاس ان کے جلسوں میں بیٹھے ان کے ساتھ کھانا کھایا پانی پیا تو اللہ تعالٰی نے ان مجرموں کے دلوں پر اثر ان پاس بیٹھنے والوں پر بھی ڈالا کہ سب ایک سے ہو گئے پھر ان سب پر داؤد و عیسٰے بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے لعنت فرمائی یہ بدلہ تھا ان کے گناہوں اور حد سے بڑھنے کا۔

---

[1] غنیۃ المستملی " " فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب قضاء الفوائت مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۰
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ فصل فی الاجارۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۳
تبیین الحقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۳۴
فتح المعین کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۸
[4] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ داؤد والترمذی کتاب الادب باب الامر بالمعروف مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۳۸

وہ سخت سے سخت تعزیر کے قابل ہے جس کی مقدار حاکمِ شرع کی رائے پر سپرد ہے اور اگر سرقہ شہادت شرعیہ سے ثابت ہوجائے تو حاکمِ شرع اس کا ہاتھ کلائی سے کاٹ دے گا اس کی تائید کرنے والے سب سخت گنہگار ہیں، قال اللہ تعالٰی:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان [1]

اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ (ت)

ابھی حدیث سُن چکے کہ پاس بیٹھنے، ساتھ کھانے والوں پر لعنت اُتری۔ پھر تائید کرنے کرانیوالوں کا کیا حال ہوگا، اللہ عزوجل پناہ دے اور مسلمانوں کو توفیقِ توبہ بخشے، آمین!

رہا صدقہ دینا دلانا، اگر اسے محتاج ضرورت مند ننگا بھوکا دیکھیں تو حرج نہیں جبکہ گناہوں میں اسکی تائید و اعانت کی نیت نہ ہو، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی کل ذات کبد حراء اجر۔ رواہ الشیخان [2] عن ابی ھریرۃ وفی الباب عن عبد اللہ بن عمرو عن سراقۃ بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

ہر گرم جگروالی میں ثواب ہے۔ (امام بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے اور اس باب میں عبداللہ بن عمرو سے انھوں نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

صحیح حدیث میں ہے کہ کتّے کو بھی پانی پلانا ثواب ہے حتی غفر اللہ تعالٰی بہ البغی کما فی الصحاح [3] (حتی کہ اللہ تعالٰی نے اس سبب سے فاحشہ عورت کی مغفرت فرمائی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۴: ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو جب مرض الموت میں اپنے مرگ کا یقین ہوا تو اپنے شوہر زید کو بمواجہہ موجودین مخاطب کرکے عفوحقوق وتقصیرات کی مستدعی ہوئی اور اپنے جملہ حقوق زید کو معاف کئے دَینِ مہر کو بہ تفصیل علیحدہ معاف کیا زید نے بھی اپنے حقوق وقصور خدمات کی معافی دی اب اس صورت میں کسی قسم کا مواخذہ ایک کا دوسرے پر عنداللہ باقی تو نہ رہا یا لفظ مجمل جملہ حقوق وقصور کافی

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] صحیح البخاری، کتاب المساقات ۱/ ۳۱۸۔ ابواب المظالم ۱/ ۳۳۳۔ کتاب الادب ۲/ ۸۸۹ قدیمی کتبخانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب قتل الحیات باب فضل سقی البہائم المحرمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۷
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۲

[3] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات باب فضل سقی البہائم المحرمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۷

نہ تھا علیحدہ علیحدہ ہر خطا وحق کی تشریح ضرور تھی اور زید دینِ مہر سے بری ہوگیا یا یہ معافی زمانہ مرض الموت کی حکم وصیت میں متصور ہوکر دو ثلث کا مواخذہ دار رہے گا اگرچہ ورثاء دنیا میں شرم یا رسم کے باعث متقاضی نہ ہوں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عام حقوق کی معافی جو زید نے ہندہ اور ہندہ نے زید کو کی ان میں ہندہ کے حقوق مالیہ مثل مہر و دیگر دیُون کی معافی تو اجازت وارثانِ ہندہ پر موقوف رہے گی کما بیّنّاہ فی الھبۃ من فتاوٰنا (جیسا کہ ہمارے فتاوٰی میں ہبہ کے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) ان کے سوا ہندہ کے حقوق غیر مالیہ اور زید کے حقوق مالیہ وغیر مالیہ جو کچھ معاف کنندہ زید خواہ ہندہ کے علم میں تھا وہ سب معاف ہوگیا اور جو علم میں نہ تھا مگر معمولی حقوق سہل و آسان سے تھا کہ بالخصوص معلوم ہوتا تو معافی میں باک نہ ہوتا وہ بھی معاف ہوگیا اور جو اتنا کثیر یا عظیم یا شدید تھا کہ اگر تفصیلاً بتایا جائے تو صاحبِ حق معاف نہ کرے ایسے عام مجمل لفظ میں ان حقوق کی معافی ہوجانا علماء میں مختلف فیہ ہے بعض بنظر ظاہر لفظ سب کی معافی مانتے ہیں اور بعض بالخصوص تفصیلاً ان کا بتا کر معافی مانگنا ضروری جانتے ہیں اول اوسع ہے اور ثانی احوط۔ منح الروض الازہر میں ہے:

ھل یکفیہ ان یقول لك علی دین فاجعلنی فی حل ام لابدان یعین مقدارہ؟ ففی النوازل رجل لہ علی اخر دین وھو لایعلم بجمیع ذالك فقال لہ المدیون ابرئنی مما لك علی فقال الدائن ابرأتك، فقال نصیر لایبرأ الا مقدار ما یتوھم ای یظن انہ علیہ، وقال محمد بن سلمۃ یبرأ عن الکل، قال الفقیہ ابواللیث حکم القضاء ماقالہ محمد بن سلمۃ وحکم الاٰخرۃ ماقالہ نصیر، وفی القنیۃ من علیہ

کیا مقروض کے لئے یہ کافی ہے کہ قرضخواہ سے کہے کہ مجھ پر تمہارا قرض ہے مجھے معاف کردے یا ضروری ہے کہ قرض کی مقدار معین کرے؟ نوازل میں ہے کہ ایک آدمی کا دوسرے پر قرض ہے اور اسے تمام قرض کا علم نہیں مقروض اسے کہتا ہے کہ تو مجھے اپنا قرض معاف کردے، اس نے کہا میں نے تجھے معاف کردیا۔ نصیر کہتے ہیں کہ اسی قدر معاف ہوگا جتنا کہ اس کے گمان میں تھا، محمد بن سلمہ کہتے ہیں کہ تمام معاف ہوجائے گا۔ فقیہ ابواللیث نے فرمایا، قاضی کا فیصلہ وہی ہے جو محمد بن سلمہ کا قول ہے، اور آخرت کا حکم وہ ہے جو نصیر نے فرمایا، قنیہ میں ہے کہ جس شخص پر کسی کے

حقوق فاستحل صاحبها ولم يفصلها فجعله فی حل یعذرات علم انه فصله یجعله فی حل والا فلا قال بعضهم انه حسن وان روی انه یصیر فی حل مطلقا، وفی الخلاصة رجل قال لأخر حللنی من کل حق هو لك ففعل فابرأه ان کان صاحب الحق عالما به بریٔ حکما بالاجماع واما دیانة فعند محمد رحمه الله تعالٰی لا یبرأ عند ابی یوسف یبرأ علیه الفتوٰی انتہی، وفیه انه خلاف ما اختار ابو اللیث ولعل قوله مبنی علی التقوٰی[1] اھ ما فی منح الروض اقول وفی مخالفته لما اختار الفقیه نظر فان الکلام ھٰھنا فی البراءة من الحقوق المجهولة لصاحبها اصلا وثمه فیما اذا ظن مقدارا وکان الواقع ازید وبینهما بون بین فان من

کچھ حق ہوں وہ صاحبِ حق سے کہے کہ مجھے معاف کر دے اور حقوق کی تفصیل نہ کرے صاحبِ حق اسے معاف کر دے، تو اگر یہ معلوم ہو کہ صاحبِ حق حقوق کی تفصیل کو جان کر بھی معاف کر دے گا تو معاف ہو جائیں گے ورنہ نہیں۔ بعض علماء نے فرمایا: یہ تفصیل عمدہ ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ اسے بہر صورت حقوق معاف ہو جائیں گے۔ خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کہا تم مجھے اپنا ہر حق معاف کر دو، اس نے معاف کر دیا، اگر صاحبِ حق کو علم ہے پھر تو معافی مانگنے والا قضاءً ودیانۃً (یعنی فیصلے کے اعتبار سے بھی اور عنداللہ بھی) بری ہو جائے گا اور اگر اسے علم نہیں تو بالاتفاق یہ فیصلہ ہوگا کہ وہ بری ہو گیا، رہا دیانۃً (عنداللہ) تو امام محمد کے نزدیک بری نہیں ہوگا امام ابو یوسف کے نزدیک ہو جائے گا اسی پر فتوٰی ہے انتہٰی۔ اس میں اعتراض ہے کہ یہ فقیہ ابو اللیث کے مختار کے خلاف ہے ہو سکتا ہے ان کا قول تقوٰی پر مبنی ہو۔ منح الروض کا کلام ختم ہوا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) کہ فقیہ ابو اللیث کے مختار کے خلاف ہونے میں کلام ہے کیونکہ خلاصہ میں اس بارے میں گفتگو ہے کہ ایک شخص کو حقوق کا بالکل علم نہیں وہ انھیں معاف کر دیتا ہے اور فقیہ ابو اللیث کی کلام اس میں ہے

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحث التوبہ وشرائطہا مصطفی البابی مصر ص ۱۵۹

جعل فی حل مطلقا لم یرد خصوص ما فی علمہ اما من جعل فی حل من حق معلوم لہ فانما یذھب ذھنہ الی قدر ما فی علمہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ ایک شخص کے گمان میں حقوق کی ایک مقدار ہے جبکہ وہ درحقیقت زیادہ تھے اور ان دونوں صورتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ جو شخص مطلقاً اپنے حقوق معاف کردیتا ہے اس کا ارادہ یہ نہیں ہوتا کہ میں صرف وہ حقوق معاف کررہا ہوں جو میرے علم میں ہیں اور جو شخص کسی معین حق کو معاف کرتا ہے تو اس کا ذہن اسی طرف جاتا ہے کہ جتنا مجھے علم ہے اسی قدر معاف کررہا ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

نیز منح الروض میں ہے:

هل یکفیه ان یقول اغتبتك فاجعلنی فی حل ام لابد ان یبین ما اغتاب؟ ففی منسك ابن العجمی لا یعلمه بها ان علم ان اعلامه یثیر فتنة، و یدل علیه ان الابراء عن الحقوق المجهولة جائز عندنا لکن سبق انه هل یکفیه حکومة و دیانة اھ[1] ما فی منح الروض اقول و فی جریان الخلاف المذکور ھھنا نظر فان الغیبة لاتصیر من حقوق العبد ما لم تبلغه واذا بلغته لم تکن من الحقوق المجهولة وقد قال فی المنح نفسه ما نصه قال الفقیه ابو اللیث

کیا یہ کافی ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں نے تمہاری غیبت کی ہے مجھے معاف کردو، یا یہ ضروری ہے کہ یہ بھی بتائے کہ میں نے تمہاری یہ غیبت کی ہے۔ ابن العجمی کے منسک میں ہے کہ اگر یہ سمجھتا ہے کہ غیبت کے تفصیلاً بتانے سے فتنہ پیدا ہوگا تو اس کا اظہار نہ کرے ہمارے نزدیک نامعلوم حقوق کے معاف کرنے کا جواز اس پر دلالت کرتا ہے لیکن یہ بات گزرچکی ہے کہ آیا فیصلے کے اعتبار سے کافی ہے یا دیانت کے طور پر اھ (اعلٰیحضرت قدس سرہ فرماتے ہیں) **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) یہاں گزشتہ اختلاف کے جاری ہونے میں کلام ہے کیونکہ غیبت اس وقت تک بندے کا حق نہیں بنتی جب تک اسے نہ پہنچ جائے، جب پہنچ جائے تو نامعلوم حقوق میں سے نہ رہے گی۔ خود منح الروض میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحث التوبۃ وشرائطہا مصطفٰی البابی مصر ص ۱۶۰

قد تکلم الناس فی توبۃ المغتاب ھل تجوز من غیر ان یستحل من صاحبہ؟ قال بعضھم یجوز وقال بعضھم لایجوز، وھو عندنا علی وجھین احدھما ان کان ذٰلک القول قد بلغ الی الذی اغتابہ فتوبتہ ان یستحل منہ وان لم یبلغ الیہ فلیستغفر اللہ سبحٰنہ ویضمر ان لایعود الی مثلہ، وفی روضۃ العلماء سألت ابامحمد رحمہ اللہ تعالٰی فقلت لہ اذا تاب صاحب الغیبۃ قبل وصولھا الی المغتاب عنہ ھل تنفعہ توبتہ قال نعم فانہ تاب قبل ان یصیر الذنب ذنبا ای ذنبا یتعلق بہ حق العبد لانھا انما تصیر ذنبا اذا بلغت الیہ، قلت فان بلغت الیہ بعد توبتہ؟ قال لاتبطل توبتہ بل یغفر اللہ تعالٰی لھما جمیعا المغتاب بالتوبۃ والمغتاب عنہ بما یلحقہ من المشقۃ لانہ تعالٰی کریم ولایجمل من کرمہ رد توبتہ بعد قبولھا بل یعفو عنھما جمیعا[1] انتھی الخ۔

کہ غیبت کرنے والا صاحب غیبت (جس کی غیبت کی گئی) سے معافی مانگے بغیر توبہ کرے تو اس میں لوگوں نے مختلف باتیں کہی ہیں بعض نے کہا جائز ہے اور بعض نے کہا ناجائز ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں،

(۱) وہ بات اُس شخص تک پہنچ گئی جس کی غیبت کی گئی تھی تو اس کی توبہ یہ ہے کہ اس شخص سے معافی مانگے۔

(۲) اور اگر غیبت اس شخص تک نہیں پہنچی تو اللہ تعالٰی سے مغفرت کی دعا مانگے اور اپنے دل میں یہ عہد کرے کہ پھر غیبت نہیں کروں گا۔

روضۃ العلماء میں ہے کہ میں نے ابومحمد رحمہ اللہ تعالٰی سے پُوچھا کہ اگر غیبت اس شخص تک نہیں پہنچی جس کی غیبت کی گئی تھی تو غیبت کرنے والے کے لئے توبہ فائدہ مند ہوگی؟ انھوں نے فرمایا: ہاں کیونکہ اس نے بندے کے حق کے متعلق ہونے سے پہلے توبہ کرلی ہے، غیبت بندے کا حق اس وقت ہوگی جب اس تک پہنچ جائیگی، میں نے کہا کہ اگر توبہ کے بعد اس شخص تک غیبت پہنچ جائے فرمایا کہ اس کی توبہ باطل نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالٰی دونوں کو بخش دے گا غیبت کرنے والے کو توبہ کی وجہ سے اور جس کی غیبت کی گئی اسے اس تکلیف کی وجہ سے جو اسے پہنچی کیونکہ اللہ تعالٰی کریم ہے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کبھی کی توبہ قبول فرماکر رد فرما دے بلکہ دونوں کو بخش دے گا انتہی الخ۔ (ت)

---

[1] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر بحث التوبۃ وشرائطھا مصطفٰی البابی مصر ص ۱۵۹

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہٗ ایسے حقوق عظیمہ شدیدہ جن کی تفصیل بیان ہو تو صاحبِ حق سے معافی کی امید نہ ہو ظاہراً مجرد اجمالی الفاظ سے معاف نہ ہوسکیں کہ وُہ دلالۃً مخصوص ہیں مگر اگر ان الفاظ سے معافی چاہی کہ "دنیا بھر میں سخت سے سخت جو حق متصور ہو وہ سب میرے لئے فرض کرکے معاف کردے" اور اس نے قبول کیا تو اب ظاہراً تمام حقوق بلاتفصیل بھی معاف ہوجائیں گے،

للنص علی التعمیم مع التنصیص بالتخصیص علی کل حق شدید عظیم والصریح یفوق الدلالۃ کما نصوا علیہ[1] فی غیر ما مسألۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

کیونکہ اس نے کہہ دیا ہے کہ مجھے ہر حق معاف کردے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ہر بڑے سے بڑا حق میرے بارے میں فرض کرکے معاف کردے اور تصریح دلالت پر فوقیت رکھتی ہے جیسے کہ علمائے نے بہت سے مسائل میں تصریح کی ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد حقوق والدین کے استاد کے حقوق کس قدر ہیں جس استاد نے کچھ علم دینی اور دنیوی کی تعلیم حاصل کی ہو اور ان علوم کے فیضان سے منافع دنیاوی اس کو و نیز دینی حاصل ہوتے ہوں ایسے استاد کے کچھ حقوق از روئے آیۂ شریفہ وحدیث صحیح سے بیان فرمائیے گا۔

الجواب

عالمگیری میں نیز امام حافظ الدین کردری سے ہے:

قال الزندویستی حق العالم علی الجاھل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وھو ان لایفتتح بالکلام قبلہ ولا یجلس مکانہ وان غاب ولا یرد علی کلامہ ولا یتقدم علیہ فی مشیہ[2]

یعنی فرمایا امام زندویستی نے کہ عالم کا حق جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر یکساں ہے اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت (عدم موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔

اسی میں غرائب سے ہے:

ینبغی للرجل ان یراعی حقوق استاذہ

آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق و آداب کا

---

[1] ردالمحتار کتاب الدعوٰی داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۳۷

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۷۳

وآدابه لایضن بشئ من ماله[1] لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کرلینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔

اسی میں تاتارخانیہ سے ہے:

یقدم حق معلمه علی حق ابویه و سائر المسلمین ویتواضع لمن علمه خیرا ولو حرفا ولاینبغی ان یخذله ولایستاثر علیه احدا فان فعل ذٰلك فقد فصم عروة من عری الاسلام ومن اجلاله ان لایقرع بابه بل ینتظر خروجه[2] اھ مختصرا۔

یعنی استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے، اپنے استاد پر کسی کو ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں سے ایک رسی کھول دی، استاذ کی تعظیم یہ ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے اھ مختصراً۔

قال اللہ تعالٰی ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم[3]۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) بیشک اے حبیب! جو لوگ حجروں سے باہر کھڑے ہو کر تمھیں بلاتے ہیں ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں وہ صبر کرتے حتی کہ تم خود بخود باہر آجاتے تو ان کے لئے بہتر تھا اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے، ہاں اگر کسی خلاف شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے۔

لاطاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالٰی[4]۔ اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔ (ت)

مگر اس نہ ماننے پر بھی گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے فان المنکر لایزال بمنکر (کیونکہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۸

[2] " " " " " " " " ۵/ ۷۹-۳۷۸

[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۴ و ۵

[4] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۶

ناپسندیدہ چیز ناپسند عمل نے اٹل نہیں ہوتی۔ ت) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہوگیا اس کا وہ حکم کہ خلافِ شرع ہو مستثنٰی کیا جائے گا بکمال عاجزی وزاری معذرت کرے اور بچے اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجاآوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہوچکا اس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔ علماء فرماتے ہیں جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اس کے احکام واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان کا لزوم اور زیادہ ہوگیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہِ جہنم ہے، والعیاذ باللہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ در ضلع ہزارہ از اضلاع پنجاب دستور آنجا نست کہ اہلِ علم وتقوٰی را در مساجد بہر امامت معین می کنند کہ ہم بمسجد نشینند و اذان گویند و امامت نمایند وہر کہ از طلبۂ علم آید او را درسِ قرآن عظیم و علوم دینیہ دہند و چوں ایشاں را از اشتغال بحوائج خود باز می دارند لاجرم تکفل معیشت آناں می کنند وحسبِ مقدور ہدایا و نذور بخدمت ایشاں می گزارند ہم بریں معمول مردے شریف النسب کبیر السن عالم دین ورع متقی کہ از نسل پاک حضرات سادات ست بمسجدے از زمانہ دراز مقرر وکارہائے مذکورہ بحسنِ انتظام انجام میداد و طلبہ را قرآن و فقہ می آموخت مردے از قوم گوجر کہ دریں دیار از اراذل واجلاف معدود شوند پیشۂ آبائی ترک گرفتہ راہ تعلم پیش گرفت و بریں سید قرآن خواند و کنز وقدوری وغیرہا کتب دینیہ نیز باز ہوائے فلسفہ در سرش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ضلع ہزارہ میں رواج ہے کہ اہلِ علم وتقوٰی کو امامت کے لئے مقرر کرتے ہیں وہ مسجد میں رہتے ہیں اذان کہتے ہیں امامت کراتے ہیں اور جو طالب علم آئے اسے قرآن مجید اور علومِ دینیہ پڑھاتے ہیں، چونکہ وہ اپنی ضروریات پورا کرنے کی طرف توجہ نہیں دے سکتے اس لئے لوگ ان کی ضروریات پورا کرنے کا ذمّہ لے لیتے ہیں اور حسبِ طاقت ہدیے اور نذرانے ان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اسی طریقے پر ایک شخص شریف النسب، معمر، عالمِ دین، متقی، پرہیزگار جو سادات کی نسل پاک سے ہے مدّت سے ایک مسجد میں مقرر تھا اور مذکورہ بالا کام اچھی طرح ادا کرتا تھا طلباء کو قرآن مجید اور فقہ پڑھاتا تھا گوجر قوم (جو لوگ اس علاقہ میں کم مرتبہ شمار کئے جاتے ہیں) کے ایک آدمی نے اپنا آبائی پیشہ ترک کرکے علم حاصل کرنا شروع کردیا اور انہی سید صاحب سے قرآن مجید، کنز وقدوری وغیرہ کتب دینیہ پڑھیں

جنبید و بر بعضے مردمان چیزے از طبیعیات و الٰہیات آناں آنچناں کہ معتمر درس ہندیان ست خواند خود را عالمی کبیر گرفت و با استاذ اول کہ معلم علم دین بود بسر کشے بر آمد و از طمع ادرار معلوم کہ نصیب ایمہ می شود بر وئے ثابت شود از منصب امامت بر آوردن و خود بجائے او قیام کردن خواست و بر بنا ے حرفے چند کہ از علوم فلسفیہ آموختہ ست خود را بر آں فقیہ فضل نہاد و اولی تر با مامت وا نمود حالانکہ زنہار نہ در علم دین ہمسنگ او بود نہ در ورع و تقویٰ ہمرنگ او حتی کہ از حق استاذیش منکر شد و در ابتدای امر قرآن وغیرہ آموختن را وقعی نہ نہاد و موجب حقوق اُستاذی ندانست آیا ایں چنیں کس سزاے امامت است یا نہ؟ واگر باشد پس اولٰی با مامت آں سید ست یا ایں کس و بہرحال آیا روا باشد کہ آں پیر فقیہ شریف متقی را بے قصوری از منصب امامت بر اندازد و اینکس را بجایش مقرر سازند و معلوم ست کہ دریں اضلاع آنچنانکہ منصب امامت موجب اعزاز و کرامت ست ہمچناں در معزولی ازاں تذلیل و اہانت اگر کسے بور غلانیدن متصدی ایں کار شد شرعاً خاطی و آثم بود یا نہ؟ بینوا توجروا۔

پھر اسے فلسفے کا خبط ہوا تو کچھ لوگوں نے طبعیات و الٰہیات کا ایک حصہ پڑھا جیسے کہ ہندوستان کے مدارس کا طریقہ ہے اور اپنے آپ کو بہت بڑا عالم سمجھنا شروع کر دیا اور جس استاذ نے اسے علم دین پڑھایا تھا اس کا مقابلہ شروع کر دیا تھا اور آمدن کے لالچ میں استاد کو برطرف کروا کر خود اس کی جگہ مقرر ہونے کی کوشش شروع کر دی اور فلسفے کے چند مسائل پڑھ لینے کی وجہ سے اس فقیہ پر اپنی فضیلت بگھارنے لگا اور اپنے آپ کو امامت کا زیادہ حقدار دکھانے لگا حالانکہ نہ علم دین میں اس کے برابر ہے نہ تقویٰ و پرہیزگاری میں، حتی کہ اس کے حق استاذی کا انکار کر دیا اور ابتداء میں قرآن مجید وغیرہ پڑھنے کو کچھ اہمیت نہ دی اور نہ ہی اس بناء پر اس کے حقِ استاذی کو تسلیم کیا، آیا ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں؟ اور اگر امامت کے لائق ہے تو امامت کے لئے زیادہ بہتر وہ سید صاحب ہیں یا یہ شخص؟ بہرحال کیا یہ جائز ہے کہ اس معمّر شریف (سید) فقیہ اور متقی کو بلا وجہ امامت سے ہٹا دیں اور اس کی جگہ اس شخص کو مقرر کر دیں، اور یہ واضح ہے کہ اس علاقے میں جس طرح کسی کو امامت کے لئے مقرر کرنے میں اس کی عزت ہے اسی طرح اسے امامت سے برطرف کرنے میں اس کی توہین اور بے عزتی ہے اگر کوئی شخص بہکانے پر اس کام کے درپے ہو جائے تو شرعاً گنہگار اور مجرم ہوگا یا نہیں؟ بیان فرمائیں اور اللہ تعالٰی سے اجر پائیں۔ (ت)

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ہر کرا در کوچۂ علم گزرے وبر فقہ وحدیث نظرے ست روشن تر از سپیدۂ صبح می داند کہ آنکس باین حرکات خودش دادِ ناحفاظیہا داد بوجوہ چند در چند قدم از دائرۂ شرع بیرون نہاد ویکے ناسپاسی استاذ کہ بلائیست ہائل ودائیست قاتل وبرکات علم را مزیل ومبطل والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ است لایشکر اللہ من لایشکر الناس خدائے را شکر نہ کند آنکہ مردمان را سپاس نیارد اخرجہ ابوداؤد والترمذی وصححہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وفرمودہ است صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ ہر کہ مردمان را شکر نہ کرد خدائے عزوجل را سپاس نیاورد اخرجہ احمد فی المسند والترمذی فی الجامع والضیاء فی المختارۃ بسند حسن عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ وعبداللہ بن احمد فی زوائد المسند عن النعمان بن

اے اللہ! حق اور خالص صواب کی ہدایت فرما۔ جسے کوچۂ علم میں گزر اور فقہ وحدیث پر نظر ہے وہ صبح کی سفیدی سے بھی واضح طور پر جانتا ہے کہ اس شخص نے اپنی ان حرکتوں سے نالائقی کا حق ادا کردیا ہے اور بیشمار وجوہ کی بنا پر شریعت کے دائرے سے قدم باہر رکھ چکا ہے؛

اوّل[1] استاذ کی ناشکری جو کہ خوفناک بلا اور تباہ کن بیماری ہے اور علم کی برکتوں کو ختم کرنیوالی (خدا کی پناہ)، دوجہان کے سردار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے، وہ آدمی اللہ تعالٰی کا شکر بجا نہیں لاتا جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا (ابوداؤد وترمذی از ابوہریرہ) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لم یشکر الناس لم یشکر اللہ جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالٰی کا شکر ادا نہیں کیا۔ اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں، امام ترمذی نے جامع میں، ضیاء نے المختارہ میں سند حسن کے ساتھ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں نعمان بن بشیر سے روایت کیا۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی شکر المعروف آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۶

جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الشکر الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷

[2] " " " " " " ۲/ ۱۷

مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۲ و ۴/ ۲۷۸

27 بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ، حق عزوجل فرماید لئن شکرتم لازیدنکم و لئن کفرتم ان عذابی لشدید[1] ہر آئینہ اگر سپاس آرید بیشک بیفزائیم و بیشتر بخشم شمارا و اگر ناسپاسی ورزید پس بدرستیکہ عذابِ من سخت ست۔ و فرمود جلت عظمتہ ان اللہ لایحب کل مختال فخور[2] بدرستیکہ خدائے دوست نمی دارد ہر بسیار لافی سخت ناسپاس را۔ و فرمود عزشانہ ھل نجزی الا الکفور[3] ما سزا میدہیم مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود من اولی معروفا فلم یجد لہ جزاء الا الثنا فقد شکرہ و من کتمہ فقد کفر ہر کہ باوے احسانے کردہ شد و او را عوض نیافت جز آنکہ برائے محسن ثنائے نیک نمودہ پس بہ تحقیق کہ سپاس او بجا آورد و ہر کہ پوشید پس بدرستیکہ کافرِ نعمت شد۔ اخرجہ البخاری فی الادب المفرد[4] و ابوداؤد[5] فی السنن والترمذی فی الجامع و ابن حبان فی التقاسیم والانواع والمقدسی فی المختارۃ برواۃ ثقات عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ولفظہ من اثنی فقد شکر و من کتم فقد کفر[6]۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم و لئن کفرتم ان عذابی لشدید اگر تم نے شکر ادا کیا تو بے شک میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری اختیار کروگے تو (جان لو کہ) بیشک میرا عذاب سخت ہے۔ نیز ارشاد فرمایا ان اللہ لایحب کل مختال فخور بے شک اللہ تعالٰی ہر اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا، یہ بھی فرمایا: ھل نجزی الا الکفور ہم ناشکرے ہی کو بدلہ دیں گے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: من اولی معروفا فلم یجد لہ جزاءً الا الثناء فقد شکرہ و من کتمہ فقد کفر جس کے ساتھ نیکی کی گئی وہ سوائے تعریفِ محسن کے لئے کچھ نہ کرسکا تو اس نے اس کا شکریہ ادا کردیا اور جس نے اس احسان کو چھپایا وہ کافرِ نعمت (ناشکرا) ہوا۔ (بخاری ادب المفرد)، ابوداود، ترمذی، ابن حبان، مقدسی از جابر بن عبداللہ)

دوم استاذ کے حقوق کا انکار جو کہ

۱؎ القرآن الکریم ۱۴/ ۷
۲؎ " ۳۱/ ۱۸
۳؎ " ۳۴/ ۱۷
۴؎ سنن ابی داود کتاب الادب باب فی شکر المعروف آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۷
الترغیب والترہیب الترغیب فی شکر المعروف مصطفی البابی مصر ۲/ ۷۷
۵؎ جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۴

27
27

دوم انکار حقوقش کہ صریح خرق اجماع مسلمین بلکہ کافہ عقلاست وھذا غیرالکفر[۱] فانہ ترك العمل وھذا اجحد الاصل کما لایخفی وتخصیص بتلمذ ابتدائے سودش ندہد کہ اجماع مطلق است و درحدیث مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آمدہ من لم یشکر القلیل لم یشکر الکثیر[۱] ہر کہ اندک را شکر نہ کند بسیار را سپاس نیارد اخرجه عبداللہ بن الامام فی الزوائد[۲] باسناد لاباس به والبیھقی فی السنن عن نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنه وللحدیث تتمة وھو عند البیھقی اتم واوردہ ابن ابی الدنیا فی اصطناع المعروف مختصرا۔

مسلمانوں بلکہ تمام عقل والوں کے اتفاق کے خلاف ہے، یہ بات ناشکری سے جُدا ہے کیونکہ ناشکری تو یہ ہے کہ احسان کے بدلے کوئی نیکی نہ کی جائے اور انکار یہ ہے کہ سرے سے احسان ہی کو نہ مانا جائے اور یہ کہنا کہ استاذ نے تو مجھے صرف ابتداء میں پڑھایا تھا اس شخص کے لئے کچھ مفید نہیں کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے اور حدیث شریف من لم یشکر القلیل لم یشکر الکثیر جس نے تھوڑے احسان کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے زیادہ کا بھی شکر نہیں کیا۔ اس حدیث کو عبداللہ بن امام نے زوائد میں باسناد (اس میں حرج نہیں) روایت کیا۔ اور امام بیہقی نے سنن میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اس حدیث کا تتمہ ہے کہ امام بیہقی کے نزدیک اتم ہے اسکو ابن ابی الدنیا نے اصطناع المعروف میں مختصر طور پر ذکر کیا ہے۔

سوم آنکہ ایں تحقیر نکوئے واحسان است کہ تعلیم ابتدائی را بجوئے نسنجید ومصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود لاتحقرن من المعروف شیئا ولوان تلقی اخاك لوجه طلیق زنہار ہیچ نکوئے را خوار مپندار اگرچہ ایں قدر کہ برادر خود را بروئے کشادہ پیش آئی۔ اخرجه مسلم[۳] عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنه

سوم اس شخص نے نیکی کو حقیر جانا اور ابتدائی تعلیم کے احسان کی کچھ قدر نہ کی۔ نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، لاتحقرن من المعروف شیئا ولوان تلقی اخاك بوجه طلیق ہرگز کوئی شخص نیکی کو معمولی نہ سمجھے گو کہ اتنی ہو کہ تو اپنے بھائی کو مسکرا کر ملے۔ اسے مسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[۱] مسند احمد بن حنبل عن نعمان بن بشیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۷۸ و ۳۷۵
[۲] شعب الایمان حدیث ۹۱۱۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۵۱۶
[۳] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب طلاقۃ الوجہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۹

وفرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا نساء المسلمات لاتحقرن جارۃ لجارتہا ولو فرسن شاۃ [1] اے زنانِ مسلماناں ہرگز خورد و خوار نہ پندارد ہیچ زن ہمسایہ مر زن ہمسایہ خود را یعنی ہدیہ و تصدق اگرچہ سُمِ گوسپند باشد اخرجہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ و در حدیث دیگر آمدہ ولو بظلف محرق [2] اگرچہ سمِ سوختہ بود و تخصیص زناں ازبہر آنست کہ سخط و کفران در طبع ایشاں بیشتر از مرداں ست سبحٰن اللہ مگر در ابتدائے کار تعلیم نصوح و تربیت روح کمتر و حقیر تر از سُمِ سوختہ گوسپند ست کہ اورا وقع ندارند و حقے نہ شمارند۔

آپ نے یہ بھی فرمایا: یا نساء المسلمات لاتحقرن جارۃ لجارتہا ولو فرسن شاۃ اے مسلمان عورتو! کوئی عورت بھی اپنی پڑوسن کے ہدیے کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا سُم ہی کیوں نہ ہو (بخاری و مسلم از ابوہریرہ) ایک اور حدیث میں ہے ولو بظلف محرق اگرچہ جلا ہوا سُم ہی ہو۔ عورتوں کو خاص طور پر اس لئے فرمایا کہ ناپسندیدگی اور ناشکری میں عورتیں مردوں سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔ سبحان اللہ! شاید اس شخص نے پُرخلوص ابتدائی تعلیم اور روح کی پرورش کو جلے ہوئے سُم سے بھی حقیر اور کم مرتبہ جانا کہ اسے کچھ اہمیت ہی نہیں دیتا اور نہ ہی اس کا کوئی حق شمار کرتا ہے۔

چہارم آنکہ ایں تحقیر راجع ست والعیاذ باللہ تعالٰی بسوئے تحقیرِ قرآن و مختصرات فقہ کہ ہر کہ اینہا آموخت گویا ہیچ نیاموخت العظمۃ للہ اگر کار بالتزام کشیدی خود کفر قطعی بودے حالانکہ نہ ازاں کہ حرام اشد و خبث ابعد باشد نسأل اللہ العفو والعافیۃ علماء فرمودہ اند مردے صالح پسرش را معلّی بعلوے معین کرد ہمیں کہ فرزند سورۃ فاتحہ آموخت پدر چار ہزار دینار بشکر فرستاد معلم گفت ہنوز چہ دیدہ اند کہ

چہارم خدا کی پناہ استاذ کی ابتدائی تعلیم کو حقیر جاننا قرآن مجید اور فقہ کی مختصر کتابوں کی بے ادبی کی طرف راجع ہے گویا کہ جس نے انھیں پڑھا اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا اگر وہ شخص اسے لازم پکڑتا تو معاملہ یقیناً کفر کی حد تک پہنچ جاتا اب بھی یہ بات شدید حرام اور بدترین خبیث ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے عفو و عافیت طلب کرتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں ایک نیک آدمی نے اپنے لڑکے کو ایک استاد کے سپرد کیا ابھی لڑکے نے سورۃ فاتحہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الھبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۹
صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی النفاق " " " ۱/۳۳۱
[2] سنن النسائی " باب رد السائل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۳۵۸

اینہا بخشیدہ اند پدر گفت زیں باز پسرم را معلم نباشی کہ عظمتِ قرآن در دل نداری ، والعیاذ باللہ سبحٰنہ و تعالٰی۔

پڑھی تھی کہ باپ نے چار ہزار دینار شکریے کے طور پر بھیجے، استاد نے کہا ابھی آپ نے کیا دیکھا ہے کہ اتنی مہربانی فرمائی، باپ نے کہا اس کے بعد میرے لڑکے کو ہرگز نہ پڑھانا کہ تمھارے دل میں قرآن مجید کی عزت ہی نہیں ہے۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔

پنجم آنکہ با استاذ بمقابلہ برآمد و اینہم زائد ناسپاسی ست زیراکہ او ترک شکرست واین ایستان خلاف الاتری ان من لم یذکر النعمۃ فقد کفرھا کما اثبتنا بالاحادیث ومن قابلہا باساءۃ فقد زاد و این در رنگ عقوق با پدر ست چراکہ او استاذ را در وزان پدر نہادہ اند لہذا مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم۔ ہمیں ست کہ من شمارا بجائے پدرم علم می آموزم شمارا اخرجہ احمد والدارمی وابوداؤد[1] والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ علماء گفتہ اند حق استاذ را برحق والدین مقدم دارد کہ ازایشاں حیات بدن ست واین سبب حیات روح ست

پنجم استاذ کا مقابلہ کرنا یہ بھی ناشکری سے زائد ہے کیونکہ ناشکری تو یہ ہے کہ شکر نہ کیا جائے اور مقابلے کی صورت میں بجائے شکر کے اس کی مخالفت بھی ہے دیکھئے جو شخص احسان کو پیش نظر نہیں رکھتا اس نے احسان کی ناشکری ہے جیسے کہ ہم نے احادیث سے ثابت کیا جس نے احسان کے بدلے برائی کی اس نے تو ناشکری سے بھی بڑا گناہ کیا اور یہ اسی طرح ہے کہ جیسے باپ کی نافرمانی کی جائے کیونکہ استاذ کو باپ کے برابر شمار کیا گیا ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم میں تمھارے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں میں تمھیں علم سکھاتا ہوں۔ اسے امام احمد، دارمی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب کراہیۃ استقبال القبلۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳
سنن النسائی باب النہی عن الاکتفاء فی استطابۃ باقل الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۶
سنن ابن ماجہ باب الاستنجاء بالحجارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷

فی عین العلم یبرالوالدین فالعقوق من الکبائر ویقدم حق المعلم علی حقهما فهو سبب حیوة الروح[1] اھ ملخصًا علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالٰی در تیسیر شرح جامع صغیر می آرد ؎

من علم الناس ذاك خیراب
ذاك ابوالروح لا ابوالنطف[2]

وخود پیداست کہ شامت عقوق از کجا تا کجاست تا آنکہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او را در جنب اشراک باللہ داشت وازسخت ترین کبائر انگاشت فقد اخرج الشیخان والترمذی عن ابی بکرة رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا انبئکم باکبر الکبائر ثلثا قلنا بلٰی یارسول اللہ قال الاشراك باللہ وعقوق الوالدین[3] الحدیث، وخود اگر احادیث ایں باب شمردن گیریم دفتری بایست

بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ استاذ کے حق کو والدین کے حق پر مقدم رکھنا چاہیے کیونکہ والدین کے ذریعے بدن کی زندگی ہے اور استاذ روح کی زندگی کا سبب ہے۔ عین العلم میں ہے: والدین کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے کیونکہ ان کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے اور استاذ کے حق کو والدین کے حق پر مقدم رکھنا چاہیے کیونکہ وہ روح کی زندگی کا ذریعہ ہے (ملخصًا) علامہ مناوی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کو علم سکھائے وہ بہترین باپ ہے کیونکہ وہ بدن کا نہیں روح کا باپ ہے ظاہر ہے کہ نافرمانی کی شامت کہاں تک ہے، حتی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے شرک کے پہلو میں شمار کیا اور بدترین کبیرہ گناہ خیال فرمایا۔ امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمھیں سب سے بڑا گناہ نہ بتادوں! یہ بات آپ نے تین دفعہ فرمائی۔ صحابہ نے عرض کی: فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالٰی کے ساتھ شرک کرنا

---

[1] عین العلم الباب الثامن امرت پریس لاہور ص ۲۳۳ تا ۲۳۵
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث انما انا لکم بمنزلة الوالد مکتبة الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۶۱
[3] صحیح البخاری کتاب الشہادات باب ما قیل فی شہادة الزور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۶۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الکبائر " " ۱/ ۶۴
جامع الترمذی ابواب البر والصلة ۲/ ۱۲، ابواب الشہادات ۲/ ۵۴ امین کمپنی دہلی

املا کرد ۔

ششم آنکہ ایں معنے باباق غلام از آقائے خود ماناست طبرانی از ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت دارد کہ مولائے عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود من علّم عبدًا اٰیۃً من کتاب اللہ تعالٰی فھو مولاہٗ[1] ہر کہ بندہ را آیتے از کتاب خدا عزوجل آموخت آقائے اوشد، و از امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی می آرند کہ فرمود من علّمنی حرفا فقد صیرنی عبدًا ان شاء باع وان شاء اعتق[2] ہر کہ مرا حرفے آموخت پس بہ تحقیق مرا بندۂ خود ساخت اگر خواہد فروشد و اگر خواہد آزاد کند، و امام شمس الدین سخاوی در مقاصد حسنہ از امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ تعالٰی مے آرد کہ گفت من کتبت عنہ اربعۃ احادیث اوخمسۃ فانا عبدہ حتی اموت[3] ہر کہ از وے چار یا پنج حدیث نوشتم بندہ اش شدم تا آنکہ بمیرم بلکہ در لفظ دگر گفت ماکتبت عن احد حدیثا

اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ اور اگر اس قسم کی حدیثیں گننا شروع کردی جائیں تو ان کے لئے دفتر درکار ہوگا۔

ششم یہ اسی طرح ہے جس طرح ایک غلام اپنے آقا سے بھاگ جائے، طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من علّم عبدًا اٰیۃ من کتاب اللہ تعالٰی فھو مولاہ جس نے کسی آدمی کو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھائی وہ اس کا آقا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں من علمنی حرفا فقد صیرنی عبدًا ان شاء باع وان شاء اعتق جس نے مجھے ایک حرف سکھایا اس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا چاہے تو مجھے بیچ دے اور چاہے تو آزاد کردے۔ امام شمس الدین سخاوی حدیث کے امیر المومنین شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا من کتبت عنہ اربعۃ احادیث او خمسۃ فانا عبدہ حتی اموت جس سے میں نے چار یا پانچ حدیثیں لکھیں میں اس کا تاحیات غلام ہوں بلکہ انھوں نے فرمایا ماکتبت عن احد حدیثا

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۵۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۱۲۲

[2]

[3] المقاصد الحسنۃ تحت حدیث ۱۱۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۴۲۱

الا وکنت لہ عبدا ما حیی[1] یعنی از ہر کہ یک حدیث نوشتہ ام مدۃ العمر او را بندہ ام و این احادیث و روایات آں زعم باطل را نیز از بیخ بر می کند کہ تعلیم ابتدائی را قدرے ندانست وخود معلوم ست کہ اباق از مولی کبیرہ الیست عظمے تا آنکہ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم آبق را کافر گفتہ است کما رواہ مسلم[2] عن جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ و ناپزیرا شدن نمازش در احادیث کثیرہ وارد ست کحدیث مسلم[3] عنہ و حدیث الترمذی عن ابی امامۃ و حدیث الطبرانی و ابن خزیمۃ و ابن حبان عن جابر و حدیث الحاکم والمعجمین الاوسط والصغیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کلہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والسرد یطول۔

ہفتم خود را بر او ستاذ فضل می نہد و این خلاف مامور ست اخرج الطبرانی فی الاوسط و ابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعلموا العلم و تعلموا

الا وکنت لہ عبدا ما حیی جس سے میں نے ایک حدیث لکھی میں اس کا عمر بھر غلام رہا ہوں۔ یہ حدیثیں اور روایتیں اس باطل خیال کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہیں کہ ابتدائی تعلیم کی کیا قدر ہے اور واضح ہے کہ آقا سے بھاگ جانا بہت بڑا گناہ ہے حتی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھاگنے والے غلام کو کافر فرمایا ہے جیسے کہ امام مسلم نے جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا بھاگنے والے غلام کی نمازوں کا نامقبول ہونا بہت سی حدیثوں میں وارد ہے جیسے کہ امام مسلم نے جریر بن عبد اللہ سے امام ترمذی نے ابوامامہ سے طبرانی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت جابر سے حاکم معجم اوسط اور معجم صغیر نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی تمام روایات کے نقل کرنے سے طوالت پیدا ہوگی۔

ہفتم اپنے آپ کو استاذ سے افضل قرار دیتا ہے اور یہ خلاف مامور ہے طبرانی نے اوسط میں اور ابن عدی نے کامل میں ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تعلموا العلم و تعلموا

---

[1] المقاصد الحسنۃ تحت حدیث ۱۱۵۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۲۱

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب تسمیۃ العبد الآبق کافراً قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸

[3] " " " " " " " " ۱/۵۸

للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن
تعلمون منه[1] علم آموزید و بہر علم سکون و مہابت آموزید و پیش اوستاذ کہ شما را تعلیم کردہ است تواضع و فروتنی ورزید بخردانِ سعادتمند اگر براوستاذ چربند ہم از برکت و فیض اوستاذ دانند وبیشتر از پیشتر روئے برخاک پایش مالند،

ع کاخرای بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

وبیخردان شریر او ندچوں سرپنجہ توانائی یابند بر پدر پیر بسرہنگی شتابند و سراز خط فرمانش تابند زود بینی کہ چوں بہ پیری رسند کیفر کفران از دست خود چشند کما تدین تدان و لعذاب الاٰخرة اشد وابقی۔

للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن
تعلمون منه علم سیکھو اور علم کے لئے ادب و احترام سیکھو، جس استاذ نے تجھے علم سکھایا ہے اس کے سامنے عاجزی اور انکساری اختیار کرو عقلمند اور سعادت مند اگر استاذ سے بڑھ بھی جائیں تو اسے استاذ کا فیض اور اس کی برکت سمجھتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ استاذ کے پاؤں کی مٹی پر سر ملتے ہیں ع

آخر اے بادِ صبا! سب تیرا ہی احسان ہے

بے عقل اور شریر اور ناسمجھ جب طاقت و توانائی حاصل کرلیتے ہیں تو بوڑھے باپ پر ہی زور آزمائی کرتے ہیں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی اختیار کرتے ہیں جلد نظر آجائے گا کہ جب خود بوڑھے ہوں گے تو اپنے کئے ہوئے کی جزا اپنے ہاتھ سے چکھیں گے، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے، اور آخرت کا عذاب سخت اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

ہشتم آنکہ علماء فرمودہ اند از حق اوستاذ بر شاگرد آنست کہ بر فراش او نہ نشیند اگرچہ اوستاذ حاضر نہ باشد، ف
رد المحتار حاشیة الدر المختار عن منح الغفار عن الفتاوی البزازیة عن الامام الزندویستی قال حق العالم علی الجاھل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وھو ان لایفتتح الکلام قبله ولا یجلس مکانه وان غاب

ہشتم علماء فرماتے ہیں کہ استاذ کا شاگرد پر یہ بھی حق ہے کہ استاذ کے بستر پر نہ بیٹھے اگرچہ استاذ موجود نہ ہو، درمختار کے حاشیے رد المحتار میں منح الغفار سے انھوں نے فتاوی بزازیہ سے انھوں نے امام زندویستی سے نقل کیا کہ عالم کا حق جاہل پر اور استاذ کا حق شاگرد پر برابر ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اس کی جگہ نہ بیٹھے اگرچہ وہ موجود نہ ہو اور اسکی

---

[1] المعجم الاوسط — حدیث ۶۱۸۰ — مکتبة المعارف ریاض — ۷/۱۰۵
الکامل لابن عدی — ترجمہ عباد بن کثیر الثقفی — دار الفکر بیروت — ۴/۱۶۴۲

ولا یود علیہ کلامہ ولا یتقدم علیہ فی مشیہ[1] پس چگونہ روا باشد کہ اوستاذ را بزور از منصبش افگنند و خود بجایش بر آمدہ لافہا زنند حالانکہ از مجلس تا معاش و از منصب تا فراش فرقے کہ ہست پیداست۔

بات کو رد نہ کرے اور چلنے میں اس سے آگے نہ ہو، لہٰذا کس طرح جائز ہوگا کہ استاذ کو طاقت کے ذریعے اس کے مرتبے سے گرا کر خود اس کی جگہ بیٹھا جائے اور لافیں ماری جائیں حالانکہ بیٹھنے کی جگہ اور معاش میں اسی طرح بستر اور مرتبے میں واضح فرق ہے (یعنی جب استاذ کی جگہ اور اس کے بستر پر بیٹھنا نہیں چاہئے تو اس کے ذریعۂ معاش اور مرتبے کو چھیننا کس طرح درست ہوگا)

نہم ہمچنیں فرمودہ اند کہ تلمیذ را در رفتن و سخن گفتن بر اوستاذ تقدم و سبقت نمی رسد کما سمعت آنفا پس چساں گوارا آید کہ او را بالجبر پستر نمایند و خود پیشی و بیشی گرفتہ بر منصۂ امامت بر آیند۔

نہم[9] اسی طرح علماء نے فرمایا ہے کہ شاگرد کو بات کرنے اور چلنے میں استاذ سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے جیسے کہ ابھی گزرا، پھر یہ کس طرح درست ہوگا کہ اوستاذ کو مجبور کرکے پیچھے ہٹا دیا جائے اور خود منصبِ امامت سنبھال لیا جائے۔

دہم آنکہ سید موصوف گو اوستاذ ایں کس مباش اما آخر مسلمانیست و ایں کار کہ فلاں خواست بالبداہت موجب ایذائے اوست و ایذائے مسلم بے وجہ شرعی حرام قطعی قال اللہ تعالٰی والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا[2]○ آنانکہ آزار دہند مردان مومن و زنان مومنہ را بے جرم پس بہ تحقیق کہ

دہم[10] سید موصوف اگرچہ اس شخص کے استاذ نہ ہوں آخر مسلمان تو ہیں اور یہ کام جو اس شخص نے اختیار کیا ہے واضح ہے اس میں سید صاحب کی تکلیف ہے اور مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا: والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا ○ وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں مردوں

---

[1] رد المحتار مسائل شتّٰی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۱

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

بہتان وگناہ آشکارا بر خود برداشتند، سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماید من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ہر کہ مسلمانے را آزار داد مرا اذیت رسانید و ہر کہ مرا اذیت رساند حق تعالےٰ را ایذا کرد،[1] وہر کہ او سبحانہ را ایذا کرد پس سرانجام ست کہ بگیرد او را اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن، وامام اجل رافعی از سیدنا علی کرم اللہ وجہہ روایت کرد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود لیس منا من غش مسلما اوضرہ اوماکرہ[2] از گروہ ما نیست آنکہ بدغا بدی مسلمانے خواہد یا باو ضررے رساند یا با وے بمکر پیش آید و احادیث دریں باب بسیار است بحیث لامطمع فی الاستقصاء۔

اور عورتوں کو بغیر کسی جرم کے تکلیف دیتے ہیں بے شک انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے ذمے لے لیا۔ سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی یعنی جس نے اللہ تعالےٰ کو تکلیف دی بالآخر اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔ وامام اجل رافعی نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ولیس منا من غش مسلما او ضرہ او ماکرہ یعنی وہ شخص ہمارے گروہ میں سے نہیں ہے جو مسلمان کو دھوکا دے یا تکلیف پہنچائے یا اسکے ساتھ مکر کرے، اس بارے میں بیشمار حدیثیں ہیں۔

یازدہم آنکہ ایں معنی موجب تذلیل آں مسلمان ست کما بیّن السائل ومصطفےٰ فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اذل عندہ مؤمن فلم ینصرہ وھو یقدر علی ان ینصرہ اذلہ اللہ علیٰ رؤس الاشہاد یوم القیٰمۃ یعنی ہر کہ پیش او

یازدہم یہ بات اس مسلمان کی بے عزتی کا سبب ہے جیسے کہ سوال کرنے والے نے بیان کیا اور نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من اذل عندہ مؤمن فلم ینصرہ وھو یقدر علی ان ینصرہ اذلہ اللہ علی رؤس الاشہاد یوم القیامۃ یعنی جس شخص کے

۱؎ المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

۲؎ التدوین فی اخبار قزوین باب الشین زیارات حرف ش بیروت ۳/۸۷

تذلیل مسلمانے کردہ شود واو باوصف قدرت قیام بنصرت ننماید حق جل وعلا اورا روز قیامت برملا ذلیل و رُسوا فرماید اخرجہ الامام احمد[1] عن سھل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن العظمۃ للہ چوں سکوت بر تذلیل مسلم باعث چنیں عذاب مولم ست قیاس می باید کرد کہ خود بہ تذلیلش پرداختن و در وجہ اعزازی کہ اورا پیش مسلمانان ست بے وجہ رخنہ انداختن چہ قدر موجب عتاب وغضب رب الارباب باشد والعیاذ باللہ۔

سامنے کسی مسلمان کی بے عزتی کی جائے اور طاقت کے باوجود اس کی امداد نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالٰی اسے برملا ذلیل و رُسوا کرے گا۔ اسے امام احمد نے سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔ تمام عظمتیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان کی بے عزتی کو دیکھ کر خاموش رہنا ایسے عذاب کا باعث ہے تو خود اسے ذلیل کرنے کے درپے ہونا اور جس مرتبہ کی وجہ سے اسے مسلمانوں کے نزدیک عزت حاصل ہو اس میں رخنہ اندازی کی کوشش کرنا کس قدر عذاب اور اللہ تعالٰی کے غضب کا سبب ہوگا۔

دوازدھم آنکہ شناعت حسد خود نہ چنانست کہ محتاج بیان ست واگر ہیچ نبودے جز آنکہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ است لایجتمع فی جوف عبد الایمان والحسد بہم نشود در دل بندہ[2] ایمان وحسد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ ومن طریقہ البیہقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وفرمودہ است صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب او قال

دوازدہم[۱۲] حسد (یہ کوشش کرنا کہ کسی کا مرتبہ چھن جائے) کی برائی محتاج بیان نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لایجتمع فی جوف عبد الایمان و الحسد آدمی کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہوتے۔ اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب وقال

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن سہل بن حنیف المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۸۷

[2] موارد الظمآن کتاب الجہاد حدیث ۱۵۹۷ المطبعۃ السلفیہ ص ۳۸۵

شعب الایمان حدیث ۶۶۰۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۲۶۷

العشب دور باشید از حسد کہ حسد می خورد حسنات
را چنانکہ میخورد آتش[1] ہیزم را یا فرمود گیاہ را۔
اخرجہ ابوداؤد والبیہقی عن ابی ھریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وابن ماجۃ وغیرہ
عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفظہ الحسد
یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب[2] الحدیث
و در مسند الفردوس از معٰویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ مرویست کہ سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرمود الحسد یفسد الایمان کما یفسد الصَّبِر
العسل[3] حسد تباہ می کند ایمان را چنانکہ تباہ میکند
صَبِر شہد را، وصَبِر بفتح صاد کسر بار عصارۂ درختیست
بہ تلخی معروف باز حسد نیست جز آنکہ از کسے زوال
نعمتی خواہند کما عرفہ بذلک العلماء
پس بخودی خود قیام بازالۂ آں نمودن پیداست
کہ وبال ونکالش تا بکجا رسیدنی
ست۔

العشب حسد سے دُور رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس
طرح کھاجاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو، یا فرمایا
گھاس کو کھاجاتی ہے (ابوداؤد و بیہقی از
ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ ابن ماجہ وغیرہ از
انس رضی اللہ تعالےٰ عنہما) مسند الفردوس
میں معاویہ ابن حیدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے
روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا، الحسد یفسد الایمان کما یفسد
الصَّبِر العسل حسد ایمان کو اسی طرح تباہ
کردیتا ہے جس طرح صَبِر شہد کو تباہ کردیتا ہے۔
صَبِر، صاد پر فتحہ اور بار کے نیچے کسرہ ایک
درخت کا انتہائی کڑوا نچوڑ ہے پھر حسد اسے کہتے
ہیں کہ کسی کی نعمت کے چھن جانے کی آرزو کی جائے
جیسے کہ علماء نے حسد کی تعریف کی ہے، پھر کسی کی
نعمت کو ختم کرکے خود اس کی جگہ پہنچنے کی خواہش
کا وبال کہاں تک ہوگا۔

سیزدھم آنکہ شارع صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم بکمال رحمت وعنایتے کہ برحال
مسلمانان دارد رواداشتہ است کہ خطبہ
برخطبۂ مسلمانے کنند یا سوم برسوم وے نمایند

سیزدھم[13] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو مسلمانوں کے ساتھ بیحد شفقت ہے
اس کے باوجود آپ نے اس بات کو جائز نہ رکھا
کہ ایک مسلمان نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الحسد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۱۶
شعب الایمان حدیث ۶۶۰۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/۲۶۶
[2] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب الحسد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۰
[3] کشف الخفاء بحوالہ الدیلمی عن معاویۃ بن حیدۃ حدیث ۱۱۲۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۱۷

اخرج الائمۃ احمد والشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایخطب الرجل علٰی خطبۃ اخیہ ولا یسوم علی سومہ[1] وفی الباب عن عقبۃ بن عامر وعن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم یعنی یکے می خرد وبائع ومشتری برچیزے تراضی کردہ اند دیگرے آید بہا افزاید وخود برد یا یکے مرد زنے را خواستگاری کردہ است و را ے بر تزویج قرار گرفتہ دیگرے برخیزد وسببے انگیزد ومخطوبہ اورا بحبالہ خود کشید ایں ھمہ ممنوع وناروا است حالانکہ دریں صورتہا محض قرار داد ست نہ قبول پس چساں حلال باشد کہ بر مسلمانے دست تعدی دراز نمایند واز وے نعمت موجودہ حاصلہ بربایند ایں خود ستم صریح است ومصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود الظلم ظلمۃ یوم القیٰمۃ[2] ستم تاریکیہا ست روز قیامت اخرجہ البخاری ومسلم

دے رکھا ہو تو دوسرا بھی دے دے یا ایک آدمی سودا کر رہا ہو دوسرا بھی سودا کرنے لگ جائے (امام احمد، بخاری ومسلم از ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ) حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لایخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ ولا یسوم علی سومہ اس سلسلہ میں عقبہ بن عامر اور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے یعنی ایک آدمی کوئی چیز خرید رہا ہے خریدار اور فروخت کنندہ دونوں راضی ہو چکے ہیں ایک اور آدمی زیادہ قیمت دے کر وہ چیز لے جاتا ہے، یا ایک مرد نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے رکھا ہے اور دونوں رضامند ہو چکے ہیں ایک اور آدمی کسی طریقے سے اس عورت کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے یہ سب ناجائز اور ممنوع ہے حالانکہ ان صورتوں میں صرف رضامندی تھی کچھ حاصل نہ ہوا تھا، جب یہ ناجائز ہے تو یہ کس طرح جائز ہوگا کہ کسی کو ایک نعمت حاصل ہو اور اس پر زیادتی کرکے اس نعمت کو چھین لیا جائے یہ صریح ظلم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/ ۲۸۷ و کتاب الشروط ۱/ ۳۷۶ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتہا " " ۱/ ۴۵۳
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامیۃ ۲/ ۵۰۸ و ۵۲۹

[2] صحیح البخاری ابواب المظالم باب الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۱
جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ما جاء فی الظلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۴

والترمذی عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما وبسندہ است قول او سبحنہ وتعالٰی الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین[1] - والعیاذ باللّٰہ تعالٰی۔

علیہ وسلم فرماتے ہیں: الظلم ظلمٰت یوم القیٰمۃ ظلم قیامت کے روز کئی اندھیروں کے برابر ہوگا (بخاری، مسلم، ترمذی از ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما) اس کے لئے اللّٰہ تعالٰی کا یہ فرمان کافی ہے الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین ظالموں پر خدا کی لعنت۔ والعیاذ باللّٰہ تعالٰی۔

چہاردھم آنکہ این مسلمان کہ باوے این چنین بدیہا میرود بالخصوص پیرو کبیر السن ست وسید عالم صلے اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا از ما نیست ہر کہ مہر نکند بر خورد ما وبزرگی نشناسد بر کلاں ما اخرجہ احمد والترمذی والحاکم عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما بسند حسن بل صحیح[2] وفرمود صلے اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا یعنی بر روش ما نیست ہر کہ بر خورداں رحم ومر پیراں را توقیر نکند اخرجہ الاولان

چہاردھم ۱۴ خاص طور پر یہ برائیاں جس مسلمان کے ساتھ کی جا رہی ہیں بوڑھا اور معمّر ہے، سیّد عالم صلے اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لیس منّا من لم یرحم صغیرنا و یعرف شرف کبیرنا وہ ہم میں سے نہیں جو بچوں پر مہربانی نہیں کرتا اور بزرگوں کی عزت کو نہیں پہچانتا (امام احمد، ترمذی، حاکم از عبداللّٰہ بن عمرو بن عاص رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما) یہ بھی فرمایا: لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا وہ شخص ہمارے طریقے پر نہیں جو بچوں پر مہربانی نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا (امام احمد، ترمذی،

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۸

[2] مسند احمد بن حنبل عن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۸۵ و ۲۲۲
جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۴
المستدرک للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۱/۶۲

و ابن حبان عن[1] ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما و اسنادہ حسن وبنحوہ للطبرانی فی
المعجم الکبیر عن واثلة بن الاسقع
رضی اللہ عنہ، وفرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم
یعرف حق کبیرنا ولیس منا من غشنا
ولا یکون المؤمن مؤمنا حتی یحب
للمؤمنین ما یحب لنفسہ یعنی از ما نیست
ہرکہ برخورد سالاں شفقت و برسال خورداں
را حق نشناسد و نہ آنکہ مومناں را خیانت
کند و مسلمان مسلماں نمی شود تا آنکہ ہمہ مومنین
را ہماں خواہد کہ از بہر جانِ خود میخواہد اخرجہ
الطبرانی[2] فی الکبیر عن ضمیرة رضی اللہ تعالیٰ
عنہ باسناد فرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ان من اجلال اللہ تعالیٰ اکرام الشیبة
المسلم الحدیث، از تعظیم خداست بزرگ داشتن
مسلمان سپید موی اخرجہ ابوداؤد[3] عن
ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(وابن حبان از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
وطبرانی از واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ
عنہ) یہ بھی فرمایا: لیس منا من لم یرحم
صغیرنا ولم یعرف حق کبیرنا
ولیس منا من غشنا ولا یکون
المؤمن مؤمنا حتی یحب المؤمنین
ما یحب لنفسہ وہ ہم میں سے نہیں جو بچوں
پر شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کا حق نہیں پہچانتا
اور وہ شخص جو مومنوں کے ساتھ خیانت کرتا ہے
اور آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب
تک دوسروں کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے
لئے پسند کرتا ہے (طبرانی از ضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان
من اجلال اللہ تعالیٰ اکرام ذی الشیبة
المسلم اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ
سفید بالوں والے مسلمان کی عزت کی جائے۔
(ابوداؤد از ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

پانزدہم آنکہ آں پیر بالتخصیص علم دینی دارد و با علما بد بودن و بدی نمودن

پانزدہم[15] وہ معمر بالخصوص علم دین سے بہرہ ور ہے اور علماء کے ساتھ بُرا ہونا اور اُنکے

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ما جاء فی رحمۃ الصبیان امین کمپنی دہلی ۲/۱۴
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۵۷
المعجم الکبیر حدیث ۱۲۲۷۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۴۴۹
[2] " عن ضمرہ بن ابی ضمرۃ حدیث ۸۱۵۳ " " " " ۸/۳۶۸
[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلہم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹

چنداں بدست کہ بگفتن آید، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماید لیس من امتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقہ از امت من نیست آنکہ تعظیم نکند بزرگ مارا وشفقت ننماید خورد مارا وحق نشناسد عالم مارا اخرجہ احمد[1] فی المسند والحاکم فی المستدرک والطبرانی فی الکبیر عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن، وفرمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلثۃ لایستخف بحقہم الا منافق ذوالشیبۃ فی الاسلام و ذوالعلم و امام مقسط سہ کساند کہ سبک نگیرد حق ایشاں را مگر منافق یکے آنکہ در اسلام موئش سپید شد، دوم عالم، سوم پادشاہ عادل اخرجہ الطبرانی[2] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطریق حسنہا الترمذی لغیر ہٰذا المتن۔

شانزدھم آنکہ ایں ذی علم بالخصوص سید ست وتعظیم ایں نسل طاہر نسب فاخر از اہم واجبات وایذائے آناں و بدخواہی ایشاں از اشد موبقات درحدیث ابوالشیخ

ساتھ بُرائی کرنا اتنا بُرا ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس من امتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقہ وہ شخص میری اُمت میں سے نہیں جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہیں کرتا اور ہمارے بچے پر مہربانی نہیں کرتا اور ہمارے عالم کا حق نہیں پہچانتا (امام احمد، حاکم، طبرانی فی الکبیر از عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایستخف بحقہم الا منافق ذوالشیبۃ فی الاسلام و ذوالعلم و امام مقسط تین شخص ہیں جن کے حق کو صرف منافق خفیف جانتا ہے (۱) وہ مسلمان جس کے بال سفید ہوچکے ہوں (۲) عالم (۳) عادل بادشاہ (طبرانی نے اس حدیث کو ایسی سند سے روایت کیا جسے امام ترمذی نے ایک اور حدیث روایت کرتے ہوئے حسن قرار دیا)

شانزدھم ۱۶ بالخصوص وہ عالم سید ہیں اور ان کی دشمنی سخت ہلاکت کا سبب ہے ابوالشیخ ابن حبان اور دیلمی کی روایت میں ہے من لم یعرف حق عترتی والانصار

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبادہ بن الصامت المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۲۳
الترغیب والترہیب بحوالہ احمد والطبرانی والحاکم الترغیب فی اکرام العلماء مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۴

[2] المعجم الکبیر عن ابی امامۃ حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۳۸

28 ابن حبان و دیلمی آمدہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود من لم یعرف حق عترتی و الانصار والعرب فھو لاحدی ثلث اما منافق واما ولد زانیۃ واما امرؤ حملت بہ امہ لغیر طھر[1] ہرکہ نشناسد حق آل من وحق انصار واہل عرب آں ہر یکے از سہ وجہ است یا منافق ست یا بچۂ زنا یا مردی کہ مادرش باو در ایام بے نمازی بار ور شدہ است واخرج ابن عساکر وابونعیم عن امیرالمؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ ایضا یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اذی شعرۃ منی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[2] زاد ابونعیم فعلیہ لعنۃ اللہ ملء السماء وملء الارض[3] یعنی سید عالم فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہرکہ از من موئی (یعنی ادنٰی متعلق) را ایذا داد پس بتحقیق مرا آزار رسانید وہرکہ مرا آزار رسانید پس بدرستی کہ حق عزوجل را اذیت کرد پس برو لعنت خداست بپری آسمان و بپری زمین واحادیث درجلال عترت طاہرہ و تاکید حقوق آنہا خیمہ بسر حد تواتر زدہ است ، و

والعرب فھو لاحدی ثلث اما منافق و اما ولد زانیۃ واما امرؤ حملت امہ فی غیر طھر جو شخص میری آل، انصار اور اہل عرب کا حق نہیں پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا حرامزادہ، یا اس عورت کا بچہ ہے جو بے نمازی کے دنوں میں حاملہ ہوئی ہو۔
ابن عساکر اور ابونعیم نے حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی شعرۃ منی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ، زاد ابونعیم فعلیہ لعنۃ اللہ ملء السماء والارض یعنی سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میرے ایک بال (یعنی معمولی سا تعلق رکھنے والے) کو تکلیف دی بے شک اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اس پر زمین وآسمان کے بھرنے کے برابر خدا کی لعنت۔ آل پاک کی عترت اور انکے حقوق کی تاکید کے متعلق حدیثیں حدِ تواتر کو

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۹۵۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۶۲۶
[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی بن ابی طالب حدیث ۳۴۱۵۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۹۵
[3] " بحوالہ کر وابن المغفل حدیث ۳۴۱۵۲ " " " ۱۲/۳۴۹

بالله التوفیق۔

هفدهم آنکه چوں سید موصوف حسبِ تصریحِ سائل هم بعلم وهم بتقوٰی و هم بسن وهم بنسب اجل وافضل ست مستحق بکرامت امامت وتعظیم تقدیم همون است که ایں هرچهار از وجوه احقیت ست کما صرح به فی تنویر الابصار وغیره عامة الاسفار پس منازعتش باوے صراحة برخلافِ حکمِ شرع ست ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه۔[1]

هژدهم آنکه ایں کس میخواهد که علم خود را ذریعهٔ تحصیلِ دنیا کند و در حدیثِ مصطفٰی صلے الله تعالٰی علیه وسلم آمده است من اکل بالعلم طمس الله علی وجهه ورده علی عقبیه وکانت النار اولٰی به یعنی هرکه علم را ذریعهٔ جلبِ مال نماید حق عزوجل روئے اُورا مسخ فرماید واُو را بر هردو پاشنه اش، بازگرداند وآتشِ دوزخ باو سزاوارتر باشد اخرجه الشیرازی فی الالقاب[2] عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه و در حدیثِ دیگرست که فرمود صلی الله

پہنچی ہوئی ہیں وباللہ التوفیق۔

ہفدہم[17] جب سید صاحب موصوف سائل کے کہنے کے مطابق علم وتقوٰی عمر اور نسب میں اعلٰی اور افضل ہیں تو وہی امامت کی عزت وتعظیم کے لائق ہے اور یہ چاروں باتیں امامت کے زیادہ حقدار ہونے کا سبب ہیں جیسے کہ تنویر الابصار وغیرہ فقہ کی بڑی بڑی کتابوں میں تصریح ہے پس ایسے شخص کے ساتھ جھگڑا شریعت کے حکم کے خلاف ہے اور جو اللہ تعالٰی کی قائم کی ہوئی حدوں سے پھاند گیا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

ہژدہم[18] یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنے علم کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے۔ نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث شریف میں ہے: من اکل بالعلم طمس اللہ وجہہ وردہ علی عقبیہ وکانت النار اولٰی بہ جو شخص علم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناتا ہے اللہ تعالٰی اس کے چہرے کو بگاڑ دے گا اور اسے اسکی ایڑیوں پر واپس لوٹا دے گا اور دوزخ کی آگ اس کے زیادہ لائق ہے (شیرازی نے القاب میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی) دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

۱؎ القرآن الکریم ۶۵/ ۱

۲؎ کنز العمال بحوالہ الشیرازی فی الالقاب حدیث ۲۹۰۳۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۶

تعالیٰ علیہ وسلم ومن ازداد علما و لم یزدد فی الدنیا زھدا لم یزدد من اللہ الا بعدا ہرکہ در علم افزود و در دنیا بے رغبتی نیفزود از خدا نیفزود مگر دوری اخرجہ الدیلمی[1] عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و احادیث دریں باب بسیارست۔

نوزدھم آنکہ حرفے چند از فلسفہ مزخرفہ آموختن واندک فضلۂ از کفار سفسطہ بگدیہ اندوختن پیش او گرامی کار لیست بدیع و ملیح باعثِ فخر و شرف رفیع کہ بربنائش خود را ازاں سید فقیہ افضل واولیٰ ترباماست می انگارد حالانکہ ایں علوم فلاسفہ اعنی طبیعیات والٰہیات آنہا کہ مملو و مشحون ست از ضلالاتِ شنیعہ و بطالاتِ فظیعہ تا آنکہ در وے انبارہا ست از کفر و شرک وانکار ضروریاتِ دین و خروارہا از مضادّت قرآن و محادّت فرمانِ انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین، وقد فصّلنا بعضھا عنقریب فی رسالتنا سمیناھا "مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید" اقمنا فیھا الطامۃ الکبریٰ علی المتھورین من متفلسفی الزمان و باللہ التوفیق و

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من ازداد علما ولم یزدد فی الدنیا زھدا لم یزدد من اللہ الا بعدا جس شخص نے علم زیادہ حاصل کیا لیکن دُنیا سے بے رغبتی زیادہ نہ ہوئی اسے اللہ تعالیٰ سے دُوری کے سوا کچھ نہ ملا (دیلمی از حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس بارے میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں۔

نوزدھم وہ شخص جس کے نزدیک ملمع شدہ فلسفہ سیکھنا اور کافروں کی بیہودگی کے باقیماندہ حصے کو گداگری کے ذریعے جمع کرنا بہت بڑا کام ہے اور فخر و ناز کا باعث ہے جس کی بنا پر اپنے آپ کو اس سید فقیہ سے امامت کے زیادہ لائق سمجھتا ہے حالانکہ فلسفیوں کے یہ علوم یعنی طبیعیات اور الٰہیات جو بدترین گمراہیوں سے پُر ہیں حتی کہ ان میں کفر و شرک اور ضرورت دین کے انکار کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور بہت سی باتیں قرآن مجید اور انبیاء و مرسلین کے ارشادات کے مخالف ہیں جیسا کہ ہم نے بعض باتوں کی تفصیل اپنے رسالے مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید (جدید منطق کے منہ پر لوہے کے گرز) میں کی ہے ہم نے اس میں اس زمانے کے فلسفے کے دعویداروں پر قیامت قائم کردی ہے ان

[1] الفردوس بماثور الخطاب عن علی حدیث ۵۸۸۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۶۰۲

علیه التکلان قطعاً از علوم محرمه است فی الدر المختار اعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین (الی ان قال) وحراما وھو علم الفلسفة والشعبذة والتنجیم والرمل وعلوم الطبائعین والسحر[1] وعلامہ زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی در اشباہ والنظائر فرماید العلم قد یکون حراما وھو علم الفلسفة الخ[2]، علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی در فتاوٰی خودش فرمود و ماکان منه (ای من الطبیعی) علی طریق الفلاسفة حرام[3] وہمدران ست اما الاشتغال بالفلسفة والمنطق فقد افتی بتحریمه ابن الصلاح وشنع علی المشتغل بھما واطال فی ذلك ویجب علی الامام اخراج اھلھما من مدارس الاسلام وسجنھم وکف شرھم قال وان زعم انه غیر معتقد لعقائدھم فان حاله یکذبه[4] ببیں چساں روشن وسپید میگوید کہ فلسفہ حرام ست و بر بادشاہِ اسلام واجب کہ اہل آں را از مدارسِ اسلام بیروں کند و زنداں فرماید تا شرِ آنہا

علوم کا (بغیر تردید کے) پڑھنا قطعاً حرام ہے۔ درمختار میں ہے: بیشک علم کا پڑھنا فرض عین ہے، یہاں تک کہ انھوں نے فرمایا اور کبھی علم کا پڑھنا حرام ہوتا ہے جیسے کہ علم فلسفہ، شعبدہ، نجوم، رمل، حکمت، طبعیہ اور جادو۔ علامہ زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی اشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں: علم کا پڑھنا کبھی حرام ہوتا ہے جیسے کہ فلسفہ۔ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں: حکمۃ طبعیہ کا جو حصہ فلاسفہ کے طریقے پر ہو اس کا پڑھنا حرام ہے۔ اسی میں ہے: ابن صلاح نے فلسفے اور منطق کی حرمت کا فتوٰی دیا اور انھیں پڑھنے والے پر سخت طعن وتشنیع کی اور اس بارے میں طویل گفتگو کی بادشاہِ اسلام پر واجب ہے کہ ایسے لوگوں کو اسلامی مدارس سے نکال کر قید کردے اور ان کے شر کے دروازے کو بند کردے اگرچہ ان کا خیال یہ ہو کہ ہم فلاسفہ کے عقائد کے قائل نہیں کیونکہ ان کی حالت خود انھیں جھٹلا رہی ہے اگر فلاسفہ کے عقائد کو پسند نہیں کرتا تو فلسفے کا پابند کیوں ہے کبھی ایسا بھی دیکھا ہے کہ انسان

---

[1] درمختار — مقدمۃ الکتاب — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۶

[2] الاشباہ والنظائر — الفن الثالث — ادارۃ القرآن کراچی — ۲/۲۵۸

[3] فتاوٰی حدیثیہ — مطلب ھل یجوز علم التنجیم — مطبعۃ الجمالیۃ مصر — ص ۳۵

[4] الفتاوی الفقہیۃ — باب الاستنجاء — دار الکتب العلمیۃ بیروت — ۱/۵۰

بمسلماناں ترسد و مرد متفلسف کہ دریں جہالات مسمّے بعلم توغل دارد و عمر می گزارد اگر دعوٰی کند کہ من بدل عقائد آنہارا جائے نداده ام خود حال او بہر تکذیب او بسندست کہ اگر نہ پسند ست چرا پائے بندست ہیچ دیدۂ انساں ہر چیزے راکہ دشمن دارد باختیار خود با وے عمر گزارد و شبہا با وے سحر کند و مدتہا چنگ بدامنش زند و بحصولش غلغلۂ تفاخر افگند و کلہ گوشہا بر آسمان شکند حاش للّٰہ ایں ہمہ علامات رضا و ایثارست ورنہ با دشمن ساعتی بسر بردن دشوارست یا غراب البین لیت بینی و بینك بعد المشرقین این ست تقریر کلامش بر حسب مرامش رحمہ اللہ تعالٰی وما ذکرہ فی الفلسفۃ صحیح ومن ثم قال الاوزاعی رحمہ اللہ تعالٰی تحریمھا ھو الصحیح الصواب واما ما ذکرہ فی المنطق الفلاسفۃ ھو الذی یحرم الاشتغال بہ ویدل لذلك قولہ کفٌّ شرھم وقولہ ومعتقد لعقائدھم[1] اھ ملتقطا وفیہ طول کثیر۔

ایک چیز کو ناپسند رکھنا جو پھر اپنی مرضی سے اپنی تمام عمر اس میں صرف کر دے، راتیں اس کے پیچھے گزار دے اور مدتوں اس کے ساتھ وابستہ رہے اور اس کے حاصل کرنے پر فخر کرے ہرگز نہیں یہ سب پسندیدگی کی علامتیں ہیں ورنہ دشمن کے ساتھ ایک لحظہ گزارنا بھی مشکل ہوتا ہے جدائی کے کوے (دین سے دور کرنے والے) کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا، علامہ نے فلسفہ کے متعلق جو فرمایا ہے وہ صحیح ہے، اسی لئے امام اوزاعی نے فرمایا فلسفے کا حرام ہونا درست ہے۔ رہا منطق کا مسئلہ تو فلاسفہ کا منطق پڑھنا حرام، علامہ کی کلام خود اس طرف اشارہ کر رہی ہے (کیونکہ ان کے منطق میں ان کے مذہب کے مطابق مثالیں درج ہوتی تھیں کچھ دُور نہیں تھا کہ ان کے بار بار تکرار سے ذہن میں بیٹھ جائیں ۱۲)

فقیر میگوید واللہ سبحٰنہ لیغفرلی از اول دلیل بر تحریم و تفلسف و تقبیح حالش حدیثی ست کہ امام ابو عبد الرحمان دارمی در سنن خودش از سیدنا

فقیر کہتا ہے کہ فلسفے کے حرام ہونے اور اس کی برائی کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام ابو عبد الرحمان دارمی نے سنن میں سیدنا جابر

---

[1] الفتاوی الفقہیۃ باب الاستنجاء دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۵۰

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کردہ
ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ
اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
بنسخة من التوراة فقال یا رسول اللہ هذہ
نسخة من التوراة فسکت فجعل یقرأ و
وجه رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
یتغیر فقال ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنه
ثکلتك الثواکل ماتری ما بوجه
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
فنظر عمر الی وجه رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ
وغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم والذی نفس محمد صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم بیدہ لو بدا لکم موسٰی
فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء
السبیل ولو کان حیا وادرك نبوتی لاتبعنی
یعنی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ پیش سید عالم
صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نسخہ از توریت آورد
وعرضداشت کہ یا رسول اللہ ایں نسخہ ایست
از توریت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی
ہے کہ: ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالٰی
عنہ اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم بنسخة من التوراة فقال یا رسول اللہ
هذہ نسخة من التوراة فسکت فجعل یقرؤ و
وجه رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
یتغیر فقال ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنه
ثکلتك الثواکل ماتری ما بوجه رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنظر عمر
الی وجه رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ
وغضب رسوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم والذی نفس محمد صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم بیدہ لو بدا لکم موسٰی
فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء
السبیل ولو کان حیا وادرك نبوتی لاتبعنی
یعنی عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سید عالم
صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں توراۃ کا
ایک نسخہ لائے اور عرض کی: یا رسول اللہ!
یہ توراۃ کا ایک نسخہ ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی

---

[1] سنن الدارمی باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ۴۴۱ نشر السنۃ ملتان ۱/۹۵

پاسخ نداد و سکوت فرمود عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندن گرفت و چہرۂ مبارک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از حالی بحالی گردید بجہت شدت غضب و عمر ازیں معنی آگاہی نداشت تا آنکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت اے عمر ترا بگریند زنان گریہ کناں نمی بینی حالتیکہ در روئے مبارک سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیداست آنگاہ عمر نظر بالا کرد و جانب چہرۂ اقدس دید فوراً گفت بخدا پناہ میبرم از غضب خدا و رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پسندیدم خدائے را پروردگار و اسلام را دین و محمد را نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ازیں کلمہا غضب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرو نشست پس سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود بخدائے کہ جان محمد بقبضۂ قدرت اوست اگر ظاہر شود بر شما موسیٰ علیہ السلام و شما اتباع او کنید و مرا بگذارید ہر آئینہ راہ راست گم کردہ باشید و اگر موسیٰ بدنیا بودے و زمانہ ظہور نبوتم دریافتی بدرستی کہ مرا پیروی کردی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حالا چشم انصاف کشادنی ست توریت کہ کلام الٰہی ست و قرآن بر تصدیقش نازل محض بوجہ اختلاط تحریفات کارش بجائے رسید کہ قراءتش چنداں موجب غضب سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایں فلسفہ ملعونہ بکفر و

علیہ وسلم خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا، عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھنا شروع کر دیا، سرورِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک شدتِ غضب کی وجہ سے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدل رہا تھا، حضرت عمر فاروق کو اس کی خبر نہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عمر! تجھے رونے والی عورتیں روئیں تم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی حالت نہیں دیکھ رہے۔ تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے چہرۂ انور کو دیکھا اور فوراً کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے غضب سے خدا کی پناہ ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم پر موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرتے تو راہِ راست سے بھٹک جاتے اور اگر موسیٰ علیہ السلام دنیا میں ہوتے اور میری نبوت کے ظہور کے زمانے کو پاتے تو میری پیروی کرتے۔

اب انصاف کی آنکھ کھولنی چاہیے کہ توراۃ کلام الٰہی ہے اور قرآن مجید نے اس کی تصدیق کی ہے لیکن صرف اس بناء پر کہ اس میں تحریف ہو چکی ہے اس کا پڑھنا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس قدر ناراضگی کا سبب بنا، یہ مردود فلسفہ جو کہ کفر و ضلالت

ضلال مشحونہ کہ حبلی چنداست برہم نسستہ وراہ دین برخدامش بستہ وربقہ لقین از گلوئے شان گسستہ العزۃ للہ چہ جائے آں دارد کہ او را اجرِ عظیم پندارند وعمرہا نظر برشے گمارند وتخم ودادش بدلہا کارند با اینہمہ سلامت روند غضب اشد را مستحق نشوند لا واللہ لایکون ولوکرہ المبطلون باز احمد در مسند وبیہقی در شعب الایمان از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ چناں آوردہ اند کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ باقدس بارگاہ عالم پناہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر آمد و بعرض قدسی رساند کہ انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتری ان نکتب بعضہا ما از یہود حدیثہا می شنویم کہ مارا خوش می آید آیا بروانگی باشد کہ چیزے ازانہا بنویسیم سید عالم فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امتہوکون انتم کما تہوکت الیہود و النصارٰی آیا متحیرید در دین اسلام وکمال وتمام واغنائے تام او کہ در احادیث دیگراں طمع دارید چنانکہ یہود ونصارٰی در دین خود متحیر شدند و برعلم الٰہی قناعت ناکردہ دراین وآں فتادند ودر قیل وقال زدند لقد جئتکم

سے بھرا ہُوا اور جہالتوں کا مجموعہ ہے اور جس نے دین کے خادموں کے لئے دین کا راستہ بند کیا ہوا ہے اور فلسفیوں نے دین کی زنجیر اپنے گلے سے اتار پھینکی ہے وہ کب اس لائق ہے کہ اس کا بہت بڑا ثواب گمان کیا جائے اور عمریں اس پر صرف کر دی جائیں اور اس کی محبت کو دل میں جگہ دی جائے اس کے باوجود محفوظ رہیں اور شدید غضب کے مستحق نہ ہوں بخدا اس طرح نہیں ہوسکتا اگرچہ جھُوٹے اسے پسند نہ کریں۔ امام احمد نے مسند میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سرورِ دوجہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض پرداز ہوئے کہ انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتری ان نکتب بعضہا ہم یہودیوں سے کئی ایسی باتیں سُنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں کیا ہمیں اجازت ہے کہ ہم ان میں سے کچھ باتیں لکھ لیا کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: امتہوکون انتم کما تہوکت الیہود والنصارٰی کیا تم دین اسلام کے مکمل اور کافی ہونے میں متحیر ہوکہ دوسروں کی باتوں کی طرف توجہ دیتے ہو جیسے کہ یہودی اور عیسائی اپنے مذہب میں متحیر ہوگئے اور اللہ تعالٰی کے دیئے ہوئے پر اکتفا نہ کرکے اِدھر اُدھر مصروف ہوگئے لقد جئتکم

بها بیضاء و نقیة من ایں ملت و شریعت را سپید و روشن و صاف و پاکیزہ آوردہ ام کہ نہ ہیچ شبہہ را در وے دخلی نہ باوے سوئے چیزے دگر حاجتی و لوکان موسیٰ حیا ماوسعہ الا اتباعی[1] خود یہود و احادیث آنہا چہ لائق التفات باشد اگر موسیٰ ہم بدنیا بودے او را نیز جز پیروی من گنجائش نداشتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و معلوم ست کہ احادیثکہ ہمچو عمر را خوش آید رضی اللہ تعالیٰ عنہ زنہار مخالف ملت و منافی شریعت نباشد با اینہمہ نہی نمودند و امت را بر استغناء بشرع مطہر از ہمہ اغیارش دلالت فرمودند فکیف کہ دامن کفار یونان گیرند و بحر صافی را پس پشت انداختہ در تیہ ضلالت تشنہ میرند لا یأتی ذٰلک الا من سفہ نفسہ

بالجملہ ضرر فلسفہ و ضلال متفلسفہ از شمس ازہر و از امس اظہر پس در تحریمش ارتیاب نکند مگر مریض القلب ضعیف الایمان و العیاذ باللہ و علیہ التکلان بیا تا عنان بمطلب گردانیم متفلسفہ مذکور ایں حرام علماء را ذریعہ تفاخر و

بها بیضاء نقیة میں تمہارے پاس یہ واضح اور پاکیزہ شریعت لایا ہوں کہ اس میں نہ تو شک و شبہے کی گنجائش ہے اور نہ کسی اور چیز کی ضرورت ولوکان موسیٰ حیا ماوسعہ الا اتباعی اگر موسیٰ علیہ السلام دنیا میں ہوتے تو انھیں بھی میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ ظاہر ہے کہ جو باتیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت کو پسند آتی ہوں وہ ہرگز شریعت کے مخالف نہ ہوں گی اُس کے باوجود حضور نے منع فرمایا اور بتادیا کہ شریعت مطہرہ کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں، یہ کس طرح جائز ہوگا کہ صاف و شفاف دریا (شریعت مقدسہ) کو پس پشت ڈال کر یونان کے کافروں کا دامن تھاما جائے اور گمراہی کے جنگل میں مصیبت کی موت مول لی جائے یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس نے اپنے آپ کو حقیر و ذلیل بنادیا ہو۔ الحاصل یہ فلسفے کا نقصان اور فلسفے کے دعویداروں کی گمراہی گزشتہ دن اور سورج سے زیادہ ظاہر ہے لہذا اس کی حرمت میں صرف وہی شخص شک کرے گا جس کا دل بیمار اور ایمان کمزور ہو، نعوذ باللہ من ذالک۔ آئیے تاکہ اصل مطلب کی طرف

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد و بیہقی فی الشعب باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۰
مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۸۷
شرح السنۃ للبغوی باب حدیث اہل الکتاب " " " ۱/۲۷۰

وسیلۂ تفضیل و باعثِ تقدیم در مناجات رب جلیل دانست پیداست کہ کدام تحسین بالاتر ازیں باشد و ایں معنی العیاذ باللہ پہلو بکفر زند چنانکہ علماء در فروع کثیرہ تنصیص کردہ اند و امام عبدالرشید بخاری تلمیذ امام اجل ظہیری و امام فقیہ النفس قاضی خان رحمہم اللہ تعالٰی در خلاصہ فرماید من قال احسنت لما ھو قبیح شرعا او جودت کفر[1] یارب مگر متفلسفان بر خویشتن نمی بخشایند کہ بر فعل محرم لبس ناکردہ زبان بتکبر و تفاخر مے کشایند کلا بل ران علٰی قلوبھم ما کانوا یکسبون[2]، ونسأل اللہ العافیۃ۔

توجہ دیں کہ مذکورہ بالا شخص، فلسفے کا دعویدار اُس چیز پر فخر کرتا ہے کہ بناء بریں اپنے آپ کو فضیلت والا اور امامت کے زیادہ لائق سمجھتا ہے جسے علماء نے حرام کہا ہے واضح ہے کہ اس سے بڑھ کر اس حرام فعل کی تعریف و تحسین اور کیا ہو سکتی ہے نعوذ باللہ من ذٰلک اس میں تو ایک پہلو کفر کا بھی نکلتا ہے چنانچہ علماء نے بہت سے مسائل میں تصریح کی ہے، امام اجل ظہیری اور امام فقیہ النفس قاضیخان کے شاگرد امام عبدالرشید بخاری رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں، خلاصہ میں ہے کہ من قال احسنت لما ھو قبیح شرعا اجودت کفر (جس شخص نے شرعی قبیح کے مرتکب کو کہا کہ تو نے اچھا کیا تو وہ کافر ہو گیا) بارالٰہا! شاید یہ فلسفے کے دعویدار اپنے اوپر رحم نہیں کرتے کہ حرام فعل کی بناء پر فخر اور تکبر کرتے ہیں، ہاں ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی سیاہی چھا چکی ہے۔

بستم آنکہ فضل تفلسف را بر فضل تفقہ ترجیح دادن کہ ادعائے اولویت بامامت رامنشاء و منزع ہمون تواند بود متضمن تحقیر علم دین ست کما لا یخفی و تحقیرش بر وجہ صریح کفر قطعی ست اینجا چوں

بستم فلسفے کی فضیلت کو ترجیح دینا (فقہ کی فضیلت پر) کیونکہ امامت کے زیادہ لائق ہونے کے دعوٰی کی یہی وجہ ہو سکتی ہے اس میں ضمناً علم دین کی توہین ہے جیسے کہ ظاہر ہے اور علم دین کی صراحۃً توہین کفر ہے یہاں چونکہ

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۹

[2] القرآن الکریم ۸۳/ ۱۴

پائے تفصّی درمیان ست نزاع لزوم و التزام عیان ست کما بیناہ فی مقامع الحدید واللہ الھادی الی المسلک السدید۔

یہ بات ضمناً آگئی ہے اس لئے یہی کہا جائے گا کہ علم دین کی توہین لازم آئی ہے اس شخص نے اس کا التزام نہیں کیا (اس لئے کفر کا قول نہیں کیا جائے گا) جیسے کہ ہم نے "مقامع الحدید" میں بیان کیا۔

ایں بست وجہ است، نجیح و وجیہ مفید فقیہ و مبید سفیہ کہ بر نہج ارتجال بحال استعجال سپرد خامہ نمودہ شد و ماناکہ اگر غوری رود وجوہ دیگر منجلی شود اما ہمیں قدر بسند ست و تطویل ممل ناپسند حالا مسلمانان نگہ کنند کہ شرع مطہر امامت فاسق را نہ پسندید تا آنکہ بسیارے از علماء امامتش را مکروہ تحریمی قریب حرام و آناں راکہ بتقدیمش پردازند مبتلائے آثام گفتہ اند علامہ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالٰی[1] در شرح کبیر منیہ عبارت فتاوی الحجہ نقل کردہ میفرماید فیہ اشارۃ الی انھم لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلایبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلٰوۃ وفعل ماینافیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم تجز الصلٰوۃ خلفہ اصلاً عند مالک وروایۃ عن احمد، وہمیں است ارشاد امام زیلعی در تبیین الحقائق

یہ بیس عمدہ اور بہترین وجہیں فقیہ کے لئے مفید اور بیوقوف کے لئے تباہ کن قلم برداشتہ فی البدیہہ لکھ دی گئی ہیں، اگر مزید غور کیا جائے تو اور وجوہ بھی ظاہر ہوسکتی ہیں تاہم انھیں پر اکتفاء کیا جاتا ہے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ اب مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ شریعت مقدسہ نے فاسق کی امامت کو پسند نہیں کیا حتی کہ بہت سے علماء نے اسے مکروہ تحریمی اور حرام کے قریب فرمایا ہے اور ایسے شخص کو امام بنانے والوں کو گناہ عظیم کا مبتلا قرار دیا ہے، علامہ ابراہیم حلبی کبیری شرح منیہ میں فتاوٰی حجہ سے نقل کرکے فرماتے ہیں، اس میں اشارہ ہے کہ فاسق کو امام بنانے والے گنہ گار ہوں گے کیونکہ اسے امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ وہ امورِ دین کا چنداں خیال نہیں کرتا اور شریعت کے لازمی امور کے ادا کرنے میں سستی سے کام لیتا ہے کچھ بعید نہیں کہ وہ نماز کی بعض شرطوں کو بھی ترک کردے اور نماز کے مخالف کوئی کام کر بیٹھے بلکہ اس کے فسق کے پیش نظر غالب یہی گمان ہے اسی لئے امام مالک کے نزدیک اس کے پیچھے نماز بالکل جائز نہیں۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳-۵۱۴

شرح کنز الدقائق و علامہ حسن شرنبلالی در مراقی الفلاح شرح متن خودش نور الایضاح ذکر کردش و علامہ سید احمد طحطاوی در حاشیہ مراقی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سبحٰن اللہ چوں امامت فاسق بفسق واحد را نوبت بانیجا رسید ست ایں کسے کہ وجوہ عدیدہ از فسق جمع کردہ کہ ازانہا بعضے روئے بسوئے کفر آوردہ والعیاذ باللہ ہیچ محل آں باشد کہ امام کردن او روا دارند یا در حرمت اقتدایش نزاعی آرند گیرم کہ نماز پس فاسق وجہ حلت دارد اما کسیکہ در نفس اسلامش خلاف را گنجایشے باشد کیست کہ امامت او را حلال انگارد الاتری ان فی تقدیمہ تعظیمہ وھو حرام علی الشرع بالقطع معہذا علماء ما از امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کردہ اند کہ امامت متکلمان جائز نیست اگرچہ باعتقاد صحیح باشند کما نقلہ الامام الاجل الھندوانی والزاھدی صاحب القنیۃ والمجتبٰی والامام البخاری صاحب الخلاصۃ والامام العلامۃ المحقق حیث اطلق فی الفتح وہمیں معنے فتوائے امام اجل شمس الائمہ حلوائی رحمۃ اللہ

میں امام زیلعی کے ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے۔ علامہ حسن شرنبلالی نور الایضاح کی شرح مراقی الفلاح میں اور علامہ سید احمد طحطاوی نے حاشیہ مراقی میں بھی اسی طرح فرمایا سبحان اللہ جب اس شخص کی امامت درست نہیں جس میں ایک فسق پایا جاتا ہو تو اس شخص کو امام بنانا کس طرح درست ہوگا جس میں کئی وجہ سے فسق پایا جاتا ہے اور بعض وجہیں کفر تک پہنچاتی ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) کیا کچھ گنجائش ہے کہ علماء ایسے شخص کے امام بنانے کو جائز رکھیں یا اس کی اقتداء کے ناجائز ہونے میں کچھ اختلاف کریں یہ درست ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز ہونے کی ایک صورت ہے لیکن جس شخص کے اسلام ہی میں اختلاف پایا جاتا ہو اس کی امامت کو کون حلال گمان کرے گا کیا تجھے خبر نہیں کہ اسے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اور وہ شرعاً قطعی طور پر حرام ہے اس کے باوجود ہمارے علماء امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ متکلمین کی امامت جائز نہیں اگرچہ ان کا عقیدہ صحیح ہو جیسے کہ امام اجل ہندوانی زاہدی صاحب قنیہ و مجتبٰی امام بخاری صاحب خلاصہ اور ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے نقل کیا، امام الائمہ شمس الائمہ حلوائی کے فتوٰی میں

۱؎ فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

۲؎ خلاصۃ الفتاوٰی " الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۹

تعالٰی علیہ بخط مبارکش یافتہ اند کما نص علیہ فی الخلاصۃ و ایں روایت راہمہ ائمہ ممدوحین بقبول و تقریر گرفتہ اند و در توضیح مراد و تنقیح مفادش طرق عدیدہ رفتہ محط کلام اکثرے آنست کہ اینجا مراد بمتکلم کسے ست کہ در فنون کلامیہ زائد بر حاجت توغل دارد و در تکثیر شکوک و شقاشق عقلیہ عمر عزیز ضائع بردا افاد ذٰلک الامام الھندوانی و علامہ عبدالغنی نابلسی در حدیقہ ندیہ شرح محمدیہ گوید المروی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان امامۃ المتکلم وان کان بحق لا تجوز محمول علی الزائد علی قدر الحاجۃ والمتوغل فیہ کما قیل من طلب الدین بالکلام تزندق ولا یرید المتکلم علی قانون الفلاسفۃ لانہ لا یطلق علٰی مباحثھم علم الکلام لخروجہ عن قانون الاسلام و ھو من اجزاء الحد، کما فی البزازیۃ[1]، پس امامت متفلسفان اولٰی و اجدر بعدم جواز ست کما لایخفٰی، بالجملہ شرع مطہر زنہار نہ پسندد کہ سید موصوف را

جو ان کے خط مبارک سے پایا گیا یہی بات لکھی ہے جیسے کہ خلاصہ میں ہے اس روایت کو تمام ائمہ کاملین نے قبول کیا اور اس کی مراد مختلف طریقوں سے بیان فرمائی ہے، اکثر اس طرف گئے ہیں کہ اس جگہ متکلم سے مراد وہ شخص ہے جو علم کلام کے مختلف فنون میں ضرورت سے زیادہ انہماک رکھتا ہو اور شکوک و شبہات کی کثرت میں عمر عزیز کو ضائع کر دے، یہ مطلب امام ہندوانی نے بیان فرمایا، علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف سے جو یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ متکلم اگرچہ صحیح عقائد رکھتا ہو اس کی امامت ناجائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ضرورت سے زیادہ علم کلام میں توجہ اور توغل رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے جیسے کہا گیا ہے کہ جس نے کلام کے ذریعے علم دین کو طلب کیا وہ زندیق ہو گیا متکلم سے امام ابو یوسف کی مراد وہ شخص نہیں جو فلاسفہ کے قانون پر کلام کرتا ہو کیونکہ فلسفیوں کی بحثوں کو علم کلام نہیں کہا جاتا کیونکہ وہ تو قانونِ اسلام ہی سے خارج ہیں اور یہ اجزاءِ حد میں سے ہے، جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔ جب علم کلام میں غلو کرنیوالوں کے پیچھے نماز ناجائز ہے تو فلسفے کے دعویداروں کے پیچھے بطریق اولٰی ناجائز ہوگی

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثانی من الانواع الثلثۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۳۲

باوصف چنیں فضائل واستحقاق کل از منصب امامت بہ آرند وایں کس رابا آنہمہ معاصی ومناہی ودواہی وتباہی بجالیش برادرند لاجرم ہرکہ بایں کار واجب الانکار پردازد شریک آں متفلسف باشد در اثم ومعاونش در ایذا وظلم مستخف بشان سیادت وعلم وعدو بسیاری از شنائع مذکورۃ الصدر کما لایخفی علی المنشرح الصدر واللہ الھادی فی کل ورد وصدر حضرت حق جل وعلا فرماید لاتعاونوا علی الاثم والعدوان[1] وہمدگر مکنید برگناہ وستم وحاکم وعقیلی وطبرانی وابن عدی وخطیب بغدادی باسانید خودہا از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کنند کہ جناب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم می فرمایند من استعمل رجل من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین[2][3] یعنی ہرکہ مردی را از جماعتی برکارے از کارہائے ایشاں نصب کرد ودر ایشاں کسے ست کہ پسندیدہ تر ست

جیسا کہ مخفی نہیں۔ الحاصل شریعت مطہرہ ہرگز پسند نہیں کرے گی کہ سید موصوف کو اتنے فضائل اور مستحق ہونے کے باوجود منصب امامت سے برطرف کردیا جائے اور اس شخص کو تمام گناہوں ممنوع حرکتوں کے باوجود ان کی جگہ مقرر کردیا جائے یقیناً جو شخص یہ ناپسندیدہ کام کرے گا وہ گناہ اور اس کی امداد، ایذا، ظلم، شان سیادت اور علم کی توہین اور بہت ساری سابقہ قباحتوں میں فلسفے کے اس دعویدار کا شریک ہوگا جیسے کہ صاحب شرح صدر پر مخفی نہیں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے لاتعاونوا علی الاثم والعدوان گناہ وظلم میں ایک دوسرے کی امداد نہ کرو۔ حاکم، عقیلی، طبرانی، ابن عدی اور خطیب بغدادی نے اپنی سندوں سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من استعمل رجلا من عصابتہ وفیھم من ھو ارضی اللہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین جو شخص ایک جماعت میں سے کسی آدمی کو ان کے کسی کام پر مقرر کرتا ہے حالانکہ ان لوگوں میں اس سے زیادہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دارالفکر بیروت ۴/ ۹۲

[3] الضعفاء الکبیر ترجمہ ۲۹۵ حسین بن قیس دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۴۸

از وے نزد خدا پس تحقیق او خیانت کرد خدا
و رسول و مسلماناں را۔ اخرج ابو یعلی عن
حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہ
یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم ایما رجل استعمل رجلا
علی عشرۃ انفس وعلم ان فی
العشرۃ افضل ممن استعمل فقد غش اللہ
وغش رسولہ وغش جماعۃ المسلمین[1]۔
علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالٰی در شرح تیسیر شرح
جامع صغیر زیر حدیث اول گوید من استعمل رجلا
من عصابۃ ای نصبہ علیہم امیرا او قیما او عریفا
او اماما للصلٰوۃ[2] امام بخاری در تاریخ و ابن عساکر
از ابوامامہ باہلی و طبرانی در معجم کبیر از مرثد غنوی
رضی اللہ تعالٰی عنہما راوی اند کہ سید عالم صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم فرماید (وھذا حدیث
ابی امامۃ) ان سرکم ان
تقبل صلٰوتکم فلیؤمکم خیارکم[3]
اگر شما را خوش آید کہ نماز شما مقبول
شود باید کہ شما را بہترین شما
امامت کنند دارقطنی و بیہقی از عبداللہ

مقبول بارگاہ الٰہی آدمی موجود ہے تو اس نے
اللہ و رسول اور مسلمانوں کی خیانت کی۔ ابویعلٰی
نے حذیفہ بن یمان سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دس
آدمیوں کی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کیا
حالانکہ اسے علم ہے کہ ان دس آدمیوں میں مقرر شدہ
آدمی سے افضل موجود ہے تو اس نے اللہ و رسول
اور مسلمانوں سے خیانت کی، علامہ مناوی تیسیر
شرح جامع صغیر میں سابقہ حدیث کے تحت فرماتے
ہیں کہ من استعمل رجلا من عصابتہ یعنی
جس شخص نے کسی آدمی کو ایک جماعت کا امیر
یا محافظ یا نمائندہ یا نماز کا امام بنا دیا حالانکہ
اس سے زیادہ مقبول الٰہی موجود تھے تو وہ خائن
ہے، امام بخاری نے تاریخ میں، ابن عساکر نے
ابوامامہ باہلی سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں مرثد
غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ
سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
ان سرکم ان تقبل صلٰوتکم فلیؤمکم
خیارکم اگر تمہیں پسند ہے کہ تمہاری نماز مقبول
ہو تو ایسا شخص امام بنے جو تم میں سے افضل ہو،

۱؎ کنز العمال بحوالہ ع عن حذیفہ حدیث ۱۴۶۵۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۹
۲؎ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من استعمل رجلا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۹۶
۳؎ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۰۴۳۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۵۹۶
" " طب " ۲۰۴۳۴ " " " ۷/ ۵۹۷
المعجم الکبیر

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت دارند،
سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمایا اجعلوا
ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم
وبین ربکم[1] بہتران خود را امام کنید کہ
ایشاں سفیر شمایند میان شما و پروردگار شما
عزوجل وفی الباب عن واثلۃ بن الاسقع
رضی اللہ تعالٰی عنہ اخرجہ الطبرانی فی
المعجم الکبیر۔

الحاصل **خلاصۂ حکم** آنست کہ ایں کس از بدترین
فساق و فجار است و بوجوہ چند درچند تعزیر
شدید را سزاوار و امامتش ممنوع و ناروا و اہل
مسلمانان را از صحبتش احتراز اولٰی و زنہار رخصت
نباشد کہ آں سید فقیہ را از امامت براندازند و
ایں متفلسف سفیہ را بجایش مقرر و موقر سازند
کہ متصدی ایں کار شود خود واجب التعزیر و گنہگار
شود تقدیم کو و امامت از کجا بلکہ ایں کس را می شاید
کہ از شناعات مذکورہ خود باز آید داغ کفران
از جبینش و فلسفہ ملعونہ را وداع گوید و بر فضل
علم و بزرگی حقش ایمان آرد تکلف و تفلسف و
تشدق تصلف را قبیح پندارد و شنیع انگارد و از
سرِ نو کلمۂ طیبۂ اسلام خواند و بعد ازاں تجدید نکاح بتقدیم
رساند فان ذٰلک ھو الاحوط کما

دارقطنی اور بیہقی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ
تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اجعلوا
ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم
وبین ربکم اپنے بہترین آدمی کو امام بناؤ
کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان
نمائندے ہیں۔ اس بارے میں طبرانی نے
معجم کبیر میں واثلہ ابن الاسقع سے بھی روایت
کی ہے۔

خلاصۂ جواب: یہ شخص بدترین فاسق و
فاجر ہے اور بے شمار وجوہ کی بنا پر سخت سزا کا
مستحق ہے اس کی امامت ناجائز اور ممنوع ہے
اور مسلمانوں کو اس کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے
اور ہرگز اجازت نہیں کہ اس سید فقیہ کو امامت سے
برطرف کیا جائے اور فلسفے کے اس دعویدار بیوقوف
کو اس کی جگہ مقرر کیا جائے جو شخص اس کام کے
درپے ہوگا خود اس کے لئے سزا ضروری ہے بلکہ
اس شخص کو چاہئے کہ مذکورہ بالا خرابیوں سے باز
آئے اور ناشکری کا داغ اپنے ماتھے سے دھوئے
اور مردود فلسفے کو رخصت کرے اور علم دین کی
فضیلت اور اس کے حق کی بزرگی پر ایمان لائے
فلسفہ پرستی تکلف اور بیہودگی کو برا سمجھے اور ناپسند
رکھے اور از سرِ نو کلمۂ طیبۂ اسلام پڑھ کر اسلام کی تجدید

[1] سنن الدارقطنی باب تخفیف القراءۃ لحاجۃ نشر السنۃ ملتان ۹۸/۲

29 يظهر بمراجعة الدرالمختار وغيره من اسفار الكملة ، والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم فقط۔

اس کے بعد تجدید نکاح کرے ، اسی میں احتیاط ہے جیسے کہ درمختار وغیرہ دیکھنے سے ظاہر ہوجائیگا واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم فقط۔

رسالہ

الحقوق لطرح العقوق

ختم ہوا

رسالہ

مشعلۃ الارشاد فی حقوق الاولاد

(والدین پر) اولاد کے حقوق کے بارے میں راہنمائی کی قندیل)

مسئلہ ۱۶۷: از سورون ضلع ایٹہ محلہ ملک زادگان مرسلہ مرزا حامد حسن صاحب ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ باپ پر بیٹے کا کس قدر حق ہے، اگر ہے اور وہ ادا نہ کرے تو اُس کے واسطے حکم شرعی کیا ہے؟ مفصل طور پر ارقام فرمائیے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

اللہ عزّوجل نے اگرچہ والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بتایا یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا کہ اَنِ اشکرلی و لوالدیک[1] حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ مگر ولد کا حق بھی والد پر عظیم رکھا ہے کہ ولد مطلق اسلام پھر خصوص جوار پھر خصوص قرابت، پھر خصوص عیال، ان سب حقوق کا جامع ہو کر سب سے زیادہ خصوصیت خاصہ رکھتا ہے، اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے حق اشد و آکد ہوتا جاتا ہے۔ علمائے کرام نے اپنی کتب جلیلہ مثل احیاء العلوم و عین العلوم و مدخل و کیمیائے سعادت و ذخیرۃ الملوک وغیرہا میں حقوق ولد سے نہایت مختصر طور پر کچھ تعرض فرمایا مگر میں صرف احادیث مرفوعہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توجہ کرتا ہوں فضلِ الٰہی جل وعلا سے امید کہ فقیر کی یہ چند حرفی تحریر ایسی نافع وجامع واقع ہو

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/۱۴

کہ اس کی نظیر کتب مطولہ میں نہ ملے اس بارہ میں جس قدر حدیثیں بحمد اللہ تعالٰی اس وقت میرے حافظہ و نظر میں ہیں انھیں بالتفصیل مع تخریجات لکھے تو ایک رسالہ ہوتا ہے اور غرض صرف افادہ احکام لہذا سردست فقط وہ حقوق کہ یہ حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کمال تلخیص و اختصار کے ساتھ شمار کروں و باللہ التوفیق۔

(۱) سب سے پہلا حق وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل کم قوم سے نہ کرے کہ بُری رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔

(۲) دیندار لوگوں میں شادی کرے کہ بچّہ پر نانا و ماموں کی عادات کا بھی اثر پڑتا ہے۔

(۳) زنگیوں حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچّہ کو بدنما نہ کر دے۔

(۴) جماع کی ابتدا بسم اللہ سے کرے ورنہ بچّہ میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔

(۵) اُس وقت شرمگاہِ زن پر نظر نہ کرے کہ بچّہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۶) زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے۔

(۷) مرد و زن کپڑا اوڑھ لیں جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچّہ کے بے حیا ہونے کا خدشہ ہے۔

(۸) جب بچہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان بائیں میں تکبیر کہے کہ خلل شیطان و ام الصبیان سے بچے۔

(۹) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اُس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی فال حسن ہے۔

(۱۰) ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے، دختر کے لئے ایک پسر کے لئے دو کہ اس میں بچّے کا گویا رہن سے چھڑانا ہے۔

(۱۱) ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔

(۱۲) سر کے بال اُتروائے۔

(۱۳) بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔

(۱۴) سر پر زعفران لگائے۔

(۱۵) نام رکھے یہاں تک کہ کچّے بچّے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا۔

(۱۶) بُرا نام نہ رکھے کہ بدفال بد ہے۔

(۱۷) عبداللہ، عبدالرحمٰن، احمد، حامد وغیرہ عبادت وحمد کے نام یا انبیاء اولیاء یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے خصوصاً نام پاک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچّہ کے دنیا و آخرت میں کام آتی ہے۔

(۱۸) جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم و تکریم کرے۔

(۱۹) مجلس میں اس کے لئے جگہ چھوڑے۔

(۲۰) مارنے بُرا کہنے میں احتیاط رکھے۔

(۲۱) جو مانگے بروجہ مناسب دے۔

(۲۲) پیار میں چھوٹے لقب بیقدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔

(۲۳) ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ شریف القوم سے دو سال تک دودھ پلوائے۔

(۲۴) رذیل یا بدافعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔

(۲۵) بچے کا نفقہ اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جن میں حفاظت بھی داخل۔

(۲۶) اپنے حوائج و ادائے واجبات شریعت سے جو کچھ بچے اس میں عزیزوں قریبوں محتاجوں غریبوں سب سے پہلے حق عیال و اطفال کا ہے جو اُن سے بچے وہ اوروں کو پہنچے۔

(۲۷) بچہ کو پاک کمائی سے روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں ڈالتا ہے۔

(۲۸) اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ کرے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کے تابع رکھے جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انھیں دے کر ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے زیادہ نہ ہو تو انھیں کو کھلائے۔

(۲۹) خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر و لطف کا برتاؤ رکھے۔ انھیں پیار کرے بدن سے لپٹائے کندھے پر چڑھائے۔

(۳۰) ان کے ہنسنے کھیلنے بہلنے کی باتیں کرے ان کی دلجوئی، دلداری، رعایت و محافظت ہر وقت حتی کہ نماز و خطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

(۳۱) نیا میوہ نیا پھل پہلے انھیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں نئے کو نیا مناسب ہے۔

(۳۲) کبھی کبھی حسبِ ضرورت انھیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہے دیتا رہے

(۳۳) بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچے سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

(۳۴) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر و یکساں دے، ایک کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔

(۳۵) سفر سے آئے تو ان کے لئے کچھ تحفہ ضرور لائے۔

(۳۶) بیمار ہوں تو علاج کرے۔

(۳۷) حتی الامکان سخت و موذی علاج سے بچائے۔

(۳۸) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے۔

(۳۹) جب تمیز آئے ادب سکھائے کھانے، پینے، ہنسنے، بولنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم ماں باپ، استاذ اور دختر کو شوہر کے بھی اطاعت کے طرق و آداب بتائے۔

(۴۰) قرآن مجید پڑھائے۔

(۴۱) استاد نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔

(۴۲) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(۴۳) عقائد اسلام و سنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی و قبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

(۴۴) حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان و عین ایمان ہے۔

(۴۵) حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل و اصحاب و اولیاء و علماء کی محبت و عظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت و زیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔

(۴۶) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کر دے۔

(۴۷) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز و روزہ کے مسائل توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدور و لسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل حرص و طمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(۴۸) پڑھانے سکھانے میں رفق و نرمی ملحوظ رکھے۔

(۴۹) موقع پر چشم نمائی تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ افساد کا اندیشہ ہے۔

(۵۰) مارے تو منہ پر نہ مارے۔

(۵۱) اکثر اوقات تہدید و تخویف پر قانع رہے کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

(۵۲) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔

(۵۳) مگر زنہار زنہار بُری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یارِ بد مارِ بد سے بدتر ہے۔

(۵۴) نہ ہرگز ہرگز بہارِ دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیرہا کتبِ عشقیہ و غزلیاتِ فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورۂ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکرِ زنان کا ذکر فرمایا ہے، پھر بچوں کو خرافاتِ شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہو سکتا ہے۔

(۵۵) جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔

(۵۶) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سُلائے جُدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے۔

(۵۷) جب جوان ہو شادی کر دے، شادی میں وہی رعایت قوم و دین و سیرت و صورت ملحوظ رکھے۔

(۵۸) اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اُسے امر و حکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ برفق و نرمی بطورِ مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق میں نہ پڑ جائے۔

(۵۹) اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔

(۶۰) اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے ثلث سے زیادہ خیرات نہ کرے۔

یہ ساٹھ حق تو پسر و دختر سب کے ہیں بلکہ دو حق اخیر میں سب وارث شریک، اور خاص پسر کے حقوق سے ہے کہ اسے لکھنا[61]، پیرنا[62]، سپہگری[63] سکھائے۔ سورۂ مائدہ[64] کی تعلیم دے۔ اعلان[65] کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔ خاص دختر کے حقوق سے ہے کہ اس[66] کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمتِ الٰہیہ جانے، اسے[67] سینا پرونا کاتنا کھانا پکانا سکھائے، سورۂ نور[68] کی تعلیم دے، لکھنا[69] ہرگز نہ سکھائے کہ احتمالِ فتنہ ہے، بیٹیوں[70] سے زیادہ دلجوئی رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے، دینے[71] میں انھیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے، جو چیز[72] دے پہلے انھیں دے کر بیٹوں کو دے، نو برس[73] کی عمر سے نہ اپنے پاس سُلائے نہ بھائی وغیرہ کے ساتھ سونے دے، اس عمر[74] سے خاص نگہداشت شروع کرے، شادی[75] برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے۔ اور[76] ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے بلکہ ہنگاموں میں جانے کی مطلق بندش کرے گھر کو ان پر زندان کر دے بالاخانوں پر نہ رہنے دے، گھر[77] میں لباس و زیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں، جب[78] کفو ملے نکاح میں دیر نہ کرے، حتی[79] الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے، زنہار[80] کسی فاسق

فاجر خصوصاً بدمذہب کے نکاح میں نہ دے۔

یہ اسّی حق ہیں کہ اس وقت کی نظر میں احادیث مرفوعہ سے خیال میں آئے ان میں اکثر تو مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلاً مواخذہ نہیں ــــــــــ اور بعض آخرت میں مطالبہ ہو مگر دنیا میں بیٹے کے لئے باپ پر گرفت وجبر نہیں، نہ بیٹے کو جائز کہ باپ سے جدال و نزاع کرے سوا چند حقوق کے کہ ان میں جبر حاکم وچارہ جوئی و اعتراض کو دخل ہے۔

اوّل نفقہ کہ باپ پر واجب ہو اور وہ نہ دے تو حاکم جبراً مقرر کرے گا، نہ مانے تو قید کیا جائے گا حالانکہ فروع کے اور کسی دین میں اصول محبوس نہیں ہوتے۔

فی ردالمحتار عن الذخیرۃ لایحبس والد وان علافی دین ولدہ وان سفل الافی النفقۃ لان فیہ اتلاف الصغیر[1]

فتاوٰی شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے والد اپنے بیٹے کے قرض کے سلسلے میں قید نہیں کیا جاسکتا خواہ سلسلہ نسب اوپر تک بلحاظ باپ اور نیچے تک بلحاظ بیٹا چلا جائے البتہ نان نفقہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں والد کو قید کیا جائے گا کیونکہ اس میں چھوٹے کی حق تلفی ہے۔ (ت)

دوم رضاعت کہ ماں کے دودھ نہ ہو تو دائی رکھنا بے تنخواہ نہ ملے تو تنخواہ دینا، واجب نہ دے تو جبراً لی جائے گی جبکہ بچے کا اپنا مال نہ ہو، یونہی ماں بعد طلاق ومرور عدت بے تنخواہ دودھ نہ پلائے تو اسے بھی تنخواہ دی جائے گی کما فی الفتح و ردالمحتار وغیرھما (جیسا کہ فتح اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ت)

سوم حضانت کہ لڑکا سات برس، لڑکی نو برس کی عمر تک جن عورتوں مثلاً ماں نانی دادی بہن خالہ پھپھی کے پاس رکھے جائیں گے، اگر ان میں کوئی بے تنخواہ نہ مانے اور بچہ فقیر اور باپ غنی ہے تو جبراً تنخواہ دلائی جائے گی کما اوضحہ فی ردالمحتار (جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ ت)

چہارم بعد انتہائے حضانت بچہ کو اپنی حفظ وصیانت میں لینا باپ پر واجب ہے اگر نہ لے گا حاکم جبر کرے گا کما فی ردالمحتار عن شرح المجمع (جیسا کہ شرح المجمع سے ردالمحتار میں نقل کیا گیا ہے۔ ت)

پنجم اُن کے لئے ترکہ باقی رکھنا کہ بعد تعلق حق ورثہ یعنی بحالت مرض الموت مورث اُس پر مجبور

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۷۱

ہوتا ہے یہاں تک کہ ثلث سے زائد میں اس کی وصیت بے اجازت ورثہ نافذ نہیں۔

ششم اپنے بالغ بچے پسر خواہ دختر کو غیر کفو سے بیاہ دینا یا مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ مثلاً دختر کا مہر مثل ہزار ہے پانسو پر نکاح کر دیا یا بہو کا مہر مثل پانسو ہے ہزار باندھ لینا یا پسر کا نکاح کسی باندی سے یا دختر کا کسی ایسے شخص سے جو مذہب یا نسب یا پیشہ یا افعال یا مال میں وہ نقص رکھتا ہو جس کے باعث اُس سے نکاح موجب عار ہو ایک بار تو ایسا نکاح باپ کا کیا ہوا نافذ ہوتا ہے جبکہ نشہ میں نہ ہو مگر دوبارہ اپنے کسی نابالغ بچے کا ایسا نکاح کرے گا تو اصلاً صحیح نہ ہوگا کما فی منافی النکاح (جیسا کہ بحثِ نکاح میں ہم نے اسے پہلے بیان کر دیا ہے۔ ت)

ہفتم ختنہ میں بھی ایک صورت جبر کی ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ چھوڑ دیں سلطانِ اسلام انھیں مجبور کریگا نہ مانیں گے تو اُن پر جہاد فرمائے گا کما فی الدرالمختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ

مشعلۃ الارشاد فی حقوق الاولاد

ختم ہوا

رسالہ

اِعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد ۱۳۱۰ھ

(بندوں کے حقوق کا کفارہ ادا کرنے والے امور کے بارے میں انتہائی حیران کن امداد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۶۸: حق العباد بھی کسی طرح معاف ہوسکتا ہے بغیر اس کے معاف کے جس کا حق ہے صاف ارقام فرمائیے اور حق العباد کس قدر ہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

حق العبد ہر وُہ مطالبہ مالی ہے کہ شرعاً اس کے ذمہ کسی کے لئے ثابت ہو اور ہر وہ نقصان و آزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول فعل ترک سے کسی کے دین، آبرو، جان، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔ تو یہ دو قسمیں ہوئیں، اول کو دیون، ثانی کو مظالم، اور دونوں کو تبعات اور کبھی دیون بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں قسم میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے یعنی کہیں تو دین پایا جاتا ہے مظلمہ نہیں، جیسے خریدی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت، عورت کا مہر وغیرہا دیون کہ عقود جائزہ شرعیہ سے اس کے ذمہ لازم ہوئے اور اس نے ان کی ادا میں کمی و تاخیر ناروا نہ برتی یہ حق العبد اس کی گردن پر ہے مگر کوئی ظلم نہیں۔ اور کہیں مظلمہ پایا جاتا ہے دین نہیں جیسے کسی کو مارا، گالی دی، بُرا کہا، غیبت کی کہ اس کی خبر اسے پہنچی، یہ سب حقوق العبد و ظلم ہیں مگر کوئی دین واجب الادا نہیں، اور کہیں دین اور مظلمہ دونوں ہوتے ہیں جیسے کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹا، رشوت

سُود جُوئے میں لیا یہ سب دیون بھی ہیں اور ظلم بھی۔ قسم اول میں تمام صورِ عقود و مطالبہ مالیہ داخل، دوسری میں قول و فعل و ترک کو دین آبرو جان جسم مال تلب میں ضرب دینے سے اٹھارہ انواع حاصل، ہر نوع صدہا صُورتوں کو شامل، تو کیونکر گنا سکتے ہیں کہ حقوق العباد کس قدر ہیں، ہاں ان کا ضابطہ کلیہ بتا دیا گیا ہے کہ ان دو قسموں سے جو امر جہاں پایا جائے اسے حق العبد جانے پھر حق کسی قسم کا ہو جب تک صاحبِ حق معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا، حقوق اللہ میں تو ظاہر کہ اُس کے سوا دوسرا معاف کرنے والا کون ومن یغفر الذنوب الا اللہ[1] کون گناہ بخشے اللہ کے سوا۔ الحمد للہ کہ معافی کریم غنی قدیر رؤف رحیم کے ہاتھ ہے والکریم لایأتی منہ الا الکرم (کریم سے سوائے کرم کے کچھ اور صادر نہیں ہوتا۔ ت) اور حقوق العباد میں بھی مالک دیان عزّ جلالہٗ نے اپنے دار العدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا اگرچہ مولیٰ تعالیٰ ہمارا اور ہمارے جان و مال و حقوق سب کا مالک ہے اگر وہ بے ہماری مرضی کے ہمارے حقوق جسے چاہے معاف فرما دے تو بھی عین حق و عدل ہے کہ ہم بھی اسی کے اور ہمارے حق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے، اگر وہ ہمارے خون و مال و عزّت وغیرہا کو معصوم و محترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہنچاتا نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا۔ یونہیں اب اس حُرمت و عصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے ہمیں کیا مجال عذر ہے مگر اس کریم رحیم جل وعلا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا ہے بے ہمارے بخشے معاف ہو جانے کی شکل نہ رکھی کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے کہ اے مالک میرے! میں اپنی داد کو نہ پہنچا۔ حدیث میں ہے حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثۃ فدیوان لایغفر اللہ منہ شیئا ودیوان لایعبأ اللہ بہ شیئا ودیوان لایترك اللہ منہ شیئا فاما الدیوان الذی لایغفر اللہ منہ شیئا فالاشراك باللہ عزوجل واما الدیوان الذی لایعبأ اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسہ فیما بینہ وبین ربہ

یعنی دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پروا نہیں اور ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں اصلاً معافی کی جگہ نہیں وہ تو کفر ہے کہ کسی طرح نہ بخشا جائے گا اور وہ دفتر جس کی اللہ عزّوجل کو کچھ پروا نہیں وہ بندے کا گناہ ہے خالص اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں کہ کسی دن کا روزہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۳۵

من صوم یوم ترکہ او صلاۃ ترکہا فان اللہ تعالٰی یغفر ذٰلک ان شاء و یتجاوز ان شاء و اما الدیوان الذی لایترک اللہ منہ شیئا فمظالم العباد بینھم القصاص لامحالۃ۔ رواہ الامام احمد فی المسند والحاکم فی المستدرک[1] عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اللہ تعالٰی چاہے تو اسے معاف کردے اور درگزر فرمائے اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ اس میں ضرور بدلہ ہونا ہے (امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کی روایت فرمائی۔ت)

یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لتؤدن الحقوق الٰی اھلہا یوم القیمۃ حتی یقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء تنطحھا۔ رواہ الائمۃ احمد فی المسند ومسلم[2] فی صحیحہ والبخاری فی الادب المفرد والترمذی فی الجامع عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک روز قیامت تمہیں اہل حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے یہاں تک کہ منڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے (ائمہ کرام نے اس کو روایت کیا مثلاً امام احمد نے مسند میں امام مسلم نے صحیح مسلم میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ایک روایت میں فرمایا:

حتی الذرۃ من الذرۃ۔ رواہ الامام احمد[3] بسند صحیح۔

یہاں تک کہ چیونٹی سے چیونٹی کا عوض لیا جائیگا۔ (اسے امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت)

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضہ حق میں دی جائیں طریقہ ادا یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحبِ حق کو دی جائیں گی اگر ادا ہوگیا غنیمت ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے یہاں تک

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۵۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۳۴۲
المستدرک للحاکم کتاب الاھوال باب جعل اللہ القصاص بین الدواب المکتب الاسلامی بیروت ۴/۵۷۶-۵۷۵
[2] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب نصر الاخ ظالماً او مظلوماً قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲۰
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۰۱
[3] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۶۳

کہ ترازوئے عدل میں وزن پورا ہو۔ احادیث کثیرہ اس مضمون میں وارد، ازاں جملہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فینا من لا درھم لہ ولا متاع فقال ان المفلس من امتی من یأتی یوم القیٰمۃ بصلوٰۃ وصیام وزکوٰۃ ویأتی قد شتم ھذا وقذف ھذا واکل مال ھذا وسفک دم ھذا وضرب ھذا فیعطی ھذا من حسناتہ وھذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایاھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار[1]۔ والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وُہ ہے جس کے پاس زر و مال نہ ہو۔ فرمایا میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزے زکوٰۃ لے کر آئے اور یُوں آئے کہ اسے گالی دی اسے زنا کی تہمت لگائی اس کا مال کھایا اس کا خون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں پھر اگر نیکیاں ختم ہو چکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے پھر جہنم میں پھینک دیا۔ اللہ تعالٰی پاک اور بلند و برتر ذات کی پناہ۔ (ت)

غرض حقوق العباد بے اُن کی معافی کے معاف نہ ہوں گے ولہذا مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الغیبۃ اشد من الزنا غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ کسی نے عرض کی: یہ کیونکر؟ فرمایا:

الرجل یزنی ثم یتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لا یغفر لہ حتی یغفر لہ صاحبہ۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والطبرانی فی الاوسط[2] عن جابر بن عبداللہ

زانی توبہ کرے تو اللہ تعالٰی قبول فرمالے اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی ہے (ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ (غیبت کی برائی میں) میں اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲۰

[2] المعجم الاوسط حدیث ۶۵۸۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/۳۰۶

وابی سعید الخدری والبیھقی عنھما و عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اور حضرت ابوسعید خدری سے اور امام بیہقی نے ان دونوں کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کی روایت فرمائی۔ (ت)

پھر یہاں معاف کرالینا سہل ہے قیامت کے دن اس کی امید مشکل کہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار نیکیوں کا طلبگار برائیوں سے بیزار ہوگا پرائی نیکیاں اپنے ہاتھ آتے اپنی برائیاں اس کے سر جاتے کیسے بُری معلوم ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا اُسے روزِ قیامت پیٹیں گے کہ ہمارا دین دے وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہُوں، یعنی شاید رحم کریں، وہ تمنا کرینگے کاش اور زیادہ ہوتا۔

الطبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول انہ یکون للوالدین علٰی ولدھما دین فاذا کان یوم القیٰمۃ یتعلقان بہ فیقول انا ولدکما فیودان اویتمنیان لوکان اکثر من ذٰلک[1]

طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ والدین کا بیٹے پر دین ہوگا قیامت کے روز والدین بیٹے پر لپکیں گے تو بیٹا کہے گا میں تمہارا بیٹا ہوں تو والدین کو حق دلایا جائے گا اور تمنا کرینگے کاش ہمارا حق اور زائد ہوتا۔ (ت)

جب ماں باپ کا یہ حال تو اوروں سے اُمید خام خیال، ہاں کریم و رحیم مالک و مولٰی جل جلالہ وتبارک وتعالٰی جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو یُوں کرے گا کہ حق والے کو بے بہا قصورِ جنت معاوضہ میں عطا فرماکر عفوِ حق پر راضی کردے گا ایک کرشمۂ کرم میں دونوں کا بھلا ہوگا نہ اس کی حسنات اُسے دی گئیں نہ اس کی سیئات اس کے سر رکھی گئیں نہ اُس کا حق ضائع ہونے پایا بلکہ حق سے ہزاروں درجے بہتر افضل پایا رحمتِ حق کی بندہ نوازی ظالم ناجی مظلوم راضی، فللّٰہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضٰی (پھر اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد وثنا ہے جس کی ذات بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت ہے۔ ت)

حدیث میں ہے:

بینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

یعنی ایک دن حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۵۲۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۴۰

وسلم جالس اذ رأيناه ضحك حتى بدت ثناياه فقال له عمر ما اضحكك يا رسول الله يا رسول الله بابی انت وامی۔

علیہ وسلم تشریف فرما تھے ناگاہ خندہ فرمایا کہ اگلے دندان مبارک ظاہر ہوئے، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان کس بات پر ہنسی آئی؟

ارشاد فرمایا:

رجلان من امتی جثیا بین یدی رب العزۃ فقال احدھما یارب خذ لی مظلمتی من اخی فقال اللہ تعالٰی للطالب کیف تصنع باخیك ولم یبق من حسناتہ شئ قال یارب فیحمل من اوزاری وفاضت عینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالبکاء ثم قال ان ذلك الیوم عظیم یحتاج الناس ان یحمل عنھم من اوزارھم فقال اللہ للطالب ارفع بصرك فانظر فرفع فقال یارب اری مدائن من ذھب وقصورا من ذھب مکللۃ باللؤلؤ لای نبی ھذا اولای صدیق ھذا اولای شھید ھذا قال لمن اعطی الثمن قال یارب ومن یملك ذلك قال انت تملکہ قال بماذا قال بعفوك عن اخیك قال یارب فانی قد عفوت عنہ قال اللہ تعالٰی فخذ بید اخیك فادخلہ الجنۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند

دو مرد میری امت سے رب العزت جل جلالہ کے حضور زانوؤں پر کھڑے ہوئے، ایک نے عرض کی: اے رب میرے! میرے اس بھائی نے جو ظلم مجھ پر کیا ہے اس کا عوض میرے لئے لے۔ رب تعالٰی نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ کیا کریگا اس کی نیکیاں تو سب ہو چکیں۔ مدعی نے عرض کی: اے رب میرے! تو میرے گناہ وہ اٹھا لے۔ یہ فرما کر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آنکھیں گریہ سے بہہ نکلیں، پھر فرمایا: بیشک وہ دن بڑا سخت ہے لوگ اس کے محتاج ہوں گے کہ ان کے گناہوں کا کچھ بوجھ اور لوگ اٹھائیں۔ مولٰی عزوجل نے مدعی سے فرمایا: نظر اٹھا کر دیکھ۔ اس نے نگاہ اٹھائی کہا اے رب میرے! میں کچھ شہر دیکھتا ہوں سونے کے اور محل سونے کے سراپا موتیوں سے جڑے ہوئے یہ کس نبی کے ہیں یا کس صدیق یا کس شہید کے۔ مولٰی تبارک وتعالٰی نے فرمایا: اس کے ہیں جو قیمت دے۔ کہا: اے رب میرے! بھلا ان کی قیمت کون دے سکتا ہے؟ فرمایا: تو۔ عرض کی: کیوں کر؟

ذٰلك اتقوا الله واصلحوا ذات بینکم فان الله یصلح بین المسلمین یوم القیٰمة۔ رواہ الحاکم فی المستدرک[1] والبیھقی فی کتاب البعث والنشور وابویعلٰی فی مسندہ وسعید بن منصور فی سننہ عن انس بن مالک رضی الله تعالٰی عنه۔ 30

فرمایا: یوں کہ اپنے بھائی کو معاف کردے۔ کہا: اے رب میرے! یہ بات ہے تو میں نے معاف کیا۔ مولٰی جل مجدہ نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑلے اور جنت میں لے جا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے بیان کرکے فرمایا کہ اللہ تعالٰی سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو کہ مولٰی عزوجل قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کرائے گا۔ (حاکم نے مستدرک میں امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں ابویعلٰی نے مسند اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا التقی الخلائق یوم القیٰمة نادی منادیا یا اھل الجمع تتارکوا المظالم بینکم وثوابکم علیّ۔ رواہ الطبرانی[2] عن انس ایضا رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن۔

جب مخلوق روزِ قیامت بہم ہوگی ایک منادی رب العزۃ جل وعلا کی طرف سے ندا کرے گا اے مجمع والو! آپس کے ظلموں کا تدارک کرلو اور تمہارا ثواب میرے ذمہ ہے۔ (امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور ایک حدیث میں ہے حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے فرمایا:

ان الله یجمع الاولین والاٰخرین یوم القیٰمة فی صعید واحد ثم ینادی مناد من تحت العرش یا اھل التوحید ان الله عزوجل قد عفا عنکم فیقوم الناس فیتعلق بعضھم ببعض فی ظلامات ثم ینادی منادیا اھل

یعنی بیشک اللہ عزوجل روزِ قیامت سب اگلوں پچھلوں کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا پھر زیرِ عرش سے منادی ندا کرے گا اے توحید والو! مولٰی تعالٰی نے تمہیں اپنے حقوق معاف فرمائے لوگ کھڑے ہوکر آپس کے دنیاوی ظلموں میں ایکدوسرے سے لپٹیں گے منادی پکارے گا اے توحید والو! ایک دوسرے

---

[1] مستدرک للحاکم کتاب الاھوال دارالفکر بیروت ۴/ ۵۷۶
الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی الشیخ وابی یعلی والحاکم مکتبۃ آیۃ العظمی قم ایران ۳/ ۱۶۱
[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۴۰ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۶۷

التوحید لیعف بعضکم عن بعض وعلیّ الثواب۔ رواہ ایضًا[۱] عن ام ھانی رضی اللہ تعالٰی عنھا۔

کو معاف کردو اور ثواب دینا میرے ذمہ ہے۔ (اسے بھی طبرانی نے سیدہ ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ت)

یہ دولتِ کبرٰی و نعمتِ عظمٰی کہ اکرم الاکرمین جلت عظمتہ اپنے محض کرم و فضل سے اس ذلیل رُوسیاہ سراپا گناہ کو بھی عطا فرمائے۔ ع

کہ مستحق کرامت گنہگارانند

(گنہگار شرف و بزرگی (عطا کئے جانے کے لائق ہیں۔ت)

اس وقت کی نظر میں اس کا جلیل وعدہ جمیل مژدہ صاف صریح بالتصریح یا کالتصریح پانچ فرقوں کے لئے وارد ہوا:

اوّل حاجی کہ پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کرے، اور اُس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرہ جماع اور ہر قسم کے گناہ و نافرمانی سے بچے، اس وقت تک جتنے گناہ کئے تھے بشرطِ قبول سب معاف ہوجاتے ہیں، پھر اگر حج کے بعد فوراً مرگیا اتنی مہلت نہ ملی کہ حقوق اللہ عزوجل یا بندوں کے اس کے ذمّہ تھے انھیں ادا یا ادا کی فکر کرتا تو امید واثق ہے کہ مولٰی تعالٰی اپنے تمام حقوق سے مطلقاً درگزر فرمائے یعنی نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہا فرائض کہ بجانہ لایا تھا ان کے مطالبہ پر بھی قلمِ عفوِ الٰہی پھر جائے اور حقوق العباد و دیون و مظالم مثلاً کسی کا قرض آتا ہو، مال چھینا ہو، بُرا کہا ہو اُن سب کو مولٰی تعالٰی اپنے ذمۂ کرم پر لے لے اصحابِ حقوق کو روزِ قیامت راضی فرماکر مطالبہ و خصومت سے نجات بخشے، یونہی اگر بعد کو زندہ رہا اور بقدرِ قدرت تدارک حقوق ادا کرلیا یعنی زکوٰۃ دے دی نماز روزہ کی قضا ادا کی جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا جسے آزار پہنچا تھا معاف کرالیا جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اُس کی طرف سے تصدّق کردیا بوجہ قلتِ مہلت جو حق اللہ عزوجل یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ گیا اس کی نسبت اپنے مال میں وصیّت کردی، غرض جہاں تک طرق برأت پر قدرت ملی تقصیر نہ کی تو اس کے لئے اُمید اور زیادہ قوی کہ اصل حقوق کی یہ تدبیر ہوگئی اور اثم مخالفت حج سے دُھل چکا تھا، ہاں اگر بعد حج باوصف قدرت ان امور میں قاصر رہا تو یہ سب گناہ از سرِ نَو اُس کے سر ہوں گے کہ حقوق تو خود باقی ہی تھے اُن کی ادا میں پھر تاخیر و تقصیر گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے

---

[۱] المعجم الاوسط حدیث ۱۳۵۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۲/ ۲۰۰

ازالہ کو کافی نہ ہوگا کہ حج گزرے گناہوں کو دھوتا ہے آئندہ کے لئے پروانۂ بیقیدی نہیں ہوتا بلکہ حج مبرور کی نشانی ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہو کر پلٹے فانّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم (بے شک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ تعالٰی بزرگ و برتر کی توفیق کے بغیر کسی میں نہیں۔ ت) مسئلۂ حج میں بحمداللہ تعالٰی یہ وہ قولِ فیصل ہے جسے فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے بعد تنقیح دلائل و مذاہب واحاطۂ اطراف و جوانب اختیار کیا جس سے اقوالِ ائمہ کرام میں توفیق اور دلائل حدیث و کلام میں تطبیق ہوتی ہے اس معرکۃ الآرا مبحث کی نفیس تحقیق بعونہ تعالٰی فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے بعد ورود اس سوال کے ایک تحریر جداگانہ میں لکھی، یہاں اس قدر کافی ہے وباللّٰہ التوفیق (اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ ت)

احادیث ابن ماجہ اپنی سنن میں کاملاً اور ابوداؤد مختصراً اور امام عبداللہ ابن امام احمد زوائد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ابویعلٰی مسند اور ابن حبان ضعفا اور ابن عدی کامل اور بیہقی سنن کبرٰی و شعب الایمان و کتاب البعث والنشور اور ضیاء مقدسی بافادۂ تصحیح مختارہ میں حضرت عباس بن مرداس اور امام عبداللہ بن مبارک بسند صحیح اور ابویعلٰی و ابن منیع بوجہ آخر حضرت انس بن مالک اور ابونعیم حلیۃ الاولیا اور امام ابن جریر طبری تفسیر اور حسن بن سفیان مسند اور ابن حبان ضعفا میں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم اور عبدالرزاق مصنف اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت اور دارقطنی و ابن حبان حضرت ابوہریرہ اور ابن مندہ کتاب الصحابہ اور خطیب تلخیص المتشابہ میں حضرت زید جد عبدالرحمن بن عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے بطرقِ عدیدہ والفاظِ کثیرہ و معانی متقاربہ راوی؛

وھذا حدیث الامام عبد اللّٰہ بن المبارک عن سفیٰن الثوری عن الزبیر بن عدی عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال وقف النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بعرفات وقد کادت الشمس ان تغرب فقال یا بلال انصت لی الناس فقام بلال فقال انصتوا لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

(یہ حدیث امام عبداللہ ابن مبارک نے امام سفیان ثوری سے انھوں نے زبیر بن عدی سے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے۔ ت) یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے پر آیا اس وقت ارشاد ہوا اے بلال! لوگوں کو میرے لئے خاموش کر، بلال نے کھڑے ہو کر پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

تعالیٰ علیہ وسلم فنصت الناس فقال یامعاشر الناس اتانی جبریل انفا فاقرأنی من ربی السلام وقال ان اللہ عزوجل غفر لاهل عرفات و اهل المشعر وضمن عنهم التبعات فقام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال یارسول اللہ هذا لنا خاصة قال هذا لکم ولمن اتی من بعدکم الی یوم القیٰمة فقال عمر بن الخطاب کثر خیر اللہ وطاب [1]

وسلم کے لئے خاموش ہوجاؤ، لوگ ساکت ہوئے۔ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا اے لوگو! ابھی جبریل نے حاضر ہوکر مجھے میرے رب کا سلام وپیام پہنچایا کہ اللہ عزوجل نے عرفات و مشعرالحرام والوں کی مغفرت فرمائی اور اُن کے باہمی حقوق کا خود ضامن ہوگیا۔ امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر عرض کی یارسول اللہ کیا یہ دولت خاص ہمارے لئے ہے؟ فرمایا تمہارے لئے اور جو تمہارے بعد قیامت تک آئیں سب کے لئے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ عزوجل کی خیر کثیر و پاکیزہ ہے انتہی (ت)

والحمدللہ رب العلمین (اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

دوم شہید بحر کہ خاص اللہ عزوجل کی رضا چاہنے اور اُس کا بول بالا ہونے کے لئے سمندر میں جہاد کرے اور وہاں ڈوب کر شہید ہو حدیثوں میں آیا کہ مولیٰ عزوجل خود اپنے دست قدرت سے اُس کی رُوح قبض کرتا اور اپنے تمام حقوق اُسے معاف فرماتا اور بندوں کے سب مطالبے جو اُس پر تھے اپنے ذمہ کرم پر لیتا ہے۔

احادیث ابن ماجہ سنن اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابوامامہ اور ابونعیم حلیہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اور شیرازی کتاب الالقاب میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے راوی:

واللفظ لابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یغفر لشهید البر الذنوب کلها الا الدین، و

(حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ ہیں۔ت) یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو خشکی میں شہید ہو اس کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں مگر حقوق العباد۔

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن مبارک عن انس رضی اللہ عنہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/ ۲۳۰-۳۱

یغفر لشھید البحر الذنوب کلھا والدین[1] | اور جو دریا میں شہادت پائے اس کے تمام گناہ و حقوق العباد سب معاف ہوجاتے ہیں۔

اللھم ارزقنا مجاھہ عندك صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارك اٰمین (اے اللہ! حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کے اس بلندپایہ رتبہ کے طفیل جو ان کا تیری بارگاہ میں ہے ہمیں یہ دولت نصیب فرما آمین۔ت)

سوم شہیدِ صبر یعنی وہ مسلمان سُنّی المذہب صحیح العقیدہ جسے ظالم نے گرفتار کرکے بحالتِ بیکسی و مجبوری قتل کیا، سُولی دی، پھانسی دی کہ یہ بوجہ اسیری قتال ومدافعت پر قادر نہ تھا بخلاف شہیدِ جہاد کہ مارتا مرتا ہے اس کی بیکسی و بیدستی پائی زیادہ باعثِ رحمتِ الٰہی ہوتی ہے کہ حق اللہ و حق العبد کچھ نہیں رہتا ان شاء اللہ تعالٰی (اگر اللہ تعالٰی نے چاہے۔ت)۔

احادیث بزار ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسند صحیح راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قتل الصبر لایمر بذنب الا محاہ[2]۔ | قتلِ صبر کسی گناہ پر نہیں گزرتا مگر یہ کہ اُسے مٹا دیتا ہے۔

نیز بزار ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قتل الرجل صبرا کفارۃ لماقبلہ من الذنوب[3] | آدمی کا بروجہ صبر مارا جانا تمام گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

قال المناوی فی التیسیر ظاھرہ وان کان المقتول عاصیا ومات بلاتوبۃ ففیہ رد علی الخوارج والمعتزلۃ اھ[4] ورأیتنی کتبت علی ھامشہ ما نصہ اقول بل لامحمل لہ سواہ | علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ مقتول گنہگار ہو اور بغیر توبہ مرجائے۔ پس اس میں خارجیوں اور معتزلہ کا رد ہے اھ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا کہ جس کی عبارت یہ ہے میں کہتا ہوں

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۷۱۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۰۱
سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد باب فضل الغزو والبحر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۴
[2] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الحدود باب قتل الصبر حدیث ۱۵۴۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/۲۱۴
[3] " " " حدیث ۱۵۴۴ " " ۲/۲۱۳
[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث قتل الصبر الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/۱۹۳

فانه ان لم یکن عاصیا لم یمح القتل بذنب وان کان تاب فکذالک فان التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔

بلکہ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی محل نہیں اس لئے کہ اگر مقتول گنہگار نہ ہو تو پھر قتل کا گناہ پر گزر نہ ہوگا (گناہ ہی نہ ہو تو اس پر گزر کیسا) اور اگر اس نے توبہ کرلی تو پھر بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہوجاتا ہے کہ جس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔ (ت)

احادیث مطلق ہیں اور مخصص مقصود و حدث عن البحر ولا حرج اور ہم نے سُنّی المذہب کی تخصیص اس لئے کی کہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو ان صاحب بدعة مکذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بین الرکن والمقام لم ینظر اللہ فی شیئ من امرہ حتی یدخله جهنم۔ رواہ ابوالفرج فی العلل[1] من طریق کثیر من سلیم تا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فذکرہ۔

اگر کوئی بدمذہب تقدیر ہر خیر وشر کا منکر خاص حجرِ اسود و مقامِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان محض مظلوم وصابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثوابِ الٰہی ملنے کی نیت بھی رکھے تاہم اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے والعیاذ باللہ تعالٰے۔ (ابوالفرج نے العلل میں کثیر بن سلیم تا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت کیا اور فرمایا کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر پوری حدیث کو ذکر کیا۔ ت)

چہارم مدیون جس نے بحاجت شرعیہ کسی نیک جائز کام کے لئے دین لیا اور اپنی چلتی ادا میں کمی نہ کی نہ کبھی تاخیر ناروا روا رکھی بلکہ ہمیشہ سچے دل سے ادا پر آمادہ اور تاحدِ قدرت اس کی فکر کرتا رہا پھر بمجبوری ادا نہ ہوسکا اور موت آگئی تو مولٰی عزوجل اس کے لئے اس دین سے درگزر فرمائے گا اور روزِ قیامت اپنے خزانۂ قدرت سے ادا فرماکر دائن کو راضی کردے گا اس کے لئے یہ وعدہ خاص اسی دین کے واسطے ہے نہ کہ تمام حقوق العباد کے لئے۔

احادیث احمد و بخاری وابن ماجہ حضرت ابوہریرہ اور طبرانی معجم کبیر میں بسندِ صحیح حضرت میمون کردی اور حاکم مستدرک اور طبرانی کبیر میں حضرت ابوامامہ باہلی اور احمد و بزار و طبرانی و ابونعیم بسندِ حسن

---

[1] العلل المتناہیۃ باب دخول المبتدع النار حدیث ۲۱۵ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۴۰

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق اور ابن ماجہ و بزار حضرت عبداللہ بن عمرو اور بیہقی مرسلاً قاسم مولائے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی واللفظ لمیمون رضی اللہ تعالٰی عنہ :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ادان دینا ینوی قضاءہ اداہ اللہ عنہ یوم القیٰمۃ[1]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی دین کا معاملہ کرے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ عزوجل اس کی طرف سے روزِ قیامت ادا فرمائے گا۔

حدیثِ ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ مستدرک میں یہ ہیں حضور اقدس صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں :

من تداین بدین وفی نفسہ وفاؤہ ثم مات تجاوز اللہ عنہ وارضی غریمہ بما شاء[2]

جس نے کوئی معاملہ دین کیا اور دل میں ادا کی نیت رکھتا تھا پھر موت آگئی اللہ عزوجل اس سے درگزر فرمائے گا اور دائن کو جس طرح چاہے راضی کرے گا۔

نیک و جائز کی قید حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ظاہر کہ اس میں ضرورت جہاد و ضرورت تجہیز و تکفین مسلمان و ضرورت نکاح کو ذکر فرمایا بلکہ بخاری تاریخ اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک میں راوی حضور سید العالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان اللہ تعالٰی مع الدائن حتی یقضی دینہ مالم یکن دینہ فیما یکرہ اللہ[3]

بیشک اللہ تعالٰی قرضدار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اپنا قرض ادا کرے جب تک کہ اس کا دین اللہ تعالٰی کے ناپسند کام میں نہ ہو۔

مجبوری رہ جانے کی قید حدیث ابن صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ثابت کہ رب العزت جل وعلا روزِ قیامت مدیون سے پوچھے گا تُو نے کاہے میں یہ دین لیا اور لوگوں کا حق ضائع کیا، عرض کرے گا اے رب میرے ! تو جانتا ہے کہ میرے اپنے کھانے پینے پہننے ضائع کر دینے کے سبب وہ دین نہ رہ گیا بلکہ اتی علیّ اما حرق و اما سرق و اما وضیعۃ آگ لگ گئی یا چوری ہوگئی یا تجارت میں ٹوٹا پڑا یوں رہ گیا،

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹ ۲۳/ ۴۳۲ و حدیث ۹۴۹، ۷ ۸/ ۲۹۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب البیوع باب ماجاء فی جواز الاستقراض دارالفکر بیروت ۵/ ۳۵۴
کنز العمال بحوالہ طب عن میمونہ حدیث ۱۵۴۲۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۲۱
[2] المستدرک للحاکم کتاب البیوع ان اللہ مع الدائن الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۳
[3] کنز العمال بحوالہ تخ، ہ، ک حدیث ۱۵۴۳۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۲۱

مولیٰ عزوجل فرمائے گا:

صدق عبدی فانا احق من قضی عنك[1] میرا بندہ سچ کہتا ہے سب سے زیادہ میں مستحق ہوں کہ تیری طرف سے ادا فرمادوں۔

پھر مولیٰ سبحٰنہ وتعالٰی کوئی چیز منگا کر اس کے پلّہ میزان میں رکھ دے گا کہ نیکیاں بُرائیوں پر غالب آجائیں گی اور وُہ بندہ رحمتِ الٰہی کے فضل سے داخلِ جنّت ہوگا۔

پنجم اولیائے کرام صوفیۂ صدق اربابِ معرفت قدست اسرارہم ونفعنا اللّٰہ ببرکاتہم فی الدنیا والآخرۃ (ان کے راز پاک کردئے گئے، اللہ تعالٰی ہمیں دنیا اور آخرت میں ان کی برکتوں سے فائدہ پہنچائے۔ ت) کہ بنصِ قطعی قرآن روزِ قیامت ہر خوف وغم سے محفوظ وسلامت ہیں۔

قال تعالٰی الا ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون[2] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) آگاہ ہوجاؤ یقیناً اللہ تعالٰی کے دوست (ہر خوف اور غم سے محفوظ ہوں گے) نہ انھیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (ت)

تو ان میں بعض سے اگر بتقاضائے بشریت بعض حقوقِ الٰہیہ میں اپنے منصب ومقام کے لحاظ سے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین کوئی تقصیر واقع ہو تو مولیٰ عزوجل اسے وقوع سے پہلے معاف کرچکا کہ:

قد اعطیتکم من قبل ان تسألونی وقد اجبتکم من قبل ان تدعونی وقد غفرت لکم من قبل ان تعصونی[3] میں نے تمھیں عطا فرمادیا اس سے پہلے کہ تم مجھ سے کچھ مانگو، اور میں نے تمھاری درخواست قبول کرلی قبل اس کے کہ تم مجھے پکارو، اور یقیناً تمھاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں نے تمھیں معاف کردیا۔ (ت)

یونہی اگر باہم کسی طرح کی شکر رنجی یا کسی بندہ کے حق میں کچھ کمی ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ تعالٰی

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عبد الرحمٰن بن ابی بکر المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۹۸
الترغیب والترہیب بحوالہ احمد والبزار والطبرانی وابی نعیم مصطفی البابی مصر ۲/۶۰۲

[2] القرآن الکریم ۱۰/۶۲

[3] مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر تحت آیۃ سورۃ القصص وماکنت بجانب الغربی الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ ۲۴/۲۵۷

علیہم اجمعین کے مشاجرات کہ :

ستکون لاصحابی زلۃ یغفرھا اللہ تعالٰی لھم لسابقتھم معی[1]

عنقریب میرے ساتھیوں سے کچھ لغزشیں ہونگی جنھیں ان کی پیش قدمی کے باعث اللہ تعالٰی معاف فرمادیگا۔ (ت)

تو مولٰی تعالٰی وہ حقوق اپنے ذمہ کرم پر لے کر اربابِ حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا اور باہم صفائی کراکر آمنے سامنے جنت کے عالیشان تختوں پر بٹھائے گا کہ :

ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علٰی سرر متقٰبلین[2]

ان کے سینوں کو کینوں اور کدورتوں سے ہم پاک صاف کردیں گے پھر وہ بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تخت نشین ہونگے۔ (ت)

اسی مبارک قوم کے سرور و سردار حضرات اہل بدر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین جنھیں ارشاد ہوتا ہے :

اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم[3]

جو چاہو کرو کہ میں تمھیں بخش چکا۔

انھیں کے اکابر سادات سے حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں جن کے لئے بارہا فرمایا گیا :

ماعلٰی عثمٰن ماعمل بعد ھذہ ماعلٰی عثمٰن ماعمل بعد ھذہ[4]

آج سے عثمان کچھ کرے اُس پر مواخذہ نہیں، آج سے عثمان کچھ کرے اُس پر مواخذہ نہیں۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی کہتا ہے حدیث :

اذا احب اللہ عبداً لم یضرہ ذنب رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس[5] و

جب اللہ تعالٰی کسی بندے سے محبت کرنے لگے تو اُسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا، محدث دیلمی نے

---

[1] الجامع الصغیر حدیث ۴۶۵۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۰۱

[2] القرآن الکریم ۱۵/۴۷

[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب فضل من شہد بدرا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۶۷

[4] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عثمان ابن عفان امین کمپنی دہلی ۲/۲۱۱

[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۴۴۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۷۷

الدر المنثور بحوالہ القشیری و ابن نجار تحت آیۃ ان اللہ یحب التوابین الخ منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۱/۲۶۱

الامام القشیری فی رسالتہ وابن النجار فی تاریخہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اسے مسند الفردوس میں، امام قشیری نے اپنے رسالہ میں اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے روایت کیا۔ (ت)

کا عمدہ محمل یہی ہے کہ محبوبانِ خدا اوّل تو گناہ کرتے ہی نہیں ع

ان المحب لمن یحب مطیع

(بے شک محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کا فرمانبردار مطیع ہوتا ہے۔ت)

وھذا ما اختارہ سیدنا الوالد رضی اللہ تعالٰی عنہ (اور اسی کو ہمارے والد گرامی (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) نے پسند فرمایا۔ ت) اور احیاناً کوئی تقصیر واقع ہو تو واعظ وزاجر الٰہی انھیں متنبہ کرتا اور توفیق انابت دیتا ہے پھر التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[2] (گناہوں سے توبہ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہوجاتا ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ ت) اس حدیث کا ٹکڑا ہے وھذا ما مشی علیہ المناوی فی التیسیر (یہ وہی ہے جس پر علامہ مناوی نے تیسیر میں روش اختیار فرمائی۔ت) اور بالفرض ارادۂ الٰہیہ دوسرے طور پر تجلی شان عفو ومغفرت واظہار مکان قبول ومحبوبیت پر نافذ ہوا تو عفو مطلق وارضائے اہل حق سامنے موجود ضرر ذنب بحمد اللہ تعالٰی ہر طرح مفقود، والحمد للہ الکریم الودود، وھذا ما زدتہ بفضل المحمود (سب تعریف اس خدا کے لئے جو بزرگ وبرتر، معزز اور بندوں کو دوست رکھنے والا اور ان کا محبوب ہے۔ یہ وہ ہے جس کا میں نے اللہ تعالٰی ستودہ صفات کے فضل وکرم سے اضافہ کیا ہے۔ ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کے گمان میں حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا ینادی مناد من تحت العرش یا اھل التوحید الحدیث (عرش کے نیچے سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا اے توحید پرستو، الحدیث) میں اہلِ توحید سے یہی محبوبانِ خدا مراد ہیں کہ توحید خالص تام کامل ہرگز شرک خفی واخفی سے پاک ومنزّہ انھیں کا حصہ ہے بخلاف اہل دنیا جنھیں عبدالدینار عبدالدرہم عبد طمع عبد ہوٰی عبد رغب فرمایا گیا۔

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۴۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۷۷

[2] المعجم الاوسط حدیث ۱۳۵۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۲/۲۰۰

وقال تعالٰی افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ۔[1] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (اے محبوب!) کیا آپ نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔(ت)

اور بیشک بے حصول معرفت الٰہی اطاعت ہوائے نفس سے باہر آنا سخت دشوار، یہ بندگان خدا نہ صرف عبادت بلکہ طلب وارادت بلکہ خود اصل ہستی ووجود میں اپنے رب جل مجدہ کی توحید کرتے ہیں لا الٰہ الا اللہ (اللہ تعالٰی کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ت) کے معنی عوام کے نزدیک لامعبود الا اللہ (اللہ تعالٰی کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت کی جائے۔ت)، خواص کے نزدیک لامقصود الا اللہ (اللہ تعالٰی کے سوا کوئی مقصود ومطلوب نہیں۔ت)، اہلِ ہدایت کے نزدیک لامشھود الا اللہ (اللہ تعالٰی کے سوا کوئی ایسا نہیں کہ جس کی وحدانیت کی گواہی دی جائے اور جس کی بارگاہ میں مخلوق حاضر ہونے والی ہو۔ت) ان اخص الخواص اربابِ نہایت کے نزدیک لاموجود الا اللہ (اللہ تعالٰی کے سوا حقیقتاً کوئی موجود نہیں۔ت) تو اہلِ توحید کا سچا نام انھیں کو زیبا، ولہذا ان کے علم کو علمِ توحید کہتے ہیں۔

جعلنا اللہ تعالٰی من خدامھم وتراب اقدامھم فی الدنیا والاٰخرۃ وغفرلنا بجاھھم عندہ انہ اھل التقوٰی واھل المغفرۃ اٰمین! اللہ تعالٰی ہمیں ان کے خادموں میں شامل فرمائے اور دنیا وآخرت میں ان کے قدموں کی مٹی بنادے اور ان کے اس مرتبۂ عالیہ کے طفیل جو ان کا اس کی بارگاہ میں ہے ہمیں بخش دے بیشک وہی اس لائق ہے کہ اس سے خوف رکھا جائے اور وہی بخش دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اے اللہ! میری دعا قبول ومنظور فرما۔(ت)

امید کرتا ہوں کہ اس حدیث کی یہ تاویل تاویلِ امام غزالی قدس سرہ العالی سے احسن واجود، وباللہ التوفیق۔

پھر ان سب صورتوں میں بھی جبکہ طرز یہی برتی گئی کہ صاحبِ حق کو راضی فرمائیں اور معاوضہ دے کر اُسی سے بخشوائیں تو وُہ کلیہ ہر طرح صادق رہا کہ حق العبد بے معافی عبد معاف نہیں ہوتا۔ غرض معاملہ نازک ہے اور امر شدید اور عمل تباہ اور امل بعید، اور کرم عمیم اور رحم عظیم، اور ایمان

---

[1] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳

خوف ورجا کے درمیان۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین نجاۃ الھالکین مرتجی البائسین محمد وٰالہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور ہمیں اللہ تعالٰی ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، اور گناہوں سے کنارہ کش ہونے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قدرت اس کی توفیق وعنایت کے بغیر کسی میں نہیں، وہ بلندمرتبہ بزرگ و برتر ذات ہے، اللہ تعالٰی کی بے پایاں رحمتیں ہوں گنہگاروں کیلئے سفارش کرنے والی ذات پر، تباہ حالوں کے وسیلہ نجات پر اور ناامید ہونے والوں کے مرکزِ امید پر یعنی ہمارے آقا ومولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم پر، ان کی سب اولاد اور ساتھیوں پر۔ سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اور اللہ تعالٰی پاک بلند و بالا سب سے بڑا عالم ہے اور اس عظمت والی ذات کا علم نہایت درجہ کامل اور محکم ومضبوط ہے۔ (ت)

۱۴ رجادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

رسالہ

اجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد

ختم ہوا

سوگ، نوحہ وجزع وفزع

مسئلہ ۱۶۹ تا ۱۷۱: از محمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خاں صاحب رامپوری ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) اگر کسی شخص مسلمان کے تین بچے سال سال بھر کے یا دو دو برس یا تین تین کے قضائے الٰہی سے فوت ہوجائیں اور وہ شخص رنج کی حالت میں نماز پڑھ کر خدا کا شکر ادا کرے اور صبر کرے جب اس شخص نے اپنے بچوں کے مرنے پر اللہ کا شکر کیا اور صبر کیا تب اُس صبر کی جزا بچوں کے والدین کو قیامت میں کچھ ملے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۲) جو شخص بچوں کے مرنے پر چلّا کر روتے ہیں اس چلّا کے رونے سے میت پر کچھ تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

(۳) چلّا کے رونا جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

(۱) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یوفی الصّٰبرون اجرھم بغیر حساب۔[1] یوہیں ہے کہ صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر پورا پورا دیا جائے گا بے شمار۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۱۰

اور فرماتا ہے ؛

اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ و اولٰئک ھم المھتدون[1]

ایسے ہی لوگوں پر درودیں ہیں ان کے رب کی طرف سے اور مہربانی، اور یہی لوگ راہ پانے والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ؛

ما مسلم یموت لہ ثلثۃ لم یبلغوا الحنث الا ادخلہ الجنۃ بفضل رحمتہ ایاھم۔ رواہ الشیخان[2] والنسائی وابن ماجۃ عن انس بن مالک واحمد عن امہ وعن عمرو بن عبسۃ وعن ابی ہریرۃ وابن حبان عن ابی ذر والنسائی عن ابی ھریرۃ وعبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند و ابو یعلی بسند صحیح والحاکم وصححہ عن الحارث بن اقیش رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

جس مسلمان کے تین بچے نابالغی میں مرینگے اللہ تعالٰی اسے جنت میں داخل فرمائے گا اس رحمت کی برکت سے جو ان بچوں پر فرمائے گا (امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ احمد نے اپنی والدہ، اور عمرو بن عبد اللہ اور ابوہریرہ سے روایت کیا۔ ابن حبان نے حضرت ابوذر سے اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ سے اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد المسند میں اور ابویعلٰی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے اسے صحیح قرار دے کر حضرت حارث بن اقیش سے روایت کیا ہے، اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ؛

ما من مسلم یموت لہ ثلثۃ من الولد لم یبلغوا الحنث الا تلقوہ من ابواب الجنۃ الثمانیۃ من ایھا شاء دخل۔ رواہ ابن[3] ماجۃ

جس مسلمان کے تین بچے نابالغ مرینگے وہ جنت کے آٹھوں دروازوں سے اس کا استقبال کرینگے کہ جس سے چاہے داخل ہو۔ (ابن ماجہ نے اسکو

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۷

[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المسلمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۴

سنن ابن ماجہ ابواب ما جاء فی الجنائز باب ما جاء فی ثواب من اصیب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

سنن النسائی کتاب الجنائز باب ثواب من احتسب الخ نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۲۶۴

[3] سنن ابن ماجہ ابواب ما جاء فی الجنائز باب ما جاء فی ثواب من اصیب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

کنز العمال حدیث ۶۵۶۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۲۸۴

عن عتبة بن عبد السلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

سند حسن کے ساتھ عتبہ ابن عبد السلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہی حدیث کہ پہلے مذکور ہوئی بیان فرمائی صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ او اثنان یا دو، فرمایا، او اثنان یا دو۔ عرض کی: او واحد یا ایک، فرمایا: او واحد یا ایک۔ پھر فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان السقط لیجرامہ بسررہ الی الجنۃ اذا احتسبتہ۔ رواہ الامام احمد[1] بسند صالح والطبرانی عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کچا بچہ جو گر جاتا ہے اگر ثواب الٰہی کی امید میں اس کی ماں صبر کرے تو وہ اپنے نال سے اپنی ماں کو جنت میں کھینچ لے جائے گا۔ (اس کو امام احمد نے سند صالح کے ساتھ اور امام طبرانی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا مات ولد العبد قال اللہ لملٰئکتہ قبضتم ولد عبدی، فیقولون نعم فیقول قبضتم ثمرۃ فوادہ، فیقولون نعم، فیقول ماذا قال عبدی، فیقولون حمدک واسترجع، فیقول ابنوا لعبدی بیتا فی الجنۃ وسموہ بیت الحمد۔ رواہ احمد والترمذی وحسنہ

جب مسلمان کا بچہ مرتا ہے اللہ عزوجل فرشتوں سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی۔ عرض کرتے ہیں: ہاں۔ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا۔ عرض کرتے ہیں: ہاں۔ فرماتا ہے: پھر میرے بندے نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں: تیرا شکر ادا کیا اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہا۔ فرماتا ہے: میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام "حمد کا مکان" رکھو۔ (امام احمد نے اسے روایت کیا ہے اور

---

[1] مسند احمد بن حنبل معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۴۱

[2] جامع الترمذی ابواب الجنائز باب فضل المصیبۃ اذا احتسب امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۱

وابن حبان فی صحیح التقاسیم والانواع عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی اور محدث ابن حبان نے "صحیح التقاسیم والانواع" میں حضرت ابوموسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) چلّا کے رونے سے مُردے کو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ اہلسنت کے مذہب میں موت سے رُوح نہیں مرتی، نہ اس کا علم وسمع وبصر زائل ہوتا ہے بلکہ ترقّی پاتا ہے، جنازہ رکھا ہوتا ہے لوگ جو کچھ کہتے کرتے ہیں مُردہ سب سُنتا دیکھتا ہے۔ یہ سب امور احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہیں کما بیّنّاہ فی "حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات" (جیسا کہ ہم نے اس مسئلہ کو "حیات الموات فی بیان سماع الاموات" میں بیان کیا ہے۔ ت) چلّا کے رونے سے زندے پریشان ہوجاتے ہیں ایذا پاتے ہیں نہ کہ مردہ جس پر ابھی ایسی سخت تکلیف چلّانے کی گزرچکی ہے اس کی پریشانی اس کی ایذا بیان سے باہر ہے۔ پھر وُہ تو دارِ حق میں گیا اب اُسے ہر معصیت رنج دیتی اور ہر حسنہ سرور بخشتی ہے یہ امر اس کے لئے صدگونہ ایذا کا باعث ہوتا ہے، بچّہ ہو یا جوان اس میں سب یکساں ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتؤذوا امواتکم بعویل۔ رواہ ابن مندۃ والدیلمی[1] عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

چلّا کر رونے سے اپنے مُردوں کو ایذا نہ دو (محدث ابن مندہ اور دیلمی نے ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں فرمایا:

ارجعن مازورات غیر ماجورات انکن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات۔ رواہ سعید[2] بن منصور فی سننہ۔

پلٹ جاؤ وبال سے بھری ثواب سے بَری، تم زندوں کو فتنوں میں ڈالتی اور مُردوں کو ایذا دیتی ہو (سعید بن منصور نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ ت)

امام بکر بن عبداللہ مزنی تابعی فرماتے ہیں:

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۹۸

[2] کنز العمال بحوالہ الخطیب عن ابی ھدیۃ حدیث ۴۲۶۰۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۶۵۷

انه مامن میت یموت الا وروحه فی ید ملك الموت فهم یغسلونه و یکفنونه وھو یری مایصنع اھله فلم یقدر علی الکلام لنھاھم عن الرنة والعویل۔ رواہ الامام ابوبکر بن ابی الدنیا۔[1] 31

مجھے حدیث پہنچی کہ جو مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے جو کچھ اُس کے گھر والے کرتے ہیں اُن سے بات نہیں کرتا کہ انھیں شور و فریاد سے منع کرے (امام ابوبکر بن ابی الدنیا نے اسکو روایت کیا۔ ت)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، ماں باپ پر اُن کی موت کے بعد آدمی کے اعمال پیش ہوتے ہیں، نیکیوں پر شاد ہوتے ہیں اور اُن کے مُنہ اور زیادہ چمکنے لگتے ہیں فاتقوا اللہ ولا تؤذوا امواتکم تو اللہ سے ڈرو اپنے مُردوں کو اپنے گناہوں سے ایذا نہ دو۔ رواہ الامام الترمذی الحکیم عن والد عبد العزیز[2] (امام حکیم ترمذی نے عبد العزیز کے والد سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیت لیعذب ببکاء اھله علیه۔ رواہ الشیخین عن عمر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔[3]

بیشک مُردے پر جو اس کے گھر والے روتے ہیں اس سے اسے عذاب والم ہوتا ہے (اس کو بخاری ومسلم نے عمرو عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

علماء فرماتے ہیں:

المراد بالعذاب ھو الالم الذی یحصل للمیت اذ سمعھم یبکون اوبلغه ذلك فانه یحصل له تألم بذلك نقله ملا علی القاری

(حدیث مذکور میں) عذاب سے وہ احساسِ دُکھ مراد ہے جو میّت کو حاصل ہوتا ہے جو انھیں روتے پیٹتے سنتی ہے کیونکہ اس رویہ سے وہ درد والم محسوس کرتی ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے

---

[1] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیت من یغسلہ الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۳۸
[2] الجامع الصغیر بحوالہ الحکیم عن والد عبد العزیز حدیث ۲۳۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۹۹
[3] جامع الترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی کراہیۃ البکاء امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۱۹

31
31

فی المرقاۃ[1] عن السید الشاہ میرک المحدث عن الامام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری انہ قال فی تصحیح المصابیح عندی واللہ اعلم لکن المراد بالعذاب الخ قلت وقد تخالج صدری قبل ان اطلع علیہ حتی رأیتہ فیھما وللہ الحمد، واللہ سبحنہ و تعالٰی اعلم۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں سید میرک شاہ محدث بخاری کے حوالہ سے اسے نقل فرمایا اس نے امام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری سے نقل کیا انھوں نے تصحیح المصابیح میں ذکر فرمایا اللہ تعالٰی سب کچھ بہتر جانتا ہے مگر میرے نزدیک حدیث مذکور میں عذاب سے درد و کرب مراد ہے الخ میں کہتا ہوں اس پر مطلع ہونے سے پہلے میرے دل میں بھی یہی بات کھٹکتی تھی یہاں تک کہ میں نے ان دونوں بزرگوں کے کلام میں اسے دیکھ لیا۔ اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے تمام خوبیاں، محاسن، محامد ہیں۔ اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر بڑا عالم ہے۔ (ت)

(۳) میت پر چلّا کر رونا جزع فزع کرنا حرام سخت حرام ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اثنتان فی الناس ھما بھم کفر فی النسب والنیاحۃ۔ رواہ مسلم[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ و رواہ ابن حبان والحاکم و زاد اشق الجیب۔

لوگوں میں دو باتیں کفر ہیں کسی کے نسب پر طعنہ کرنا اور میت پر نوحہ۔ (امام مسلم نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ابن حبان اور حاکم نے بھی اس کو روایت کیا ہے مگر حاکم نے یہ اضافہ کیا "اور گریبان پھاڑنا"۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صوتان ملعونان فی الدنیا والاٰخرۃ مزمار عند نعمۃ و رنۃ عند المصیبۃ۔ رواہ البزار[3] عن انس

دو آوازوں پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے، نعمت کے وقت باجا اور مصیبت کے وقت چلّانا (محدث بزار نے اس کو صحیح سند کے ساتھ

---

[1] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۲۲۴

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اطلاق اسم الکفر علی الطعن فی النسب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸

[3] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الجنائز باب ماجاء فی النوح مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۳۷۷

رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

النائحۃ اذا لم تتب قبل موتھا تقام یوم القیٰمۃ وعلیھا سربال من قطران ودرع من جرب۔ رواہ مسلم[1] عن ابی مالک الاشعری۔

چلّا کر رونے والی جب اپنی موت سے قبل توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن کھڑی کی جائے گی یوں کہ اسکے بدن پر گندھک کا کُرتا ہوگا اور کھجلی کا دوپٹہ۔ (امام مسلم نے اسے ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور ایک روایت میں ہے:

قطع اللہ ثیابا من قطران ودرعا من لھب النار۔ رواہ ابن ماجۃ[2] عنہ۔

اللہ تعالٰی اسے گندھک کے کپڑے پہنائے گا اور اوپر سے دوزخ کی لپٹ کا دوپٹہ اڑھائیگا۔ (ابن ماجہ نے اسکو ابومالک اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھٰؤلاء النوائح یجعلن یوم القیٰمۃ صفین فی جہنم صف عن یمینھم وصف عن یسارھم فینبحن علی اھل النار کما تنبح الکلاب۔ رواہ الطبرانی[3] فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یہ نوحہ کرنے والیاں قیامت کے دن جہنم میں دو صفیں کی جائیں گی دوزخیوں کے دائیں بائیں وہاں ایسے بھونکیں گی جیسے کُتیاں بھونکتی ہیں۔ (امام طبرانی نے اس کو "الاوسط" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الوعید للنائحۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۳

[2] سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز، باب فی النہی عن النیاحۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴

[3] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۵۲۲۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۱۱۰

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

انا بریٔ ممن حلق وسلق وخرق ۔ رواہ الشیخان[1] عن ابی موسی الاشعری رحمہ اللہ تعالٰی ۔

میں بیزار ہوں اس سے جو بھدرا کرے اور چلّا کر روئے اور گریبان چاک کرے (بخاری ومسلم نے حضرت ابوموسٰی اشعری رحمہ اللہ تعالٰی کے حوالہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

الاتسمعون ان اللہ لایعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بھذا واشار الٰی لسانہ اویرحم وان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ ۔ رواہ عن ابن[2] عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما ۔

ارے سنتے نہیں ہو بیشک اللہ نہ آنسوؤں سے رونے پر عذاب کرے نہ دل کے غم پر (اور زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) ہاں اس پر عذاب ہے ۔ یا رحم فرمائے اور بیشک مُردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھروالوں کے اس پر نوحہ کرنے سے ۔ (اس کو بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے ۔ ت)

عالمگیری میں جامع المضمرات سے ہے :

النوح العالی لایجوز والبکاء مع رقۃ القلب لاباس بہ[3]

بلند آواز سے رونا اور بین کرنا (اسلام میں) جائز نہیں لیکن بغیر آواز کے رونا اور آنسو بہانا ممنوع نہیں ۔ (ت)

درمختار میں ہے :

لاتصح الاجارۃ لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی[4] ۔

گناہوں پر اجارہ (مزدوری کرنا) درست نہیں، گانا بجانا رونا پیٹنا یہ افعال گناہ ہیں واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم ضرب الخدود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۰

[2] صحیح بخاری کتاب الجنائز باب البکاء عند المریض ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۷۴

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الصلوۃ الفصل السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۶۷

[4] درمختار کتاب الاجارہ فاسدہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۷۹

مسئلہ ۱۷۲   ۱۲ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس حدیث کا ترجمہ کیا ہے اور اس سے میت پر نوحہ کرنے کا جواز بعض غیر مقلد نکالتے ہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

عن انس قال لما ثقل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جعل یتغشاہ فقالت فاطمۃ واکرب اباہ فقال لھا لیس علٰی ابیك کرب بعد الیوم فلما مات قالت یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ یا ابتاہ الٰی جبرئیل ننعاہ فلما دفن قالت فاطمۃ یا انس اطابت انفسکم ان تحثوا علٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التراب۔ رواہ البخاری[1]۔ بیّنوا توجروا۔ [ترجمہ جواب میں مرقوم ہے]

الجواب

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مرض سے گرانی ہوئی، بے چینی نے غلبہ کیا، حضرت بتول زہرا نے کہا ہائے میرے باپ کی بے چینی۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا آج کے بعد تیرے باپ پر کبھی کسی قسم کی بے چینی نہیں، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انتقال فرمایا حضرت بتول زہرا نے کہا اے باپ میرے اللہ کے بلانے پر تشریف لے گئے، اے باپ میرے وہ کہ فردوس کے باغ میں جن کا ٹھکانا، اے باپ میرے ہم ان کے انتقال کی مصیبت جبریل سے بیان کرتے ہیں جب سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دفن کر چکے حضرت بتول زہرا نے فرمایا اے انس! تمھارے دلوں نے کیونکر گوارا کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم اطہر کو خاک میں نہاں کرو۔ یہ حدیث بخاری نے روایت کی۔

حضرت بتول زہرا نے یہ کلمات نہ صیحہ و فریاد کے ساتھ کہے نہ ان میں کوئی غلطی یا بے تحقیق وصف بیان فرمایا نہ کوئی کلمہ شکایت رب العزۃ و ناراضی قضائے الٰہی پر دال تھا، لہٰذا اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں۔ زرقانی میں ہے:

فقال لھا لاکرب علٰی ابیك بعد الیوم وھذا یدل علٰی انھا لم ترفع   حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سے فرمایا آج کے بعد تیرے والد گرامی کو گھبراہٹ

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۴۱

صوتها والا لنهاها۔[1] اور کوئی بے جلینی نہ ہوگی یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ سیدہ نے اپنی آواز (کلمات مذکورہ کہتے ہوئے) بلند نہ کی تھی ورنہ آپ منع فرمادیتے۔ (ت)

اسی میں فتح الباری سے ہے:

یؤخذ منہ ان تلك الالفاظ کان المیت متصفا بھا انہ لایمنع ذکرہ بھا بعد موتہ بخلاف ما اذا لا یتحقق اتصافہ بھا فتدخل فی المنع[2]

اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد یہ الفاظ کہنا جبکہ وہ ان سے متصف ہو منع نہیں بخلاف اس کے کہ آدمی ان سے متصف نہ ہو تو پھر ایسے الفاظ کہنا ممانعت میں داخل ہیں۔ (ت)

تحریم نوحہ میں احادیثِ متواترہ موجود ہیں اس سے جوازِ نوحہ ثابت نہ کرے گا مگر جاہل۔ واللہ الہادی (اللہ تعالٰی ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳: مسئولہ سید مقبول عیسٰی میاں صاحب بریلی نومحلہ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس امر کے کہ اہلسنت وجماعت کو عشرۂ محرم الحرام میں رنج وغم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اہلِ سنت وجماعت کا مدارِ ایمان حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت ہے جب تک اپنے ماں باپ اولاد، تمام جہان سے زیادہ حضور کی محبت نہ رکھے مسلمان نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔[3]

تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اُسے اس کے ماں باپ اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور محب کو محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کی گلی کا کتا بھی۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۸/ ۲۸۳

[2] " " " " " " " " ۸/ ۲۸۳

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

مثنوی شریف میں حضرت مجنوں رحمہ اللہ تعالیٰ کی حکایت تحریر فرمائی کہ کسی نے اُن کو دیکھا کمال محبت کے طور پر ایک کُتّے کے بوسے لے رہے ہیں، اعتراض کیا کہ کتا نجس ہے چنیں ہے چناں ہے۔ فرمایا تو نہیں جانتا ؎

کایں طلسم بستۂ مولیٰ ست ایں
پاسبان کوچۂ لیلیٰ ست ایں[1]

(جیسے یہ اللہ کی بنائی ہُوئی تصویر ہے، یہ (کتا) لیلیٰ کی گلی کا چوکیدار ہے۔ت)

یہ کُتا لیلیٰ کی گلی کا ہے محبانِ صادق کا جب دُنیا کے محبوبوں کے ساتھ یہ حال ہے جن میں ایک حُسنِ فانی کا کمال سہی ہزاروں عیب ونقص بھی ہوتے ہیں تو کیا کہنا ہے ہمارے محبوب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا جنھیں تمام اوصافِ حمیدہ میں اعلیٰ کمال اور جن کا ہر کمال ابدی اور لازوال اور جو ہر عیب ونقص سے منزّہ و بے مثال، اُن کا ہر علاقہ والا شئی کے سر کا تاج ہے صحابہ ہوں خواہ ازواج خواہ اہلبیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ پھر کیا کہنا ہے اُن کا جو حضور کے جگر پارے اور عرش کی آنکھ کے تارے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حسین منی وانا من حسین، احب اللہ من احب حسینا، حسین سبط من الاسباط۔[2]

حسین میرا اور میں حسین کا، اللہ دوست رکھے اسے جو حسین کو دوست رکھے، حسین ایک نسلِ نبوّت کی اصل ہے۔

یہ حدیث کس قدر محبت کے رنگ میں ڈُوبی ہُوئی ہے، ایک بار نام لے کر تین بار ضمیر کافی تھی مگر نہیں ہر بار لذّتِ محبت کے لئے نام ہی کا اعادہ فرمایا، کما قالوا فی قول القائل ؎

تاللہ یا ظبیات القاع قلن لنا
الیلای منکن ام لیلیٰ من البشر

(خدا کی قسم اے ہموار زمین کے ہرنو! ہمیں یہ بتادو کیا لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں میں سے ہے۔ت)

کون سا سُنّی ہوگا جسے واقعہ ہائلہ کربلا کا غم نہیں یا اُس کی یاد سے اُس کا دل محزون اور آنکھ پُرنم نہیں، ہاں مصائب میں ہم کو صبر کا حکم فرمایا ہے، جزع فزع کو شریعت منع فرماتی ہے، اور جسے واقعی دل میں غم نہ ہو اُسے جھوٹا اظہارِ غم ریا ہے اور قصداً غم آوری وغم پروری خلاف رضا ہے جسے اس کا غم نہ ہو اسے بیغم نہ رہنا چاہئے

---

[1] مثنوی معنوی قصہ نواختن مجنون آن سگ الخ نورانی کتب خانہ پشاور دفتر سوم ص ۱۵
[2] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی محمد الحسن الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۹

بلکہ اس غم نہ ہونے کا غم چاہیے کہ اس کی محبت ناقص ہے اور جس کی محبت ناقص اس کا ایمان ناقص۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۴ جناب انتظام علی خاں چھتہ شیخ منگلو زیر جامع مسجد دہلی ۱۸ جمادی الآخرہ

ہر میلاد شریف میں شہادت کا بیان اور نوحہ اشعاروں کے پڑھتے ہی میلاد خواں خود روتے ہیں اور دوسروں کو بھی رُلاتے ہیں۔ مثال کہ زینب، کلثوم، صغریٰ وغیرہ وغیرہ اس طرح سے پڑھتی تھیں اور روتی تھیں جائز ہے یا نہیں؟ یعنی اس طرح سے پڑھنا۔

الجواب

نوحہ ماتم حرام ہے، بیانِ شہادتِ حسین ناجائز طور پر جاہلوں میں رائج ہے خود ہی ممنوع اور مجلس میلاد مبارک میں کہ مجلسِ سرورِ عالم کے ساتھ اس کا ملانا اور حماقت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۵ تا ۱۷۸ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وخلیفہ مرسلین مسائل ذیل میں:

(۱) بعض سنت جماعت عشرہ۔ المحرم الحرام کو نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں کہ بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

(۲) ان دس دن میں کپڑے نہیں اُتارتے ہیں۔

(۳) ماہِ محرم میں بیاہ شادی نہیں کرتے ہیں۔

(۴) ان ایام میں سوائے امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے ہیں، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے، اور چوتھی بات جہالت ہے ہر مہینہ ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ اور اس سے متعلقہ بدعات

مسئلہ ۱۷۹ از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل احمد صاحب ۹ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ کا بنانا اور دیکھنا اُن پر دل سے معتقد ہونا اہل سنت وجماعت کو چاہئے یا نہیں؟ اور جو ایسا کرے اس پر بموجب شرع کیا حکم صادر ہوگا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سیئہ ہے اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں، اور تعظیم وعقیدت سخت حرام واشد بدعت، اللہ سبحانہ وتعالٰی مسلمان بھائیوں کو راہِ حق کی ہدایت فرمائے، آمین! واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰ از عیسٰی نگر ضلع کھیری ملک اودھ مرسلہ سید مظہر حسن صاحب ۱۵ صفر ۱۳۲۰ھ

جناب مولوی صاحب! ہم لوگ ساکنان عیسٰی نگر ضلع کھیری وڈاکخانہ خاص عیسٰی نگر کے ہیں اور جناب کا نام سُنا ہے کہ بریلی میں جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب محلہ سوداگران میں بہت بڑے مولوی ہیں اور بہت اچھا حکم شریعت کا دیتے ہیں، ہمارے یہاں تھوڑے دنوں سے ایک شخص نے واہی بات مچائی ہے کہ محمدی جھنڈا مت کھڑا کرو اور تعزیہ مت بناؤ اور تعزیہ پر جو مٹھائی چڑھاتے ہیں اُسے کھانے کو منع کرتا ہے اور خدائی رات میں ڈھول بجانے کو منع کرتا ہے اور مولود شریف رنڈی اور بھانڈی کے یہاں

پڑھنے کو نہیں جاتا کہتا ہے مزدوری کرکے لاؤ شیرینی تو پڑھ دوں گا یا شیرینی مت لاؤ میں تمہارے یہاں ویسے ہی پڑھ دوں گا تو مولوی صاحب ہم کو شیرینی بغیر ثواب کیوں کریں اور ہم تعزیہ وغیرہ بنانا چھوڑدیں تو یہاں مسلمان کا نام بھی نہ رہے گا اب ایک مولوی صاحب آئے ہیں وہ مولود شریف اور گیارھویں کو بھی منع کرتے ہیں تو مولوی صاحب اور احمد کا جھگڑا خوب ہوا اور جھگڑا ہو کر یہ بات ٹھہری کہ وہ دو دو تین تین آدمی مل کر غزلیں سر ملاکر نہ پڑھا کریں اور قصہ ہرنی کا نہ پڑھیں صحیح کتاب کی روایات پڑھا کریں اور کھڑے نہ ہوں جب سے احمد ویسے ہی کھڑا ہو کر مولود شریف پڑھتا ہے اور مولوی صاحب بھی ویسے ہی کھڑے رہتے ہیں اور جوڑ کے خمسہ پڑھتے اُن کے پڑھنے کو کہتے ہیں اور جو غزل خود پڑھتے ہیں۔

اب یہ بات ٹھہری ہے کہ جس بات کو تحریر مذکورہ بالا میں اچھا لکھ دینگے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی کے وہ ہم سب مل کر کرینگے اور کسی بات کا جھگڑا نہیں ہے جو باتیں اس کاغذ میں اوپر درج ہیں ان میں۔ سے جو بات بہتر اور ثواب زیادہ جس کے کرنے میں ہو وہ تحریر کر دیجئے گا اور گیارھویں کی بابت یہ فیصلہ ہوگیا ہے چاہے جس تاریخ میں فاتحہ کرو اور اس کا ثواب نذر اللہ کرکے حضرت بڑے پیر صاحب کی روح کو ایصالِ ثواب کریں، ربیت خیال کرو کہ اگر گیارھویں کو نہ کریں گے تو ہم کو کچھ نقصان ہوگا جس کا دل چاہے گیارھویں کرے جس کا دل چاہے دسویں نویں کرے ہر وقت ثواب ہے۔

اب ایک بات کو اور منع کرتے ہیں کہ غازی میاں سید سالار کے بیاہ میں مت جاؤ بہرائچ، اب ہمارے کچھ لوگ وہاں کو بھی نہیں جانا چاہتے ہیں یہاں تک کہ ان کے نشان کو بھی منع کرتے ہیں اور ہماری آپس میں شادی ہے آپ کے جواب آنے کے بعد شادی میں شریک ہوں گے، صاف صاف جواب لکھ دیجئے گا، بہت ثواب کے مرتکب ہوں گے، جواب کے واسطے ارسال خدمت منسلک ہے۔

الجواب

جھنڈا ایک تو جہاد کا ہوتا ہے وہ لشکرِ سلطانِ اسلام کے ساتھ خاص ہے یہاں اس کا اصل محل نہیں کہ یہاں نہ سلطانِ اسلام نہ لشکرِ اسلام تو اُس جھنڈے کا کیا کام۔ اور اگر کسی اور غرض سے کوئی جھنڈا بنایا جاتا ہو تو اس کا معلوم ہونا چاہیے، اگر غرض محمودہ اور اُس میں شہرت اور علامت کی حاجت ہے تو حرج نہیں وقد حققنا فی فتاوٰنا (اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کر دی ہے۔ت) اور اگر غرض مذموم یا عبث و فضول ہے تو منع کرنا ٹھیک ہے تعزیہ ممنوع ہے شرع میں کچھ اصل نہیں اور جو کچھ بدعات اُن کے ساتھ کی جاتی ہیں سخت ناجائز ہیں وفصلت بعضہا فی الفتاوٰی (بیشک میں نے فتاوٰی میں بعض مسائل کی تفصیل بیان کر دی ہے۔ ت) مسلمان اتباع احکام شرع سے ہوتے ہیں

نہ امور ناجائزہ سے تعزیہ پر جو مٹھائی چڑھائی جاتی ہے اگرچہ حرام نہیں ہو جاتی مگر اس کے کھانے میں جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز شرعی کی وقعت بڑھانے اور اس کے ترک میں اس سے نفرت دلانی ہے لہذا نہ کھائی جائے۔ ڈھول بجانا حرام ہے اور جس رات کا نام خدائی رات رکھا ان میں بجائے عبادت گناہ و معصیت کرنا گویا گناہ کو معاذ اللہ عبادت ٹھہرانا ہے اور یہ اور زیادہ حرام ہے۔ رنڈیوں، ڈومنیوں بھانڈوں کے یہاں جو مجلس میلاد شریف اُن کے حرام مال سے کی جائے ان میں شرکت ہرگز نہ کی جائے،

فان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب[1] بلاشبہہ اللہ تعالٰی پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے (ت)

بلکہ رنڈیوں ڈومنیوں کے یہاں کسی طرح جانا نہ چاہئے اگرچہ وہ حلال مزدوری کے مال سے مجلس کریں کہ ان کے یہاں جانے میں تہمت ہے اور تہمت سے بچنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم[2] جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ تہمت کی جگہ کھڑا نہ ہو۔

یہ سمجھنا محض غلط ہے کہ بغیر شیرینی کے ثواب نہ ہوگا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا ذکرِ اقدس ویسے ہی موجب ثواب نہیں! ہاں شیرینی میں زیادہ ثواب ہے کہ ذکر شریف کے ساتھ صدقہ فقراء و ہدیہ احبا بھی شامل ہوگیا قربتِ بدنی کے ساتھ قربتِ مالی بھی ہوگئی۔ مجلس میلاد شریف اعلٰی مستحب و مندوب و بہتر و خوب ہے اور ان میں قیام بھی مستحسن و مرغوب ہے اور گیارھویں شریف بھی حسن و محبوب ہے اور گیارھویں تاریخ کی تخصیص میں بھی شرعًا کوئی حرج نہیں، ہاں یہ سمجھنا غلط ہے کہ خاص گیارھویں ہی کو ثواب ملے گا اور دن نہ ملے گا۔ چند آدمیوں کا مل کر خوش الحانی سے پڑھنا بھی جائز ہے جبکہ شعر شرعًا اچھے ہوں اور راگنی کا قصد نہ کریں مگر امرد لڑکوں کو اُن میں شریک نہ کیا جائے کہ اُن میں فتنہ ہے۔ یہ سب مسائل بار ہا ذکر ہو چکے ہیں۔ ہرنی کا قصہ جس قدر حدیث میں آیا ہے ضرور مقبول و معتبر ہے اور اس کا پڑھنا اور سُننا سب ثواب ہے ہاں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا ہو تو غلط ہے اُسے نکال دینا ضرور ہے۔ حدیث میں یہ قصہ یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنگل میں تشریف رکھتے تھے کہ کسی کے پکارنے کی آواز آئی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دیکھا کسی کو نہ پایا پھر نظر

---

[1] السنن الکبری للبیہقی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۳۴۶

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

فرمائی تو ایک ہرنی بندھی ہوئی پائی اور اس نے عرض کی: ادن منی یارسول اللہ یارسول اللہ! حضور میرے پاس تشریف لائیں۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہرنی کے قریب تشریف لے گئے، فرمایا: تیری کیا حاجت ہے؟ اُس نے عرض کی:

ان لی خشفین فی ذٰلک الجبل فحلنی حتی اذھب فارضعھما ثم ارجع الیک۔ اسی پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں حضور مجھے کھول دیں کہ میں جاکر انہیں دودھ پلا آؤں پھر حضور کے پاس حاضر ہوجاؤں گی۔

حضور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تُو اپنا سچا کرے گی؟ ہرنی نے عرض کی:

عذبنی اللہ عذاب العشار ان لم افعل۔ میں ایسا نہ کروں تو اللہ تعالٰی مجھ پر اُن لوگوں کا عذاب کرے جو ظلماً لوگوں سے مال تحصیلتے تھے۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے کھول دیا، وہ گئی، بچوں کو دودھ پلاکر واپس آئی، مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے پھر باندھ دیا، وہ بادیہ نشین جس نے یہ ہرنی باندھی تھی ہوشیار ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! حضور کا کوئی کام ہے کہ میں بجالاؤں۔ فرمایا: ہاں یہ کہ تو اس ہرنی کو چھوڑدے۔ اس نے چھوڑدی۔ وہ ہرنی دوڑتی ہوئی یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ:

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور یہ کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی۔[1]

غازی میاں کا بیاہ کوئی چیز نہیں محض جاہلانہ رسم ہے نہ اُن کے نشان کی کوئی اصل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۱: ۲۶ محرم ۱۳۲۰ھ

علم تعزیہ کو بنانا، ڈھول تاشہ یا کسی انگریزی باجے کے ساتھ ہندو کہار بیلداروں سے اٹھوانا اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اسم مقدس کو بتشدید کہنا اور زور زور سے دونوں ہاتھ سے سینہ پیٹنا اور تعزیہ کو بازاروں میں لئے پھرنا، ہندو مسلمانوں کو بطور تماشہ کے دکھانا اور دسویں محرم کو ایک میلہ لگانا اور امام باڑہ میں تعزیہ رکھ کر بتاشہ ریوڑی ہندو مسلمانوں سے پڑھوانا اور امام باڑہ پر نوبت رکھوانا اور اس میں روشنی کرنا اور خوب مرصع کرنا اور دسویں محرم کو ہندو کہاروں یا

---

[1] المعجم الکبیر مرویاتِ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حدیث ۷۶۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/ ۳۳۱-۳۲

بیلداروں سے گڑھا کھدوا کر اس میں تعزیہ دفن کرا دینا اور تخت کو واپس لانا اور عوام الناس کی یہ مرادیں مانگنا اور اُن کا فقیر بنانا، گھر گھر سے مانگ کر نیاز دلوانا اور رنگین ہرے ہرے کپڑے نئے نئے پہننا، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی مرجاتا ہے ایسی حالت میں یہ مراد مانگنا کہ یا حضرت امام حسین! آپ کی دُعا سے اگر ہمارا بچہ زندہ رہا تو ہم دس برس تک آپ کے نام کے بچہ کو فقیر یا بہشتی یا پیک بنادینگے، اور بعد دس برس کے برادری محتاج یا مساکین کو نہایت خوشی اور جلوس کے ساتھ کھانا کھلا کر فقیری کو ختم کرائیں گے اور جا بجا مرثیہ جا کر پڑھنا دھنیا بنا کر برادری میں بطور حصہ یا عیدی کی طرح بٹوؤں میں رکھ کر بچوں کے لئے بھیجنا اور کھچڑا پکا کر برادری میں تقسیم کرنا اور خود کھانا محتاجوں کو کھلانا اور یہ کہاں سے ثابت ہُوا ہے اور روٹیاں پکوا کر اس طرح لنگر لٹانا کہ ہاتھ میں گرے یا جہاں کہیں اس فعل کا کرنے والا کون ہے اور یہ افعال کس کے ہیں اور مومن کو امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے واقعہ میں ان دس ایام میں کیا کرنا چاہئے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

مسلمانوں کو ان ایام میں صدقات و خیرات و مبرات و حسنات کی کثرت چاہئے خصوصًا روزے خصوصًا روزِ عاشورہ کا کہ سال بھر کے روزوں کا ثواب اور ایک سال گزشتہ کے گناہوں کی معافی ہے کما ثبت فی الحدیث الصحیح (جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ ت) اور بہتر یہ ہے کہ نویں دسویں دونوں کا روزہ رکھے،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع[1]

اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں آئندہ سال میں زندہ رہا تو ضرور میں نو تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا (ت)

حضرت شہزادہ گلگوں قبا امام حسین شہید کربلا و دیگر شہدائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نام پاک پر جس قدر ہوسکے تصدق و ایصال ثواب کریں بلکہ ان روزوں وغیرہا تمام حسنات کا ثواب اُسی جناب گردوں قباب کی نذر کریں گرمیوں میں اُن کے نام پر شربت پلائیں جاڑے میں چائے پلائیں اور نیک نیت پاک مال سے شربت چائے کھانے کو جتنا چاہیں لذیذ و بیش قیمت کریں سب خیر ہے کھچڑا پلاؤ فرنی جو چاہیں اور بے دقت میسر ہو برادری میں بانٹیں محتاجوں کو کھلائیں اپنے گھر والوں کو کھلائیں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصیام باب یوم عاشوراء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۹

نیک نیت سے، سب ثواب ہے۔

کما ثبت فی الاحادیث الصحاح حتی قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما اطعمت نفسک فھو لک صدقۃ[1]

جیسا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، یہاں تک کہ حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو کچھ تُو اپنے آپ کو کھلائے وہ بھی تیرے لئے صدقہ ہے۔ (ت)

رہا یہ کہ کھچڑا کہاں سے ثابت ہوا، جہاں سے شادی کا پلاؤ دعوت کا زردہ ثابت ہوا۔ یہ تخصیصات عرفیہ ہیں نہ شرعیہ، ہاں جو اسے شرعاً ضروری جانے وہ باطل پر ہے۔ روٹیاں پکاکر تقسیم کرنا بھی خیر ہے مگر پھینکنا منع ہے اور اُن کا پاؤں کے نیچے آنا یا ناپاک جگہ گرنا سخت شدید مواخذہ کا موجب، ایک تو روٹی کی بیحرمتی جس کی تعظیم کا حدیث میں حکم فرمایا، دوسرے نیاز کی چیز کی بے توقیری نیاز کی چیز معظم ہوتی ہے کما دل علیہ حدیث نفیس فی بھجۃ الاسرار (جیسا کہ اس پر ایک عمدہ حدیث دلالت کرتی ہے جو بہجۃ الاسرار میں مذکور ہے۔ ت) بے ادب وہابیوں کا کہنا کہ اس میں تو صدقہ کے سبب سے اور خباثت آگئی، اُن کی قلبی خباثت ہے کہ محبوبانِ خدا کے نام سے انھیں عداوت ہے۔ سبیل بنانا اگر بدعات سے خالی ہو اور بدعات سے خالی ہو اور محض نام ونقل نہ ہو بلکہ کام اور فعل ہو یعنی پانی بھر بھر کر مسلمانوں کو پلائیں وضو کرائیں تو ضرور اچھا کام اور باعث اجر ہے اور اس کا ثواب بھی نذر شہدائے کرام ہوسکتا ہے اور پیک بننا نری نقالی اور بیہودہ بے معنی ہے اور گھنگھرو لٹکانا حدیث میں منع فرمایا، یوہیں فقیر بن کر بلا ضرورت ومجبوری بھیک مانگنا حرام، کما نطقت بہ احادیث مستفیضۃ (جیسا کہ بہت سی مشہور ومعروف حدیثیں اس معنٰی پر ناطق ہیں۔ ت) اور ایسوں کو دینا بھی حرام لانہ اعانۃ علی المعصیۃ کما فی الدر المختار (اس لئے کہ یہ گناہ کے کام پر دوسرے کی امداد کرنا ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔ ت) اور وہ منت ماننی کہ دس برس تک ایسا کریں گے سب مہمل وممنوع ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا نذر فی معصیۃ[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گناہ کے کام میں کوئی نذر (منت) نہیں۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت مقدام بن معدی کرب دارالفکر بیروت ۴/ ۱۳۱

[2] سُنن ابی داؤد کتاب الایمان باب من رأی علیہ کفارۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۱

ہاں سیدنا حضرت عالی مقام علی جدہ الکریم ثم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنی حاجت میں استمداد و استعانت وطلب دعا وشفاعت جائز ومحبوب،

قال اللہ تعالٰی وابتغوا الیہ الوسیلۃ[1] — اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کی بارگاہ تک رسائی کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔

وقال اللہ تعالٰی اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ[2] — اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یہی وہ ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ (ت)

دھنیا بنانے کھانے بٹوؤں میں رکھ کر بچوں کو بھیجنے میں فی نفسہٖ کچھ حرج نہ تھا مگر وہ مبنی جس کی بنا پر یہ کیا جاتا ہے شرعًا ناجائز ہے، اس کی اصل یوں ہے کہ پان کھانے کے عادی ہیں محرم کے عشرہ میں سوگ کے خیال سے پان چھوڑ دیتے ہیں اس کی جگہ پر دھنیا ایجاد ہوا ہے شریعت نے عورت کو شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن سوگ کا حکم دیا ہے اوروں کی موت کے تیسرے دن تک اجازت دی ہے باقی حرام ہے اور ہر سال سوگ کی تجدید تو کسی کے لئے اصلاً حلال نہیں پھر حقیقت دیکھئے تو دعوٰی غم بھی جھوٹا۔ غم میں آدمی سے پان نہ کھایا جائے تو دھنئے کے یہ تکلفات کہ وقت میں اس سے سوجگہ زائد اور خرچ بھی زیادہ اور لذت بھی افزوں، یہ ضرور ہو سکیں گے، یونہی عشرہ محرم کے سبز رنگے ہوئے کپڑے بھی ناجائز ہیں یہ بھی سوگ کی غرض سے ہیں، سوگ میں اصل سیاہ لباس ہے وہ تو رافضیوں نے لیا اور انھیں زیبا بھی تھا کہ ایک تو ان کے دلوں کی بھی یہی رنگت ہے۔ دوسرے یہ کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

الشیعۃ نساء ھذہ الامۃ[3]۔ — شیعہ اس اُمت کی عورتیں ہیں۔

سوگ وماتم عورتوں ہی کو خوب آتے ہیں۔ ہمارے جاہل سُنّی بھائی سیاہی سے تو بچے کہ رافضیوں کی مشابہت نہ ہو مگر اس سے قریب تر رنگت سبزی پائی اسے اختیار کیا، سبزی جب گہری ہوگی سیاہی لے آئے گی ہلکی سیاہی کو سبزی کہتے ہیں، آسمان نیلا ہے اسے عربی میں خضراء فارسی میں چرخ سبزہ فام کہتے ہیں اردو میں مسیں بھیگنے کو اس وقت بالوں کی سیاہی خوب گہری نہیں ہوتی۔ سبزہ آغاز کو کہتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۵/۳۵
[2] ؍؍ ؍؍ ۱۷/۵۷
[3]

لہذا اُس نیت سے یہ بھی ناجائز، مسلمان کو چاہئے عشرۂ مبارک میں تین رنگوں سے بچے، سیاہ، سبز، سُرخ۔ سیاہ، سبز کی وجہیں تو معلوم ہوگئیں اور سرخ آج کل ناصبی خبیث خوشی کی نیت سے پہنتے ہیں۔ سیاہ میں اُودا، نیلا، کاسنی۔ سبز میں کاہی، دھانی، پستئی۔ سرخ میں گلابی، عنابی، نارنجی سب داخل ہیں۔ غرض جس پر ان میں کوئی رنگ صادق آئے اگر سوگ یا خوشی کی نیت سے پہنے جب تو خود ہی حرام ہے ورنہ ان کی مشابہت سے بچنا بہتر ہے، یونہی مرثیے کہ رائج ہیں سب حرام و ناجائز ہیں۔ حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المراثی۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

اور ماتم کرنا، چھاتی پیٹنا بھی حرام ہے نطقت بتحریمہ احادیث بالغۃ حد الاشتھار (درجۂ شہرت تک پہنچی ہوئی حدیثیں اس کے حرام ہونے پر ناطق ہیں۔ ت) حسن حسن بتشدید کہنا تو جہالت ہی تھا مگر ماتم سخت منع ہے۔ یوہیں علم، تعزیے، تخت، جریدے، باجے، کھیل تماشے سب بیہودہ و بدعت وممنوع ہیں۔ یوہیں تعزیہ چڑھاوا، امام باڑے کا مکان، اس کی نوبت، روشنی، آرائش سب بشرح صدر ہیں۔ غم و الم کا نام اور لہو ولعب کی یہ دُھوم دھام اور اس پر امیدِ خوشنودیِ حضرت امام۔ اور اس اُلٹی مت کا کیا ٹھکانا کہ یا تو تعزیے کی وہ تعظیم کہ گویا معاذ اللہ بعینہٖ یہی نعش مبارک حضور پُرنور امام عالی مقام ہے بلکہ اُس سے بھی زائد یہاں تک کہ اُسے سجدہ کرنے سے بھی باک نہیں۔ اور کہاں یہ حرکت کہ کہار سیلدار وغیرھم کفار اسے اٹھائے پھریں اور اس پر پڑھا یہ جائے کہ اے مومنو! اٹھاؤ جنازہ حسین کا۔ استغفر اللہ۔ پھر گلی کوچوں میں گشت، پھر توڑ تاڑ کر دبا دینا کتنی شترگربگی ہے، پھر مصنوعی کربلا میں جسے حقیقی کے مثل ٹھہراتے ہیں، کوئی دقیقہ لغویات وممنوعات کا اٹھا نہیں رکھتے، رنڈیوں کے جھولے تک ہوتے ہیں بلکہ تختوں پر ایک ایک رنڈی جلوہ گر ہوتی ہے، کہاں امام عالی مقام کی طرف نسبت اور کہاں یہ سخت شنیع حرکت۔ کاش اللہ عزوجل ہمارے بھائیوں کو سمجھ دیتا کہ ہزاروں روپے جو یوں نیکی برباد گناہ لازم میں تباہ کرتے انھیں حضرات شہیدانِ پاک کے نام پر تصدق کرتے مساکین کو دیتے جاڑے میں اُن کے لحاف رضائی گرم کپڑے بناتے وغیرہ وغیرہ افعال حسنہ کرتے تو کتنا بہتر ہوتا۔ اللہ ہدایت دے آمین! واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن ابی اوفٰی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۵۶

32

مسئلہ ۱۸۲ ۔ ۱۸۳ مسئولہ مولانا ظفر الدین صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ

ملفوظاتِ حضرت سید عبدالرزاق بانسوی قدس سرہٗ میں یہ حکایتیں ہیں یا نہیں :

(۱) محرم کی دسویں تھی کہ حضرت مولانا ممدوح ایک تعزیہ کے ساتھ ہولئے جو جلاہوں کا تھا اور مصنوعی کربلا میں دفن ہونے کے لئے لوگ لئے جاتے تھے آپ کی وجہ سے اور خدام و مریدین بھی ساتھ ہولئے کربلا تک ساتھ ساتھ رہے بلکہ دیر تک قیام فرمایا کچھ دنوں بعد بعض خاص مریدین نے پوچھا تو فرمایا کہ مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہولئے تھے کہ اُن کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا۔

(۲) انہیں بزرگ کا قصہ ہے کہ ایک دن عاشورہ کو مسجد میں بیٹھے وضو کر رہے تھے ٹوپی مبارک فصیل پر رکھی تھی کہ یکایک اُسی طرح سر برہنہ نیچے تشریف لے آئے اور ایک تعزیہ کے ساتھ ہولئے اس دفعہ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت سیدۃ النساء تشریف فرما تھیں۔

دونوں روایتیں کہاں تک صحیح ہیں ؟

الجواب

دونوں حکایتیں محض غلط و بے اصل ہیں، تعزیہ داروں کو نہ کوئی دلیل شرعی ملتی ہے نہ کسی معتمد کا قول، مجبورانہ حکایت بناتے ہیں۔ اسی ساخت کی حکایت کوئی شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتا ہے کوئی مولانا شاہ عبدالمجید صاحب سے، کوئی حضرت مولانا فضل رسول صاحب سے، کوئی مولوی فضل الرحمٰن سے، کوئی میرے حضرت جدامجد سے، رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم۔ اور سب باطل و مصنوع ہیں۔ میں تو ابھی زندہ ہوں میری نسبت کہہ دیا کہ ہم نے اسے تعزیہ شاید علم بتائے کہ اُن کے ساتھ جاتے دیکھا اور اس حکایت کا کذب تو خود اسی سے روشن کہ فرمایا: "مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہولئے تھے کہ اُن کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا" سبحان اللہ! جب تعزیے ایسے معظم و مقبول و محبوب بارگاہ ہیں کہ خود حضور پُرنور امام انام علٰی جدہ الکریم ثم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنفس نفیس اُن کی مشایعت فرماتے ہیں ان کے ساتھ چلتے ہیں تو اُن سے کچھ مطلب نہ ہونا اللہ عزوجل کے محبوب و معظم سے مطلب نہ ہونا ہے جو ولی تو ولی کسی مسلمان کی شان نہیں۔ پھر آگے تتمۂ کلام ملاحظہ ہو کہ "اُن کے ساتھ اولیائے کرام کا مجمع تھا" یہ کاف بیانیہ تو ہو نہیں سکتا ضرور تعلیلیہ ہے یعنی حضرت امام کے ساتھ ہونے پر بھی کچھ توجہ نہ ہوتی مگر کیا کیجئے انکے ساتھ مجمع اولیاء تھا لہذا شامل ہونا پڑا۔ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے، ہاں خوب یاد آیا ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ کو تلہر سے ایک سوال آیا تھا کہ تُو نے تعزیہ داری کو جائز کر دیا ہے اس خبر کی کیا حقیقت ہے؟ ایک

رافضی بڑے فخر سے اس روایت کو نقل کرتا ہے ایضاً تیرا اور دیگر چند علمائے بریلی کا فتوی تیار ہوا ہے کہ آیت تطہیر کے تحت میں ازواجِ مطہرات داخل نہیں، اس فتوی کی نقل اس رافضی کے پاس دیکھنے میں آئی ہے فقط، اب فرمائیے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار، جب زندوں کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو احیائے عالمِ برزخ کی نسبت جو ہو کم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۴ امیر علی صاحب سرنیا ضلع بریلی ۱۱ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ جو اشخاص سنت جماعت ہوں وہ منت تعزیہ و علم و مہندی کی مانتے ہیں ان کو اصل تعزیہ دار کے تعزیہ پر لیجا کر چڑھاتے ہیں اور شیرینی اور کھانا ہر قسم کا لیجا کر وہاں فاتحہ دیتے ہیں اور اس کو بطور تبرک کے تقسیم کرتے ہیں اور گھر سے لیجاتے وقت چار چار قدم پر مرثیہ با آوازِ بلند پڑھتے ہیں اور ڈھول تاشے مجیرے وغیرہ کی آواز بلند ہوتی ہے اور اکثر چھاتی کوٹتے ہیں اس کو ماتم قرار دیتے ہیں، اکثر عورات کو دیکھا ہے کہ ساتٹ و نو تاریخ کی شام سے اور دس کی فجر سے گشت کرتی ہیں علم و مہندی و تعزیہ دار آدمیوں وغیرہ کا نظارہ کرتی ہیں اور اکثر عشرہ کو صبح سے شام تک جس کو کربلا شریف قرار دیا ہے ہر ایک تماشے دیکھتے ہیں اکثر لوگ اور عورات تعزیہ کو دفن کر کے روٹی اور شیرینی قبر پر رکھ کر ماتم کرتے اور پھر فاتحہ دیتے ہیں، دیگر زید سنت جماعت ہو کر تعزیہ پر جا کر ذکرِ شہادت یعنی جس کو مجلس قرار دیتے ہیں شوق سے جا کر پڑھتے ہیں مرثیہ بھی، دیگر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں یا ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں تخت یا علم وغیرہ جائے عمرو دیکھنے نہ جائے اور شرکت تربت دے، دیگر بکر کہتا ہے کہ ان یوم میں فاتحہ سوائے امام حسین علیہ السلام کے اور کسی پیغمبر اور اولیاء کرام کی نہیں ہوگی۔ دیگر زید کہتا ہے کہ تخت اور تعزیہ وغیرہ کا کام اور خوشنمائی دیکھنے جائے تو کوئی نقصان نہیں ہے۔ دیگر زید کہتا ہے کہ دس یوم روزہ رکھنا حرام ہے کیونکہ زید کی ماں نے بغرض لڑائی جیت کے رکھی تھی۔ ان سب سوالوں کا شرع میں کیا حکم ہے؟

الجواب

علم، تعزیے، مہندی، اُن کی منت، گشت، چڑھاوا، ڈھول، تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کو جانا، عورتوں کا تعزیے دیکھنے کو نکلنا، یہ سب باتیں حرام و گناہ و ناجائز و منع ہیں۔ فاتحہ جائز ہے روٹی شیرینی شربت جس چیز پر ہو، مگر تعزیہ پر رکھ کر یا اس کے سامنے ہونا جہالت ہے اور اس پر چڑھانے کے سبب تبرک سمجھنا حماقت ہے ہاں تعزیہ سے جُدا جو خالص سچی نیت سے حضرات شہدائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نیاز ہو وہ ضرور تبرک ہے وہابی خبیث کہ اسے خبیث کہتا ہے خود خبیث ہے۔ تعزیہ داروں کے شربت میں بھی شرکت نہ کرے کہ تعزیہ میں شرکت سمجھی جائے گی بلکہ الگ شربت

کرے اور آجکل کہ جاڑے کا موسم ہے شربت کی جگہ چائے ہونا چاہئے۔ محرم وغیرہ ہر وقت ہر زمانہ میں تمام انبیاء و اولیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ جائز ہے اگرچہ خاص عشرہ کے دن ہو۔ بکر غلط کہتا ہے اور شریعتِ مطہرہ پر افترا کرتا ہے، جو کام ناجائز ہے اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جانا بھی گناہ ہے۔ عشرۂ محرم کے روزے بہت ثواب نہایت افضل ہے۔ حدیثوں میں انکی فضیلت ارشاد ہوئی ہے خصوصاً دسویں محرم کا روزہ کہ سال بھر کے روزوں کے برابر ثواب ہے اور ایک سال کے گناہوں کی معافی ہے۔ زید جھوٹا ہے اور شرع شریف پر افترا کرتا ہے کہ ان روزوں کو حرام بتاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۵ از بدایوں محلہ جالندھری مسئولہ محمد ادریس خاں صاحب ۲۸ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بنا بر شوکت و دبدبۂ اسلام تعزیہ بنانا اور نکالنا و علم و بیرق اور مہندی وغیرہ نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز تعزیہ کو حاجت روا سمجھنا یا یہ کہنا کہ تعزیہ ہماری منت کا ہے اگر بند کریں نہ بنائیں تو ہمارا نقصانِ اولاد و مال ہوگا کیسا ہے؟ تعزیہ دار یا تعزیہ پرست کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

علم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور بدعت سے شوکتِ اسلام نہیں ہوتی تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعۂ حاجت روا سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اسے منت جاننا اور حماقت، اور نہ کرنے کو باعثِ نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے مسلمان کو ایسی حرکات و خیال سے باز آنا چاہئے بایں ہمہ تعزیہ دار مسلمان ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ ضرور حلال ہے کوئی جاہل سا جاہل مسلمان بھی تعزیہ کو معبود نہیں جانتا، تعزیہ پرست کا لفظ وہابیہ شرک پرست کی زیادتی ہے جس طرح تعظیم و تکریم مزاراتِ طیبہ پر مسلمانوں کو قبر پرست کا لقب دیتے ہیں یہ سب ان کا جہل و ظلم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۶ از سیتاپور محلہ قضیارہ مکان قاضی سید محمد رضا صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا کیسا ہے؟ اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا کیسا ہے؟ اور بنانے والے اور تعظیم کرنے والے کا عند الشرع کیا حکم ہے؟ اور جو شخص تعزیہ کے ناجوازی کا قائل ہے اس کو کافر یا مرتد کہنا اور کافر سمجھ کر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے؟ اور تعزیہ داری میں غلو کرنیوالے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تعزیہ رائجہ ناجائز و بدعت ہے اور اس کا بنانا گناہ و معصیت اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا محض جہالت اور اس کی تعظیم بدعت و جہالت۔ اور جو تعزیہ کو ناجائز کہے اس بنا پر اسے کافر یا مرتد کہنا اشد عظیم گناہ کبیرہ ہے، کہنے والے کو تجدید اسلام و نکاح چاہئے، یونہیں اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا مردود و باطل ہے البتہ اگر کسی وہابی کو کافر مرتد کہا تو مضائقہ نہیں، اور وہابی کے پیچھے نماز بیشک ناجائز ہے، جو تعزیہ داری میں غلو رکھے یا اس سے معروف ہو اگرچہ غلو نہ رکھے اس کے پیچھے بھی نماز نہ چاہئے مگر پڑھیں تو ہو جائیگی ہاں اسے امام بنانا منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۷ تا ۱۹۱ مرسلہ جناب مولوی محمد ابوذر از سنبھل ضلع مراد آباد محلہ دیبا سرائے

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت و جماعت رحمہم اللہ و کرمہم اللہ تعالیٰ مسائل ذیل میں:

(۱) ایصالِ ثواب بر روحِ سیدنا امام حسین علیہ السلام بروزِ عاشورہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تعزیہ بنانا اور مہندی نکالنا اور شبِ عاشورہ کو روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) مجلسِ ذکرِ شہادت قائم کرنا اور اس میں مرزا دبیر اور انیس وغیرہ روافض کے کلام پڑھنا بطور سوز خوانی یا تحت اللفظ جائز ہے یا نہیں اور اہل سنت کو ایسی مجالس میں شریک ہونا مکروہ ہے یا حرام یا جائز ہے؟

(۴) حضرت قاسم کی شادی کا میدانِ کربلا میں ہونا جس بنا پر مہندی نکالی جاتی ہے اہلسنت کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟ درصورت عدم ثبوت اس واقعہ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادی کی نسبت حضرت قاسم کی طرف کرنا خاندان نبوت کے ساتھ بے ادبی ہے یا نہیں؟

(۵) روزِ عاشورہ کو میلہ قائم کرنا اور تعزیوں کو دفن کرنا اور ان پر فاتحہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اور بارھویں اور بیسویں محرم اور بیسویں صفر کو تیجا اور دسواں اور چالیسواں اور مجلسیں قائم کرنا اور میلہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) روحِ پر فتوح ریحانۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصالِ ثواب بروجہ صواب عاشورا اور ہر روز مستحب و مستحسن ہے۔

(۲) تعزیہ مہندی روشنی مذکور سب بدعت و ناجائز ہے۔

(۳) نفس ذکر شریف کی مجلس جس میں ان کے فضائل و مناقب و احادیث و روایات صحیحہ و معتبرہ سے

بیان کئے جائیں اور غم پروری نہ ہو مستحسن ہے اور مرثیے حرام خصوصا رافضیوں کے کہ تبرائے ملعونہ سے کم خالی ہوتے ہیں اہلسنت کو ایسی مجالس میں شرکت حرام ہے۔

(۴) نہ یہ شادی ثابت نہ یہ مہندی سوا اختراع اختراعی کے کوئی چیز۔ نہ یہ غلط بیانی حد خاص تو ہین تک بالغ۔

(۵) عاشورہ کا میلہ لغو و لہو و ممنوع ہے۔ یوہیں تعزیوں کا دفن جس طور پر ہوتا ہے نیت باطلہ پر مبنی اور تعظیم بدعت ہے اور تعزیہ پر فاتحہ جہل و حمق و بے معنیٰ ہے۔ مجلسوں اور میلوں کا حال اوپر گزرا نیز ایصال ثواب کا جواب کہ ہر روز محمود ہے جبکہ بروجہ جائز ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۲ از مراد آباد بازار سنبھل مرسلہ اللہ بخش صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے تعزیہ پر جا کر یہ منت مانی کہ میں یہاں سے ایک خرمالے جاتا ہوں درصورت کام پورا ہونے کے سال آئندہ میں نقرئی خرما تیار کرا کر چڑھاؤں گا۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ نذر محض باطل و ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۳ از ملک برار مقام کھیر پیر سوضیلہ محلہ داروہ ضلع ایوت محل محمد زماں عرف شیخ جھو چہارشنبہ بتاریخ ۱۲ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص تعزیہ داری کو جائز کہتا ہے اگر کوئی انکار کرتا ہے تو سخت کلامی سے پیش آتا ہے چنانچہ پیش امام مسجد نیز واقع تعلقہ داروہ ضلع ایوت محل ملک برار نے جب انکار کر کے کہا کہ تعزیہ داری سخت منع ہے تو اس نے کہا کہ تم خلاف کہتے ہو اور تمہاری امامت جائز نہیں ہے تم سور کھاتے اور حرام کھاتے ہو۔ اس پر تمام بستی کے مسلمانوں نے جمع ہو کر اس سے پوچھا تو تمام مسلمانوں کو کہا کہ تم سب سور کھاتے ہو اور کہا کہ اجرت پر امامت جائز نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کا قول کہاں تک صحیح ہے؟ کیا تعزیہ داری درست ہے اور اجرت پر امامت جائز نہیں؟ اور جو تمام مسلمانوں کو سور کھانیوالا بولے تو وہ گنہگار ہے فاسق ہے یا نہیں اسے توبہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ مسلمانوں کو ایسے شخص سے برتاؤ کیا رکھنا چاہئے؟ ایک مسلمان کی آمدنی کھیتی و تجارت سے بھی ہے اور سود سے بھی ہے ایسے شخص کے یہاں کھانا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی مسلمان نے اس کے یہاں کھانا کھایا تو اس کو سود کھانے والا کہیں گے یا ایسا کہنا اس کو جائز ہے یا نہیں؟ شاہ مدار کے مہینہ کے سولہ چراغوں کی عید کرنا کتب فقہ سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

تعزیہ داری ناجائز ہے اور فتوٰی اس پر ہے کہ امامت پر اجرت لینا حلال ہے کما فی ردالمحتار و عامة الاسفار (جیسا کہ فتاوٰی شامی اور عام بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ ت) جس کے یہاں حلال وحرام دونوں طرح کی آمدنی ہے اس کا کھانا حرام نہیں ہوتا جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص کھانا حرام مال سے ہے۔ ذخیرہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرام بعینہ[1]
ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کو نہ جانیں۔ (ت)

یہ دوسری بات ہے کہ سود خور کے یہاں کھانا اگرچہ حلال مال سے ہو چاہئے یا نہ چاہئے مگر مطلقاً اسکے کھانے والے کو سُود کھانے والا کہنا شریعت پر افترا ہے اور عام مسلمانوں کو ایسا کہنا اور زیادہ شیطانی لفظ ہے اس پر توبہ فرض ہے اور مسلمانوں سے معافی مانگے، اگر نہ مانے اور اصرار کئے جائے تو وہ فاسق ہے اس سے وہی برتاؤ چاہئے جو ایک فاسق سے کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[2]
جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

اس نے اتنے مسلمانوں کو ایذا دی بیشک وہ ظالم ہوا اور ظالم کے پاس بیٹھنے کو قرآن عظیم میں منع فرمایا، قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]
اگر تمہیں شیطان بھلا دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو (ت)

یہ سولہ چراغوں کی عید کیسی ہوتی ہے اس میں کیا کیا جاتا ہے کیا نیت ہوتی ہے ہمارے دیار میں یہ بالکل نہیں اس کا حال کبھی سُننے میں نہیں آیا تفصیل ہونے پر جواب ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲
[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳
[3] القرآن الکریم ۶/۶۸

مسئلہ ۱۹۴ مسئولہ سید مقبول عیسٰی میاں صاحب بریلی نومحلہ ۷ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس امر کے کہ تعزیہ بنانا بدعت سیئہ ہے یا شرک وگناہ کبیرہ؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

تعزیہ بنانا شرک نہیں یہ وہابیہ کا خیال ہے، ہاں بدعت وگناہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۵ از بدایوں اسلام نگر مرسلہ عزیز حسن کانسٹیبل ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، اگر کوئی شخص تعزیہ بنائے یا تعزیہ پر چڑھاوا چڑھائے یا مرثیہ پڑھے یا مرثیہ کی مجلس میں شریک ہو یا باجا بجائے یا بجوائے یا اس میں شریک ہو یا شیرینی تقسیم کرے یا کھائے یا کھلائے یا تاریخ مقرر کرکے خیرات کرے، محرم کی ساتویں نویں دسویں تاریخ کو یہ باتیں مذہب اسلام میں جائز ہیں یا نہیں؟ اگر جائز ہیں تو کیا ثبوت ہے ثبوت مع نام کتاب صفحہ وسطر اور قرآن وحدیث سے ہو اگر ناجائز ہو تو بھی ثبوت مع صفحہ وسطر قرآن وحدیث سے تحریر فرمائیں۔

الجواب

شیرینی تقسیم کرنا، کھانا کھلانا، فاتحہ دینا، نیاز دلانا اگرچہ تعیینِ تاریخ کے ساتھ ہو جبکہ اُس تعیین کو واجب شرعی نہ سمجھے یہ باتیں شریعت میں جائز ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[1]۔ جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانا چاہئے۔ (ت)

امام بدرالدین محمود عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں خوبیِ ایصالِ ثواب پر اجماعِ امت نقل فرمایا ہے اور فرمایا اہلسنت وجماعت کا یہی مذہب ہے، باقی جو باتیں سوال میں ہیں تعزیہ اور باجا اور مرثیہ اور مرثیہ کی مجلسیں اور تعزیہ کا چڑھاوا یہ سب ناجائز وبدعت وگناہ ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۶ از موضع اومری کلاں ڈاکخانہ کانٹھ ضلع مرادآباد مرسلہ ظفر احسن صاحب ۶ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول محرم کا جاری ہونا شاہ تیمور کے وقت سے ہوا جب سنت وجماعت نہیں تھا وہاں کے روضوں کی تصویریں جو منسوب امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے

---

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۴

روضے بھے اُتروا کر رکھ کر شاہ اپنا خیال پُورا کرلیتا تھا اور چونکہ یہ امر بھی حکم خدا ونیز کسی حدیثِ نبوی سے ثابت نہیں ہے اس لئے وہ کیا حکم رکھتا ہے اور جبکہ محرم کو جاہل لوگ سجدہ کرتے ہیں اور منتیں لوگ تازیوں پر از قسم اناج پکا ہوا یا شیرینی چڑھاتے ہیں فاتحہ دیتے ہیں تازیہ کے ساتھ باجہ ہوتا ہے اور مرثیہ انیس وغیرہ کے جو سُنّی نہیں ہیں ان کی تصنیف کے جو اصل واقع کے برخلاف طویل ہیں وہ سُر راگنی اور کئی آواز سے ڈھپ سے پڑھتے ہیں بازار گلی کوچوں میں آلِ عبا کی عورتوں کی حالت وہ بیان کرتے ہیں معاذ اللہ تازیوں پر روٹی پکوا کر رکھتے ہیں کربلا ایک مخصوص جگہ مقرر کر کے وہاں روٹی بانٹتے ہیں اکثر سپاہی بھی آگے پیچھے کی بحث میں لڑائیاں ہو جاتی ہیں عورتیں اکثر مسلمانوں کی بلا پردہ تازیوں پر جاتی ہیں تازیوں کا سوم چہلم کرتے ہیں فاتحہ دلاتے ہیں معذرات گروہ تازیہ داری یہ ہیں ہمیشہ سے یہی رسم جاری ہے نا تعلیم یافتہ کہتے ہیں کہ ہم سجدہ نہیں کرتے محض یادگاری امام حسین رضی اللہ تعالٰے عنہ وشہیدان وشبِ کربلا بناتے ہیں اور تازیہ کی وجہ سے صدقہ ہوتا ہے، تازیہ یادگاری کا باعث بعض کہتے ہیں پھری گدکہ کھیلنے کا موقع ملتا ہے، نتیجہ صدہا سال سے یہ نکل رہا ہے کہ جابجا لڑائی دنگہ فساد اس تازیہ کے بدولت ہوتے ہیں، امروہہ کا واقعہ قریب کا ہے جس میں بہت سے مسلمان جیل خانہ گئے قتل بھی ہوا ہزاروں روپیہ مسلمانوں کا مقدمہ بازی میں خرچ ہوا بہت سے گھر ویران ہوگئے۔ پس گزارش عالمان ومفتیانِ شرع متین سے ہے کہ تازیہ بنانے والے ہمدردی کرنے والے، باجہ بجانے والے، اس گروہ میں شامل ہونے والے، اس طریقہ متذکرہ بالا کے بموجب صدقہ کے نام سے خرچ کرنے والے کس امر کے مستحق ہیں اور اس طریقہ سے خرچ کسی مد میں شمار ہوتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور بدعتِ شنیعہ ہے، جس قدر بات سلطان تیمور نے کی کہ روضۂ مبارک حضرت امام رضی اللہ تعالٰے عنہ کی صحیح نقل تسکین شوق کو رکھی وہ ایسی تھی جیسے روضۂ منورہ وکعبہ معظمہ کے نقشے اُس وقت تک اس قدر حرج میں نہ تھا اب بوجہ شیعی وشبیہ اس کی بھی اجازت نہیں، یہ جو باجے، تاشے، مرثیے، ماتم، برق پری کی تصویریں، تعزیے سے مرادیں مانگنا اس کی منتیں ماننا، اسے جھک جھک کے سلام کرنا، سجدہ کرنا وغیرہ وغیرہ بدعاتِ کثیرہ اُس میں ہوگئی ہیں اور اب اسی کا نام تعزیہ داری ہے یہ ضرور حرام ہے دبیر وانیس وغیرہ اکثر روافض کے مرثیے تبرّا پر مشتمل ہوتے ہیں اگرچہ جاہل نہ سمجھیں اور نہ بھی ہو تو جھوٹی ساختہ روایتیں خلافِ شرع کلمات اہل بیت طہارت کی معاذ اللہ نہایت ذلت کے ساتھ بیان اور سرے سے غم پروری کے مرثیے کس نے حلال کئے۔ حدیث میں ہے:

نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه

رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے

وسلم عن المراثی [1]

مرثیوں سے منع فرمایا۔

اور اس کے سبب صدقہ خیرات ہونا جھوٹا عذر ہے اللہ کے بندے کہ تعزیہ وغیرہا بدعات کو حرام جانتے ہیں نیاز وخیرات کرتے ہیں ربیع الاول شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیازیں ہوتی ہیں ربیع الآخر شریف میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نیازیں ہوتی ہیں ان میں کون سا تعزیہ ہوتا ہے اور بالفرض غلط اگر تعزیہ ہی باعث خیرات ہو تو خیرات ایک مستحب چیز ہے اور بدعات حرام، مستحب کے لئے حرام حلال نہیں ہوسکتا، عجب اُن سے کہ مستحب نہ کریں گے جب تک حرام اس کی یاد نہ دلائے، پھری گدکا ایک مباح بات ہے، مباح کے لئے حرام کیونکر حلال ہوسکتا ہے غرض عذرات سب بیہودہ ہیں اور ان افعال کے مرتکب سب گنہگار اور انہیں مدد دینا ناجائز اور علم تعزیے تخت میں جو کچھ صرف ہوتا ہے سب اسراف وحرام اور تعزیے کی نیاز لنگر کا لٹانا روٹیوں کا زمین پر پھینکنا پاؤں کے نیچے آنا سب بیہودہ ہے ہاں نیاز کے طور پر سب بدعات سے بچ کر حضرات شہدائے کرام کی نیاز کریں تو عین برکت وسعادت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۷ تا ۲۰۲: از لہرپور ضلع سیتاپور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ محمد فیض اللہ طالب العلم بنگالی ۹ شعبان ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مدعی حنفیت کہتا ہے کہ تعزیہ چونکہ نقشہ ہے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے روضہ مقدسہ کا اور منسوب ہے سیدنا امام ہمام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف، لہذا اس کا بنانا امر ضروری ہے اور باعث ثواب وقابل تعظیم وذریعۂ نجات ہمارے لئے ہے اور جو شخص ان کی تعظیم وبنانے کا مخالف ہے وہ یزید ہے پس امور ذیل تحقیق طلب ہیں:

(۱) تعزیہ بنانا جائز ہے یا بدعت اور حرام اور باعث ثواب وتعظیم ہے یا باعث عذاب نار جحیم ہے؟

(۲) اس کے بنانے میں کسی قسم کی امداد جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اس کا بنانے والا فاسق مشابہ اہل تشیع ہے یا نہیں اور برتقدیر حرام وبدعت اس کا جائز سمجھنے والا کافر ہے یا اشد فاسق؟

(۴) مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں بھی اس کا ثبوت ہے یا نہیں برتقدیر ثانی اس کا

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث عبداللہ ابن ابی اوفٰی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۵۶

بنانے والا متبع امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہے یا نہیں اور اس کا یہ دعوٰی کہ میں حنفی ہوں جس سے عوام بھی تعزیہ بنانے کی طرف راغب ہوتے ہیں یہ دھوکا دینا ہے یا نہیں اور باعث گمراہی ہے یا نہیں؟

(۵) ایسے شخص کو اگر حنفی لوگ اپنا پیشوا و پیر بنائیں تو جائز ہے یا حرام، اور مریدین پر فسخ بیعت واجب ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی اقتدا فی الصلوٰۃ جائز ہے یا مکروہ بکراہت تنزیہی یا تحریمی یا حرام؟

(۶) منکرینِ تعزیہ کو یزید یا بددین کہنا کیسا ہے اگر منکرین محل اس طعن و تشنیع کے نہیں ہیں تو یہ قول خود قائلین کی طرف رجوع کرتا ہے یا نہیں یعنی اس کا وبال و گناہ قائلین پر کتنا ہوگا اور حدیث شریف کے اس قاعدے کے تحت میں داخل ہوں گے یا نہیں کہ اگر کسی کو کافر کہے اور وہ فی الحقیقت ایسا نہیں تو قائل خود کافر ہوتا ہے۔

(۷) بانیِ تعزیہ چونکہ عام مسلمانوں کے حضوری کا باعث ہوتا ہے پس برتقدیر حرام و بدعت حاضرین و بانی دونوں گناہ میں مساوی ہیں یا اکمل و انقص ہیں۔

الجواب

تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور ایک بدعت مجمع بدعات ہے نہ وہ روضہ مبارک کا نقشہ ہے اور ہو تو ماتم اور سینہ کوبی اور تاشے باجوں کے گشت اور خاک میں دبانا یہ کیا روضہ مبارک کی شان ہے اور پریوں اور براق کی تصویریں بھی شاید روضہ مبارکہ میں ہونگی امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوسات مخترعہ کی نسبت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی توہین ہے کیا توہینِ امام قابلِ تعظیم ہے کعبہ معظمہ میں زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے سیدنا ابراہیم و سیدنا اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں بنائیں اور ہاتھ میں پانسے دے تھے جن پر لعنت فرمائی اور ان تصویروں کو محو فرمادیا یہ تو انبیائے عظام کی طرف نسبت تھی کیا اس سے وہ ملعون پانسے معظم ہوگئے یا تصویریں قابلِ ابقا۔ اور اسے ضروری کہنا تو اور سخت تر افترائے اخبث ہے وہ بھی کس پر شرع مطہر پر،

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[۱]

بے شک جو اللہ تعالٰی کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہ ہونگے۔ (ت)

اور اس کے منکر کو یزید کہنا رفض پلید ہے تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: گناہ اور زیادتی کے

---

[۱] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹

والعدوان [1] — معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو (ت)

طریقۂ مذکورہ ضرور فسق واتباعِ روافض ہے اور تعزیہ کو جائز سمجھنا فسق عقیدہ مگر انکار ضروریات دین نہیں کہ کافر ہو نہ اس سے حنفیت زائل ہو کہ گناہ مزیل حنفیت ہو تو سوا اجلۂ اکابر اولیاء کے کوئی حنفی نہ ہوسکے معتزلہ اصولاً بددین تھے اور فروعاً حنفی، جو قول باطل دوسرے کو کہا جائے اس کا وبال قائل پر آتا ہے بعینہٖ وہی قول پلٹنا مطلق نہیں کسی کو ناحق گدھا کہنے سے قائل گدھا نہ ہوجائے گا، یوہیں کسی مسلمان سُنّی کو یزید کہنے والا یزید نہ ہوجائے گا بلکہ اس میں روافض کا پیرو۔ اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس سے بیعت ممنوع و ناقابل ابقا۔ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا گناہ ہے اور بانی دواعی پر اُن سب کے برابر۔ لاینقص من اوزارھم شیئ [2] (اور ان کے گناہوں میں سے کچھ کمی نہ ہوگی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۴: از جبیب والا ضلع بجنور تحصیل دھامپور مرسلہ منظور احمد صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانے اور ان پر پلیدے چڑھانے اور ایسی مجلسیں کرنا کہ جس میں اہلبیت کی فضیحت اور رسوائی ہو اور نتیجہ یہ ہو کہ ان کو سجدے کئے جائیں اور منتیں اُن سے مانگی جائیں یہ فعل یا اس فعل میں شرکت کرنے والے کیسے ہیں جائز ہیں یا ناجائز؛ حالانکہ مسئلہ اصول کا ہے کہ فعل مستحب جب کسی لوازم کی وجہ سے وہ اپنے درجہ کو چھوڑ کر واجب یا فرضیت میں آجائے تو اُس وقت اُس کا ترک مستحب ہے تو اب بنابر اصول کہ یہ مسائلِ مذکورہ بالا جائز ہیں یا نہیں نقصان ہے؟ مدلل تحریر کیجئے۔

الجواب

تعزیہ ناجائز ہے اور ایسی مجلس جس میں معاذ اللہ توہینِ اہلبیت کرام ہو قطعاً حرام اور اُن میں شرکت ناجائز و حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۵: سلطان الاسلام احمد صاحب اجمیر شریف

تعزیہ بنا کے نکالنا، اس کے ساتھ ڈھول نقارے بجانا، قبر کی صورت بنا کر جنازہ کی طرح نکالنا، اس پر پھول وغیرہ چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

یہ سب باتیں ناجائز ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱

مسئلہ ۲۰۶ از ریاست راجگڈھ بیاورہ ایجنسی بھوپال سنٹرل انڈیا، مسئولہ محمد اسمٰعیل سوار رسالہ باڈی گارڈ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ محرم میں تعزیہ بنانا اور اس سے منتیں مرادیں مانگنی، علم اٹھانے، مہندی چڑھانا، بچّوں کو سبز کپڑے پہنانے اور ان کے گلوں میں ڈوریاں باندھ کر ان کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فقیر بنانا، دس روز تک سوگوار رہنا اور اس کے بعد سوئم اور دسواں چالیسواں کرنا، ایسے مرثیوں کا پڑھنا جس میں اہلبیت کے سر پیٹنے اور بین کرنے خلافِ شرع امور کا ذکر ہے، اور یہ کہ ان مراسم کی ادائیگی کو حُبِّ اہلبیت سمجھنا عام طور سے ہمراہیانِ یزید کو لعین مردود کافر کہنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بُرا کہنا اور اس کو مقتضائے حُبِّ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سمجھنا، حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو جملہ انبیاء سے بھی رتبہ میں بڑھ کر سمجھنا بایں خیال کہ حضرات صوفیہ کرام نے بھی ایسا ہی سمجھا ہے اور ایسا سمجھنے کو عین ایمان کہنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

حضرات امامین رضی اللہ تعالٰی عنہما خواہ کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یا کسی صحابی کو بُرا کہنا رفض ہے۔ ہمراہیانِ یزید یعنی جو ان مظالم ملعونہ میں اس کے ممد و معاون تھے ضرور خبیث و مردود تھے اور کافر و ملعون کہنے میں اختلاف ہے، ہمارے امام کا مذہب سکوت ہے، اور جو کہے وہ بھی موردِ الزام نہیں کہ یہی امام احمد وغیرہ بعض ائمہ اہلسنت کا مذہب ہے، سوم، دسواں، چالیسواں ایصالِ ثواب ہیں اور یہ تخصیصات عرفیہ ہیں اور ایصالِ ثواب مستحب۔ باقی مراسم کہ سوال میں مذکور ہوئے سب ممنوع و ناجائز ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۷ تا ۲۱۹ از سنبھل ضلع مراد آباد محلہ کھگّر سرائے متصل زیارت حبیب اللہ شاہ مسئولہ محمد فاروق حسین صاحب ۱۹ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین جزاہم اللہ تعالٰی خیر الجزاء عن المسلمین ان مسائل میں کہ:

(۱) حضرت قاسم بن حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا نکاح جناب کبرٰی بنت حسین علیہ السلام سے بروزِ عاشورہ بمقامِ کربلا ہُوا تھا یا نہیں اور روایاتِ صحیح سے ثابت ہے یا نہیں نزدیک اہلسنت وجماعت کے؟

(۲) تعزیہ داری کس وقت سے جاری ہے؟

(۳) تعزیہ داری مروجہ، شبِ شہادت کو روشنی وغیرہ کرنا، بروز عاشورہ تعزیہ کو دفن کرنا،

بروز ۱۲ محرم سوم کی فاتحہ دینا یوم عاشورہ کے حساب سے چالیسواں کرنا اہلسنت وجماعت کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایسی مجلسوں میں شریک ہونا جس میں مرثیہ وغیرہ ہوتے ہیں؟

(۵) جو لوگ ڈھول تاشے بجاتے ہوں اُن کو سبیل کا شربت پلانا یا میلہ میں سبیل لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی سبیل موجبِ ثواب ہوگی یا موجبِ عذاب؟

(۶) بعد شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کی زوجہ جناب شہربانو کہاں گئیں؟

(۷) حضرت مسلم کے صاحبزادے کوفہ میں شہید ہوئے یا نہیں؟ تاریخ طبری میں ہے کہ کوفہ میں صاحبزادے ہمراہ نہ تھے۔

(۸) قوالی کا سُننا کن اشخاص کو جائز ہے؟

(۹) تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۰) اگر تعزیہ بنائے تو کس قدر گناہ ہے؟

(۱۱) انگوٹھے چُومنا وقت تلاوت آیہ کریمہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم[1] (محمد صلی اللہ

(۱۲) تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ت) اور اذان میں لفظ اشھد ان محمدًا رسول اللہ پر جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳) بعد شہادت کس قدر سر مبارک دمشق کو روانہ ہوئے تھے اور کس قدر واپس آئے؟ مہندی وغیرہ کا کس وقت سے رواج ہے؟

الجواب

(۱) اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) بہت جدید، ہندوستانیوں کی ایجاد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) فاتحہ ہر وقت جائز ہے اور تعزیہ وغیرہ بدعات ناجائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) پانی یا شربت ہر مسلمان کو پلا سکتے ہیں اور میلہ میں سبیل نہ لگائی جائے، نہ اس وجہ سے کہ سبیل کی مخالفت ہے بلکہ میلہ میں شرکت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴۰

(۶) مدینہ طیبہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۷) یہ نہ مجھے اس وقت یاد، نہ تاریخ دیکھنے کی فرصت، نہ اس سوال کی حاجت۔

(۸) قوالی مع مزامیر سُننا کسی شخص کو جائز نہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم

(۹) ناجائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۱۰) بدعت کا جو گناہ ہے وہ ہے گناہ کی ناپ تول دُنیا میں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۱۱) اذان سنتے وقت جائز بلکہ مستحب ہے اور آیہ کریمہ سنتے وقت جس طرح رائج ہے ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۱۲) حدیث میں فرمایا آدمی کے اسلام کی خُوبی یہ ہے کہ بیکار باتیں چھوڑے۔

(۱۳) مہندی ناجائز ہے اور اس کا آغاز کسی جاہل سفیہ نے کیا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ

اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الھند وبیان شہادۃ

۱۳۲۱ھ

(ہندوستان میں تعزیہ داری اور بیان شہادت کے احکام سے متعلق بلند پایہ فوائد)

مسئلہ ۲۲۰ تا ۲۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان احسن تعزیۃ لقلوب المسلمین فیما ھجم من البدعات علی اعلام الدین ان الحمد للہ رب العٰلمین وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علٰی سیّد الشھداء بالحق یوم القیام وعلٰی اٰلہ وصحبہ الغرر الکرام اٰمین!

دینی شعار پر بدعات کے ہجوم کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں کے لئے بہترین تعزیت، اللہ تعالٰی رب العالمین کی حمد، اور قیامت کے روز حق کی شہادت دینے والوں کے سردار پر بہترین صلٰوۃ اور کامل ترین سلام اور اُن کی آل و اصحاب ممتاز عزت والوں پر۔ آمین!

سوال اول ۲۴ صفر ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ داری کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ پُرنور شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم وجفا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علٰی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہا ہر غیر جاندار کی بنانا، رکھنا، سب جائز، اور ایسی چیزیں کہ معظمانِ دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعاً جائز، جیسے صدہا سال سے طبقۃً فطبقۃً ائمہ دین وعلمائے معتقدین نعلین شریفین حضور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نقشے بناتے اور ان کے فوائد جلیلہ ومنافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں جسے اشتباہ ہو امام علامہ تلمسانی کی فتح المتعال وغیرہ مطالعہ کرے،^ع مگر جہّال بیخرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست ونابود کرکے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعتِ مطہرہ سے الامان الامان کی صدائیں آئیں، اوّل تو نفسِ تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش نئی گھڑت جسے اُس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ بکوچہ ودشت بدشت، اشاعت غم کے لئے اُن کا گشت، اور ان کے گرد سینہ زنی، اور ماتم سازشی کی شور افگنی، کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغولِ طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے، کوئی ان مایہ بدعات کو معاذ اللہ معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علٰی جدہ وعلیہ الصلٰوۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا منتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے، پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل، اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرّہ ہیں۔ غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحلِ عبادت ٹھہرا ہُوا تھا، ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کردیا پھر وبال ابتداع کا وہ جوش ہُوا کہ خیرات کو بھی بطورِ خیرات نہ رکھا، ریاء وتفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے، روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزقِ الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے، پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہو رہی ہے، مگر نام تو ہوگیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں، اب بہار عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہداء رضوان اللہ

ع ہمارا رسالہ شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ دیکھئے صلے اللہ تعالٰی علی الحبیب وآلہ وبارک وسلم ۱۲ منہ۔

تعالٰی علیہم کے جنازے ہیں، کچھ نوچ اتار باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے۔ یہ ہر سال اضاعتِ مال کے جرم و وبال جداگانہ رہے۔ اللہ تعالٰی صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثناء کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے، آمین! اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے، ہاں اگر اہلِ اسلام جائز طور پر حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کی ارواحِ طیبہ کو ایصالِ ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب ومحبوب تھا اور اگر نظرِ شوق و محبت میں نقل روضہ انور کی حاجت تھی تو اسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرک و زیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعتِ غم وتصنع الم ونوحہ زنی وماتم کنی و دیگر امورِ شنیعہ و بدعاتِ قطعیہ سے بچتے اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا مگر اب اس نقل میں بھی اہلِ بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلاء بدعات کا اندیشہ ہے، اور حدیث میں آیا ہے:

اتقوا مواضع التھم[1] (تہمت کے مواقع سے بچو۔ت)

اور وارد ہوا:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم[2]۔ جو شخص اللہ تعالٰی اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز تہمت کے مواقع میں نہ ٹھہرے۔(ت)

لہذا روضہ اقدس حضور سید الشہداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھے جس طرح حرمین محترمین سے کعبہ معظمہ اور روضہ عالیہ کے نقشے آتے ہیں یا دلائل الخیرات شریف میں قبور پُر نور کے نقشے لکھے ہیں والسلام علی من اتبع الھدٰی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

سوال دوم

از امروہہ مرسلہ مولوی سید محمد شاہ صاحب میلاد خواں ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا ارشاد ہے علمائے دین متین کا اس مسئلہ میں کہ مجالس میلاد شریف میں شہادت نامہ کا

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۸۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷
اتحاف السادۃ کتاب عجائب القلب بیان تفصیل مداخل الشیطان الی القلب دار الفکر بیروت ۷/ ۲۸۳
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

33

پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

33
33

الجواب

شہادت نامے نثر یا نظم جو آج کل عوام میں رائج ہیں اکثر روایاتِ باطلہ و بے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں، ایسے بیان کا پڑھنا سُننا وہ شہادت ہو خواہ کچھ، اور مجلس میلاد مبارک میں ہو خواہ کہیں اور، مطلقاً حرام و ناجائز ہے خصوصاً جبکہ وُہ بیان ایسی خرافات کو متضمن ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزل واقع ہو کہ پھر تو اور بھی زیادہ زہر قاتل ہے، ایسے ہی وجوہ پر نظر فرماکر امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی وغیرہ ائمہ کرام نے حکم فرمایا کہ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے۔ علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

قال الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسن والحسین وحکایاتہ[1] الخ

امام غزالی وغیرہ نے فرمایا کہ واعظ کے لیے حرام ہے کہ وہ شہادت حسنین کریمین اور اس کے بے سروپا واقعات لوگوں کو سنائے الخ (ت)

پھر فرمایا:

ماذکرہ من حرمۃ روایۃ قتل الحسین ومابعدہ لاینافی ماذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ وبراءتھم من کل نقص بخلاف مایفعلہ الوعاظ الجھلۃ فانھم یأتون بالاخبار الکاذبۃ والموضوعۃ ونحوھا ولایبیّنون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ[2] الخ۔

امام حسین کی شہادت اور اس کے بعد کے واقعات کی روایات کا حرام ہونا جو بیان کیا گیا وہ اس کے خلاف نہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں ذکر کیا کیونکہ یہ سچا بیان جو صحابہ کرام کی جلالتِ شان اور ہر نقص و کمزوری سے ان کی براءت پر مشتمل ہے اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے بخلاف اس کے جو جاہل واعظین بیان کرتے ہیں، وہ جھوٹی، بناوٹی اور خودساختہ خبریں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان کا محمل نہیں بیان کرتے حالانکہ حق پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے الخ (ت)

---

[1] الصواعق المحرقۃ الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۳

[2] " " " " " ص ۲۲۴

یونہی جبکہ اُس سے مقصود غم پروری وتصنّع و حُزن ہو تو یہ نیت بھی شرعاً نامحمود، شرعِ مطہر نے غم میں صبر وتسلیم اور غم موجود کو حتی المقدور دل سے دُور کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ غم معدوم بتکلف وزور لانا نہ کہ بتصنع وزور بنانا، نہ کہ اسے باعثِ قُرب وثواب ٹھہرانا، یہ سب بدعاتِ شنیعہ روافض ہیں جن سے سُنّی کو احتراز لازم، حاشا ﷲ اس میں کوئی خوبی ہوتی تو حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفاتِ اقدس کی غم پروری سب سے زیادہ اہم وضروری تھی، دیکھو حضور اقدس صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی آلہٖ کا ماہِ ولادت وماہِ وفات وہی ماہِ مبارک ربیع الاول شریف ہے پھر علمائے امت وحامیانِ سنّت نے اسے ماتمِ وفات نہ ٹھہرایا بلکہ موسمِ شادیِ ولادت اقدس بنایا، امام ممدوح کتابِ موصوف میں فرماتے ہیں:

ایاہ ثم ایاہ ان یشغله (ای یوم عاشوراء) ببدع الرافضة و نحوهم من الندب والنیاحة والحزن اذلیس ذٰلك من اخلاق المؤمنین و الا لکان یوم وفاته صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اولٰی بذٰلك واحرٰی[1] الخ۔

بچے اور پرہیز کرے اس بات سے کہ کہیں یومِ عاشورہ میں روافض اور ان جیسے لوگوں کی بدعات میں نہ مشغول ہوجائے جو رونا پیٹنا اور غم کرنا ہوتا ہے کیونکہ یہ امور مومنوں کے اخلاق سے نہیں ورنہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا یومِ وصال ان چیزوں کا زیادہ حق رکھتا ہے اھ (یعنی اگر رونے پیٹنے اور دُکھ غم کے مظاہروں کی گنجائش اور اجازت ہوتی تو سب سے زیادہ یہ چیزیں آپ کے یومِ وصال پر عمل میں آتیں اور دیکھی جاتیں)۔ (ت)

عوام مجلس خواں اگرچہ بالفرض صرف روایات صحیحہ بروجہ صحیح پڑھیں بھی تاہم جو اُن کے حال سے آگاہ ہے خوب جانتا ہے کہ ذکرِ شہادت شریف پڑھنے سے اُن کا مطلب یہی بہ تصنع رونا بہ تکلف رُلانا اور اُس رونے رُلانے سے رنگ جمانا ہے اس کی شناعت میں کیا شُبہہ ہے، ہاں اگر خاص بہ نیت ذکرِ شریف حضرات اہلبیت طہارت صلے اللہ تعالٰی علٰی سیدہم وعلیہم وبارک وسلم اُن کے فضائل جلیلہ ومناقب جمیلہ روایاتِ صحیحہ سے بروجہ صحیح بیان کرتے اور اس کے ضمن میں اُن کے فضل جلیل صبرِ جمیل کے اظہار کو ذکرِ شہادت بھی آجاتا اور غم پروری وماتم انگیزی کے انداز سے کامل احتراز ہوتا تو اس میں حرج نہ تھا مگر ہیہات اُن کے اطوار اُن کی عادات اس نیتِ خیر سے یکسر جُدا ہیں ذکر فضائل شریف مقصود ہوتا تو کیا اُن محبوبانِ خدا کی فضیلت صرف یہی شہادت تھی، بے شمار مناقب عظیم اللہ عزّوجل نے انھیں عطا فرمائے

---

[1] الصواعق المحرقۃ الباب الحادی عشر الفصل الاول مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۳

انھیں چھوڑ کر اسی کو اختیار کرنا اور اُس میں طرح طرح سے بالفاظ رقت خیز و نوحہ نما و معانی حزن انگیز و غم افزا بیان کو وسعتیں دینا انھیں مقاصد فاسدہ کی خبریں دے رہا ہے، غرض عوام کے لئے اُس میں کوئی وجہ سالم نظر آنا سخت دشوار ہے پھر مجلس ملائک مآنس میلاد اقدس تو عظیم شادی و خوشی و عید اکبر کی مجلس ہیں اذکار غم و ماتم اُس کے مناسب نہیں، فقیر اُس میں ذکر وفات والا بھی جیسا کہ بعض عوام میں رائج ہے پسند نہیں کرتا حالانکہ حضور کی حیات بھی ہمارے لئے خیر اور حضور کی وفات بھی ہمارے لئے خیر، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس تحریر کے بعد علامہ محدث سیدی محمد طاہر فتنی قدس سرہ الشریف کی تصریح نظر فقیر سے گزری اُنھوں نے بھی اس رائے فقیر کی موافقت فرمائی والحمد للہ رب العٰلمین، آخر کتاب مستطاب مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

شهر السرور والبهجة مظهر منبع الانوار والرحمة شهر ربيع الاول، فانه شهر امرنا باظهار الحبور فيه كل عام فلا نكدره باسم الوفاة فانه يشبه تجديد الماتم، وقد نصوا على كراهيته كل عام فی سيدنا الحسين مع انه ليس له اصل فی امهات البلاد الاسلامية، وقد تحاشوا عن اسمه فی اعراس الاولياء فكيف فی سيد الاصفياء صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.[1]

یعنی ماہِ مبارک ربیع الاول خوشی و شادمانی کا مہینہ ہے اور سرچشمۂ انوارِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانۂ ظہور ہے ہمیں حکم ہے کہ ہر سال اُس میں خوشی کریں، تو اسے وفات کے نام سے مکدر نہ کریں گے کہ یہ تجدید ماتم کے مشابہ ہے، اور بیشک علماء نے تصریح کی کہ ہر سال جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماتم کیا جاتا ہے شرعاً مکروہ ہے اور خاص اسلامی شہروں میں اس کی کچھ بنیاد نہیں، اولیائے کرام کے عرسوں میں نام ماتم سے احتراز کرتے ہیں تو حضور پُرنور سید الاصفیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں اُسے کیونکر پسند کرسکتے ہیں۔ فالحمد للہ علی ما الھم، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ سوم

از ریاست رامپور محلہ میانگاناں مرسلہ مولوی محمد یحییٰ صاحب محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہادت نامہ پڑھنا کیسا ہے، اور اس میں اور

[1] مجمع بحار الانوار خاتمۃ الکتاب دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۵/ ۳۰۷

تعزیہ داری میں فرقِ احکام کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ذکرِ شہادت شریف جبکہ روایاتِ موضوعہ وکلماتِ ممنوعہ ونیت نامشروعہ سے خالی ہو عین سعادت ہے عند ذکر الصّٰلحین تنزّل الرحمۃ۔[1] صالحین کے ذکر پر اللہ تعالٰی کی رحمت نازل ہوتی ہے (ت)

اس کی تفصیلِ جمیل فتاوٰی فقیر میں ہے اور اس میں اور تعزیہ داری میں فرقِ احکام ایک مقدمہ کی تمہید چاہتا ہے،

فاقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ت) شے کے لئے ایک حقیقت ہوتی ہے اور کچھ امور زوائد کہ لوازم یا عوارض ہوتے ہیں احکامِ شرعیہ شے پر بحسبِ وجود ہوتے ہیں مجرد اعتبارِ عقلی ناصالح وجود مطلع احکامِ شرع نہیں ہوتا کہ فقہ افعالِ مکلفین سے باحث ہے جو فعلیت میں آ نہیں سکتا موضوع سے خارج ہے تغایرِ اعتبار سے تغایرِ احکام وہیں ہوسکتا ہے جہاں وہ اعتباراتِ واقعیہ مفارقہ متعاقبہ ہوں کہ شے کبھی ایک کے ساتھ پائی جائے کبھی دوسرے کے، تو ہر دو انحائے وجود کے اعتبار سے مختلف حکم دیا جاسکتا ہے اور ایسی جگہ مقصود ہے کہ نفس شے کا حکم اُن بعض احکام شے مع بعض الاعتبار سے جُدا ہو مگر زوائد کہ لوازم الوجود ہوں اُن کے حکم سے جُدا کوئی حکم حقیقت کے لئے نہ ہوگا کہ لازم سے انفکاک محال ہے جب لوازم میں یہ حال ہے تو ارکانِ حقیقت کہ سلخ ماہیت میں داخل ہوں اُن سے قطع نظر نا ممکن، پھر ماہیت عرفیہ میں کیفیت تابع عرف ہے اور بعض اجزا سے سلخ ماہیت کا تغیر اعتبار شے نہیں بلکہ تغیر ماہیت عرفیہ ہے مثلاً نماز عرفِ شرع میں مجموع ارکان مخصوصہ بہیأت معلومہ کا نام ہے، اب اگر کوئی ان ارکان سے جُدا بلکہ تبدیل ہیأت ہی کے ساتھ ایک صورت کا نام نماز رکھے جو قعود سے شروع اور قیام پر ختم ہو اور اس میں رکوع پر سجود مقدم، تو یہ حقیقتِ نماز ہی تبدیل ہوگی نہ کہ حقیقتِ حاصل اور اعتبار متبدل، جب یہ مقدمہ ممہد ہولیا فرقِ احکام ظاہر ہوگیا شہادت نامہ پڑھنے کی حقیقتِ عرفیہ صرف اس قدر کہ ذکرِ شہادت شریف حضرات ریحانین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسلمانوں کے آگے پڑھا جائے، معاذ اللہ روایات کا موضوع و باطل یا ذکر کا تنقیصِ شانِ صحابہ پر مشتمل ہونا ہرگز نہ داخلِ حقیقت ہے نہ لازمِ وجود، ولہذا جو لوگ روایاتِ صحیحہ معتبرہ نظیفہ مطہرہ

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الباب الثانی دار الفکر بیروت ۶/ ۳۵۰

مثل سرالشہادتین وغیرہ پڑھتے ہیں اُسے بھی قطعاً شہادت ہی پڑھنا اور مجلس کو مجلس شہادت ہی کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ امور نامشروعہ کہ عارض ہو گئے ہنوز عوارض ہی سمجھے جاتے ہیں اور عوارض قبیحہ سے نفس شئی مباح یا حسن قبیح نہیں ہوجاتی بلکہ وہ اپنی حدذات میں اپنے حکم اصلی پر رہتی اور نہی عوارض قبیحہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے جیسے ریشمی کپڑے پہن کر نماز پڑھنا کہ نفس ذات نماز کو معاذ اللہ قبیح نہ کہیں گے بلکہ ان عوارض و زوائد کو تو شہادت ناموں میں ان عوارض کا لحوق بعینہٖ ایسا ہے جیسے آج کل بعض جہالِ ہندوستان نے مجلس میلاد مبارک میں روایاتِ موضوعہ وقصص بے سروپا بلکہ کلمات توہینِ ملائکہ وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء پڑھنا اختیار کیا ہے، اس سے حقیقت مبدل نہ ہوئی، نہ عوارض نے دائرہ عروض سے آگے قدم رکھا جو مجالس طیبہ طاہر ہوتی ہیں انھیں بھی قطعاً مجالس میلاد مبارک ہی کہا جاتا ہے اور ہرگز کسی کو یہ گمان نہیں ہوتا کہ یہ کوئی دوسری شئی ہے جو اُن مجالس سے حقیقت جُداگانہ رکھتی ہے بخلاف تعزیہ داری کہ اُس کا آغاز اگرچہ یوں ہی سُنا گیا ہے کہ سلطان تیمور نے ازانجا کہ ہرسال حاضری روضۂ مقدسہ حضور سید الشہداء شہزادہ گلگوں قبا علیٰ جدہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والثناء کو مخل امور سلطنت دیکھا تو بنظر شوق و تبرک تمثال روضۂ مبارک بنوائی اور اس قدر میں کوئی حرج شرعی نہ تھا مگر یہ امر حقیقتِ متعارفہ سے وجوداً و عدماً بالکل بے علاقہ ہے اگر کوئی شخص روضۂ انور مدینہ منورہ وکعبہ معظمہ کے نقشوں کی طرح کاغذ پر تمثال روضۂ حضرت سید الشہداء آئینہ میں لگاکر رکھے ہرگز نہ اُسے تعزیہ کہیں گے نہ اُس شخص کو تعزیہ دار، حالانکہ اُتنا امر قطعاً موجود ہے اور یہ ہر سال نئی نئی تراش و خراش کی کھپچی پنیاں، کسی میں براق، کسی میں پریاں، جو گلی کوچے گشت کرائی جاتی ہیں ہرگز تمثال روضۂ مبارک حضرت سید الشہداء نہیں کہ تمثال ہوتی تو ایک طرح کی نہ کہ صدہا مختلف انھیں ضرور تعزیہ اور ان کے مرتکب کو تعزیہ دار کہا جاتا ہے تو بداہۃً ظاہر کہ حقیقت تعزیہ داری انھیں امورِ نامشروعہ کا نام ٹھہرا ہے نہ کہ نفس حقیقت عرفیہ وہی امر جائز ہو اور یہ نامشروعات امور زوائد و عوارض مفارقہ سمجھے جاتے ہوں، ولہذا فقیر نے اپنے فتاوے میں قدر مباح کو ذکر کرکے کہا کہ جہال بیخرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کرکے الخ، اور آخر میں کہا اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز وحرام ہے۔ یہ اُسی فرق جلیل ونفیس کی طرف اشارہ تھا جو اس مقدمہ ممہدہ میں گزرا۔

بالجملہ شہادت نامے کی حقیقت ہنوز وہی امرِ مباح ومحمود ہے اور شنائع زوائد وعوارض اگر اُن سے خالی اور نسبت نامحمود سے پاک ہو ضرور مباح ہے اور تعزیہ داری کی حقیقت ہی یہ امورِ ناجائزہ

ہیں اُس قدر جائز ہے" سے کوئی تعلق نہ رہا، نہ اس کے وجود سے موجود ہوتی ہے نہ اس کے عدم سے معدوم، تو یہ فی نفسہٖ ناجائز و حرام ہے۔ اس کی نظیر اممِ سابقہ میں آغازِ اصنام ہے، وَدّ و سواع و یغوث و یعوق و نسر صالحین تھے ان کے انتقال پر اُن کی یاد کے لئے اُن کی صورتیں تراشیں، بعد مرورِ زمان پچھلی نسلوں نے اُنھیں کو معبود سمجھ لیا تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان بُتوں کی حالت اپنی انھیں ابتدائی حقیقت پر باقی تھی یہ شنائع زوائد عوارض خارجہ تھے، و لہٰذا شرائع الٰہیہ مطلقاً ان کے رَدّ و انکار پر نازل ہُوئیں، بخاری وغیرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

كانوا اسماء رجال صالحين من قوم نوح فلما هلكوا اوحى الشيطٰن الى قومهم ان انصبوا الى مجالسهم التى كانوا يجلسون انصابا وسموها باسمائهم ففعلوا فلم تعبد حتى اذا هلك اولئك ونسخ العلم عبدت۔[1]

وَد، سواع وغیرہ قومِ نوح علیہ السلام کے نیک لوگوں کے نام تھے جب وہ وفات پاگئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان کی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے مجسّمے بنا کر کھڑے کردو اور ان کے اسماء کا ذکر کرو (یعنی انھیں یاد کرو) چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا مگر وہ ان کی عبادت میں مشغول نہیں ہوئے تا آنکہ وہ لوگ دنیا سے رخصت ہوگئے اور علم مٹ گیا اور پچھلے لوگ یعنی بعد میں آنے والی نسل حقیقت سے نا آشنا ہوتے ہوئے ان کی پوجا کرنے لگی۔ (ت)

فاکہی عبداللہ بن عبید بن عمیر سے راوی:

قال اول ما حدثت الاصنام على عهد نوح وكانت الابناء تبر الآباء فمات رجل منهم فجزع عليه ابنه فجعل لايصبر عنه فاتخذ مثالا على صورته فكلما اشتاق اليه نظره ثم مات ففعل به كما فعل ثم تتابعوا

عبداللہ ابن عبید نے کہا سب سے پہلے بت پرستی کا ظہور زمانۂ نوح میں ہوا اور بیٹے اپنے آباء سے حُسنِ سلوک کیا کرتے تھے، پھر ان میں سے کوئی شخص مرجاتا تو اس کا بیٹا اس کے لئے بیقرار اور بے چین ہوجاتا اور صبر نہ کرسکتا اور اپنی تسکین کے لئے اس کی مُورتی بنالیتا اور جب اصل کو دیکھنے کا شوق ہوتا تو اس شبیہہ کو دیکھ کر

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورہ نوح ۷۱ باب ودًّا ولاسواعًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۲

علیٰ ذٰلک فمات الاٰباء فقال الابناء ما اتخذ اٰباؤنا ھٰذہ الا انھا اٰلھتھم فعبدوھا۔[1]

دل کو تسلی دے لیتا اور جب وہ مرجاتا تو اس کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا، عرصہ دراز تک لگاتار اور مسلسل یہ کام ہوتا رہا، اور جب پہلے باپ دادا مرگئے تو آنے والی اولاد کہنے لگی کہ یہ تو ہمارے پہلے باپ دادوں کے معبود تھے پھر یہ ان کی عبادت کرنے لگے (پس اس طرح بت پرستی کا آغاز ہوا)۔ (ت)

یہ فرق نفیس خوب یاد رکھنے کا ہے کہ اسی سے غفلت کرکے وہابیہ اصل حقیقت پر حکم عوارض لگاتے اور تعزیہ دار تبدیل حقیقت کو اختلافِ عوارض ٹھہراتے اور دونوں سخت خطائے فاحش میں پڑجاتے ہیں وباللہ العصمۃ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم (اور اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے بچاؤ ممکن ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بڑا عالم ہے۔ ت)

سوال چہارم

ازدھام پور ضلع بجنور مرسلہ حافظ سید بنیاد علی صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یوم عشرہ میں سبیل لگانا اور کھانا کھلانے اور لنگر لٹانے کے بارے میں دیوبند کے علماء ممانعت کرتے ہیں ونیز کتبِ شہادت کو بھی، جو امر صحیح ہو عند الشرع ارقام فرمائیے، اور مجلسِ محرم میں ذکرِ شہادت اور مرثیہ سننا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

پانی یا شربت کی سبیل لگانا جبکہ بہ نیت محمود اور خالصًا لوجہ اللہ ثواب رسانی ارواحِ طیبہ ائمہ اطہار مقصود ہو بلاشبہہ بہتر و مستحب و کارِ ثواب ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کثرت ذنوبک فاسق الماء علی الماء تتناثر کما یتناثر الورق من الشجر

جب تیرے گناہ زیادہ ہوجائیں تو پانی پر پانی پلا گناہ جھڑ جائیں گے جیسے آندھی میں پیڑ کے

---

[1] فتح الباری بحوالہ الفاکہی عن عبید اللہ بن عبید سورۃ نوح مصطفی البابی مصر ۱۰/ ۲۹۵
الدر المنثور " " " " " " منشورات مکتبہ آیۃ اللہ قم ایران ۶/ ۲۶۹

فی الریح العاصف۔ رواہ الخطیب[1] عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پتے۔ (اس کو خطیب نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا۔ ت)

اسی طرح کھانا کھلانا لنگر بانٹنا بھی مندوب و باعثِ اجر ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ عزوجل یباھی ملٰئکتہ بالذین یطعمون الطعام من عبیدہ۔ رواہ ابوالشیخ فی الثواب[2] عن الحسن مرسلا۔

اللہ تعالٰی اپنے اُن بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسا اچھا کام کررہے ہیں (اس کو ابوالشیخ نے ثواب میں حسن سے مرسلاً روایت کیا۔ ت)

مگر لنگر لٹانا جسے کہتے ہیں کہ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر روٹیاں پھینکتے ہیں، کچھ ہاتھوں میں جاتی ہیں کچھ زمین پر گرتی ہیں، کچھ پاؤں کے نیچے ہیں، یہ منع ہے کہ اس میں رزقِ الٰہی کی بے تعظیمی ہے بہت علماء نے تو روپوں پیسوں کا لٹانا جس طرح دُلھن دُولھا کی نچھاور میں معمول ہے منع فرمایا کہ روپے پیسے کو اللہ عزوجل نے خلق کی حاجت روائی کے لئے بنایا ہے تو اُسے پھینکنا نہ چاہئے، روٹی کا پھینکنا تو سخت بیہودہ ہے، بزازیہ کتاب الکراہیۃ، النوع الرابع فی الھدیۃ والمیراث میں ہے:

ھل یباح نثر الدراھم قیل لا وقیل لاباس بہ وعلی ھذا الدنانیر و الفلوس وقد یستدل من کرہ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الدراھم والدنانیر خاتمان من خواتیم اللہ تعالٰی فمن ذھب بخاتم من خواتیم اللہ تعالٰی قضیت حاجتہ[3]۔

کیا دراہم لٹانا مباح ہے، بعض نے کہا مباح نہیں اور بعض نے کہا کوئی حرج نہیں ہے، اسی حکم میں دنانیر اور پیسے ہیں، ناپسند کہنے والوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کہ "دراھم و دنانیر اللہ تعالٰی کی مُہروں سے مُہریں ہیں تو جس نے کوئی مُہر پائی اس نے اللہ تعالٰی کی مُہر سے حاجت پائی" سے استدلال کیا۔ (ت)

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ ۳۴۶۴ اسحٰق بن محمد دارالکتاب العربی بیروت ۶/ ۴۰۳ و ۴۰۴

[2] الترغیب والترھیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب الترغیب فی اطعام الطعام حدیث ۲۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۸

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ النوع الرابع فی الھدیۃ والمیراث نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۶۴

کتبِ شہادت جو آج کل رائج ہیں اکثر حکایاتِ موضوعہ و روایاتِ باطلہ پر مشتمل ہیں، یوں ہی مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا سُننا سب گناہ و حرام ہے۔ حدیث میں ہے :

نھٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عن المراثی۔ رواہ ابوداؤد والحاکم[1] عن عبداللّٰہ بن ابی اوفٰی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا (اسے ابوداؤد اور حاکم نے عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ایسے ہی ذکرِ شہادت کو امام حجۃ الاسلام وغیرہ علمائے کرام منع فرماتے ہیں کما ذکرہ امام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ (جیسا کہ امام ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اسے روایت کیا ہے۔ ت) ہاں اگر صحیح روایات بیان کی جائیں اور کوئی کلمہ کسی نبی یا ملک یا اہلبیت یا صحابی کی توہینِ شان کا مبالغہ مدح وغیرہ میں مذکور نہ ہو نہ وہاں بین یا نوحہ یا سینہ کوبی یا گریبان دری یا ماتم یا تصنّع یا تجدیدِ غم وغیرہ ممنوعاتِ شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف فضائل و مناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بلاشبہہ موجبِ ثواب و نزولِ رحمت ہے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ (صالحین کے ذکر پر رحمتِ الٰہیہ نازل ہوتی ہے۔ ت) ولہذا امام ابن حجر مکی بعد بیان مذکور کے فرماتے ہیں :

ماذکر من حرمۃ روایۃ قتل الحسین وما بعدہ لاینافی ما ذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ وبراءتھم من کل نقص، بخلاف ما یفعلہ الوعاظ الجھلۃ[2] فانھم یأتون بالاخبار الکاذبۃ الموضوعۃ ونحوھا ولا یبینون

شہادت حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بیان کی حُرمت اور اس کے بعد جو کچھ ذکر کیا وہ میری اس کتاب میں ذکر کردہ روایات کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ صحابہ کرام کی جلالت اور ہر نقص سے ان کی براءت پر مشتمل حق کا بیان ہے۔ بخلاف جاہل واعظین کے کہ وہ جھوٹ اور موضوع قسم کی خبریں سناتے ہیں اور صحیح محل اور قابلِ اعتقاد

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵
المستدرک للحاکم کتاب الجنائز البکاء علی المیت دارالفکر بیروت ۱/۳۸۳
[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الباب الثانی " ۶/۳۵۰

المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

کو بیان نہیں کرتے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

سوال پنجم

از مفتی گنج ضلع پٹنہ ڈاک خانہ ایکنگرسرائے مرسلہ محمد نواب صاحب قادری و دیگر سکّانِ مفتی گنج ۲۷ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ

یہاں عشرۂ محرم میں مجلس مرثیہ خوانی کی ہوتی ہے، اور مرثیے صوفیہ کرام کے پڑھے جاتے ہیں اور سینہ کوبی و بیَن نہیں ہوتا اور میرِ مجلس سُنّی المذہب ہے، ایسی مجلس میں شرکت یا اس میں مرثیہ خوانی کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو مجلس ذکر شریف حضرت سیّدنا امام حسین و اہلبیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ہو جس میں روایاتِ صحیحۂ معتبرہ سے اُن کے فضائل و مناقب و مدارج بیان کئے جائیں اور ماتم و تجدیدِ غم وغیرہ امور مخالفۂ شرع سے یکسر پاک ہو فی نفسہٖ حسن و محمود ہے خواہ اس میں نثر پڑھیں یا نظم، اگرچہ وہ نظم بوجہ ایک مسدّس ہونے کے جس میں ذکر حضرت سیّد الشہدا ہے عرفِ حال میں بنام مرثیہ موسوم ہو کہ اب یہ وُہ مرثیہ نہیں جس کی نسبت ہے:

نھٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المراثی۔[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰے اعلم (ت)

سوال ششم

از نواب گنج ۲۰ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِن صورتوں میں:

---

[1] الصواعق المحرقۃ الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اھل السنۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۴

[2] المستدرک للحاکم کتاب الجنائز البکاء علی المیت دار الفکر بیروت ۱/۳۸۳

سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

(۱) ایک شخص کہتا ہے کہ میں تعزیہ کا چڑھا ہُوا نہیں کھاتا ہوں حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نیاز کا کھاتا ہُوں۔

(۲) ایک شخص کہتا ہے تعزیہ پر کیا منحصر ہے چڑھونا کوئی ہو میں نہیں کھاتا ہوں نیاز کھاتا ہوں۔

(۳) ایک شخص کہتا ہے کہ عشرۂ محرم الحرام میں جو کچھ کھانے پینے وغیرہ میں ہوتا ہے دسّں روز تک تعزیہ کا چڑھا ہوتا ہے۔

(۴) ایک شخص کہتا ہے تعزیہ بُت ہے بہ سبب لگانے صورت کے۔

(۵) ایک شخص کہتا ہے کہ یہ صورت وہ ہے جو بُراق اور حُورِ جنّت میں ہیں۔

(۶) ایک شخص کہتا ہے کہ تعزیہ اور مسجد میں کچھ فرق نہیں بلکہ کہتا ہے کہ مسجد میں کیا ہے وہ اینٹ گارا ہی تو ہے جو وہاں سجدے کرتے ہو اور تعزیہ میں ابرق کا کاغذ وغیرہ ہیں۔

(۷) ایک شخص نے کہا کہ بھائی یہ باتیں شرع کی ہیں لکھ کر شرع کے سپرد کرو، آپس میں جھگڑا مت کرو۔

(۸) ایک شخص کہتا ہے کہ تم شرع نہیں سمجھتے۔

(۹) ایک شخص نے کہا کہ جس حالت میں تم شرع کو نہیں سمجھتے ہو تو میں تعزیہ کے چڑھونے کو حرام سمجھتا ہوں۔

الجواب

(۱) پہلا شخص اچھی بات کہتا ہے واقعی حضرت امام کے نام کی نیاز کھانی چاہئے اور تعزیہ کا چڑھا ہوا کھانا نہ چاہئے۔ اگر اُس کے قول کا یہ مطلب ہے کہ وُہ تعزیہ کا چڑھا ہوا اس نیت سے نہیں کھاتا کہ وُہ تعزیہ کا چڑھا ہُوا ہے بلکہ اس نیت سے کھاتا ہے کہ وہ امام کی نیاز ہے تو یہ قول غلط اور بیہودہ ہے، تعزیہ پر چڑھانے سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز نہیں ہو جاتی، اور اگر نیاز دے کر چڑھائیں یا چڑھا کر نیاز دلائیں تو اس کے کھانے سے احتراز چاہئے اور وہ نیت کا تفرقہ اس کے مفسدہ کو دفع نہ کرے گا، مفسدہ اس میں ہے کہ اس کے کھانے سے جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز کی وقعت بڑھانی یا کم از کم اپنے آپ کو اس کے اعتقاد سے متہم کرنا ہے، اور دونوں باتیں شنیع و مذموم ہیں لہذا اس کے کھانے پینے سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دوسرے شخص کی بات میں ذرا زیادتی ہے اولیاء کرام کے مزارات پر جو شیرینی کھانا بہ نیت تصدق لے جاتے ہیں اُسے بھی بعض لوگ چڑھونا کہتے ہیں اس کے کھانے میں فقیر کو اصلاً حرج نہیں۔

(۳) تیسرے شخص نے نیاز اور تعزیہ کے چڑھاوے میں فرق نہ کیا یہ غلط ہے چڑھونا وہی ہے جو تعزیہ پر یا اس کے پاس لے جا کر سب کے سامنے نذرِ تعزیہ کی نیت سے رکھا جائے باقی سب کھانے

شربت وغیرہ کہ عشرۂ محرم میں بہ نیت ایصالِ ثواب ہوں وہ چڑھاوا نہیں ہو سکتے۔

(۴) مجسّم تصویر کو بُت کہتے ہیں اس معنی پر وہ تصویریں کہ تعزیہ میں لگائی جاتی ہیں اور مجازاً کل کو بھی کہہ سکتے ہیں اور اگر بُت سے مراد معبود مطلق ہو تو یہ سخت زیادتی ہے انصاف یہ کوئی جاہل سا جاہل بھی تعزیہ کو معبود نہیں جانتا۔

(۵) اس شخص کا یہ محض افترا ہے کہاں حُور و براق اور کہاں یہ کاغذ پنّی کی مُورتیں جس سے کہیں زیادہ خوبصورت کسگروں کے یہاں روز بنتی ہیں، اور اگر ہو بھی تو حُور و براق کی تصویریں بنانی کب حلال ہیں۔

(۶) یہ شخص صریح گمراہ و بدعقل و بدزبان ہے، مسجد کو کوئی سجدہ نہیں کرتا نہ اس کی حقیقت اینٹ گارا ہے بلکہ وُہ زمین کہ نماز و عبادتِ الٰہی بجالانے کے لئے تمام حقوق عباد سے جُدا کرکے اللہ عزوجل کے حکم سے اس کی طرف تقرب کے واسطے خاص ملک الٰہی پر چھوڑی گئی اب وہ شعائر اللہ سے ہوگئی اور شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہے، قال اللہ تعالٰی :

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[1] — اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے (ت)

اس مجموعۂ بدعات کو اس سے کیا نسبت، مگر جہلِ مرکب سخت مرض ہے، والعیاذ باللہ۔

(۷) اس شخص نے اچھا کیا مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ جو بات نہ جانے خود اس پر کوئی حکم نہ لگائے بلکہ اہلِ شرع سے دریافت کرے، قال اللہ تعالٰی :

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[2] — اے لوگو! علم والوں سے پُوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔ (ت)

(۸) اس کے قول کا اگر یہی مطلب ہے کہ تم لوگ بے علم ہو آپس میں بحث نہ کرو اہلِ شرع سے پوچھو تو اچھا کیا، اور اگر یہ مراد ہے کہ تعزیہ شرعاً اچھی چیز ہے تم شرع نہیں سمجھتے تو یہ بہت بُرا کہا اور شرع پر افترا کیا اور اگر یہ مقصود ہو کہ شرع سے تو مذمت صاف ظاہر ہے مگر تم لوگ نہیں سمجھتے تو یہ بھی اچھا کیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[2] " ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

(۹) اس کا قول حد سے گزرا ہوا ہے تعزیہ کا چڑھاوا کھانا اُن وجوہ سے جو ہم نے ذکر کیں مکروہ و ناپسند ضرور ہے مگر حرام کہنا غلط ہے، فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

"اس بکری کو جو ہندو نے اپنے بُت کے نام پر مسلمان سے ذبح کرایا اور مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی تکبیر کہہ کر ذبح کردی تصریح فرمائی کہ حلال ہے ویکرہ للمسلم مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔"[1]

جب وہاں صرف کراہت کا حکم ہے تو یہاں تحریم کیونکر۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال ہفتم

از اترولی ضلع علی گڑھ محلہ مُغلاں مرسلہ اکرام عظیم صاحب ۱۸ رجمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

مجلس مرثیہ خوانی اہل شیعہ میں اہلسنت وجماعت کو شریک و شامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حرام ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کثر سواد قوم فھو منھم[2] جس نے کسی قوم کا مجمع کثیر بنایا وہ ان میں کا ہے۔ (ت)

وُہ بدزبان ناپاک لوگ اکثر تبرا بک جاتے ہیں اس طرح کہ جاہل سُننے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی اور متواتر سُنا گیا ہے کہ سُنّیوں کو جو شربت دیتے ہیں اس میں نجاست ملاتے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اپنے یہاں کے ناپاک قلتین کا پانی ملاتے ہیں اور کچھ نہ ہو تو وہ روایاتِ موضوعہ و کلماتِ شنیعہ و ماتم حرام سے خالی نہیں ہوتی اور یہ دیکھیں سُنیں گے، اور منع نہ کرسکیں گے ایسی جگہ جانا حرام ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[3] تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۸۶

[2] المقاصد الحسنۃ حدیث ۱۱۷۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۲۶

[3] القرآن الکریم ۶/۶۸

سوال، ہشتم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا اور اس پر نذر نیاز کرنا عرائض بامید حاجت براری لٹکانا اور بہ نیت بدعتِ حسنہ اس کو داخلِ حسنات جاننا اور موافق شریعت ان امور کو اور جو کچھ اس سے پیدا اور یا متعلق ہوں کتنا گناہ ہے، اور زید اگر ان باتوں کو جو فی زماننا متعلق تعزیہ داری والم داری کے ہیں موافق مذہب اہلسنت کے تصور کرے تو وہ کس قسم کے مرتکب ہوا اور اس پر شرع کی تعزیر کیا لازم آتی ہے اور ان امور کے ارتکاب سے وہ شرک خفی یا جلی میں مبتلا ہے یا نہیں، اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں، درصورتیکہ وہ امور متذکرہ بالا کو داخل عقیدت اہلسنت وجماعت بنظرِ ثواب عمل میں لاتا ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

افعالِ مذکورہ جس طرح عوامِ زمانہ میں رائج ہیں بدعت سیئہ وممنوع وناجائز ہیں انھیں داخل ثواب جاننا اور موافقِ شریعت مذہب اہلسنت ماننا اس سے سخت تر وخطائے عقیدہ وجہلِ اشد ہے شرعی تعزیر حاکم شرع سلطان کی رائے پر مفوض ہے باایں ہمہ وہ شرک وکفر ہرگز نہیں، نہ اس بناء پر عورت نکاح سے باہر ہو، عرائض بامید حاجت براری لٹکانا محض بہ نیت توسل ہے جو اس کا جہل ہے کہ امورِ ممنوعہ لائق توسل نہیں ہوتے باقی حاجت روا بالذات کوئی کلمہ گو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی نہیں جانتا کہ معاذ اللہ تعالٰی شرک ہو، یہ وہابیہ کا جہل وضلال ہے، واللہ تعالٰی اعلم فقط

رسالہ

اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الھند وبیان شہادۃ

ختم ہوا

تشبّہ بالغیر

شعارِ کفّار وغیرہ

مسئلہ ۲۲۸: از پیلی بھیت محلہ محمد واصل مرسلہ مولوی محمد وصی احمد صاحب سُورتی ۲۴ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ دھوتی لباس ہند ہے یا کہ خاص ہنود کا لباس ہے، ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ دھوتی لباسِ ہنود ہے اور بموجب من تشبّہ بقوم فھو منھم[1] (جو کوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ ت) کے جو مسلمان دھوتی پہنے وُہ ہندو ہے اور نماز روزہ وغیرہ کوئی عمل صالح اس کا مقبول نہیں مسلمانوں کو دھوتی پہننے والے کے ساتھ مناکحت ونشست برخاست کھانا پینا کھلانا پلانا صاحب سلامت سب منع ہے بلکہ دھوتی پہننے والا اسلام علیک کرے تو اس کے سلام کا جواب بھی نہ دے، پس دھوتی پہننے والے کے ساتھ وہی برتاؤ چاہیے جیسا کہ عالم صاحب کہتے ہیں یا کہ مسلمانوں کا سا، اس بارہ میں جو حکمِ شریعت ہو ارشاد فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

الجواب

اقول وباللّٰہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں۔ ت) اس جنس مسائل میں حق تحقیق وتحقیق حق یہ ہے کہ تشبہ دو وجہ پر ہے: التزامی ولزومی۔ التزامی یہ کہ یہ شخص کسی قوم کے طرز ووضع خاص اسی قصد سے اختیار کرے کہ ان کی سی صورت بنائے ان سے مشابہت حاصل کرے حقیقۃً تشبہ اسی کا نام ہے فان معنی القصد والتکلّف ملحوظ فیہ کما لایخفی (اس لئے کہ قصد اور تکلف کے مفہوم کا اس میں لحاظ رکھا گیا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔ اور لزومی یہ کہ اس کا قصد تو مشابہت کا نہیں مگر وہ وضع اس قوم کا شعار خاص ہو رہی ہے کہ خواہی نخواہی مشابہت پیدا ہوگی، التزامی میں قصد کی تین صورتیں ہیں:

اوّل یہ کہ اس قوم کو محبوب ومرضی جان کر ان سے مشابہت پسند کرے یہ بات اگر مبتدع کے ساتھ ہو بدعت اور کفار کے ساتھ معاذ اللہ کفر، حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم[1] (جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ ت) حقیقۃً صرف اسی صورت سے خاص ہے۔ غمز العیون والبصائر میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترك الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترك المضاجعۃ عندھم حال الحیض حسن فھو کافر[2]

ہمارے مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کوئی کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھے تو وہ بلاشبہہ کافر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ انھوں نے فرمایا کہ جو کوئی کھانا کھاتے وقت باتیں نہ کرنے کو اور حالتِ حیض میں عورت کے پاس نہ لیٹنے کو مجوسیوں اور آتش پرستوں کی اچھی عادت کہے تو وہ کافر ہے۔ (ت)

دوم کسی غرض مقبول کی ضرورت سے اسے اختیار کرے وہاں اس وضع کی شناعت اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ ہوگا اگر ضرورت غالب ہو تو بقدر ضرورت کا وقت ضرورت یہ تشبیہ کفر کیا معنی ممنوع بھی نہ ہوگا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی کہ بعض فتوحات میں منقول رومیوں کے لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس ذریعہ سے کفار اشرار کی بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا اسی طرح سلطان مرحوم صلاح الدین یوسف انار اللہ تعالٰی برہانہ کے زمانے میں جبکہ تمام کفار یورپ

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

نے سخت شورش مچائی تھی دو عالموں نے پادریوں کی وضع بناکر دورہ کیا اور اُس آتشِ تعصب کو بجھا دیا۔

خلاصہ میں ہے:

لو شد الزنار علی وسطه ودخل دار الحرب لتخلیص الاساری لایکفر ولو دخل لاجل التجارة یکفر ذکره القاضی الامام ابوجعفر الاستروشنی[1]

اگر کوئی شخص اپنی کمر میں زُنّار باندھے اور قیدیوں کو چھڑانے کے لئے دارِ حرب میں داخل ہو تو کافر نہیں ہوگا اور اگر اس مدت میں تجارت کرنے کے لئے جائے تو کافر ہوجائے گا۔ امام ابوجعفر استروشنی نے اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

ملتقط میں ہے:

اذا شد الزنار او اخذ الغل اولبس قلنسوة المجوس جادا او هازلا یکفر الا اذا فعل خدیعة فی الحرب[2]

جب کسی شخص نے زُنّار باندھا یا طوق لیا یا آتش پرستوں کی ٹوپی پہنی خواہ سنجیدگی کے ساتھ یا ہنسی مذاق کے طور پر تو کافر ہوگیا، مگر جنگ میں (دشمن کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے) بطورِ تدبیر ایسا کرے تو کافر نہ ہوگا۔ (ت)

منح الروض میں ہے:

ان شد المسلم الزنار ودخل دار الحرب للتجارة کفر ای لانه تلبس بلباس کفر من غیر ضرورة شدیدة ولا فائدة مترتبة بخلاف من لبسها لتخلیص الاساری علی ماتقدم[3]

اگر مسلمان زُنّار باندھ کر دار الکفر میں کاروبار کیلئے جائے تو کافر ہوجائے گا اس لئے کہ اس نے بغیر کسی شدید مجبوری کے اور بغیر کسی ترتب فائدہ کے لباسِ کفر پہنا (جو اس کے لئے روا نہ تھا) بخلاف اس شخص کے جس نے قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے لباسِ کفر (برائے حیلہ) استعمال کیا، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الفصل الثانی فی المجلس السادس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۷

[2] منح الروض الازہر بحوالہ الملتقط فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[3] منح الروض الازہر علی الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

سوم نہ تو انھیں اچھا جانتا ہے نہ کوئی ضرورت شرعیہ اس پر حامل ہے بلکہ کسی نفع دنیوی کے لئے یا یوہیں بطور ہزل واستہزاء اس کا مرتکب ہوا تو حرام وممنوع ہونے میں شک نہیں اور اگر وہ وضع اُن کفار کا مذہبی دینی شعار ہے جیسے زنار، قشقہ، چُٹیا، چلیپا، تو علماء نے اس صورت میں بھی حکمِ کفر دیا کما سمعت اٰنفا (جیسا کہ تم نے ابھی سُنا۔ت) اور فی الواقع صورت استہزاء میں حکم کفر ظاہر ہے کمالا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اور لزومی میں بھی حکمِ ممانعت ہے جبکہ اکراہ وغیرہ مجبوریاں نہ ہوں جیسے انگریزی منڈا، انگریزی ٹوپی، جاکٹ، پتلون، اُلٹا پردہ، اگرچہ یہ چیزیں کفار کی مذہبی نہیں مگر آخر شعار ہیں تو اُن سے بچنا واجب اور ارتکاب گناہ۔ ولہذا علماء نے فساق کی وضع کے کپڑے موزے سے ممانعت فرمائی۔ فتاوٰی خانیہ میں ہے:

الاسکاف او الخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شیئ من زی الفساق ویعطی لہ فی ذٰلک کثیر اجر لایستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ۔[1]

موچی یا درزی فساق وفجار کی وضع کے مطابق معمول سے زیادہ اُجرت پر لباس تیار کرے تو اس کے لئے یہ کام مستحب نہیں اس لئے کہ یہ گناہ پر امداد واعانت ہے۔(ت)

مگر اس کے تحقق کو اُس زمان ومکان میں اُن کا شعار خاص ہونا قطعاً ضرور جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں اور اُن میں اور اُن کے غیر میں مشترک نہ ہو ورنہ لزوم کا کیا محل، ہاں وہ بات فی نفسہٖ شرعاً مذموم ہُوئی تو اس وجہ سے ممنوع یا مکروہ رہے گی نہ کہ تشبّہ کی راہ سے، امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں دربارۂ طیلسان کہ پوششِ یہود تھی فرماتے ہیں:

اما ما ذکرہ ابن القیم من قصۃ الیہود فقال الحافظ ابن حجر انما یصح الاستدلال بہ فی الوقت الذی تکون الطیالسۃ من شعارھم وقد ارتفع ذٰلک فی ھذہ الازمنۃ فصار داخلا فی عموم المباح وقد ذکرہ ابن عبد السلام رحمہ اللہ تعالٰی فی امثلۃ

رہا یہ کہ جو کچھ حافظ ابن قیم نے یہودیوں کا واقعہ بیان کیا ہے تو اس بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ استدلال اس وقت درست تھا جبکہ مذکورہ چادر اُن کا (مذہبی) شعار ہُوا کرتی تھی لیکن اِس دَور میں یہ چیز ختم ہورہی ہے لہذا اب یہ عمومِ مباح میں داخل ہے، چنانچہ علامہ ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بدعتِ مباح کی مثالوں

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

البدعة المباحة[1]۔ میں ذکر فرمایا ہے۔ (ت)

امام اجل فقیہ النفس فخر الملۃ والدین قاضی خاں پھر امام محمد محمد محمد ابن الحاج حلبی حلیہ شرح منیہ فصل مکروہات الصلوٰۃ پھر علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ محمد بن علی دمشقی درمختار میں فرماتے ہیں:

التشبہ باھل الکتاب لایکرہ فی کل شیئ فانا ناکل ونشرب کما یفعلون ان الحرام التشبہ بھم فیما کان مذموما او فیما یقصد بہ التشبیہ[2]۔

ہر چیز میں اہل کتاب سے مشابہت مکروہ نہیں جیسے کھانے پینے وغیرہ کے طور طریقے میں کوئی کراہت نہیں۔ ان سے تشبہ ان کاموں میں حرام ہے جو مذموم یعنی بُرے ہیں یا جن میں مشابہت کا ارادہ کیا جائے۔ (ت)

علامہ علی قاری منح الروض میں فرماتے ہیں:

انا ممنوعون من التشبیہ بالکفرۃ واھل البدعۃ المنکرۃ فی شعارھم لامنھیون عن کل بدعۃ ولوکانت مباحۃ سواء کانت من افعال اھل السنۃ اومن افعال الکفر واھل البدعۃ فالمدار علی الشعار[3]۔

ہمیں کافروں اور منکر بدعات کے مرتکب لوگوں کے شعار کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے ہاں اگر وُہ بدعت جو مباح کا درجہ رکھتی ہو اس سے نہیں روکا گیا خواہ وہ اہل سنت کے افعال ہوں یا کفار اور اہل بدعت کے۔ لہذا مدارِ کار شعار ہونے پر ہے۔ (ت)

فتاوٰی عالمگیری میں محیط سے ہے:

قال ھشام فی نوادرہ رأیت علی ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نعلین محفوفین بمسامیر الحدید فقلت لہ اتری بھذا الحدید بأسا قال لا فقلت لہ ان سفین و

ہشام نے نوادر میں فرمایا میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کو ایسے جُوتے پہنے ہوئے دیکھا جن کے چاروں طرف لوہے کی کیلیں لگی ہوئی تھیں، میں نے ان سے عرض کی کیا آپ اس لوہے سے کوئی حرج سمجھتے ہیں؟ تو فرمایا کہ نہیں، میں نے

---

[1] المواہب اللدنیۃ النوع الثانی اللباس لبس الطیلسان المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۵۰
[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۰
[3] منح الروض الازھر علی الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

ثور بن یزید کرھا ذٰلک لانہ تشبہ بالرھبان فقال ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یلبس النعال التی لہا شعور وانہامن لباس الرھبانؒ الخ

عرض کی لیکن سفیان اور ثور بن یزید تو انھیں پسند نہیں فرماتے کیونکہ ان میں عیسائی راہبوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے جُوتے پہنتے تھے جن کے بال ہوتے تھے حالانکہ یہ بھی عیسائی راہبوں کا لباس تھا الخ۔ (ت)

اس تحقیق سے روشن ہوگیا کہ تشبّہ وہی ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبّہ کی ہو یا وُہ شَے اُن بدمذہبوں کا شعار خاص یا فی نفسہٖ شرعًا کوئی حرج رکھتی ہو، بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہِ ممانعت نہیں۔ اب مسئلہ مسئولہ کی طرف، چلئے دھوتی باندھنے والے مسلمانوں کا یہ قصد تو ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کی سی صورت بنائیں، نہ مدعی نے اس پر بنائے کلام کی بلکہ مطلقًا دھوتی باندھنے کو ان سخت شدید اختراعی احکام کا مورد قرار دیا نہ زنہار قلب پر حکم روا، نہ بدگمانی جائز،

قال اللہ تعالٰی ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا۔ؕ

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اُن باتوں کے پیچھے نہ پڑو جن کا تمھیں کچھ علم نہیں۔ بے شک کان، آنکھ اور دل کے متعلق (بروزِ قیامت) پوچھا جائے گا۔ (ت)

اور فی نفسہٖ دھوتی کی حالت کو دیکھا جائے تو اس کی اپنی ذات میں کوئی حرج شرعی بھی نہیں بلکہ ساتر ماموربہ کے افراد سے ہے اصل سنّت ولباس پاک عرب یعنی تہبند سے صرف لٹکتا چھوڑنے اور پیچھے گھرس لینے کا فرق رکھتی ہے اس میں کسی امرِ شرعی کا خلاف نہیں تو دو وجہِ ممانعت تو قطعًا منتفی ہیں۔ رہا خاص شعارِ کفار ہونا، وہ بھی باطل۔ بنگالہ وغیرہ پورب کے عام شہروں میں تمام سکانِ ہند و مسلمان سب کا یہی لباس ہے۔ یُوہیں سب اضلاعِ ہند کے دیہات میں ہندو مسلمین یہی وضع رکھتے ہیں۔ رہے وسطِ ہند کے شہری لوگ، اُن میں بھی فنائے شہر اور خود شہر کے اہلِ حرفہ وغیرہم جنھیں کم قوم کہا جاتا ہے بعض ہروقت اور بعض اپنے کاموں ضرورتوں کی حالت میں دھوتی باندھتے ہیں۔

ؕ فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۳
ؕ القرآن الکریم ۱۷/۳۶

ہاں یہاں کے معزز شہریوں میں اس کا رواج نہیں مگر اس کا حاصل اس قدر کہ اپنی تہذیب کے خلاف جانتے ہیں نہ یہ کہ جو باندھے اُسے فعل کفر کا مرتکب سمجھیں تو غایت یہ کہ اُن اضلاع کے شہری وجاہت دار آدمی کو گھر سے باہر اس کا باندھنا مکروہ ہوگا کہ بلاوجہ شرعی عرف وعادت قوم سے خروج بھی سبب شہرت وباعثِ کراہت ہے۔ علامہ قاضی عیاض مالکی، امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شارحان صحیح مسلم پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی شارح طریقہ محمدیہ فرماتے ہیں:

خروجه عن العادة شهرة ومكروه۔[1] عادت اور عرف کی خلاف ورزی مکروہ اور باعثِ شہرت ہے (ت)

اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباسِ کفار سمجھتے ہوں تو احتراز مؤکد ہے، حرج پیچھے گھرسنے میں ہے، ورنہ تہ بند تو عین سنّت ہے۔ اس سے زائد کچھ لفاظیاں شخص مذکور نے کہیں محض بے اصل و باطل اور حلیہ صدق وصواب سے عاطل ہیں، بالفرض اگر دھوتی باندھنا مطلقاً ممنوع بھی ہوتا تاہم اس میں اُتنا وبال نہ تھا جو شرع مطہر پر دانستہ افترا کرنے میں۔

والعیاذ باللہ تعالٰی، نسئل اللہ ھدایة سبیل الرشاد والعصمة عن طریق الزیغ والفساد، اٰمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ اور اللہ تعالٰی کی پناہ، ہم اللہ تعالٰی سے راہِ راست کی رہنمائی چاہتے ہیں اور کجی اور فساد کی راہ سے اے اللہ! حفاظت چاہتے ہیں۔ یا اللہ میری دُعا قبول فرما۔ اللہ تعالٰی پاک و برتر بڑا عالم ہے (ت)

مسئلہ ۲۲۹: مسئولہ مولٰنا مولوی عبدالحمید صاحب از بنارس محلہ پرکنڈہ ۱۰ شعبان ۱۳۲۵ھ

زید کوٹ وکالر ونکٹائی پہنتا ہے اور پیشوری پائجامہ وترکی ٹوپی وبوٹ جوتا پہنتا اور انگریزی فیشن کے بال رکھتا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ اس میں تشبّہ بالنصارٰی ہے اور زید کہتا ہے کہ ہرگز نہیں اس لئے کہ ادنٰی فرق تشبیہ کے لئے کافی ہے۔ ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جو بات کفار یا بدمذہبان اشرار یا فسّاق فجّار کا شعار ہو بغیر کسی حاجت صحیحہ شرعیہ کے

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ الخ عبدالتواب اکیڈمی بوہڑگیٹ ملتان ۲/ ۴۴

برغبت نفس اُس کا اختیار ممنوع و ناجائز و گناہ ہے اگرچہ وہ ایک ہی چیز ہو کہ اس سے اس وجہ خاص میں ضرور اُن سے تشبہ ہوگا اسی قدر منع کو کافی ہے اگرچہ دیگر وجوہ سے تشبہ نہ ہو، اس کی نظیر گلاب اور پیشاب ہیں۔ شیشہ بھرا ہوا گلاب اور اس میں ایک قطرہ پیشاب ہے تو وہ ناپاک و خراب ہے نہ کہ پورا شیشہ پیشاب ہو جبھی نجس و خراب ہو۔ و لہذا عموماً احادیث ارشادات فقہ میں ہر ایسی چیز پر حکم حرمت و ممانعت دیا ہے نہ یہ کہ سر سے پاؤں تک من جمیع الوجوہ اُن سے تشبہ ہو اُسی وقت منع ہو، یہ محض جہل یا عقل کا فساد ہے اور اگر دانستہ ہو تو شریعت مطہرہ سے کھلا عناد ہے، ابطال وہم کو یہاں صرف پچیس ۲۵ مسائل حدیث و فقہ سے سُنائیں:

مسئلہ ۱: صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال۔[1]

اللہ کی لعنت اُن مردوں پر جو عورتوں سے تشبہ کریں اور اُن عورتوں پر جو مردوں پر۔

یہ اصل کلی ہے اس کے فروع دیکھئے زنانِ عرب جو اوڑھنی اوڑھتیں حفاظت کے لئے سر پر پیچ دے لیتیں اس پر ارشاد ہُوا کہ ایک پیچ دیں دو نہ ہوں کہ عمامہ سے مشابہت نہ ہو عورت کو مرد، مرد کو عورت سے تشبہ حرام ہے، امام احمد و ابوداؤد و حاکم نے بسند حسن ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخل علیھا وھی تختمر فقال لیۃ لا لیتین۔[2]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو (کیا دیکھا) کہ وہ اوڑھنی اوڑھ رہی ہیں تو ارشاد فرمایا سر پہ صرف ایک پیچ دو دو پیچ نہ ہوں۔ (ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبھین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب کیف الاختمار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۲

مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۹۴، ۲۹۶

حذرا من التشبہ بالمتعممین [1] — اس خطرہ سے کہ کہیں پگڑی باندھنے والے مردوں سے مشابہت نہ ہو جائے۔ (ت)

دیکھو تمام زنانہ لباس دفعِ تشبّہ کے لئے کافی نہ ہوا صرف دوپٹہ کے سر پر دو پیچ مورثِ تشبّہ ہوئے۔

مسئلہ ۲: ایک عورت کندھے پر کمان لگائے گزری رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن اللہ المتشابھات من النساء بالرجال رواہ الطبرانی [2] فی الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما والحدیث من دون القصۃ عند احمد و ابی داؤد والترمذی وابن ماجۃ بل قد تقدم عن البخاری و ایھام التیسیر انھم جمیعا رووا القصۃ لیس بالواقع۔

اللہ تعالٰے نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں سے تشبّہ کریں (امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما کی سند سے اس حدیث کو روایت فرمایا۔ امام احمد (مسند احمد)، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ بلکہ امام بخاری سے پہلے گزر چکی، ان تمام محدثین نے بغیر قصہ ذکر کئے اس کو روایت فرمایا مگر مصنف التیسیر کا یہ وہم کرنا کہ سب نے قصہ مذکورہ سمیت اس کو روایت کیا ہے خلافِ واقع ہے (لہذا وہم درست نہیں۔ ت)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰے عنہما نے ام سعید بنت ام جمیل کو کمان لگائے مردانی چال چلتے دیکھا، فرمایا:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لیس منا من تشبہ بالرجال من النساء ولا من تشبہ بالنساء من الرجال، رواہ احمد [3] والطبرانی۔

میں نے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا' وہ عورت ہم میں سے نہیں جو مردوں سے مشابہت اختیار کرے اور وہ مرد بھی ہم میں سے نہیں جو عورتوں سے تشبیہ اختیار کرے۔ امام احمد اور امام طبرانی نے اس کو روایت فرمایا۔ (ت)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لیۃ لالیتین مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۳۲۵

[2] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۱۶۴۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۲۵۲

سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب فی المتشبہین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۸

[3] مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۰۰

مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الادب باب فی المتشبہین دارالکتاب بیروت ۸/۱۰۳

مسئلہ ۳: عورتوں کو حکم فرمایا کہ ہاتھوں میں مہندی لگائیں کہ مردوں کے ہاتھ سے مشابہ نہ ہو۔
ابوداؤد ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان ھندۃ بنت عتبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت یا نبی اللہ بایعنی قال لا ابایعك حتی تغیری کفیك کانھما کفا سبع[1]

عتبہ کی بیٹی ہندہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی: اے اللہ تعالٰی کے مکرم نبی! مجھے بیعت فرمائیے۔ ارشاد فرمایا: میں تمہیں بیعت نہیں کرتا جب تو اپنی ہتھیلیوں میں (انھیں رنگین کرکے) تبدیلی نہ لائے، تیری ہتھیلیاں تو درندے کی ہتھیلیوں کی طرح ہیں (ت)

مرقاۃ میں ہے:

شبہ یدیھا حین لم تخضبھما بکفی سبع فی الکراھیۃ لانھا حینئذ شبیھۃ بالرجال[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناپسندیدگی کی وجہ سے اسے غیر رنگین ہاتھوں کو جنگلی درندے سے تشبیہ دی کیونکہ اس حالت میں وہ مردوں سے مشابہ ہوگی۔ (ت)

ایک حدیث میں ارشاد ہوا کہ زیادہ نہ ہو تو ناخن ہی رنگین رکھیں۔ احمد و ابوداؤد و نسائی بسند حسن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

اومأت امرأۃ من وراء ستر بیدھا کتاب الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقبض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یدہ فقال ما ادری اید رجل ام ید امرأۃ قالت بل ید امرأۃ قال لو کنت امرأۃ لغیرت اظفارك

ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اشارہ کیا کہ جس کے ہاتھ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ایک خط تھا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ارشاد فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ کسی مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا۔ اس نے عرض کی یہ مرد کا ہاتھ نہیں بلکہ عورت کا ہاتھ ہے۔ ارشاد فرمایا اگر تو عورت ہوتی تو ضرور اپنے ہاتھوں کی سادگی کو مہندی

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب للنساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۸
[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل تحت حدیث ۴۴۶۷ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۲۴۲

بالحناء[1] لگاکر تبدیل کردیتی۔ (ت)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

وگفتہ اند کہ وجہِ کراہت وانکار تشبہ برجال ست وسابقا معلوم شد کہ زنان را تشبہ برجال مکروہ ست[2]

ائمہ کرام نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناپسندیدگی اور انکار کرنے کی وجہ مردوں سے مشابہت ہے۔ اور پہلے معلوم ہوگیا ہے کہ عورتوں کا مردوں سے مشابہت کرنا مکروہ ہے (یعنی ناپسندیدہ امر ہے)۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) بلکہ یہ تعلیل منصوص ہے کہ فرمایا: بے مہندی لگائے اپنا ہاتھ مرد کا سا رکھتی ہو۔

احمد فی مسندہ عن امرأۃ صلت القبلتین مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اختضبی تترک احد کن الخضاب حتی تکون یدھا کید الرجل قالت فما ترکت الخضاب حتی لقیت اللہ تعالٰی وھی بنت ثمانین[3]۔

مُسندِ امام احمد میں ایک ایسی خوش نصیب عورت سے روایت ہے کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقتدا میں دو قبلوں (کعبہ شریف اور بیت المقدس) کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی اس نے کہا کہ میں ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہاتھوں کو خضاب سے رنگین کیجئے۔ تم میں سے ایک، ہاتھوں کو خضاب وغیرہ سے رنگنا چھوڑدیتی ہے یہاں تک کہ اس کے ہاتھ مردوں کے ہاتھوں کی طرح (سفید) ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد انھوں نے ہاتھوں پر خضاب لگانا نہ چھوڑا حالانکہ اُن کی عمر اسّی سال کی ہوگئی۔ (ت)

مسئلہ ۴: جامع ترمذی میں سیدنا ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب للنساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۸
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۶۲
[2] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۸۱
[3] مسند احمد بن حنبل عن امرأۃ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۳۷

نظفوا افنیتکم و لا تشبہوا بالیہود۔[1] اپنے پیش دروازہ زمینیں ستھری رکھو یہودیوں سے تشبہ نہ کرو کہ جب سے اُن پر ذلت و مسکنت ڈالی گئی اُن کی زمینیں میلی کثیف رہتیں ہیں۔ یہاں محض ایک بیرونی شے پر جسے جسم و لباس سے بھی علاقہ نہیں تشبہ فرمایا گیا۔

مسئلہ ۵: سنن ابی داود میں ابن ابی ملیکہ سے ہے:

قیل لعائشۃ ان امرأۃ تلبس النعل فقالت لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجلۃ من النساء۔[2]

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گئی ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردانی وضع اختیار کریں۔

مرقاۃ میں ہے:

تلبس النعل ای التی تختص بالرجال۔[3]

تلبس النعل یعنی عورت وہ جوتا پہنتی جو مردوں سے خصوصیت رکھتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶: نماز میں کسی فعل و حالت میں اہل کتاب سے تشبہ منع ہوا اور نماز مسلمین کا اپنے عامہ افعال و صفت و ہیأت میں اُن کی نماز سے جدا ہونا مانع تشبہ نہ ہوا اسی لئے امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ہدایہ میں ہے:

یکرہ ان یقوم فی الطاق لانہ یشبہ صنیع اھل الکتاب من حیث تخصیص الامام بالمکان۔[4]

امام کا مکمل طور پر محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ کارروائی اہل کتاب سے مشابہت رکھتی ہے اس حیثیت سے کہ امام کی ایک جگہ (محراب) سے تخصیص کردی۔ (ت)

مسئلہ ۷: اسی لئے امام کا سب مقتدیوں سے بلندی ممتاز پر ہونا مکروہ ہوا۔ ہدایہ میں ہے:

یکرہ ان یکون الامام وحدہ علی الدکان

تنہا امام کا کسی بلند ممتاز جگہ کھڑا ہونا مکروہ ہے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الاستیذان والادب باب ماجاء فی النظافۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۳

[2] سنن ابی داود کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس حدیث ۴۴۷۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۲۴۶

[4] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۲۰

لما قلنا[1] اور اسکی وجہ وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دی۔(ت)

بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے:

علّلوہ بانہ تشبہ باھل الکتاب فانھم یتخذون لامامھم دکانا[2] فقہائے کرام نے اس کی علت یہ قرار دی کہ یہ رویہ اہلِ کتاب سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے امام کے لئے (سب سے الگ) ایک نمایاں، ممتاز اور بلند چبوترہ متعین کرتے تھے (ت)

مسئلہ ۸: نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تو مفسد نماز ہے صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی نماز صحیح مانتے ہیں مگر مشابہتِ اہلِ کتاب کے باعث مکروہ جانتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے:

اذا قرأ الامام من المصحف فسدت صلاتہ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقالا ھی تامۃ الا انہ یکرہ لانہ تشبہ بصنع اھل الکتاب[3] جب امام (بحالتِ نماز) قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی (یعنی ٹوٹ جائیگی) لیکن ان کے دو نامور شاگردوں نے فرمایا نماز پُوری ہوگئی مگر اس طرح کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ طریقہ اہلِ کتاب کی کارروائی سے مشابہت رکھتا ہے (ت)

مسئلہ ۹: جہاں جاندار کی تصویر کُھلی ہوئی بے اہانت رکھی ہو اگرچہ نمازی کے پس پشت، وہاں نماز بوجہ تشبہ مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

علۃ حرمۃ التصویر المضاھاۃ لخلق اللہ تعالٰی وعلۃ کراھۃ الصلاۃ بھا التشبہ[4] تصویر کے حرام ہونے کی علت (وجہ) اللہ تعالٰی کی تخلیق (بنائی ہوئی چیزوں) میں مشابہت اختیار کرنا ہے (جو شرکت کا وہم پیدا کرتا ہے) اور تصویر کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے، پس اس کی علت تشبہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰: یُونہی جہتِ قبلہ میں اگر صلیب ہو نماز مکروہ ہے کہ نصارٰی سے تشبہ ہے۔ ردالمحتار

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۲۰
[2] ردالمحتار " " " " " الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۴
[3] الہدایۃ " " " " " المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۱۶
[4] ردالمحتار " " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۵

میں بعد عبارتِ مذکورہ یہ مسئلۂ تصویر ہے۔

اقول والظاھر انہ یلحق بہ الصلیب وان لم یکن تمثال ذی روح لان فیہ تشبھا بالنصارٰی ویکرہ التشبہ بھم فی المذموم وان لم یقصده[1] اھ اقول فی الصورۃ علۃ اخرٰی سوی التشبہ و ھو امتناع الملٰئکۃ من دخول بیت ھی فیہ غیر مھانۃ و لم یثبت مثلہ فی الصلیب فلا تیأتی الالحاق علی الاطلاق الا اذا کانت فی جھۃ القبلۃ وح یلتحق بکانون فیہ ضرام من جمر و نار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ظاہر یہ ہے کہ تصویر کے ساتھ صلیب کا الحاق کیا جائے جبکہ تصویر کسی جاندار کی نہ ہو، یعنی صلیب اور تصویر دونوں کا حکم ایک ہے۔ اس لئے کہ اس میں عیسائیوں سے مشابہت ہے۔ اور بُرے کاموں میں اُن سے مشابہت رکھنا مکروہ ہے اگرچہ غیر ارادی طور پر ہو اھ اقول (میں کہتا ہوں) یہاں تصویر میں "تشبہ" کے علاوہ ایک اور علت (وجہ) بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس گھر میں بغیر تذلیل تصویر رکھی ہو وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ اور یہ وجہ (علت) صلیب میں نہیں۔ لہذا تصویر کے ساتھ صلیب کا علی الاطلاق الحاق نہیں ہو سکتا، مگر یہ کہ صلیب جہت قبلہ میں ہو۔ پھر اس صورت میں اُس چولھے اور انگیٹھی سے اس کا الحاق کر دیا جائے گا کہ جس میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱: مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی میں مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبہ ہے۔ شرعۃ الاسلام و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

الحناء سنۃ للنساء ویکرہ لغیرھن من الرجال الا ان یکون لعذر لانہ تشبہ بھن[2] اھ اقول والکراھۃ تحریمیۃ للحدیث السابق لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء

مہندی لگانی عورتوں کے لئے سنت ہے لیکن مردوں کے لئے مکروہ ہے مگر جبکہ کوئی عذر ہو (تو پھر اس کے استعمال کرنے کی گنجائش ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کے مہندی استعمال کرنے میں عورتوں سے مشابہت ہوگی اھ۔ اقول (میں کہتا ہوں) کہ یہ کراہت تحریمی ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۵

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس حدیث ۴۴۲۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۲۱۷
شرعۃ الاسلام فصل فی اللباس مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۰۲-۳۰۱

فصح التحريم ثم الاطلاق شمل الاظفار اقول وفيه نص الحديث الماس لوكنت امرأة لغيرت اظفارك بالحناء[1] اما ثنيا العذر فاقول هذا اذا لم يقم شئ مقامه ولا اصلح تركيبه مع شئ ينفي لونه واستعمل لا على وجه تقع به الزينة۔

گزشتہ حدیث پاک کی وجہ سے کہ جس میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اُن مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں، لہٰذا تحریم یعنی کراہت تحریمی صحیح ہوئی۔ اور اطلاق (الفاظِ حدیث) ناخنوں کو بھی شامل ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس میں بھی گزشتہ حدیث کی صراحت موجود ہے (حدیث، اگر تُو عورت ہوتی تو ضرور اپنے سفید ناخنوں کو مہندی لگا کر تبدیل کر دیتی) رہا عذر کا استثنار کرنا، تو اس کے متعلق میری صوابدید یہ ہے کہ (عذر اس وقت تسلیم کیا جائے گا کہ) جب مہندی کے قائم مقام کوئی دوسری چیز نہ ہو، نیز مہندی کسی ایسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہ ہوسکے جو اس کے رنگ کو زائل کر دے۔ اور مہندی استعمال میں بھی محض ضرورت کی بنا پر بطور دوا اور علاج ہو، زیب وزینت اور آرائش مقصود نہ ہو۔ (ت)

مسئلہ ۱۲: عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے تو ملعون کہ مردوں سے تشبہ ہے۔

درمختار میں ہے:

قطعت شعر رأسها اثمت ولعنت والمعنی المؤثر التشبه بالرجال[2]۔

کسی عورت نے سر کے بال کتر ڈالے تو وہ گنہگار ہوئی، نیز اللہ تعالٰی کی اس پر لعنت برسی۔ اور اس میں جو علتِ مؤثرہ ہے وُہ مردوں سے "تشبُّہ" ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳: مرد کو اپنا وسط سر کھلوانا جسے پان بنوانا کہتے ہیں حلال ہے جبکہ اطراف کے بال باقی رکھے اور گوندھے نہیں ورنہ پیشانی یا قفا کے بال مونڈنا مجوس سے تشبہ ہے اور گوندھنا بعض دیگر کفار سے۔ ذخیرہ وتاتارخانیہ وہندیہ وردالمحتار میں ہے:

لا باس للرجل ان یحلق وسط رأسه ویرسل شعره من غیر ان یفتله وان فتله فذٰلك مكروه لانه یصیر مشابها ببعض الكفرة

کوئی حرج نہیں کہ مرد اپنے سر کا درمیانی حصہ منڈوائے اور بقیہ بال بغیر گوندھے کھُلے چھوڑ دے، اور اگر اس نے انھیں گوندھ ڈالا تو ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس صورت میں وہ بعض کافروں سے مشابہ

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب للنساء ۲/ ۲۱۸ و مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا ۶/ ۲۶۲

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۰

والمجوس فی دیار نایرسلون الشعر من غیر فتل ولکن لایحلقون وسط الرأس بل یجزون الناصیة[1]۔

ہو جائے گا۔ اور ہمارے علاقائی آتش پرست بغیر گوندھے اپنے بال کھلے چھوڑتے ہیں لیکن وہ سر کی چوٹی کے بال نہیں مونڈھتے بلکہ پیشانی کے بال کترڈالتے ہیں۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یکرہ ان یحلق قفاہ الاعند الحجامۃ[2]۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ گدّی کے بال مونڈھنا مکروہ ہیں مگر جبکہ پچھنے لگوائے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴: مرد کو ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی جائز ہے دو یا زیادہ نگ حرام کہ زیور زنان ہوگیا۔ جامع الرموز و ردالمحتار میں ہے:

انما یجوز التختم بالفضۃ لوعلی ھیأۃ خاتم الرجال اما لولہ فصان او اکثر حرم[3]۔

چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے بشرطیکہ مردانہ انگوٹھیوں کی شکل وصورت پر ہو (نیز اس کا ایک نگینہ ہو) اگر دو یا زیادہ نگینے ہوں تو حرام ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۵: چاندی کی مردانی انگوٹھی عورت کو نہ چاہئے اور پہنے تو زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔ شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

زنان راتشبہ برجال مکروہ است تا آنکہ انگشتری نقرہ زنان رامکروہ است واگر بکنند باید کہ رنگ کنند بزعفران ومانند آں[4]۔

عورتوں کو مردوں سے مشابہت اختیار کرنی مکروہ ہے۔ اور اس کا لحاظ اس حد تک ہے کہ عورتوں کو چاندی کی انگوٹھی پہننی مکروہ ہے۔ اگر کبھی اتفاقاً پہننی پڑے تو اسے زعفران وغیرہ سے رنگ لے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷
[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۱
[4] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۸۱

35 مسئلہ ۱۶: مرد کو عورت کی طرح چرخہ کاتنا مکروہ ہے کہ زنانہ کام ہے تشبہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

غزل الرجل علٰی ھیأۃ غزل المرأۃ یکرہ۔[1]
کسی مرد کا عورتوں کی طرح چرخے پر سُوت کاتنا مکروہ ہے (ت)

طحطاوی میں ہے:

لما فیہ من التشبہ وقد لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المتشبھین والمتشابھات۔[2]
اس لئے کہ اس میں تشبُّہ ہے (اور وہ ممنوع ہے) اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت کرنیوالی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے (ت)

مسئلہ ۱۷: بلاضرورتِ صحیحہ عورت کو گھوڑے پر چڑھنا منع ہے کہ مردانہ کام ہے، حدیث میں اس پر لعنت آئی، ابن حبان اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یکون فی اٰخر امتی نساء یرکبن علی سروج کاشباہ الرجال الحدیث وفی اٰخرہ العنوھن فانھن ملعونات۔[3]
میری اُمت کے آخر میں کچھ ایسی عورتیں ہوں گی جو مردوں کی طرح جانوروں پر سوار ہوں گی، الحدیث، اور اس کے آخر میں یہ الفاظ آئے ہیں، اُن عورتوں پر لعنت بھیجو کیونکہ وہ ملعون ہیں۔ (ت)

اقول وکان ما اشتھر حدیثا بلفظ لعن اللہ الفروج علی السروج[4] ماخوذ من ھذا نقلا بالمعنی۔
اقول (میں کہتا ہوں کہ) گویا مشہور حدیث کے جو الفاظ ہیں وہ اسی حدیث مذکور سے نقل معنوی کے طور پر لئے گئے ہیں "اللہ تعالٰی ان فروج (شرمگاہوں) پر لعنت کرے جو زینوں (کاٹھیوں) پر سوار ہوں"۔ (ت)

مسئلہ ۱۸: مرد سیدھے ہاتھ میں انگوٹھی نہ پہنے کہ رافضیوں کا شعار ہے۔ درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۳
[2] طحطاوی علی الدرالمختار " " " المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۴/۲۱۱
[3] موارد الظمآن باب فیما یحرم علی النساء مما یصف البشرۃ حدیث ۱۴۵۴ المطبعۃ السلفیہ ص ۳۵۱
[4] اسرار الموضوعۃ حدیث ۷۱۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۸۵

35
35

يجعله لبطن كفه في يده اليسرى و قيل اليمنى الا انه من شعار الروافض فيجب التحرز عنه قهستاني[1] وغيره اھ اقول والجواز في نفسه لاينافي وجوب الاحتراز لغيره على انه لم يعزه للقهستاني وحده فلعله عن غيره فانه في مافي ش هذا وقال في الدر بعده قلت ولعله كان وبان فتبصر[2] قال ش "اى كان ذٰلك من شعارهم في الزمن السابق ثم انقطع فلاينهى عنه و في غاية البيان قد سوى الفقيه ابو الليث في شرح الجامع الصغير بين اليمين واليسار وهو الحق لانه قد اختلفت الروايات عن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم في ذٰلك وقول بعضهم انه في اليمين من علامات

انگوٹھی اپنے بائیں ہاتھ میں اس طرح پہنے کہ اس کا نگینہ ہاتھ کی اندرونی سطح کی طرف ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ دائیں ہاتھ میں پہنے۔ مگر یہ رویہ رافضیوں کا شعار (علامت) ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے، قہستانی وغیرہ اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) کسی چیز کا بذاتہٖ جواز، احتراز لغیرہ کے وجوب کے منافی نہیں۔ (وضاحت: ایک چیز بالذات جائز ہے لیکن کسی اور چیز کی بناء پر قابلِ ترک ہے تو ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں، لہٰذا یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک چیز جائز بھی ہو اور منع بھی ہو، اس لئے کہ یہاں جواز وعدمِ جواز کی جہات بدل گئیں لہٰذا تناقض نہ پایا جائیگا کیونکہ وجودِ تناقض کے لئے اتحادِ جہات ضروری ہے جیسا کہ کتبِ منطق میں مذکور ہے۔ یہاں غور کیجئے اصل کے اعتبار سے انگوٹھی دونوں ہاتھوں میں پہننی جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن چونکہ روافض دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں لہٰذا ان کی مشابہت سے بچنے کے لئے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی نہ پہنے۔ لہٰذا اگر وہ اس معمول کو چھوڑ دیں تو پھر دائیں ہاتھ میں بھی پہن سکتا ہے۔ مترجم) اور اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اس مسئلہ کا انتساب صرف علامہ قہستانی ہی کی طرف نہیں (جیسا کہ ظاہر ہے) لہٰذا یہ مسئلہ

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۰
[2] " " " " " " " ۲/۲۴۰

اهل البغی لیس بشئ لان النقل الصحیح عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینفی ذٰلک[1] اھ وتمامہ فیہ **اقول** لیس فیہ زیادۃ علی ھذا بل ذکر روایتین بیانا لقولہ قد اختلف الروایات لکن فی المرقاۃ عن شرح السنۃ للامام البغوی تحت حدیث الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال اتخذ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتما من ذھب وجعلہ فی یدہ الیمنی ثم القاہ الحدیث ھذا الحدیث یشتمل علی امرین تبدل الامر فیھما من بعد، احدھما لبس خاتم الذھب وصار الحکم فیہ ای التحریم فی حق الرجال، وثانیھما لبس الخاتم فی الیمین وکان اٰخر الامرین من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبسہ فی الیسار[2] اھ وانما یؤخذ بالاٰخر فالاٰخر من فعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

قہستانی کے علاوہ دوسرے اہل علم سے بھی منقول ہے، لہٰذا اس کی شرح "ش" میں جو کچھ کہا گیا اس کا دفاع ہوگیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد درمختار میں ہے **اقول** (میں (مصنف درمختار) کہتا ہوں) شاید یہ زمانہ سابقہ میں شعارِ روافض تھا لہٰذا اب ان کا شعار نہیں رہا (لہٰذا غور سے دیکھئے اور سوچئے) ش (شارح) نے فرمایا یعنی دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا گزشتہ زمانے میں رافضیوں کا شعار تھا اور اب وہ ختم ہوگیا ہے لہٰذا اب وجہ اشتباہ زائل ہوجانے کی بناپر ممانعت نہیں رہی۔ اور غایۃ البیان میں ہے کہ فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح جامع صغیر میں دائیں اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو یکساں طور پر جائز قرار دیا ہے، اور یہی حق ہے کیونکہ اس باب میں حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم سے مختلف روایات مروی ہیں۔ اور بعض کا یہ کہنا کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا باغیوں کی علامت ہے اپنے اندر کچھ حقیقت اور وزن نہیں رکھتا، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح طور پر منقول ہونا اس کی نفی کرتا۔ عبارت مکمل ہوگئی۔ اور پوری تفصیل اس میں موجود۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس میں اس سے زائد نہیں، بلکہ موصوف نے دو روایتیں اپنے قول (قد اختلف الروایات) کی وضاحت کے لئے ذکر فرمائیں۔ لیکن شرح مشکوٰۃ ملاعلی قاری میں امام بغوی کی شرح السنۃ کے حوالے سے بخاری اور مسلم کی حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند سے مروی ہے اس کے ذیل میں

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۰

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الخاتم حدیث ۴۳۸۳ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۱۶۷

ارشاد فرمایا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے سونے کی انگوٹھی بنوائی پھر اسے اپنے دائیں ہاتھ میں پہنا پھر اسے پھینک دیا (الحدیث)، اور یہ حدیث دو باتوں پر مشتمل ہے، پھر اس کے بعد دونوں میں امر تبدیل ہوگیا۔ ان دونوں میں سے ایک یہ ہے کہ سونے کی انگوٹھی پہنی، اس میں حکم کی تبدیلی اس طرح ہوئی کہ سونا مردوں کے حق میں حرام ہوگیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی۔ لیکن حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا آخری امر (طرز عمل) (کتب روایات میں یہ آیا ہے) کہ آپ نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی اھ (اور اصول یہ ہے کہ) حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے آخری عمل کو لیا جاتا ہے (یعنی اس پر عمل کیا جاتا ہے) اور آپ کا آخری عمل یہی ہے کہ آپ نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹: بعض اعصار و امصار میں ایک ٹوپی لباسِ روافض تھی علمائے فرمایا اس کا پہننا گناہ ہے۔ منح الروض میں ہے:

لبس تاج الرفضۃ مکروہ کراھۃ تحریم وان لم یکن کفرا بناء علی عدم تکفیرھم لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم[1]۔

رافضیوں کی ٹوپی پہننا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ کفر نہیں، اس وجہ سے کہ ان کی تکفیر مروی نہیں (اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ) حضور علیہ الصلٰوۃ نے ارشاد فرمایا جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ (درحقیقت) اُن ہی میں سے ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۰: یہ تو مرد و عورت کا تشبّہ تھا یا گمراہ سے پھر معاذ اللہ اس کی خباثت کا شمار جس میں کفار سے تشبّہ ہو، ائمہ دین نے فرمایا بلاضرورت شرعیہ مجوس کی ٹوپی پہننی کفر ہے اگرچہ ہنسی سے پہنے اور اگر کوئی پہنے اور اس پر اعتراض ہو تو کہے دل مستقیم چاہئے کپڑا کسی وضع کا ہو وہ کافر ہوجائے گا کہ اس نے احکام شریعت کو رد کیا۔ خزانۃ المفتین میں ہے:

اذا وضع قلنسوۃ مجوس علی راسہ الاصح انہ یکفر[2]۔

جب کوئی شخص اپنے سر پر آتش پرستوں کی ٹوپی رکھے تو زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہوجائے گا۔ (ت)

ملتقط پھر منح الروض میں ہے:

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[2] خزانۃ المفتین فصل فی الالفاظ الکفر قلمی نسخہ ۱/ ۲۰۱

لبس قلنسوۃ المجوس جادا او ھازلا یکفر الا اذا فعل خدیعۃ فی الحرب[1]

آتش پرستوں کی ٹوپی پہنی خواہ سنجیدگی سے ایسا کیا خواہ ہنسی مذاق سے۔ دونوں صورتوں میں کافر ہوگیا مگر جبکہ جنگ میں کفار کو فریب دینے کیلئے ایسا کیا۔(ت)

اسی میں فتاوٰی امام ظہیر الدین مرغینانی سے ہے:

من وضع قلنسوۃ المجوسی علی راسہ فقیل لہ فقال ینبغی ان یکون القلب سویا کفر "قال" ای لانہ ابطل حکم ظواھر الشریعۃ[2]

جس نے اپنے سر پر آتش پرستوں کی ٹوپی رکھی، پھر اس سے کہا گیا (تو نے ایسا کیوں کیا) تو اس نے کہا دل سیدھا ہونا چاہئے۔ تو وہ کافر ہوگیا فرمایا (یعنی اس کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ) اس نے ظاہر شریعت کے حکم کو باطل قرار دیا اور اس کا رَد کیا۔(ت)

مسئلہ ۲۱: وضع کفار کی ٹوپی الگ رومال اس شکل پر بنا کر سر پر رکھنا بھی حرام ہے یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اس صورت میں حکم کفر دیا۔ جامع الفصولین میں ہے:

جعل مندیلہ یشبہ قلنسوۃ المجوسی ووضعہ علی راسہ کفر لا عند اکثرھم[3]

آتش پرستوں کی ٹوپی کے مشابہ رومال بنا کر اپنے سر پر رکھا تو ائمہ کرام کے نزدیک کافر ہوگیا لیکن اکثر ائمہ کرام کے نزدیک ایسا نہیں۔(ت)

مسئلہ ۲۲ و ۲۳: ماتھے پر قشقہ تلک لگانا یا کندھے پر صلیب رکھنا کفر ہے،

وفی منح الروض لو وضع الغل علی کتفہ فقد کفر اذا لم یکن مکرھا وفیہ عن الملتقط اخذ الغل جادا او ھازلا یکفر الا اذا فعل خدیعۃ فی الحرب[4] اھ اقول وھذا

منح الروض میں ہے اگر کسی نے اپنے کندھے پر زنجیر (صلیب) رکھی تو کافر ہوگیا بشرطیکہ مجبور نہ کیا گیا ہو، اور اسی (منح الروض) میں فتاوٰی ملتقط کے حوالے سے ہے۔ زنجیر خواہ سنجیدگی سے رکھی یا ہنسی مذاق سے، دونوں صورتوں میں کافر

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[2] " " " " " " " " "

[3] جامع الفصولین الفصل الثامن فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۲

[4] منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[5] " " " " " " " " "

شیٔ لایعرف فی دیارنا ولفظ جامع الفصولین وضع صلیبا علی کتفه کفر[1] اھ وھذا واضح فلعل ما فی المنح تصحیف۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہوگیا مگر یہ کہ جنگ میں کفار کو مغالطہ دینے کیلئے ایسا کیا (تو گنجائش ہے) اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) (غل کے معنی زنجیر ہیں) اور یہ اس معنی میں ہمارے شہروں میں متعارف نہیں۔ اور جامع الفصولین کے الفاظ یہ ہیں کسی نے اپنے کندھے پر صلیب رکھی تو بلاشبہہ کافر ہوگیا اور یہ واضح ہے، لہذا منح الروض میں جو کچھ مذکور ہوا وہ کتابت کی غلطی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۲: زنّار باندھنا کفر ہے۔ منح الروض میں ہے:

لوشد الزنار علی وسطہ فقد کفر ای اذا لم یکن مکرھا[2]۔

اگر کسی نے اپنی کمر پر زُنّار (علامتِ کفر کا دھاگہ) باندھا تو بیشک کافر ہوگیا بشرطیکہ اس پر زبردستی نہ کی گئی ہو۔ (ت)

اسی میں ملتقط سے ہے:

شد الزنار جادا اوھازلا یکفر الا اذا فعل خدیعۃ فی الحرب[3]۔

زنّار باندھا خواہ سنجیدگی سے ایسا کیا یا ہنسی مذاق سے، تو کافر ہوگیا مگر جبکہ جنگ میں دشمن کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے ایسا کیا (تو کسی قدر گنجائش ہے)۔ (ت)

اسی میں محیط سے ہے:

ان شد المسلم الزنار ودخل دار الحرب للتجارۃ کفر[4]۔

اگر کسی مسلمان نے زنّار گلے میں باندھا اور دارِ حرب (دارِ کفر) میں کاروبار کے لئے گیا تو کافر ہوگیا۔ (ت)

اسی طرح جامع الفصولین وخزانۃ المفتین میں ہے اشباہ والنظائر میں ہے:

عبادۃ الصنم کفر وکذا لوتزنر بزنار الیھود والنصارٰی دخل کنیستھم

بُت کی پرستش کفر ہے۔ اور اسی طرح حکم کفر ہے۔ اگر کسی نے یہودیوں یا عیسائیوں کا زنّار گلے میں باندھا

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۲

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

[3] " " " " " " " " " "

[4] " " " " " " " " " "

اولم یدخل[1] (تو اس حرکت سے کافر ہوجائے گا) خواہ ان کے گرجے میں جائے یا نہ جائے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

یکفر بشد الزنار فی وسطہ الا اذا فعل ذٰلک خدیعۃ فی الحرب وطلیعۃ للمسلمین[2]۔ کمر میں زنّار باندھنے سے کافر ہوجائے گا مگر جبکہ جنگ میں کفار کو مغالطہ اور دھوکا دینے کے لئے ایسا کرے یا لشکرِ اسلام سے کفّار کے حالات معلوم کرنے کے لئے پہلے جائے (اور زنّار باندھ لے)۔ (ت)

مسئلہ ۲۵: زُنّار بھی نہیں کوئی رسّی کا ٹکڑا کمر سے باندھا کسی نے کہا یہ کیا ہے، کہا زُنّار۔ کافر ہوجائے گا۔ خلاصہ وعالمگیریہ وبزازیہ وظہیریہ وجامع الفصولین وخزانۃ المفتین وغیرہ میں ہے:

امرأۃ شدت علی وسطھا حبلا وقالت ھذا زنار تکفر[3]۔ کسی عورت نے اپنی کمر میں کوئی رسّی باندھی (تو اس سے پوچھا گیا یہ کیا ہے؟) اس نے جواب دیا یہ زنّار ہے تو وہ کافرہ ہوجائے گی۔ (ت)

ظہیریہ ومنح الروض میں ہے: وحرمت علی زوجھا[4] (اس عورت پر شوہر حرام ہوگیا یعنی وہ نکاح سے نکل گئی۔ ت)

یہاں تو خود اسی چیز ہی میں مشابہت صوری میں کتنا فرق ہے مگر نام رکھنے سے کفر آیا تو جہاں صورت و نام سب موجود حکمِ تشبّہ کیونکر مفقود۔ بالجملہ ایک بات میں تشبّہ کو اور باتوں میں تشبّہ نہ ہونے سے مندفع جاننا ہرگز کام نہیں مگر مجنوں یا بددین کا، نہ کہ زید کا ادعا باطل، جس کا حاصل یہ کہ سو باتیں تشبّہ کی ہوں ایک نہ ہو تو تشبّہ نہ رہے گا۔ ایسوں کی نگاہ میں شریعت مطہرہ کی تو جو قدر ہوتی ہے بدیہی ہے مگر انسانی عقل و تہذیب کو بھی رخصت کر دیا، کیا زید کے سے مسلک والا بشرطیکہ مجنون نہو گوارا کرے گا کہ سر سے پاؤں تک زنانہ لباس انگیا، کُرتی، کلیوں دار پائچے، ہاتھ پاؤں میں مہندی رچائے صرف ٹوپی سر پر رکھ لے تشبّہ نہ رہا کہ ادنٰی فرق، دفع تشبّہ کے لئے کافی ہے بلکہ ٹوپی کی بھی کیا حاجت ہے اُس زنانے کپڑے کے

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

[2] بحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۲۳

[3] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الخلاصہ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۶

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

ساتھ زینت کا دوپٹہ بھی سر پہ اوڑھئے اور چوٹی بھی گندھوایئے، منہ کی مونچھیں ہی دفعِ تشبہ کو بس ہوں گی حالانکہ ہر عاقل ایسے شخص کو زنانہ جانے گا بلکہ اگر تمام لباس مردانہ ہو ہتھیار لگائے گھوڑے پر سوار ہو اور بات کرے ناک پر انگلی رکھ کر تو یقیناً تمام عقلاء اُس پر ہنسیں گے اور اُسے زنانہ کہیں گے اُس ایک ہی بات کے آگے وہ تمام لباس وسلاح واسپ کام نہ دینگے، جیسے وضع کفار میں وہ جھوٹی تاویلیں سُوجھیں کیا یہ حرکت کرنا بھی قبول کریگا کہ آخر کافر سے تشبہ عورت سے تشبہ پر خبث وشناعت میں ہزار درجہ فائق ہے۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ آمین! واللہ تعالٰی اعلم۔

حُقّہ و پان

مسئلہ ۲۲۳ تا ۲۲۴: از مظفر نگر کھاتولی مسئولہ اختر میاں محرر بروز شنبہ تاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھاتولی میں ایک مولوی صاحب مقیم ہیں، حقہ[1] اور پان[2] دونوں استعمال کرتے ہیں اور دونوں کو جائز جانتے ہیں اور سر[3] پر پان کھلوانا جائز بتلاتے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس کا حکم قرآن وحدیث سے مفصل ومدلل تحریر فرمائیے گا۔

الجواب

(۱ و ۲) پان بلاشبہہ جائز ہے اور زمانہ حضرت شیخ العالم فریدالدین گنجشکر وحضرت سلطان المشائخ نظام الملۃ والدین علیہما الرضوان سے مسلمانوں میں بلانکیر رائج ہے۔ حقہ کا دم لگانا جس طرح جُہّال وقتِ افطار کرتے ہیں جس سے حواس صحیح نہیں رہتے حرام ہے اور کثیف اور بدبو رکھا جائے تو مکروہِ تنزیہی، جیسے کچا لہسن اور پیاز، ورنہ مباح خالص ہے۔

(۳) سر پر پان کھلوانا بھی جائز ہے جبکہ پیشانی کے بال باقی رکھے جائیں۔ ہندیہ میں ہے:

ولاباس للرجل ان یحلق وسط راسہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

کوئی حرج نہیں کہ مرد اپنے سر کی چوٹی (سنٹر) مونڈ ڈالے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵

مسئلہ ۲۳۳: مسئولہ حافظ عبدالمجید صاحب از قصبہ تحصیل سوار خاص علاقہ ریاست رامپور بروز سہ شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہ مولانا عبدالحق صاحب اور اصحاب کہف کا جو توشہ ہوتا ہے اس میں حقّہ پینے والوں کو اگر شریک کرلیا جائے تو کیا قباحت لازم آئے گی اور حقّہ پینا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

حُقّے تین قسم ہیں، ایک وہ جس طرح جُہّال رمضان شریف میں افطار کے وقت دم لگاتے ہیں جس سے آنکھیں چڑھ جاتی ہیں حواس متغیر ہوجاتے ہیں وہ حرام ہے، حدیث میں ہے:

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عن مسکر ومفتر[1]
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور جسم میں سُستی پیدا کرنے والی چیز کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔(ت)

دوسرا وہ جسے بے احتیاط لوگ پیتے ہیں جن کے تازہ ہونے کا اہتمام نہ ہو اور تمبا کو کثیف و بدبُو ہو وہ مکروہ تنزیہی وخلافِ اولٰی ہے جیسے کچا لہسن اور کچی پیاز۔ درمختار میں ہے:

الحاقا بالثوم والبصل[2]
اس کو کچے لہسن اور پیاز کے ساتھ الحاق کیا گیا لہذا دونوں کا ایک حکم رکھا گیا(ت)

تیسرا وہ کہ اُسے بدبُو سے بچایا جائے اور کسی منکر شرعی پر مشتمل نہ ہو وہ مباح خالص ہے،
قال اللّٰہ تعالٰی:

خلق لکم ما فی الارض جمیعا[3]
(وہی اللہ تعالٰے ہے کہ) جس نے تمہارے لئے وُہ سب کچھ پیدا فرمایا جو زمین میں موجود ہے(ت)

توشہ اصحاب کہف میں حقہ نہ پینے کی کوئی شرط نہیں البتہ توشہ حضرت شاہ عبدالحق ردولوی قدس سرہ العزیز میں یُونہی معمول ہے کہ حقہ پینے والے کو نہ دیا جائے اس میں کوئی حرج نہیں،

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب ماجاء فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۶۳
[2] درمختار کتاب الاشربہ مطبع مجتبائی ۲/۲۶۱
[3] القرآن الکریم ۲/۲۹

نہ اس سے حقہ پینے کی مطلقاً مذمت ثابت ہوتی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی کے دفن میں فرمایا "ان کی قبر میں وہی اترے جو آج کی رات اپنی عورت کے پاس نہ گیا ہو" اس سے اپنی عورت کے پاس جانے کی مذمت ثابت نہیں ہوتی، یہ مصالح خاصہ ہیں جن کے اسرار اہل باطن جانتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ عبدالستار بن اسمٰعیل رضوی بروز شنبہ ۱۷ رجب ۱۳۳۴ھ

تمباکو کا کھانا پان میں یا یوں ہی بلاپان کے جائز ہے یا نہیں؟ تمباکو خالص ہو یا خوردنی خوشبودار جو لکھنؤ میں بنتا ہے؟

الجواب

تمباکو اور حقہ کا ایک حکم ہے جیسا وہ حرام ہے یہ بھی حرام، اور جیسا وہ جائز ہے یہ بھی جائز، بدبو ہے تو باکراہت ورنہ بلاکراہت۔ فقط ایک فرق ہے جو لوگ غیر خوشبودار تمباکو کھاتے ہیں اور اسے منہ میں دبا رکھنے کے عادی ہیں ان کا منہ اس کی بدبو سے بس جاتا ہے کہ قریب سے بات کرنے میں دوسرے کو احساس ہوتا ہے اس طرح تمباکو کھانا جائز نہیں کہ یہ نماز بھی یوں ہی پڑھے گا اور ایسی حالت سے نماز مکروہ تحریمی ہے بخلاف حقہ کے کہ اس میں کوئی جرم منہ میں باقی نہیں رہتا اور اس کا تغیر کلیوں سے فوراً زائل ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۵ مسئولہ معرفت آدم جی سیٹھ آثم بیگ گونڈل کاٹھیاواڑ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

حقہ، چروٹ، بیڑی کا پینا کیسا ہے؟

الجواب

چرٹ بوجہ نصارٰی مکروہ ہے اور بیڑی میں حرج نہیں اور حقہ جیسا عام طور پر رائج ہے مباح اور ترک اولٰی۔

مسئلہ ۲۳۶ از توپخانہ بازار کیمپ مسئولہ محمد حسین ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسافر پانی پت کرنال سے آیا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ حقہ پینا اور پان کھانا حرام ہے جو شخص حقہ پئے گا اور پان کھائے گا اس کے مکان کا آٹا نمک نہیں کھائیں گے جنھوں نے کھانا چھوڑ دیا وہی لوگ جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور دوسروں کو نہیں ہونے دیتے وہ یہ کہتے ہیں علیحدہ اپنی نماز پڑھ لو، ظہر کے وقت جماعت تیار تھی میں نے وضو کرکے جماعت میں شامل ہونا چاہا مجھ کو منع کر دیا اور یہ کہا کہ اپنی نماز علیحدہ پڑھ لو میں نے اپنی نماز علیحدہ پڑھ لی، عصر کا وقت ہوا جب بھی جماعت

تیار بھی اس وقت بھی منع کر دیا گیا۔

الجواب

پان بیشک حلال ہے حضرت محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ اُن سے پہلے اولیائے کرام نے اس کا استعمال فرمایا ہے، حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اس کی مدح فرمائی اس میں چونے کا جواز کتاب نصاب الاحتساب میں مصرح ہے، حقہ کا جواز غمز العیون و شرح ہدیہ ابن العماد و کتاب الصلح بین الاخوان و درمختار و طحطاوی و ردالمحتار وغیرہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے، حلال کو حرام کہنا اس شخص کی بڑی جرأت اور یہ کہ پان کھانے والا یا حقہ پینے والا جماعت میں شریک نہ ہو اس کا ظلم شدید بلکہ ضلال بعید ہے وہ اسے حکم شرع ٹھہرا کر شرع مطہر پر افترا کرتا ہے اور اللہ پر افترا کرنے والا عذاب شدید کا مستحق ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1]

جو کچھ تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تاکہ تم اللہ تعالٰی کے ذمے جھوٹ لگاؤ، بے شک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی اس کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں، وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہیں ہونگے۔ (ت)

اس پر توبہ فرض ہے، اگر توبہ نہ کرے اور اپنے ان اقوال و حرکات سے باز نہ آئے تو وہی اس کا مستحق ہے کہ مسلمان اسے مسجد میں نہ آنے دیں۔ درمختار میں ہے:

وکذا یمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اسی طرح ہر تکلیف دینے والے کو خواہ زبانی ہی ہو اُسے مسجد سے روک دینا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۳ تا ۲۴۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) حقہ جائز ہے یا نہیں ؟ مولوی پاک بتلاتا ہے۔

(۲) تصویر کا رکھنا بنانا جائز ہے یا نہیں اور جائز کرنے والے پر کیا حکم ہے ؟

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

(۳) گانا سننا جائز ہے یا نہیں؟ مزامیر باجے کے ساتھ یا شادی یا سنّت (ختنہ) وغیرہ میں جائز ہے یا نہیں یعنی بچّہ کی سنت وغیرہ میں؟

(۴) ایک مولوی پیش امام نے یہ فتوٰی دیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا تھا اور جائز ہے۔

(۵) تعزیہ داری جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک مولوی نے ان سب کو جائز کردیا ہے۔

الجواب

(۱) حقہ جائز ہے مگر دَم لگانا جس سے حواس میں فرق آتا ہے حرام ہے، حقہ کا پانی شریعت کے نزدیک پاک ہے اسے ناپاک کہنے والا شرع پر افترا کرتا ہے۔

(۲) جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے، جو اسے جائز کہے شریعت پر افتراء کرتا ہے گمراہ ہے مستحق تعزیر و سزائے نار ہے اور رکھنا تین صورتوں میں جائز ہے، ایک یہ کہ چہرہ کاٹ دیا ہو یا بگاڑ دیا ہو۔ دوسرے یہ کہ اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں تو اعضاء کی تفصیل نظر نہ آئے۔ تیسرے یہ کہ خواری و ذلت کی جگہ پڑی ہو جیسے فرش پا انداز میں ورنہ رکھنا بھی حرام، ہاں غیر جاندار شل درخت و مکان کی تصویر کھینچنا رکھنا سب جائز ہے۔

(۳) مزامیر حرام ہیں، بغیر باجے کے سادہ گانا سنّت وغیرہ کی شادی میں جائز ہے جبکہ نہ اندیشۂ فتنہ ہو نہ خفیف الحرکاتی۔

(۴) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بدتہذیبی و بے ادبی و سنّتِ نصرانی و مکروہ و منع ہے، حضور اقدس نے ایک بار درد کے عذر سے ایسا کیا وہ بھی بڑے اہتمام کے ساتھ، اور صریح حدیث میں اسے منع فرمایا۔

(۵) تعزیہ داری ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۲ از بیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان مرسلہ قاضی قمرالدین ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پان کھانا سنّت ہے یا کیا؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

پان کھانا نہ سنّت ہے نہ مستحب صرف مباح ہے، ہاں بعض عوارض خارجیہ کے باعث مستحب ہوسکتا ہے جیسے نہ کھانے میں میزبان کی دل شکنی ہو یا بوسہ زوجہ کے لئے منہ کو خوشبودار کرنے کی نیت سے

بلکہ واجب بھی جیسے ماں باپ حکم دے اور نہ ماننے میں اس کی ایذا ہو یونہی عارض کے سبب مکروہ بھی ہوسکتا ہے جیسے تلاوت قرآن مجید میں بلکہ حرام بھی جیسے نماز میں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۳ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

پان، چونا اور حقہ اور تمباکو اور سرتی کھانا کیسا ہے؟

الجواب

پان کھانا جائز ہے اور اتنا چونا بھی کہ ضرر نہ کرے اور اتنا تمباکو بھی کہ حواس پر اثر نہ آئے، یہاں سرتی تمباکو ہی کو کہتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

تصویر

مسئلہ ۲۴۳ از پیلی بھیت ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر مسلمان کاریگر شبیہ شکل کی حلال جانور اور حرام جانور کی بناتے ہیں نیز شبیہ مسجد جامع دہلی کی بناتے ہیں۔ کس شبیہ کا بنانا جائز ہے اور کس تصویر کا کھانا جائز و ناجائز ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

ان اشد الناس عذابا یوم القیٰمۃ المصورون۔ اخرجه احمد[1] ومسلم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه۔

سب سے زیادہ سخت عذاب روزِ قیامت ان پر ہوگا جو جاندار کی تصویر بناتے ہیں (امام احمد اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی تخریج فرمائی ہے۔ ت)

اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں، جو تصویر دار کپڑا بنائے بیچے اس کی

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۲۶
صحیح مسلم کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۱

گواہی مردود ہے۔

فی الهندية عن المحيط عن الاقضية اذا كان الرجل يبيع الثياب المصورة او ينسجها لا تقبل شهادته[1]

فتاوی ہندیہ میں محیط عن الاقضیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص تصویروں والے کپڑے بنائے یا بیچے تو اس کی گواہی نامقبول ہے۔ (ت)

اور حرام جانور کی تصویر میں ایک شنیع و بد نسبت ہے جو کھانے والے کی طرف ہوگی کہ اہل عرف تصویر کو اصلی ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں تو مثلاً تصویر کا کتا کسی نے کھایا تو اُسے بھی کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے کتا کھایا، آدمی کو جیسے بُرے کام سے بچنا ضرور ہے یُوہیں بُرے نام سے بھی بچنا چاہیے۔ غیر جاندار کی تصویر بنانی اگرچہ جائز ہے مگر دینی معظم چیز مثل مسجد جامع وغیرہ کی تصویروں میں انھیں توڑنا اور کھانا خلافِ ادب ہوگا اور وہی بُری نسبت بھی لازم آئے گی کہ فلاں شخص نے مسجد توڑی مسجد کو کھالیا اور ان سب باتوں سے خالی ہو تو کفار کے تہوار اور ان کے بیہودہ رسم میں ایک طرح کی شرکت ہے جس سے شرعاً اجتناب کا حکم بلکہ اگر معاذ اللہ یہ چیزیں خریدنا کھانا خاص بہ نیت دوالی منانے کے ہو تو حکم نہایت سخت ہے اور نرے کھانے پینے کی نیت سے ہو جب بھی ان ایام میں احتراز چاہیے ہاں دوالی سے پہلے یا ختم کے بعد ایسی چیزوں کی تصویر جو جاندار نہ ہوں نہ ان کے توڑنے یا کھانے سے کوئی مکروہ نسبت لازم آئے بنائیں بیچیں خریدیں کھائیں تو کچھ حرج نہیں۔

فی الدر المختار لو اهدى لمسلم و لم يرد تعظيم اليوم بل جرى على عادة الناس لا يكفر وينبغي ان يفعله قبله او بعده نفيا للشبهة ولو شرى فيه ما لم يشتره قبله ان اراد تعظيمه كفر وان اراد الاكل والشرب والتنعيم لا يكفر زيلعي[2] اھ وفی رد المحتار عن

درمختار میں ہے اگر کسی مسلمان نے تحفہ و ہدیہ دیا (اگر کسی مسلمان کو ہدیہ دیا گیا) لیکن ہندو تہوار کی تعظیم کا ارادہ نہ کیا بلکہ لوگوں کی عادت کے مطابق ایسا ہوا تو کافر نہ ہوگا۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ یہ کام تہوار سے پہلے یا بعد میں کرے تاکہ شبہہ نہ ہونے پائے اور اگر اس نے ہندو تہوار والے دن کچھ خریدا جو پہلے نہیں خریدا تھا تو اگر اس نے تعظیم کا ارادہ کیا تو کافر ہوگیا، اور محض کھانے پینے اور عیش و عشرت کا ارادہ کیا تو کافر نہ ہوگا زیلعی اھ، فتاوی شامی میں

---

[1] فتاوی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۹

[2] درمختار مسائل شتّٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۰

36 جامع الفصولین، الاولی للمسلمین ان لا یوافقوا ھم علی مثل ھذہ الاحوال لاظہار الفرح والسرور[1] اھ ذکرہ فی حق دعوۃ اتخذھا مجوسی لحلق راس ولدہ قلت ولیس ذٰلک شیئًا من رسوم مذھبھم الباطل فما کان کذٰلک کان اولی بالاجتناب واجدر والامر واضح لاینکر۔

جامع الفصولین کے حوالے سے منقول ہے کہ مسلمانوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ ان حالات میں خوشی اور سرور کا اظہار کرتے ہوئے غیر مسلموں کی موافقت ہرگز نہ کریں اھ، اس کو اس دعوت کے حق میں ذکر فرمایا جو کسی مجوسی نے اپنے بچّے کے سر مُنڈوانے کے موقع پر کی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اُن کے باطل مذہب کی رسومات میں سے کوئی چیز نہ ہو، پھر بھی جو اس طرح کا کام ہو اس سے بھی بچنا زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہے اور معاملہ واضح ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

یُوہیں ان ایام کے قبل یا بعد حلال جانور کی تصویر اگر خود نہ خریدی بلکہ دوسرے نے دی تو اس کے کھانے میں بھی مضائقہ نہیں،

فان البأس فی اتخاذہ واشترائہ فاذا عدما لم یبق الا اعدامہ وھو مطلوب لامھروب کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کیونکہ حرج تصویر بنانے اور خریدنے میں ہے۔ جب یہ دونوں کام نہ ہوں تو صرف اعدام یعنی نہ ہونا باقی رہے گا اور وہی مطلوب ہے نہ کہ مہروب یعنی اس سے بھاگا جائے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس بڑی بزرگی والے کا علم زیادہ کامل اور پختہ ہے (ت)

مسئلہ ۲۴۵ از ملا حسن پیشاوری ۲ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ از جناب سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم امتناع تصاویر مطلقہ بہ ثبوت رسیدہ است یا مقید یعنی کامل یا ناقص کہ عکسی و دستی مشہور ست

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ جناب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تصویروں کا مطلق ممنوع ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ یا مقید تصویریں یعنی کامل یا ناقص، عکسی یا دستی ممنوع ہیں یا نہیں؟

[1] ردالمحتار مسائل شتّٰی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۱

36/36

جا بجا دریں امر معارضہ و مباحثہ بوقوع رسیدہ بعضے می گویند کہ مطلق تصویر ممنوع ست و بعضے میگویند کہ تصویرے کہ مثل سایہ بر کاغذ یا بر دیوار کشیدہ شدہ باشد و دستی نباشد و سطح نیز ہموار باشد آں تصور کشیدن و یا خود داشتن جائز ست و انچہ جسم می دارد و از ہیزم و آہن ساختہ باشد کہ سطح آں ہموار نباشد جائز نباشد و نگاہ داشتن آں نیز ممنوع غیر مشروع ست۔ بیّنوا توجروا۔

جگہ جگہ تصاویر سازی کے متعلق مقابلے، انکی نمائش اور مباحثوں تک نوبت پہنچ چکی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بلا قید مطلق تصویر منع ہے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ جو تصویر سایہ کی طرح کاغذ یا دیوار پر بنائی گئی ہو اور ہاتھ سے بنی ہوئی نہ ہو اور اسکی سطح بھی ہموار اور برابر ہو ایسی تصویر کھینچنا اور اپنے پاس رکھنا جائز ہے لیکن وہ تصویر جو جسم رکھتی ہو مٹی، لکڑی یا لوہے سے بنائی گئی ہو اس کی سطح ہموار اور برابر نہ ہو وہ جائز نہیں پس اس کا محفوظ رکھنا ممنوع اور ناجائز ہے۔ بیان فرماؤ اجر پاؤ (ت)

الجواب

صورت گری مطلقاً حرام ست سایہ دار باشد یا بے سایہ دستی باشد یا عکسی در زمان برکت نشان سیّد الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر دوگانہ تصویر مے ساختند ہم مجسم و ہم مسطح و در احادیث از مطلق صورتگری نہی اکید و بر صنعت او وعید شدید بے تخصیص و تقیید ورود یافت پس جمیع اقسام او زیر منع درآمد تصویر بے سایہ را روا داشتن مذہب بعض روافض ست و بس، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وسادۂ با تصویر خرید سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرمود درون خانہ قدم مبارک نہ نہاد ام المومنین چوں اثر خشم و ملال در چہرہ باجمال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ

کسی جاندار کی تصویر بنانا بغیر کسی قید اور شرط کے حرام ہے خواہ سایہ دار ہو یا بے سایہ خواہ ہاتھ کی بنی ہوئی ہو یا محض عکس ہو۔ آقائے انس وجاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ بابرکت میں لوگ دونوں قسم کی تصاویر بنایا کرتے تھے جو مجسمات کی صورت میں یا محض عکس اور سایہ کی صورت میں ہوتی تھیں چنانچہ احادیث میں مطلق تصویر سازی پر نہی اور بغیر کسی تخصیص و تقیید کے سخت وعید وارد ہوئی ہے لہذا تصویر کی تمام اقسام ممانعت میں داخل ہیں، اور بے سایہ تصویر کو جائز قرار دینا صرف بعض روافض کا مذہب ہے چنانچہ ام المومنین سیّدہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ایک دفعہ تصویر والا تکیہ خرید لائیں اور سیّد الانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

وسلم می بیند بر خود بپیچید می لرزد و عرضہ می دارد
یا رسول اللہ اتوب الی اللہ والی
رسولہ ماذا اذنبت
یارسول اللہ من توبہ می کنم بسوئے خدا و
رسولِ خدا چہ گناہ کردم سرورِ عالم
صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود ان
اصحاب ھٰذہ الصور یعذبون
یوم القیٰمۃ و یقال لھم
احیوا ما خلقتم و قال ان
البیت الذی فیہ الصور
لا تدخلہ الملٰئکۃ ایں صورتگراں
روزِ قیامت عذاب کردہ شوند و ایشاں را
گفتہ شود کہ زندہ کنند انچہ آفریدہ اید و فرمود
خانہ کہ در وتصویرست فرشتگان درو در
نیایند اخرجہ الشیخان[1] عنہا رضی اللہ
تعالٰی عنہا پیداست کہ انچہ بر وسادہ باشد
ہمیں تصویرِ منقوش و بے سایہ است نہ منحوت
ومجسّم، لاجرم علماء بتحریم مطلق تصریح فرمودہ اند
مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری در مرقات فرمود
قال اصحابنا وغیرھم من العلماء تصویر
صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم
وھو من الکبائر لانہ متوعد علیہ

گھر میں تشریف لاتے ہی دیکھ لیا تو آگے جانے سے قدم
مبارک روک لئے، ام المومنین نے ربِّ ذوالجلال
کے محبوب مکرم کے چہرہ مقدس پر غصے اور ناراضگی
کے اثرات دیکھے تو بید کے درخت کی طرح لرزنے
اور کانپنے لگیں اور عرض کرنے لگیں اے اللہ کے
رسول! میں اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں
توبہ کرتی ہوں مجھ سے کونسی خطا ہوئی ہے؟ یارسول اللہ
میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع لاتی ہوں
میں نے کون سا قصور کیا؟ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً تصویرساز قیامت کے
دن عذاب دئے جائیں گے اور ان سے کہا جائیگا
کہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں میں جان (روح)
ڈالو۔ اور ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اس
میں فرشتے نہیں آتے۔ بخاری ومسلم نے سیدہ
صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کو روایت کیا ہے
ظاہر ہے کہ تکیہ پر جو تصویر تھی وہ عکسی اور نقاشی
ہی ہوگی نہ کہ تراشیدہ مجسّمہ۔ بلاشبہ اہلِ علم نے
بلاقید مطلق تصویر کے حرام ہونے کی صراحت فرمائی
ہے، چنانچہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں
فرمایا ہمارے اصحاب اور دیگر علماء کرام نے فرمایا
حیوانات کی تصویر بنانا شدید حرام ہے اور یہ کبیرہ
گناہوں میں شامل ہے کیونکہ اس پر شدید وعید

---

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم صورۃ الحیوان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۱
صحیح البخاری کتاب البیوع باب التجارۃ فیما یکرہ لبسہ للرجال والنساء " " " ۱/۲۸۳

بهذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث سواء صنعه فی ثوب او بساط او درهم او دینار او غیر ذٰلک[1] علامہ شامی در ردالمحتار فرماید فعل التصویر غیر جائز مطلقًا لانه مضاهاة لخلق اللہ تعالٰی[2] ہمدراں از بحر الرائق ست صنعته حرام بکل حال لان فیه مضاهاة لخلق اللہ تعالٰی وسواء کان فی ثوب او بساط او درهم واناء وحائط وغیرها[3] وچوں علت تحریم مشابهت بخلقِ الٰہی ست تفاوت نمی کند کہ بخامہ کشند یا عکس را منطبع سازند زیراکہ علت ہمہ جا حاصل ست سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود اشد الناس عذابا یوم القیٰمة الذین یضاهون بخلق اللہ تعالٰی روزِ قیامت در سخت عذاب آناں باشند کہ مشابهت می کنند بآفرینش خداوند عزوجل

آئی ہے جو احادیث میں مذکور ہے خواہ کسی کپڑے پر تصویر بنائی جائے، کسی بچھونے پر بنائی جائے یا درہم ودینار اور سکّے پر بنائی جائے یا ان کے علاوہ کسی بھی اور چیز پر تصویر کشی ناجائز، حرام اور شریعت کی خلاف ورزی کا ارتکاب ہے۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں تصویر بنانا مطلقًا جائز نہیں اس لئے کہ یہ اللہ تعالٰی کی تخلیق سے مشابہت ہے۔ اسی میں بحر الرائق سے نقل ہے کہ تصویر سازی ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس میں تخلیقِ الٰہی سے مشابہت ہے، خواہ یہ کام کپڑے پر ہو یا کسی اور چیز پر مثلاً بچھونا، درہم دینار، برتن، دیوار اور کاغذ وغیرہ۔ جب حرام ہونے کی علت اور وجہ بناوٹِ الٰہی کے ساتھ مشابہت ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ قلم سے تصویر بنائی جائے یا عکسی چھاپ سے، کیونکہ یہ علت سب جگہ موجود ہے، سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب پانے والے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالٰی کی تخلیق سے مشابہت کرتے تھے۔ قیامت کے دن سخت عذاب والے وہ لوگ ہونگے جو اللہ تعالٰی کی صفتِ پیدائش (بناوٹ) سے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب التصاویر مکتبہ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۶۶

" " " " باب من لم یدخل شیئًا " " " " ۲/ ۸۸۱

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۶

[3] " " " " " " " ۱/ ۴۳۵

رواہ الائمۃ احمد والبخاری[1] و مسلم والنسائی عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا عبارات ردالمحتار حالا گذشت و ہم دانست علۃ حرمۃ التصویر المضاھاۃ لخلق اللہ تعالٰی وھی موجودۃ فی کل ماذکر[2] ایں حکم تصویر گری و صورت کشی ست اما تصویر پیش خود یا در خانہ نگاہداشتن ایں جا تفصیل ست تحریم و منع او را چند شرط مشروط کردہ اند کہ اگر ھمہ بہم آید نگاہداشتن ناروا باشد ورنہ جائز یکے آنکہ صورت جاندار بحالت جانداری باشد نہ چنانکہ بدیدن نفس صورت بیجان بودنش پیدا بود چنانکہ تصویر چہرہ بخلاف آنکہ دست یا پائے چشم یا بینی یا گوش ندارد کہ عدم اینہا موجب خروج از اعضائے ظاہریہ از سر نساختہ اند یا ساختہ را قطع یا محو نمودہ اند نگاہداشتنش روا باشد دوم آنکہ تصویر در نہایت صغر و باریکی نباشد بحدیکہ اگر بر زمین نہادہ استادہ ببیند

مشابہت کرتے رہے۔ ائمہ کرام مثلاً حضرت امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے اس کو ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ابھی ردالمحتار کی عبارات گزری ہیں اور اسی میں یہ بھی ہے کہ تصویر کے حرام ہونے کی علت تخلیقِ الٰہی سے مشابہت ہے، اور یہ علت تمام مذکورہ صورتوں میں موجود ہے۔ اور یہ حکم تصویر سازی اور تصویر کشی کے بارے میں ہے۔ تصویر اپنے سامنے اور روبرو رکھنے اور اپنے گھر میں محفوظ کرنے وغیرہ کے بارے میں کچھ تفصیل ہے۔ تصویر کے حرام ہونے کو اہلِ علم حضرات نے چند شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے اگر سب جمع ہوں تو پھر اس کا حفاظت سے رکھنا ناجائز ہے ورنہ جائز۔ (۱) زندہ چیز کی تصویر اسکی زندگی کی حالت میں ہو، نہ اس طرح کہ صرف صورت دیکھنے سے اس کا بے جان ہونا ظاہر ہوجائے جیسا کہ چہرہ کی تصویر بخلاف ہاتھ پاؤں، آنکھ ناک یا کان نہ رکھتی ہو کہ ان کا نہ ہونا اعضائے ظاہری سے نکلنے کا سبب ہے کہ سر کے ساتھ یہ نہیں بنائے گئے یا بنائے گئے مگر انھیں کاٹ دیا گیا ایسی تصویر کو بحفاظت رکھنا جائز ہے۔ (۲) دوسری شرط: تصویر انتہائی چھوٹی اور باریک نہ ہو۔ اگر زمین پر

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب ما وطئ من التصاویر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۸۰
صحیح مسلم " باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ " " " ۲/۲۰۱
[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۵

تفصیل اعضایش پدیدار نشود، ہچو صورت ساختن حرام و داشتن جائز۔ سوم آنکہ صورت را خوار نداشتہ باشد چنانکہ در فرش پا انداز یا در بساط پامال یا بروئے خاک و امثال ذٰلک کہ ایں چنیں داشتن منظور نیست فی الدرالمختار لایکرہ لوکانت تحت قدمیہ او محل جلوسہ لانھا مھانۃ[1] اھ فی ردالمحتار وکذا لوکانت علی بساط یوطاء او مرفقۃ تیکاء علیھا کما فی البحر[2] اھ وفی الدر او کانت صغیرۃ لا تتبین تفاصیل اعضائھا للناظر قائما وھی علی الارض ذکرہ الحلبی او مقطوعۃ الرأس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ[3] اھ و تمام تفصیلہ فی حواشیہ، واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

رکھی جائے تو کھڑی صورت میں دکھائی تو دے مگر اسکے اعضاء کی تفصیل ظاہر نہ ہو۔ پس اس نوع کی تصویر بنانا حرام ہے مگر اس کا رکھنا جائز ہے (۳) تیسری شرط : تصویر کو ذلیل حالت میں نہ رکھا جائے کہ فرش پر پاؤں میں پڑی ہو یا بچھونے (قالین وغیرہ) پر پامال ہو یا سطح زمین پر پڑی ہو یا اس نوع کی دوسری صورتیں ہوں کہ اس طرح رکھنا منظور نہ ہو۔ درمختار میں ہے تصویر رکھنا ممنوع نہیں جبکہ قدموں کے نیچے ہو یا بیٹھنے کی جگہ پر ہو کیونکہ اس صورت میں اس کی تذلیل ہے، ردالمحتار میں ہے اسیطرح اگر پامال شدہ بچھونے پر ہو یا مرفق (آرام گاہ) پر ہو جس پر تکیہ لگایا جائے جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔ درمختار میں ہے یا زمین پر ہو مگر اتنی چھوٹی ہو کہ اس کے اعضاء کی تفصیل دیکھنے والے پر واضح نہ ہو۔ ابراہیم حلبی نے اس کو ذکر کیا ہے یا سر کٹا ہوا یا چہرہ یا ایسے اعضاء مٹے ہوئے ہوں کہ جن کے بغیر زندگی نہ ہو سکے۔ اس کی مکمل تفصیلات اس کے حواشی میں ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۳ ۷ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کپڑے پر تصویریں چھپی ہوئی ہوں اس سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ تصویریں پرندوں کی ہوں۔ اور اگر اسی کپڑے کا کوئی عدد تیار ہوگیا تو اس کا کیا کرنا چاہئے اور وہ تصویریں جس میں جاندار زندہ رہ سکتا ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲
[2] ردالمحتار " " " " " " ۱/۴۳۵
[3] درمختار " " " " " " ۱/۹۲

الجواب

کسی جاندار کی تصویر جس میں اُس کا چہرہ موجود ہو اور اتنی بڑی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے سے دیکھیں تو اعضا کی تفصیل ظاہر ہو، اس طرح کی تصویر جس کپڑے پر ہو اس کا پہننا، پہنانا یا بیچنا، خیرات کرنا سب ناجائز ہے اور اسے پہن کر نماز مکروہِ تحریمی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ ایسے کپڑے پر سے تصویر مٹا دی جائے یا اُس کا سر یا چہرہ بالکل محو کر دیا جائے۔ اس کے بعد اس کا پہننا، پہنانا، بیچنا، خیرات کرنا، اس سے نماز، سب جائز ہو جائے گا۔ اگر وہ ایسے پکّے رنگ کی ہو کہ مٹ نہ سکے دُھل نہ سکے تو ایسے ہی پکّے رنگ کی سیاہی اُس کے سر یا چہرے پر اس طرح لگا دی جائے کہ تصویر کا اُتنا عضو محو ہو جائے صرف یہ نہ ہو کہ اُتنے عضو کا رنگ سیاہ معلوم ہو کہ یہ محو و منافیِ صورت نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۷ مرسلہ محمد صدیق بیگ صاحب مراد آباد از بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل دُنیا میں عام رواج مصوری کا یہ ہے کہ بغیر قلم و روشنائی کے اور بغیر ہاتھ لگائے اس طرح پر تصویر بناتے ہیں کہ ایک بکس سامانِ مصوری کا ہوتا ہے جس کو انگریزی میں کیمرہ میں لگا کر جس شئی کی تصویر لینا مقصود ہو اس کو سامنے رکھتے ہیں شیشہ کے اثر سے کشش کے ساتھ تصویر معمولی شیشہ پر جو آتشی شیشہ یعنی لینس کے پاس لگا ہوتا ہے آجاتی ہے۔ اس کو انگریزی مصالحہ میں ڈال کر کاغذ پر لکھ کر خشک کرتے ہیں اس طرح سے تصویر بن جاتی ہے۔ شرع شریف میں اس کی بابت کیا حکم ہے یعنی ایسی تصویر کھینچنے والے، کھنچوانے والے، رکھنے والے، فروخت کرنے والے، خریدنے والے کس حد تک گنہگار ہو سکتے ہیں اور جس مکان میں تصویریں ہوں وہاں نماز جائز ہے یا نہیں؟ یا شرع کے موافق اس میں کوئی گناہ نہیں ہے؟ جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

شرع نے تصویر حرام فرمائی اور کسی طریقۂ ساخت کے ساتھ حکم کو مقید نہ فرمایا، نہ کسی خصوصیتِ طریقہ کو اُس میں دخل، نہ فوٹو بے اس کے عزم و فعل و حرکات کے خود بخود بن سکے، دستی و عکسی میں صرف تخفیفِ عمل کا فرق ہے جیسے پیادہ اور ریل۔ جہاں جانا شرعاً حرام ہے پیادہ و ریل دونوں یکساں ہیں، وہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں مجھے پاؤں کو حرکت دینی نہ پڑی نہ منزل منزل ٹھہرتا گیا، بالجملہ تصویر عکسی و دستی کے بنانے رکھنے سب باتوں کے احکام قطعاً ایک ہیں اور فرق کی کوئی وجہ نہیں، عرف ہی کو دیکھے، کیا جو تصویر بنانی عرفاً توہین یا بے حیائی اور قانونی جرم ہے وہ عکسی بنا سکتا ہے اور وہی عذر کر سکتا ہے کہ بے قلم و روشنائی اور بے ہاتھ لگائے بنائی ہرگز نہیں، تو ظاہر ہوا کہ عکسی ہونے سے تصویر کے مقاصد میں کچھ فرق نہیں آتا بلکہ بسا اوقات کچھ زیادت ہی ہو جاتی ہے اور شئی اپنے مقاصد ہی کے لحاظ سے ممنوع یا مشروع ہوتی ہے،

کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۸: مرسلہ سید عبدالرشید صاحب جواہرکن از بمبئی نیا قاضی محلہ چاند بلڈنگ ۴ پوسٹ ۹
۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ فوٹو نصف شکل کا بنوانا اور خود بنانا کس حد تک جائز ہے اور تمام قد کا سراپا عکس کیوں ناجائز ہے؟ حدیث و آیات سے جواب مرحمت فرمائیں، دونوں صورتوں کا نصف قد اور قد تمام کن کن شرعی دلائل سے جائز اور ناجائز قرار دیا جاتا ہے؟

الجواب

فوٹو ہو یا دستی تصویر پوری ہو یا نیم قد بنانا بنوانا سب حرام ہے نیز اس کا عزت سے رکھنا حرام اگرچہ نصف قد کی ہو کہ تصویر فقط چہرہ کا نام ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اشد الناس عذابا یوم القیامۃ من قتل نبیا او قتلہ نبی والمصورون[1] قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اُس پر ہے جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا اُسے نبی نے قتل فرمایا اور تصویر والوں پر۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الملئکۃ لاتدخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ۔[2] رحمت کے فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس میں کُتّا یا تصویر ہو۔

امام اجل ابوجعفر طحاوی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرماتے ہیں:

الصورۃ ھو الرأس[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ فقط چہرہ تصویر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۹: مرسلہ محمد تقی مقام بکسر متصل اسٹیشن ریلوے بتوسط حاجی رحیم بخش ۳۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

تصویر کھینچنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۶۰
کنز العمال حدیث ۹۳۶۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۵
[2] سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب الصور فی البیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۸
[3] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب التصاویر فی الثوب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۶۶

الجواب

جاندار کی تصویر کھینچنی حرام ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہوا:

اشد الناس عذابا یوم القیٰمۃ من قتل نبیا او قتلہ نبی والمصورون[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

قیامت میں سب سے سخت تر عذاب اُس پر ہوگا جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا جسے کسی نبی نے قتل کیا اور مصور۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۷ و ۱۰۵۱۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۶۰، ۲۶۶
کنز العمال حدیث ۹۳۶۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۵

رسالہ

العطایا القدیر فی حکم التصویر

۱۳۳۱ھ

(تصویر کے حکم کے بارے میں قدرت والے کی عطائیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ المکرمین عندہ

مسئلہ ۲۵: از احمد آباد محلہ جمالپور متصل مسجد کانچ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں شہر احمد آباد میں کہ ایک فوٹوگراف کی قیمت ۲/۔ کے بک رہی ہیں اور نمونہ اصل خدمت میں آپ کی مرسل ہے آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں، یہ فوٹو حضرات پیر ابراہیم بغدادی عم فیضہ الصوری والمعنوی سجادہ نشین خانقاہ حضرت غوث اعظم حضرت پیرانِ پیر قدس سرہ العزیز کا ہے اس کو احمد آبادی وغیرہ تبرک کے طور پر رکھتے ہیں اس کا رکھنا مکانو میں حرام ہے یا نہیں؟ اور جن مکانوں میں یہ فوٹو ہوگا اُن میں رحمت کے فرشتے آئیں گے یا نہیں؟ اور اس فوٹو کے رکھنے سے برکت نازل ہوگی یا نہیں؟ اور برزخ شیخ جمانے کے لئے فوٹو شیخ کا سامنے رکھ کر اس کا برزخ جمانا شریعت وطریقت میں جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا (شفا بخش بیان فرماؤ اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ سے پورا پورا اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الخالق الباریٔ المصور الذی صورنا فاحسن صورنا وخلق وحدہ العالم نقیرہ وقطیرہ وقضی بالعذاب اشد ھو العقاب علی الذین یضاھئون خلق اللہ فیخلقوا ذرۃ او لیخلقوا حبۃ او یخلقوا شعیرۃ والصلوۃ والسلام علی من اتی بمحق الاوثان و توحید الرحمٰن وحرم التصویر صغیرۃ وکبیرۃ و وجعلہ کبیرۃ وعلی اٰلہ وصحبہ وابنہ الاکرم الغوث الاعظم وسائر حزبہ صلوۃ وسلاما توازیان عزہ وتوقیرہ رب انی اعوذبک من ھمزات الشیطٰن واعوذبک رب ان یحضرون۔

ہر قسم کی تعریف وتوصیف اُس اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو (تخلیق کا) اندازہ کرنے والا، بنانے والا اور تصویر کشی کرنے والا کہ جس نے ہماری صورتیں بنائیں اور ہمیں حسین وجمیل صورتوں سے نوازا، اور اس نے تنہا ساری دنیا کو پیدا فرمایا خواہ تخمِ خرما کا گڑھا ہو یا اور کوئی معمولی چیز ہو، اور اس نے عذاب دینے کا بڑا سخت فیصلہ فرمایا کہ اُن لوگوں پر نزولِ عقاب ہے جو اللہ تعالٰی کی تخلیق میں اس سے مشابہت اختیار کرتے ہیں تو وہ کوئی ذرّہ یا کوئی دانہ یا جَو پیدا کر دکھائیں، اور درود وسلام اُن پر ہو جو بتوں کو مٹانے اور وحدانیتِ رحمان کو بیان فرمانے کیلئے تشریف لائے اور انھوں نے چھوٹی بڑی تصویر کو حرام ٹھہرایا اور اس کام کو کبیرہ گناہ قرار دیا، اور اُن کی آل اور ساتھیوں پر، اور ان کے مکرم شہزادے غوثِ اعظم (بڑے فریادرس) پر، اور ان کے باقی تمام گروہ پر (ہدیہ درود وسلام ہو) ایسا شاندار درود وسلام کہ ان کی عزت وتوقیر کے برابر اور مساوی ہو۔ اے میرے پروردگار! میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، میرے پروردگار! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں (اور مجھے اپنے مکروفریب سے پریشان کریں)۔ (ت)

اللہ عزّوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے، دنیا میں بُت پرستی کی ابتداء یُوہیں ہوئی کہ صالحین کی محبت میں اُن کی تصویریں بناکر گھروں اور مسجدوں میں تبرکًا رکھیں اور اُن سے لذتِ عبادت کی تائید سمجھی، شدہ شدہ وہی معبود ہوگئیں، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آیۂ کریمہ :

وقالوا لاتذرن اٰلھتکم ولا تذرن ودًا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق ونسرا[1]

کافروں نے کہا ہرگز اپنے خداؤں کو نہ چھوڑو، اور ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی نہ چھوڑو۔ (ت)

کی تفسیر میں ہے :

قال کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطان الٰی قومھم ان نصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلك اولئك ونسخ العلم عبدت[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا یہ حضرت نوح (علیہ السلام) کی قوم کے نیک اور پارسا لوگوں کے نام ہیں، جب وہ وفات پاگئے تو شیطان نے بعد والوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ جہاں یہ لوگ بیٹھتے تھے وہیں ان مجالس میں اُنھیں نصب کردو (یعنی قرینے سے انھیں کھڑا کردو) اور جو اُن کے نام (زندگی میں) تھے وہی نام رکھ دو، تو لوگوں نے (جہالت سے) ایسا ہی کیا۔ پھر کچھ عرصہ ان کی عبادت نہ ہوئی، یہاں تک کہ جب وہ تعظیم کرنے والے مرگئے اور علم مٹ گیا (اور ہر طرف جہالت پھیل گئی) تو پھر ان کی عبادت شروع ہوگئی۔ (ت)

عبدبن حمید اپنی تفسیر میں ابوجعفر بن المھلب سے راوی :

قال کان ود رجلا مسلمًا وکان محببا فی قومه فلما مات عسکروا حول قبرہ فی ارض بابل وجزعوا علیه فلما رای

ابوجعفر نے فرمایا: "ودّ" ایک مسلمان شخص تھا جو اپنی قوم میں ایک پسندیدہ اور محبوب شخص تھا جب وہ مرگیا تو سرزمین بابل میں لوگ اسکی قبر کے آس پاس جمع ہوئے اور اس کی جدائی پر

---

[1] القرآن الکریم ۷۱/۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب التفاسیر باب وَدًّا وسواعًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۳۲

ابلیس جزعهم علیه تشبه فی صورة انسان ثم قال اری جزعکم علی هذا فهل لکم ان اصور لکم مثله فیکون فی نادیکم فتذکرونه به قالوا نعم فصور لهم مثله فوضعوه فی نادیهم وجعلوا یذکرونه فلما رأی مالهم من ذکره قال هل لکم ان اجعل لکم فی منزل کل رجل منکم تمثالا مثله فیکون فی بیته فتذکرونه قالوا نعم فصور لکل اهل بیت تمثالا مثله فاقبلوا فجعلوا یذکرونه به قال وادرك ابناؤهم فجعلوا یرون مایصنعون به وتناسلوا ودرس امر ذکرهم ایاه حتی اتخذوه الٰها یعبدونه من دون الله قال وکان اول ما عبد غیر الله فی الارض ود الصنم الذی سموه بود[1]

بیقرار ہوئے (اور صبر نہ کر سکے) جب شیطان نے اس کی جُدائی میں لوگوں کو بیتاب پایا تو وہ انسانی صورت میں اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا میں اِس شخص کے مرنے پر تمہاری بیقراری دیکھ رہا ہوں کیا مناسب سمجھتے ہو کہ میں بالکل اُس جیسی تمہارے لئے اس کی تصویر بنا دُوں، پھر وہ تمہاری مجلس میں رہے پھر اس کی تصویر دیکھ کر تم اُسے یاد کرو۔ لوگوں نے کہا ہاں یہ تو اچھی تجویز ہے۔ پھر شیطان نے لوگوں کے لئے بالکل اُسی جیسی اس کی تصویر بنا دی اور لوگوں نے اُسے اپنی مجالس میں سجا رکھا اور اس کی یاد کرنے لگے۔

پھر جب شیطان نے دیکھا کہ اس کے ذکر سے لوگوں کی جو حالت ہوتی ہے۔ پھر شیطان کہنے لگا کیا تم یہ مناسب کہتے ہو کہ میں تم میں سے ہر شخص کے لئے اس کے گھر میں اس کے بزرگ کا عکس تیار کر کے سجا دوں تاکہ وہ اس کے گھر میں موجود ہو، اور تم سب لوگ (انفرادی اور اجتماعی طور پر) اس کا تذکرہ کرتے رہو۔ لوگ کہنے لگے ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے۔ پھر اس نے سب گھر والوں کے لئے بالکل اُسی جیسا اس کا ایک ایک فوٹو تیار کر دیا پھر لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کا فوٹو دیکھ کر اُسے یاد کرتے رہے۔ راوی نے کہا اور ان کی اولاد نے یہ دَور پالیا، پھر وہ دیکھتے رہے کہ جو کچھ ان کے بڑے کرتے رہے، اور پھر نسل آگے بڑھی (اور پھیلی) اور جب اس کے ذکر کا سلسلہ کچھ پُرانا ہو گیا یہاں تک کہ جہالت سے پچھلے اور آنیوالی نسلوں نے اسے خدا بنا لیا کہ اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرنے لگے۔ (راوی نے کہا) سب سے پہلے زمین پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی عبادت کی گئی وہ یہی بُت ہے کہ جس کا نام لوگوں نے وَدّ رکھا ہے۔ (ت)

---

[1] الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید تحت آیۃ ۷۱/۲۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/۲۷۳-۲۷۴

نیز صحیحین بخاری و مسلم میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

لما اشتکی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذکر بعض نسائہ کنیسۃ یقال لہا ماریۃ وکانت ام سلمۃ وام حبیبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما اتتا ارض الحبشۃ فذکرتا من حسنہا وتصاویر فیہا فرفع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأسہ فقال اولٰئك اذا مات فیہم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا ثم صوروا فیہ تلك الصور واولٰئك شرار خلق اللہ عند اللہ[1]

جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ کی بعض بیویوں نے ایک گرجے کا ذکر فرمایا کہ جس کو ماریہ کہا جاتا تھا چنانچہ سیدہ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہما (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) ملکِ حبشہ میں تشریف لے گئیں، پھر انھوں نے وہاں یہ گرجا دیکھا، دونوں نے اسکے حسن اور اس میں سجی تصویروں کا تذکرہ فرمایا، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا: جب ان لوگوں میں کوئی نیک اور صالح آدمی مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے پھر ان تصویروں کو سجا کر اس میں رکھ دیتے وہی اللہ تعالٰی کی بدترین مخلوق ہیں۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

صوروا ای صور الصلحاء تذکیرا بھم وترغیبا فی العبادۃ لاجلھم ثم جاء من بعدھم فزین لھم الشیطٰن اعمالھم وقال لھم سلفکم یعبدون ھذہ الصور فوقعوا فی عبادۃ الاصنام[2]

(حدیث شریف میں ہے کہ) وہ نادان لوگ اچھے اور صالح لوگوں کی تصویریں بنا کر اپنی عبادت گاہوں میں سجا کر رکھ دیتے تاکہ ان کی یاد آتی رہے اور ان کے ذریعے عبادتِ الٰہی کی طرف رغبت پیدا ہو۔ پھر اُن کے بعد جب اور لوگ دنیا میں آئے تو شیطان نے پہلوں کے کارنامے اُن آنیوالے لوگوں کی نگاہوں میں آراستہ کرکے پیش کئے اور ان سے کہا کہ تمھارے اسلاف ان تصوروں کی پرستش کیا کرتے تھے، تو پھر یہ بھی ان کی عبادت میں مصروف ہوگئے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب بناء المسجد علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۹
صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن بناء المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۱

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب التصاویر المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۸۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتدخل الملٰئکۃ بیتا فیہ کلب و لاصورۃ۔[1] رواہ الائمۃ احمد والستۃ والطحاوی عن ابی طلحۃ[2] والبخاری والطحاوی عن ابن عمر[3] وعن ابن عباس، ومسلم وابوداؤد والنسائی والطحاوی عن ام المؤمنین میمونۃ[4]، ومسلم وابن ماجۃ والطحاوی عن ام المؤمنین الصدیقۃ و احمد ومسلم والنسائی والطحاوی و ابن حبان عن ابی ھریرۃ[5] والامام احمد و الدارمی وسعید بن منصور وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ و ابویعلی والطحاوی و ابن حبان والضیاء والشاشی وابونعیم فی

رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا یا تصویر ہو (ائمہ محدثین مثلاً امام احمد، دوسرے چھ ائمہ حدیث اور امام طحاوی نے حضرت ابوطلحہ سے اس کو روایت فرمایا۔ نیز بخاری اور طحاوی نے حضرت عبداللہ ابن عمر، اور حضرت ابن عباس سے اس کو روایت کیا۔ امام مسلم، ابوداؤد، سنن نسائی اور طحاوی نے ام المؤمنین سیدہ میمونہ سے اور مسلم، ابن ماجہ اور امام طحاوی نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ مسند احمد، مسلم، نسائی، طحاوی اور ابن حبان نے بحوالہ حضرت ابوہریرہ اس کو روایت کیا ہے (اور اسی طرح) امام احمد، دارمی، سعید بن منصور، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلٰی، طحاوی، ابن حبان، الضیاء، الشاشی، اور ابونعیم نے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی طلحہ ۴/ ۲۸ و صحیح البخاری کتاب بدء الخلق ۱/ ۴۵۸، ۴۶۸
صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۲۰۰ و سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۱۶
جامع الترمذی ابواب الادب ۲/ ۱۰۳ و سنن النسائی ص ۲۹۹
شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۰

[2] " " " عن ابن عباس " " " ۱/ ۴۰۰
صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/ ۵۷۰ و کتاب اللباس ۲/ ۸۸۱

[3] صحیح مسلم ۲/ ۱۹۹ و مسند احمد بن حنبل ۶/ ۳۳۰ و سنن ابی داؤد ۲/ ۲۱۷

[4] صحیح مسلم ۲/ ۲۰۰ و ۲۰۱ و سنن ابن ماجہ ص ۲۱۸ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۰۰

[5] " " ۲/ ۲۰۲ و سنن النسائی ۲/ ۳۰۱ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۰۳

37 الحلیۃ عن امیر المؤمنین[1] علی والامام مالک فی المؤطا والترمذی والطحاوی عن ابی سعید[2] الخدری، واحمد والطحاوی والطبرانی فی الکبیر[3] عن اسامۃ بن زید والطحاوی عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم وقد فصلنا ھا فی فتاونا۔

حلیہ میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ نیز امام مالک نے "موطا" میں، ترمذی اور طحاوی نے "معجم کبیر" میں حضرت اسامہ بن زید سے اس کو روایت فرمایا۔ اور اسی طرح طحاوی نے حضرت ابو ایوب انصاری کے حوالہ سے اس کو روایت فرمایا، اللہ تعالٰی ان تمام بزرگوں سے راضی ہو۔ اور ہم نے ان سب باتوں کو اپنے فتاوٰی میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے (ت)

اور اس میں کسی معظم دینی کی تصویر ہونا نہ عذر ہوسکتا ہے نہ اس وبال عظیم سے بچا سکتا ہے بلکہ معظم دینی کی تصویر زیادہ موجب وبال و نکال ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے گی اور تصویر ذی روح کی تعظیم خاصی بُت پرستی کی صورت اور گویا ملت اسلامی سے صریح مخالفت ہے۔ ابھی حدیث سُن چکے کہ وہ اولیا ہی کی تصویریں رکھتے تھے جس پر اُن کو بدترین خلق اللہ فرمایا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کون معظم دین ہوگا اور نبی بھی کون حضرت شیخ الانبیاء خلیل کبریا سیدنا ابراہیم علٰی ابنہ الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تمام جہان سے افضل و اعلٰی ہیں ان کی اور حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ و حضرت بتول مریم علیہم الصلوٰۃ کی تصویریں دیوار کعبہ پر کفار نے منقش کی تھیں، جب مکہ معظمہ فتح ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پہلے بھیج کر وہ سب محو کرادیں۔ جب کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے بعض کے نشان کچھ باقی پائے پانی منگا کر بنفس نفیس انھیں دھویا اور بنانے والوں کو قاتل اللہ فرمایا اللہ انھیں قتل کرے،

ھذا معنی ماروی البخاری فی صحیحہ والامام

جو کچھ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت فرمایا

[1] سنن ابی داؤد ۲/ ۲۱۶ و سنن النسائی ۲/ ۳۰۰ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۰۰
[2] جامع الترمذی ۲/ ۱۰۴ و موطا امام مالک ما جاء فی الصور والتماثیل ص ۷۲۶
[3] مسند احمد بن حنبل ۵/ ۲۰۳ و المعجم الکبیر حدیث ۳۸۷ ۱/ ۱۶۲ و شرح معانی الآثار ۲/ ۴۰۰
[4] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۰
صحیح البخاری کتاب المناسک ۱/ ۲۱۸ و کتاب الانبیاء ۱/ ۴۷۳ قدیمی کتب خانہ کراچی
سنن ابی داؤد کتاب المناسک ۱/ ۲۷۷ و مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس ۱/ ۳۳۵ و ۳۶۵

الطحاوی عن ابن عباس والامام احمد وابو داؤد عن جابر بن عبداللہ وعمر بن شیبۃ والامام الطحاوی عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم کما فصلناہ فی فتاوٰنا۔

اس کا مفہوم اور معنٰی یہی ہے، امام طحاوی نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے۔ امام احمد، ابوداؤد نے حضرت جابر بن عبداللہ کے حوالہ سے۔ اور عمر بن شیبہ اور امام طحاوی نے اسامہ بن زید سے اس کو روایت کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسکو مفصل بیان کیا ہے (ت)

ہاں بادی النظر میں یہاں یہ شبہہ گزر سکتا ہے کہ صاحبزادہ موصوف کی یہ تصویر صرف سینے تک ہے اور انسان اتنے جسم سے زندہ نہیں رہتا۔ اور درمختار میں ہے کہ جب تصویر سے وہ عضو محو کر دیا جائے جس کے بغیر حیات نہ ہو تو وہ ممانعت سے مستثنٰی ہے۔

حیث قال (او کانت صغیرۃ) لاتتبین تفاصیل اعضائھا للناظر قائما وھی علی الارض ذکرہ الحلبی (او مقطوعۃ الراس او الوجہ) او ممحوۃ عضو لاتعیش بدونہ (او لغیر ذی روح) لایکرہ۔[1]

چنانچہ فرمایا اگر تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھی ہو تو کھڑے ہو کر دیکھنے والے کو اس کے اعضا کی تفصیل معلوم نہ ہو سکے، چنانچہ حلبی نے اس کو بیان فرمایا یا اس کا سر یا چہرہ کاٹ دیا گیا ہو یا اس کے کسی ایسے اندام کو مٹا دیا گیا ہو کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہ رہ سکے، یا کسی غیر جاندار کی تصویر ہو تو ان ساری صورتوں میں کراہت نہ ہوگی (ت)

اور بنانے کے بعد مٹا دینا اور سرے سے نہ ہونا دونوں کا ایک حکم ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قولہ او مقطوعۃ الراس ای سواء کان من الاصل او کان لھا راس ومحی[2] اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق۔

مصنف کا قول کہ یا تصویر کا سر کاٹ دیا گیا، یعنی اصل سے اس کا سر نہ ہو، یا سر ہو لیکن اسے مٹا دیا گیا ہو۔ اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی کے کرم ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے آدمی تحقیق کی چوٹی تک پہنچ سکتا ہے (ت)

یہاں یہ قول اس کا ہو سکتا ہے جس نے خدمت فقہ وحدیث نہ کی نہ اُسے مقاصد شرع پر نظر ملی،

اولًا مقام تنقیح میں سرے سے یہ عبارت دُر ہی محلِ نظر ہے فقیر نے جس قدر کتب فقہیہ متون وشروح

---

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[2] ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۶

وفتاوی حاضر ہیں سب کی طرف مراجعت کی، بیانِ حکم میں اس تعمیم میں درمختار کا سلف نہ پایا یہاں تک کہ بحر و درر کہ اکثر ماخذ کتاب ہیں ان میں بھی اس کا نشان نہیں، عامہ کتب مثل ہدایہ و وقایہ و نقایہ و کنز و وافی و غرر و اصلاح و ملتقی و منیہ و نور الایضاح و ہدایہ و شرح وقایہ و برجندی و تبیین و کافی و درر و ایضاح و مجمع الانہر و مراقی الفلاح و فتح القدیر و عنایہ و خانیہ و خزانۃ المفتین و ہندیہ حتی کہ خود جامع صغیر محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں صرف ذکر راس پر اقتصار فرمایا کہ اگر تصویر بے سر کی ہو یا اس کا سر کاٹ دیں تو کراہت نہیں، اور خلاصہ پھر اس کی تبعیت سے نور الابصار و حلیہ و بحر الرائق و جامع الرموز و غنیہ و صغیری و شرنبلالیہ و عبد الحلیم علی الدرر میں "وجہ" کا اضافہ کیا کہ چہرہ مٹا دینا بھی سر کاٹ دینے کی مثل ہے ذخیرۃ العقبٰی و شلبی علی الزیلعی و حسن عجیمی علی الدرر و سعدی آفندی علی العنایہ و مسکین علی الکنز کہ سید ابو السعود ازہری نے بھی کہ درمختار سے کثیر الاخذ ہیں زیادت سے اصلاً تعرض نہ کیا **اقول** اور ذکر "وجہ" حقیقۃً زیادت نہیں کہ راس کا اطلاق اکثر چہرہ پر آتا ہے گردن جدا کر دینے کو سر کاٹنا ہی کہتے ہیں تو مقصود خلاصہ اس کا افادہ بھی ہے کہ محو بھی مثلِ قطع ہے اس کی عبارت یہ ہے:

ان کان مقطوع الراس لاباس بہ ولو محی وجہ الصورۃ فہو کقطع الراس[1]۔

اگر تصویر کا سر کاٹ دیا گیا تو پھر اس کے رکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور تصویر کے چہرے کو مٹا دینا سر کاٹنے کی طرح ہے۔ (ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) دیگر اعضا وجہ و راس کے معنی میں نہیں اگرچہ مدار حیات ہونے میں مماثل ہوں کہ چہرہ ہی تصویر جاندار میں اصل ہے، ولہذا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی نے اسی کا نام تصویر رکھا اور شک نہیں کہ فقط چہرہ کو تصویر کہتے اور بنانے والے بارہا اسی پر اقتصار کرتے ہیں ملوک نصارٰی کہ سکہ میں اپنی تصویر چاہتے ہیں اکثر فقط چہرہ تک رکھتے ہیں اور بیشک عامہ مقاصد تصویر چہرہ سے حاصل ہوتے ہیں وانما الشیئ بمقاصدہ (یہی بات ہے کہ شے اپنے مقاصد پر مبنی ہوتی ہے۔ ت)

امام اجل ابوجعفر طحاوی حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال الصورۃ الراس فکل شیئ لیس لہ راس فلیس بصورۃ[2]۔

فرمایا: "تصویر" "سر" کا نام ہے لہذا جس چیز کا سر نہ ہو وہ تصویر نہیں (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی الجنس فیما یکرہ فی الصلوٰۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۵۸

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الصورت تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۰۳

اور اسی طرف عبارتِ ہدایہ ناظر:

حیث قال اذا کان التمثال مقطوع الراس فلیس بتمثال[1]

چنانچہ (صاحب ہدایہ نے) فرمایا کہ جب کسی مجسمے کا سر کاٹ دیا گیا ہو تو پھر وہ مجسمہ نہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ یہ جامع صغیر میں نصِ امام کبیر ہے:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اذا کان راس الصورۃ مقطوعا فلیس بتمثال[2]

امام محمد نے امام ابو یوسف کے حوالہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرمائی کہ اگر تصویر کا سر کاٹ دیا گیا ہے تو پھر وہ بلاشبہہ تمثال (مورتی) نہیں (ت)

لاجرم امام نسفی نے وافی و کافی میں تصریح فرمائی کہ اگر تصویر کا سر مقطوع نہیں کراہت مدفوع نہیں

وھذا نصہ لو کان فوق راسہ فی السقف او بین یدیہ او بحذائہ صورۃ غیر مقطوع راسھا کرہ[3]

امام نسفی کی تصریح یہ ہے، اگر تصویر کسی شخص کے سر کے اوپر چھت میں موجود ہو یا اس کے سامنے ہو یا اس کے مقابل ہو لیکن اس کا سر نہ کاٹا گیا ہو تو کراہت ہوگی (ت)

ظاہر ہے کہ نیم قد یا سینہ تک کی تصویر پر بھی صادق ہے کہ اس کا سر مقطوع نہیں تو حکم منع مدفوع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

ثانیاً قولِ درمختار ہی لیجئے جس پر محشیوں نے تقریر اور خادمی نے حاشیہ درر میں تبعیت کی،

حیث قال مقطوعۃ الراس والمراد ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ کالوجہ[4]

چنانچہ اس نے کہا تصویر کا سر کاٹ دیا گیا ہو۔ مراد یہ ہے کہ اس کے کسی ایسے اندام کو مٹا دیا گیا ہو کہ جس کے بغیر زندگی نہیں ہو سکتی جیسے چہرہ (ت)

بیانِ مسئلہ میں اگرچہ یہ تعمیم فقیر نے کہیں نہ پائی مگر ایک مسئلہ کی دلیل میں کلامِ فتح سے اس کی

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۲۲
[2] الجامع الصغیر " باب فی الامام این تستحب لہ ان یقوم مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۱
[3] کافی شرح وافی
[4] حاشیۃ الدرر علی الغرر للخادمی کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ مطبعۃ عثمانیہ ص ۷۰

طرف اشارہ سمجھا گیا،

اذقال لوقطع یدیها و رجلیها لاترتفع الکراهة لان الانسان قد تقطع اطرافه وهوحی۔[1]

جبکہ فتح القدیر میں فرمایا اگر کسی نے تصویر (فوٹو) کے ہاتھ پاؤں کاٹ دئے تو کراہت مرفوع نہ ہو گی اس لئے کہ کبھی انسان کے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹ دئے جاتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ زندہ ہوتا ہے۔(ت)

علامہ طحطاوی نے اس سے وہ تعمیم استنباط فرمائی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا:

افاد بهذا التعلیل ان قطع الراس لیس بقید بل المراد جعلها علی حالة لاتعیش معها مطلقا۔[2]

اس تعلیل نے یہ فائدہ دیا کہ قطع الراس کا ذکر بطور قید نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ تصویر کو ایسی حالت میں کر دینا کہ جس کی موجودگی میں وہ مطلقاً زندہ نہ رہ سکے۔(ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اس استنباط میں نظر ظاہر ہے،

فان حاصل کلام الفتح ان هذا مکروه لکونه علی حالة یعاش معها وکل ماکان کذا فهو مکروه ولایلزم منه ان کل ماهو مکروه فهو کذا فان الموجبة الکلیة لاتنعکس کنفسها ووجدت نظیره فی الهدایة اذقال الطلاق علی ضربین صریح وکنایة فالصریح قوله انت طالق ومطلقة و

فتح القدیر کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اس لئے کہ شئی ایسی حالت پر ہے کہ جس کی موجودگی میں زندگی پائی جاسکتی ہے (مراد یہ کہ وہ حالت مانع حیات نہیں) اور ہر کام جو اس طرح ہو وہ مکروہ ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ ہر کام جو مکروہ ہے وہ اس طرح ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکس بنفسہا نہیں (یعنی موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں) میں نے ہدایہ میں اس کی نظیر پائی ہے کیونکہ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ طلاق کی دو قسمیں ہیں: (۱) صریح، (۲) کنایہ۔ چنانچہ طلاق صریح کی مثال مثلاً یہ

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ للمصلی الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوٰۃ فصل فی المکروہات نور محمد کارخانہ تجارت کتب ص ۱۹۹

طلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعي لان هذه الالفاظ تستعمل في الطلاق ولا تستعمل في غيره فكان صريحا وانه يعقب الرجعة بالنص ولا يفتقر الى النية لانه صريح فيه لغلبة الاستعمال[1] اھ **اقول** فمناط الصراحة هو غلبة الاستعمال كما افاد اخرا مما لم يستعمل في غير الطلاق كان اولى بالصراحة فيه فلذا علل الصراحة به في الالفاظ الثلثة وهو لا يفيد ان يستعمل في غيره نادرا لا يكون صريحا فيه وبالجملة وهو تعليل بما يتضمن العلة مع شئ زائد يفيده من باب اولى كذا ههنا مناط المنع هو الراس ولو وحده فاذا كان جميع ما يحتاج اليه للحياة باقيا تضمن العلة شئ مع زائده افاد المنع

کہا (اپنی منکوحہ کو مخاطب کرتے ہوئے) تو طلاق والی ہے (انتِ طالق)، تو طلاق ہوگئی ہے (انتِ مطلقة)، میں نے تجھے طلاق دے دی (طلقتك)، پس ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اس لئے کہ الفاظ مذکورہ صرف طلاق میں استعمال کئے جاتے ہیں لہذا کسی دوسرے مفہوم میں استعمال نہیں کئے جاتے (اس لئے یہ طلاق کے الفاظ صریحہ ہیں) لہذا ان میں سے کسی ایک کے وقوع کے بعد رجعت ہوگی، اور یہ محتاج نیت نہیں، اس لئے کہ یہ افادیتِ معنیٰ نہیں "صریح" ہیں، اور اس کی وجہ غلبۂ استعمال ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) صراحت کا مدار غلبۂ استعمال ہے جیسا کہ آخر میں صاحبِ ہدایہ نے یہ افادہ پیش کیا، جو الفاظ بغیر طلاق نہ استعمال کئے جائیں وہ باب طلاق میں صریح ہونے کے زیادہ لائق ہیں، لہذا یہی وجہ ہے کہ مصنف نے الفاظ ثلاثہ مذکورہ میں صراحت بالطلاق ہونے کی تعلیل ذکر فرمائی ہے، یعنی الفاظ مذکورہ طلاقِ صریح کے الفاظ ہیں، اور علت غلبۂ استعمال ہے، اور یہ اس بات کیلئے مفید نہیں کہ اگر الفاظ مذکورہ بطور نادر غیر طلاق میں استعمال کئے جائیں تو پھر وہ مفہوم طلاق میں صریح نہ ہونگے (بلکہ اس کے باوجود وہ صریح طلاق کے الفاظ ہیں) (خلاصۂ کلام) وہ ایک ایسی چیز

[1] الہدایۃ کتاب الطلاق باب ایقاع الطلاق المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۳۲۹

بالاولٰی فلا تدافع بین کلامی الھدایۃ اولا واٰخرا و قدکان افادھذا فی الفتح نفسہ اذقال ما غلب استعمالہ فی معنی بحیث یتبادر حقیقۃ او مجازا صریح فان لم یستعمل فی غیرہ فاولٰی بالصراحۃ فلذا رتب الصراحۃ فی ھذہ الالفاظ علی الاستعمال فی الطلاق دون غیرہ[1] اھ ثم زعم التدافع مع انہ قد اندفع بما قرر۔

کے ساتھ تعلیل ہے جو شَیٔ زائد سمیت علت پر مشتمل ہے، جو بطریق اولیٰ حکم کے لئے مفید ہے۔ پس یہاں بھی اسی طرح ہے کہ منع کا مدار رأس (سر) ہے اگرچہ اکیلا ہو، پھر جب تمام محتاج الیہ حیات باقی ہوں تو یہ علت شَیٔ زائد پر مشتمل ہوگی، تو پھر اس سے ممانعت بطریق اولیٰ کا فائدہ ہوگا، لہذا صاحبِ ہدایہ کے پہلے اور پچھلے کلام میں کوئی تدافع اور تناقض نہیں، فتح القدیر میں بالکل یہی افادہ پیش فرمایا، جس لفظ کا استعمال کسی معنیٰ میں غالب اور زیادہ تر ہو کہ بطورِ حقیقت یا مجاز وہی معنیٰ متبادر ہو تو پھر وہ لفظ اس معنیٰ میں "صریح" ہے۔ اور اگر کسی دوسرے معنیٰ میں بالکل استعمال نہ کیا جائے تو پھر وہ اولیٰ بالصراحۃ ہوگا' لہذا یہی وجہ ہے کہ ان الفاظ میں صراحت اس بات پر مرتّب ہے کہ الفاظ مذکورہ صرف معنی طلاق میں مستعمل ہیں نہ کہ کسی دوسرے معنی میں اھ پھر اس نے تدافع سمجھا حالانکہ وہ اس کی تقریر (اور اثبات ہی سے) دفع ہوگیا ہے۔ (ت)

واللہ الحمد اسی طرز پر ایک بحث میں اُن کے تلمیذ امام ابن امیر حاج کے کلام سے اشارہ نکل سکتا ہے اور ویسا ہی اس کا جواب ہے،

حیث یقول اما قطع الراس عن الجسد بخیط مع بقاء الراس علی حالہ فلاینفی

چنانچہ موصوف فرماتے ہیں اگر سر کو کسی دھاگے سے جدا اور قطع کیا جائے باوجودیکہ سر بدستور اپنے حال پر باقی رہے تو اس سے کراہت منفی

---

[1] فتح القدیر کتاب الطلاق باب ایقاع الطلاق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۳۵۱

الکراھۃ لان من الطیر ما ھو مطوق فلا یتحقق القطع بذٰلک کذا ذکروہ وھو قاصر علی الطیر والظاھر ان الکراھۃ لاتنتفی فی غیرہ من الحیوانات بھذا الصنیع کما لاتنتفی فیہ فیحتاج الغیر الی توجیہ غیر ھذا ولعل الاولی ان یقال لان الحیوان الحی قد یجعل علی رقبتہ شیئ ساتر لھا من خیط او غیرہ لغرض من الاغراض فیکون ھذا بمنزلتہ فلا تزول بہ الکراھۃ ثم لم اقف علی انہ لو فصل بین نصفہ الاعلی والاسفل بخیط حتی صار کانہ مقطوع شطرین ھل تزول الکراھۃ الظاھر انھا لاتزول کما فی الراس لنحو ما ذکرنا آنفا فی الراس و لاسیما فی الآدمی فان ذٰلک یکون فیہ بمنزلۃ شد الوسط واللہ تعالٰی اعلم اھ [1] اقول والاتیان

نہ ہوگی کیونکہ کچھ پرندے مطوق (یعنی طوق کے ہوئے ہوتے ہیں) تو اس سے قطع نہیں پایا جاتا چنانچہ ائمہ کرام نے اسی طرح ذکر فرمایا۔ اور یہ صرف پرندے میں منحصر (بند) ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ کراہت باقی حیوانات میں بھی اس توجیہ کے علاوہ کسی اور توجیہ کی ضرورت ہے، شاید اولٰی یہ ہے کہ کہا جائے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کسی نہ کسی غرض کی وجہ سے۔ اکثر دھاگہ وغیرہ کسی حیوان کی گردن پر رکھ دیا جاتا ہے جو اسکی گردن کو ڈھانپ دیتا ہے۔ لہذا یہ اسکی جگہ یعنی اس کے قائم مقام ہے، پس اس سے کراہت زائل نہ ہوگی۔ پھر میں اس پر واقف اور مطلع نہیں ہوا کہ اگر نصف اعلٰی اور نصف اسفل (یعنی اوپر اور نیچے کے حصہ میں) کسی دھاگے سے فصل کردیا جائے اور وہ اس طرح ہوجائے کہ گویا دو حصوں میں قطع کردیا گیا ہے تو کیا اس صورت میں کراہت زائل ہوجائیگی یا نہیں؟ ظاہر یہ ہے کہ کراہت زائل نہ ہوگی، جیسا کہ حالت راس (سر) میں کراہت زائل نہ ہوگی بشرطیکہ راس میں اس طریقہ کے مطابق کارروائی کیجائے کہ جس کو راس میں ہم نے بیان کیا ہے، خصوصاً انسان میں، کیونکہ اس میں وہ کارروائی کمربستگی کے قائم مقام ہے۔ واللہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

بلفظ الظاهر فی الموضعین من شدۃ ورعه رحمه الله تعالٰی والا فالحکم مقطوع به فیهما ولایتوهم احد ان لو ربط خیط فی عنق صورۃ انسان لابهیمة اوفی وسطها ذهب الحکم الشرعی وجاز اقتناؤها ثم لیس حاصله الامثل ما فی الفتح ان کل ما لاینافی الحیاۃ لاینفی الکراهة ولایلزم منه ان کل ماینافی الحیاۃ ینفی الکراهة کما لایخفی الاتری ان کل مالاینافی الانسانیة لاینفی الحیوانیة اذلو نفی الحیوانیة ینافی الانسانیة ولیس ان کلماینافی الانسانیة ینفی الحیوانیة کالصهیل والنهیق والترهب فان کل ذلك ینافی الانسانیة ولاینافی الحیوانیة۔

تعالٰی اعلم۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) لفظ "ظاہر" دو جگہ ذکر کرنے سے مصنف علیہ الرحمۃ کی شدت ورع اور احتیاط ہے ورنہ دونوں میں حکم یقینی ہے۔ اور کوئی یہ وہم نہ کرے کہ اگر کسی انسانی تصویر کی گردن میں کوئی دھاگہ باندھا جائے یا اس کے وسط (درمیان) میں ایسا کیا جائے نہ کہ چوپایہ میں۔ پس اس صورت میں حکم شرعی ختم ہو جائیگا اور پھر اس کو محفوظ رکھنا جائز ہوگا۔ پھر اس کا حاصل بالکل وہی ہے جو فتح القدیر میں مذکور ہے۔ جو چیز حیات کے منافی نہ ہو تو وہ کراہت کی نفی نہیں کرتی، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو چیز حیات کے منافی ہو وہ کراہت کی نفی کرتی ہے جیسا کہ یہ امر مخفی اور پوشیدہ نہیں، کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو چیز انسانیت کے منافی نہیں وہ حیوانیت کی نفی نہیں کرتی کیونکہ اگر حیوانیت کی نفی ہو تو انسانیت کی نفی ہو جائے، اور ایسا نہیں کہ جو انسانیت کے منافی ہو اُس سے حیوانیت کی نفی ہو جائے جیسے صہیل (گھوڑے کا ہنہنانا) اور نہیق (گدھے کا ڈھیچوں ڈھیچوں کرنا) اور ترہب (راہب بننا) اس لئے کہ یہ سب کچھ انسانیت کے منافی ہے لیکن حیوانیت کے منافی نہیں۔ (ت)

عجب نہیں کہ مدقق علائی نے انھیں عبارات فتح وحلیہ کو دیکھ کر یہ تعمیم اضافہ فرمائی ہو حالانکہ وہ مفید تعمیم نہیں، ہاں کلام امام ابوجعفر طحاوی میں فقیر نے اس کی طرف اشارہ پایا،

حیث قال رحمه الله تعالٰی بعد ما احتج علی من قال بکراهة الصورۃ مطلقا ولو لغیر حیوان کشجر

چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے خلاف استدلال پیش کرنے کے بعد فرمایا جنھوں نے یہ کہہ دیا کہ تصویر مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ غیر حیوان ہی کی کیوں نہ ہو، مثلاً درخت وغیرہ

مثلاً باحادیث فیہا الامر بقطع راس التماثیل مانصہ فلما ابیحت التماثیل بعد قطع رؤسہا الذی لو قطع من ذی الروح لم یبق، دل ذلک علی اباحۃ تصویر مالاروح لہ وعلی خروج مالا روح لمثلہ من الصور مما قد نہی عنہ فی الآثار التی ذکرنا فی ھذا الباب وقد روی عن عکرمۃ فی ھذا الباب ایضا ما حدثنا محمد بن النعمٰن (فذکر بسندہ) عن عکرمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال الصورۃ الراس[1] الی اٰخر ما تقدم۔

کی تصویر۔ ان روایات کی وجہ سے کہ جن میں تماثیل (مجسمے) کے سر کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ موصوف کی یہ نص ہے۔ جب قطع راس (سر الگ کردینا) کے بعد تماثیل کی اجازت دی گئی (اور اسے مباح قرار دیا گیا) لہذا اگر ذی روح کا سر کاٹ دیا جائے تو پھر وہ ذی روح کی صورت نہ رہے گی، اور یہ غیر ذی روح کی تصویر کے مباح ہونے کی دلیل ہے، اور جس میں روح نہ ہو وہ اس تصویر سے خارج ہے کہ جس سے اُن آثار میں منع کردیا گیا کہ جنھیں ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے، چنانچہ اس باب میں نیز حضرت عکرمہ سے وہ حدیث مروی ہے کہ جس کو ہم سے محمد بن نعمان نے بیان فرمایا ہم اسے سند سے بحوالہ عکرمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کرتے ہیں، فرمایا: تصویر سر کا نام ہے۔ آخر تک وہی کلام ہے جو پہلے بیان ہوچکا۔ (ت)

کلام ذکر کے لئے یہ غایت ابدائے سند ہے **اقول** اگرچہ اُن کا آخر کلام اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استناد بتا رہا ہے کہ تصویر نہ رہنا حکم منع سے خارج کرنے کا مدار ہے اور یہی چاہئے کہ شرع نے حکم منع تمثال ظاہر غیر مستہان پر فرمایا تو جب تک تمثال بلا اہانت ظاہر ہے منع باقی ہے، ہاں جب تمثال نہ رہے یا اہانت ہو منع نہ رہے گا کہ مناط منع منتفی ہوگیا قطع سر میں تمثال نہیں رہتی جیسا کہ حدیث ابوہریرہ وعبارتِ ہدایہ سے خود کلام امام اعظم سے گزرا بخلاف دیگر اعضا کہ جب تک چہرہ باقی تصویر باقی اگرچہ اور اعضا نہ ہوں، لہذا جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے حدیث آئندہ اور محرر مذہب امام محمد نے جامع صغیر اور جملہ کتب مذکورہ مذہب متون وشروح و فتاوٰی میں صرف نفی راس پر اقتصار فرمایا، واللہ تعالٰی اعلم، بہرحال اگر اسی پر چلئے **فاقول** وباللہ التوفیق (اللہ تعالٰی کی توفیق ہی کے سہارے میں کہتا ہوں۔ ت) تصویر میں حیات

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۳

آپ تو کسی حالت میں نہیں ہوتی نہ وُہ کسی حال میں جملہ اعضائے مدارِ حیات کا استیعاب کرتی ہے عکسی میں تو ظاہر کہ اگر پُورے قد کی بھی ہو تو صرف ایک طرف کی سطح بالا کا عکس لائے گی خول میں نصف جسم بھی ہوتا تو عادۃً حیات ناممکن ہوتی نہ کہ صرف نصف سطح اور بُت میں بھی اندرونی اعضا مثل دل وجگر و عروق نہیں ہوتے اور ڈاکٹری کی ایک تصویر خاص لیجئے جس میں اندر باہر کے رگ پٹھے تک سب دکھائے جاتے ہیں تو رگوں میں خون کہاں سے آئے گا غرض تصویر کسی طرح استیعاب ما بہ الحیاۃ نہیں ہو سکتی فقط فرق حکایت وفہم ناظر کا ہے اگر اس کی حکایت محکی عنہ میں حیات کا پتا دے یعنی ناظر یہ سمجھے کہ گویا ذو التصویر زندہ کو دیکھ رہا ہے تو وُہ تصویر ذی روح کی ہے اور اگر حکایت حیات نہ کرے ناظر اس کے ملاحظہ سے جانے کہ یہ حی کی صورت نہیں میت و بے روح کی ہے تو وہ تصویر غیر ذی روح کی ہے۔ سُنن ابی داؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و صحیح ابن حبان و شرح معانی الآثار امام طحاوی و مستدرک حاکم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتانی جبریل قال اتیتک البارحۃ فلم یمنعنی ان اکون دخلت الا انہ کان علی الباب تماثیل وکان فی البیت قرام ستر فیہ تماثیل کلب فمر براس التمثال الذی علی باب البیت فیقطع فیصیر کھیأۃ الشجرۃ ومر بالستر فلیقطع فلیجعل وسادتین منبوذتین توطان ومر بالکلب فلیخرج ففعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

(حضرت ابوہریرہ نے) فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری خدمت میں حضرت جبرائیل حاضر ہوئے اور فرمایا کہ میں گزشتہ رات آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن مجھے اندر داخل ہونے سے صرف اس چیز نے روکا کہ دروازے پر تصویریں تھیں اور گھر میں بھی باریک پردہ تھا کہ جس پر تصویریں موجود تھیں نیز گھر میں کتا تھا لہذا آپ اس تصویر کے متعلق فرمادیں کہ اس کا سر کاٹ دیا جائے تاکہ وہ درخت کی طرح ہوجائے، اور پردے کے بارے میں فرمادیں کہ اُسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے اور دو مسندیں بنائی جائیں جو زمین پر ڈالی اور پاؤں سے روندی جائیں، اور کُتّے کے بارے میں فرمادیجئے کہ اسے باہر نکال دیا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کچھ اس طرح کیا۔ (ت)

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الصور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۷
جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان الملائکۃ لاتدخل بیتا الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۴
شرح معانی الآثار کتاب الکراہۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۲

دیکھئے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی عرض کی کہ ان تصویروں کے سر کاٹنے کا حکم فرما دیجئے جس سے ان کی ہیأت درخت کے مثل ہوجائے حیوانی صورت نہ رہے اس کا صریح مفاد تو یہی ہے کہ بے قطع راس حکم منع نہ جائیگا کہ بغیر اس کے نرے پیڑ کی مثل ہو سکتی ہیں نہ صورت حیوانی سے خارج، اور اگر تنزل کیجئے تو اس قدر تو لازم کہ ایسا کر دیجئے جس سے وہ ایک بے جان کی صورت معلوم ہو اس سے حالت بے روحی مفہوم ہو، ولہذا علامہ سید طحطاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے اسی قول دُر کی شرح میں فرمایا،

قولہ لا تعیش بدونہ انما لا تکرہ الصلٰوۃ الیھا لانھا صورۃ میت وھو لا یعبد[1] اھ اقول والاولٰی وھی لا تعبد لان المشرکین انما یعبدون المیت قال اللہ تعالٰی اموات غیر احیاء[2] نعم لا یصورونھم صورۃ میت بل حی۔

مصنف کا ارشاد کہ اس کے بغیر زندگی نہ ہو۔ پس ایسی تصویر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ وہ مردے کی تصویر ہے جبکہ مردے کی عبادت نہیں کی جاتی اھ اقول (میں کہتا ہوں کہ) زیادہ بہتر یہ ہے کہ کہا جاتا کہ مُردے کی صورت کی عبادت نہیں کی جاتی، اس لئے کہ مشرک تو مُردوں کی عبادت کیا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: "وہ مُردے ہیں جو زندہ نہیں" ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ مُردوں کی صورت پر اُن کی تصویریں نہیں بناتے بلکہ زندوں کی صورت پر ان کی تصویریں بناتے ہیں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ عکسی تصویریں اگرچہ نیم قد یا سینہ تک بلکہ اگر صرف چہرہ کی ہوں ہرگز نہ مثل شجر ہوتی ہیں نہ مُردہ، ذوالصورۃ کی حکایت کرتی ہیں بلکہ یقیناً جیتے جاگتے کی صورت دکھاتی ہیں، اور ناظرین کا ذہن اُن سے حالت حیات ذوالصورۃ ہی کی طرف جاتا ہے کوئی نہیں سمجھتا کہ یہ مردہ کی صورت ہے اور مدار حکم اسی فہم پر تھا، نہ حیات و موت حقیقی پر جس سے تصویر کو بہرہ نہیں۔ آیا نہیں دیکھتے کہ سلاطین نصارٰی اپنی ایسی ہی ناقص تصویریں سکہ پر منقوش کراتے ہیں اگر اُس سے حالتِ موت مفہوم ہوتی تو کبھی نہ چاہتے کہ سکہ میں اپنی مردہ کی صورت دکھائیں تو انصافاً عبارتِ دُرمختار بھی ان تصویروں سے نفیِ ممانعت نہیں کرتی وہ اس تصویر کے لئے ہے جسے توڑ پھوڑ کر اس حالت پر کردیں کہ اس میں حالت حیات کی حکایت نہ رہے جو اُسے دیکھے میت بے روح کی صورت جانے اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اور اب عجب نہیں کہ چہرہ کے سوا دیگر اعضائے مدارِ حیات کے عدم اصلی و اعدام بنقض و ابطال میں معنی مقصود بحکایۃ الحیاۃ عرفاً مفہوم ہونے نہ ہونے سے بعض صور میں فرق پیدا ہو بخلاف چہرہ کہ سرے سے نہ بنایا یا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۷۴
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۱

بنا ہوا توڑ دیا بہرحال حکایت نہیں ہوتی کما لایخفی فلیتسأل و باللہ التوفیق (جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں، پھر پوچھنا چاہئے، اور اللہ تعالٰی کے فضل ہی سے توفیق حاصل ہوسکتی ہے۔ ت)

ثالثاً بتوفیق اللہ وجل کہ وہ تحقیق بیان کریں جس سے اس مبحث کے تمام علل و احکام و اصول و فروع متجلی ہوں۔ تصویر ممنوع میں کراہت نماز و حکم ممانعت کی علت مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے مشابہت عبادتِ صنم بتائی، ہدایہ میں صراحۃً اسی میں حصر فرمایا:

حیث قال لاباس بان یصلی و بین یدیہ مصحف معلق او سیف معلق لانہما لایعبدان و باعتبارہ تثبت الکراھۃ[1]

چنانچہ فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی نماز پڑھے جبکہ اس کے سامنے مصحف شریف یا تلوار لٹکی ہوئی ہو اس لئے کہ ان دونوں کی عبادت نہیں کی جاتی، اور باعتبارِ عبادت کراہت ثابت ہوتی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

قولہ و باعتبارہ تثبت الکراھۃ قدم المعمول لقصد افادۃ الحصر[2]

مصنف کا یہ کہنا کہ عبادت کی وجہ سے کراہت ثابت ہوتی ہے اس میں معمول کو مقدم کیا گیا ہے تاکہ حصر کا فائدہ حاصل ہو (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

لاتعبد اذا کانت صغیرۃ بحیث لاتبدو للناظر والکراھۃ باعتبار العبادۃ فاذا لم یعبد مثلہا لایکرہ[3]

جب تصویر چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کے لئے واضح نہ ہو تو اس کی عبادت نہیں کی جاتی اور کراہت بلحاظ عبادت ہے، پھر جب اس قسم کی تصویر کی عبادت نہ کی گئی تو کراہت نہیں (ت)

اور مصلی کے کپڑوں پر تصویر ہونے کی ممانعت کو حامل صنم کی مشابہت سے تعلیل فرمایا جیسا کہ ہدایہ و کافی و تبیین میں ہے:

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۲۲

[2] فتح القدیر " فصل ویکرہ للمصلی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۱

[3] تبیین الحقائق " باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۶۶

واللفظ للهدایۃ لولبس ثوبا فیہ تصاویر یکرہ لانہ یشبہ حامل الصنم والصلٰوۃ جائزۃ فی جمیع ذٰلک لاستجماع شرائطھا وتعاد علٰی وجہ غیر مکروہ[1]

ہدایہ میں یہ الفاظ ہیں کہ اگر کسی نے ایسا کپڑا پہنا کہ جس میں تصویریں ہیں تو مکروہ ہے اس لئے کہ یہ حالت بت اٹھانے والے کے مشابہ ہے اور نماز ان تمام صورتوں میں جائز ہے، اس لئے کہ اس کی تمام شرائط موجود ہیں البتہ غیر مکروہ صورت پر نماز کو لوٹایا جائے۔ (ت)

اس حصر کے منافی نہیں کہ وقت عبادت حامل صنم سے مشابہت بھی عبادت صنم سے مشابہت ہے مگر انھیں کتب سے تعلیل مسائل میں دو علتیں اور مفہوم ہوتی ہیں، ایک یہ کہ جہاں تصویر ممنوع رکھی ہو ملائکہ اُس مکان میں نہیں جاتے اور جس مکان میں ملائکہ رحمت نہ آئیں وہ ہر جگہ سے بدتر ہے، دوسرے تعظیم تصویر۔ ہدایہ میں ہے:

یکرہ ان یکون فوق راسہ فی السقف او بین یدیہ او بحذائہ تصاویر او صورۃ معلقۃ لحدیث جبریل انا لا ندخل بیتا فیہ کلب وصورۃ[2]

یہ مکروہ ہے کہ کسی انسان کے سر کے اوپر چھت میں تصویر لگی ہوئی ہو یا اس کے سامنے ہو یا اس کے مقابل تصویریں ہوں یا کوئی تصویر لٹکی ہوئی ہو، اور اس کراہت کی وجہ حدیث جبرائیل ہے کہ انھوں نے فرمایا: "ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (ت)

کافی میں اتنا زائد کیا:

وبیت لا تدخل فیہ الملٰئکۃ شر البیوت[3]

جس گھر میں فرشتے داخل نہ ہوں وہ بدترین گھر ہے۔ (ت)

امام زیلعی نے دونوں تعلیلوں کو جمع فرمایا:

حیث قال لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تدخل الملٰئکۃ بیتا فیہ

چنانچہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے فرمایا اور وہ یہ ہے کہ فرشتے ایسے

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۲۲

[2] " " " " " " " " ۱/۱۲۲

[3] کافی شرح وافی

کلب ولاصورة ولانه یشبه عبادتها فیکره۱؎

گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا یا تصویر ہو۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں عبادتِ تصویر کی مشابہت ہے لہذا یہ مکروہ ہے۔(ت)

نیز کتبِ ثلثہ میں ہے:

لوکانت الصورة علی وسادة ملقاة او بساط مفروش لایکره لانها تداس وتوطأ بخلاف ما اذا کانت الوسادة منصوبة اوکانت علی السترة لانه تعظیم لها۲؎ اھ هذا لفظ الهدایة ولفظ الکافی والتبیین اوکانت علی الستر۳؎ اعنی بدون التاء وهو اولی کما لایخفی۔

اگر کوئی تصویر پڑے ہوئے تکیے پر ہو یا بچھے ہوئے بچھونے پر ہو تو مکروہ نہیں اس لئے کہ اس صورت میں اسے پامال کیا جاتا ہے اور پاؤں میں رکھا جاتا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب تکیہ کھڑا کیا جائے یا پردے پر کوئی تصویر ہو (اس صورت میں کراہت ہوگی) اس لئے کہ تصویر کی تعظیم پائی گئی اھ یہ الفاظ ہدایہ کے ہیں، اور کافی اور تبیین کے یہ الفاظ ہیں یا کسی پردے پر تصویر کے نقوش ہوں۔ میری مراد یہ ہے کہ لفظ ستر کے آخر میں حرف تاء نہیں ہونا چاہئے اور یہ زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔(ت)

محقق نے فتح القدیر میں صرف مکان میں تصویر ممنوع بروجہ اکرام رکھے ہونے کی کراہت کو نماز کی طرف ساری بتایا اگرچہ تشبہ عبادت نہ ہو،

حیث قال لوکانت الصورة خلفه او تحت رجلیه ففی شرح عتاب لاتکره الصلٰوة ولکن تکره کراهة جعل الصورة فی البیت للحدیث ان الملٰئکة لاتدخل بیتا فیه کلب اوصورة الا

چنانچہ فتح القدیر نے فرمایا اگر تصویر پس پشت ہو یا اس کے دونوں پاؤں کے نیچے پڑی ہو تو شرح عتاب میں فرمایا کہ اس صورت میں نماز مکروہ نہ ہوگی لیکن تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ ہے اس حدیث کی بناء پر کہ "اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔" مگر

۱؎ تبیین الحقائق کتاب الصلوٰة باب یفسد الصلوٰة ومایکره فیها المطبعة الکبری بولاق مصر ۱/ ۱۶۶
۲؎ الهدایة " " " " " " المکتبة العربیة کراچی ۱/ ۱۲۲
۳؎ تبیین الحقائق " " " " " " المطبعة الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۶۷

ان هذا يقتضي كراهة كونها في بساط
مفروش وعدم الكراهة اذا كانت
خلفه وصريح كلامهم في الاول خلافه
قوله (اي صاحب الهداية) اشدها
كراهة ان تكون امام المصلي الى
ان قال ثم خلفه يقتضي خلاف
الثاني ايضا لكن قد يقال
كراهة الصلوة ثبتت
باعتبار التشبه بعبادة الوثن
وليسوا يستدبرونه ولا يوطونه
فيها ففيما يفهم مما ذكرنا
من الهداية (اي من
الكراهة اذا كانت خلف
المصلي) نظر وقد يجاب
بانه لا بعد في ثبوتها في
الصلوة باعتبار المكان
كما كرهت الصلوة في
الحمام على احد التعليلين
وهو كونها ماوى الشياطين
فان قيل فلم لم يقل
بالكراهة ان كانت تحت
القدم وما ذكرت يفيده
لانها في البيت، وبه
يعترض على المصنف
ايضا حيث يقول لا يكره كونها

اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر تصویر کسی بچھے ہوئے
بچھونے پر ہو تو کراہت ہوگی لیکن اس وقت کراہتہ
نہ ہوگی جبکہ تصویر اس کے پیچھے ہو۔ اور درصورت
اول ائمہ کرام کا صریح کلام اس کے خلاف ہے۔
اور صاحبِ ہدایہ کا ارشاد کہ شدید تر کراہت ہوگی،
اگر کوئی تصویر نمازی کے آگے ہو۔ یہاں تک کہ
فرمایا پھر اس سے کم درجہ کراہت ہوگی جبکہ
تصویر اس کے پیچھے ہو۔ اور یہ صورت ثانیہ کے
خلاف کا تقاضا کرتی ہے لیکن کبھی یہ بھی کہہ دیا جاتا
ہے کہ نماز میں ثبوتِ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ
اس میں عبادتِ صنم سے تشبہ ہے، حالانکہ کسی
صنم کے پجاری دونوں صورتوں میں نہ تو اس سے
پیٹھ پھیرتے ہیں نہ ہی اسے پامال کرتے ہیں لیکن
جو کچھ ہم نے ہدایہ سے ذکر فرمایا اس سے تو یہی
مفہوم ہوتا ہے کہ اگر تصویر نمازی کے پیچھے ہو تو
بھی کراہت ہوگی۔ لہذا اس قول میں نظر اور
اشکال ہے۔ لیکن کبھی یہ جواب دیا جاتا ہے کہ
بحیثیت مکان کراہتِ نماز کے ثبوت میں
کوئی بُعد نہیں۔ جیسا کہ ایک تعلیل کے مطابق
حمام میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ
شیاطین کا ٹھکانا (اور مرکز) ہے۔ اگر کہا جائے
کہ یہ کیوں نہ کہا گیا کہ اگر تصویر پاؤں میں پڑی ہو
تو بھی کراہت ہوگی، حالانکہ جو کچھ بیان فرمایا گیا
اس سے تو یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے، اس لئے
کہ تصویر گھر میں موجود ہے، باوجودیکہ اس سے

38 فی وسادة ملقاة فالجواب لایکرہ جعلها فی المکان کذلک لیتعدی الی الصلٰوۃ وحدیث جبریل مخصوص بذلک[1] اھ ملخصا۔

مصنف علیہ الرحمۃ پر اعتراض کیا جا سکتا ہے، اس لئے کہ وہ فرمارہے ہیں کہ اگر پڑے ہوئے گدّے میں تصویر ہو تو کراہت نہ ہوگی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مکان میں بایں طور تصویر رکھنا مکروہ نہیں تاکہ نماز کی طرف تعدیہ ہو، اور حدیثِ جبریل اس سے مخصوص ہے اھ ملخصاً (ت)

آپ کے تلمیذ محقق ابن امیر الحاج نے حلیہ میں صرف امتناع ملٰئکہ کے علت ہونے کا استظہار اور تشبہ پر مدار سے انکار فرمایا، ہاں اُسے موجب زیادت کراہت بتایا،

وھذا نصه فان قیل ان کانت العلة فی الکراھة کون المحل الذی تقع فیه الصلٰوۃ لاتدخله الملٰئکة حینئذ لان شر البقاع بقعة لاتدخله الملٰئکة فینبغی ان تکرہ الصلٰوۃ فی بیت فیه الصورۃ سواء کانت مھانة اوغیر مھانة فان ظاھر نص الصحیحین عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاتدخل الملٰئکة بیتا فیه کلب ولاصورۃ یقتضی انه لاتدخل الملٰئکة ھذا البیت ایضا (ای مافیه الصورۃ مھانة) لان النکرۃ فی سیاق النفی عامة غایة الامر ان کراھة الصلٰوۃ فیما

چنانچہ محقق موصوف کی یہ تصریح ہے، اگر کہا جائے کہ کراہت کی علت گھر میں فرشتوں کا داخل نہ ہونا ہے تو جس گھر میں تصویر موجود ہو وہاں نماز مکروہ ہو وہ تصویر خواہ تذلیل کی صورت میں ہو ہو یا غیر تذلیل کی صورت میں ہو، کیونکہ بخاری اور مسلم کی ظاہر نص یہی چاہتی ہے کہ اس گھر میں بھی فرشتے داخل نہ ہونگے جس میں تصویر بصورتِ تذلیل ہی رکھی ہو کیونکہ نکرہ سیاقِ نفی میں عام ہوتا ہے اور نص جو حضور اکرم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وصحبہ وسلم) سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا یا تصویر موجود ہو۔ (نکرہ سیاقِ نفی میں عام ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث پاک میں لفظ "بیتًا" نکرہ ہے جس کا معنٰی "کوئی گھر" ہے اور یہ "لاتدخله" جو جملہ منفیہ ہے اسکے تحت داخل ہے یعنی فرشتے

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۲

اذا کانت الصورة فی موضع سجوده او امامه او فوقه اشد وان کانت العلة فی الکراهة التشبه بعبادة الصورة فلا تکره اذا لم تکن امامه ولا فوق رأسه لان التشبه لایظهر الا اذا کان علی احد ھذین الوجھین فالجواب ان الذی یظھران العلة ھی الامر الاول واما الباقی فعلاوة تفید اشدیة الکراھة غیر ان عموم النص المذکور مخصوص باخراج ما تقدم اخراجه من الکراھة[1] اھ ملخصا۔

کسی ایسے گھر میں نہیں جاتے جہاں کسی بھی حالت میں تصویر موجود ہو۔ مترجم) انتہائی یہ ہے کہ نماز میں اس صورت میں شدید تر کراہت ہوگی جبکہ تصویر محلِ سجدہ میں ہو یا نمازی کے آگے یا اس کے اوپر ہو۔ اور اگر کراہت کی علت عبادتِ تصویر سے تشبہ ہو تو اگر تصویر نمازی کے آگے یا اس کے سر کے اوپر نہ ہو تو کراہت نہ ہوگی کیونکہ تشبہ صرف ان دو صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے ___ جواب یہ ہے کہ جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ علت صرف پہلا امر ہے، اور اس کے علاوہ جو کچھ باقی ہے وہ شدید تر کراہت کا فائدہ دیتا ہے۔ علاوہ یہ کہ نص مذکور کا عموم، مخصوص منہ البعض ہے کہ اس سے وہ کراہت خارج کردی گئی کہ جس کے اخراج کا ذکر پہلے آگیا ہے اھ ملخصا (ت)

اسی بنا پر صور صغار سے نفی کراہت کی دلیل کہ ہدایہ و کافی و تبیین و عامہ مشائخ کرام نے افادہ فرمائی اور اُن کے شیخ محقق علی الاطلاق نے اس پر تقریری اعتراض فرمادیا،

فقال اما عدم الکراھة اذا کانت الصورة صغیرة لاتظھر للناظر علی بعد فقالوا لانھا لا تعبد والکراھة انما کانت باعتبار شبه العبادة[2] وقد عرفت ما فی ھذا۔

محقق ابن ہمام نے فرمایا، رہی یہ بات کہ کراہت نہ ہوگی جبکہ تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کیلئے دُور سے واضح اور نمایاں نہ ہو تو ائمہ فقہ نے عدمِ کراہت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اس قدر چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی، اور تحققِ کراہت باعتبار شبہ عبادت ہے، بلاشبہہ اس میں جو نقص ہے آپ اسے پہچان گئے (ت)

صاحبِ بحر نے بحر میں ان کی تبعیت کی بلکہ ان کے استظہار پر جزم کیا،

فقال انما لم تکرہ الصلٰوة فی بیت

مصنف بحر الرائق نے فرمایا، ایسے گھر میں نماز پڑھنی

---

[1] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

[2] " " "

فیہ صورۃ مھانۃ مع عموم الحدیث ان الملٰئکۃ لاتدخلہ و ھو علۃ الکراھۃ لوجود مخصص (الٰی ان قال) الا ان تکون صغیرۃ لان الصغار جدا لاتعبد والکراھۃ انما کانت باعتبار شبہ العبادۃ کذا قالوا وقد عرفت مافیہ[1] اھ قال فی منحۃ الخالق مافیہ ای ان العلۃ لیست التشبہ بل عدم دخول الملٰئکۃ علیھم السلام[2] اھ

اقول کل کلامہ ھٰھنا ماخوذ عن الحلیۃ وان لم یعز الیھا و لم یقدم ماقدم ھو لنفی علیۃ التشبہ من لزوم ان لاتکرہ اذا لم تکن امامہ ولا فوقہ فلم یستقم لہ قولہ قد عرفت مافیہ۔

مکروہ نہیں کہ جس میں تصویر کی تذلیل ہو باوجود عمومِ حدیث کہ تصویر والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، اور ان کا غیر دخول کراہت کے لئے علت ہے باوجودیکہ اس کا مخصص موجود ہے، یہاں تک کہ فرمایا' مگر یہ کہ تصویر چھوٹی ہو، کیونکہ بلاشبہہ چھوٹی تصویروں کی عبادت نہیں ہوتی، اور کراہت باعتبار شبہہ عبادت ہے' ائمہ کرام نے یونہی ذکر فرمایا۔ اور تمھیں معلوم ہے جو کچھ اس میں کمزوری ہے اھ، منحۃ الخالق میں فرمایا جو کچھ اس میں ہے (ما فیہ) یعنی علت محض تشبّہ نہیں بلکہ ملائکہ کرام علیہم السلام کا وہاں عدمِ دخول ہے[2]

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں اُن کا سارا کلام الحلیہ سے ماخوذ ہے اگرچہ اس کی طرف نسبت نہیں کی اور مقدم نہیں کیا (یعنی پہلے ذکر نہیں کیا) جو کچھ اس نے مقدم کیا تھا "علیۃ" تشبّہ کی نفی کے لئے بوجہ اس لزوم کے کہ نماز مکروہ نہیں ہوتی جبکہ تصویر آگے اور اوپر نہ ہو۔ لہذا اس کا یہ کہنا کہ قد عرفت ما فیہ ٹھیک اور مستقیم نہیں۔ (ت)

پھر محقق حلبی نے اثنائے کلام میں دو علت باقی اعنی تشبّہ وتعظیم کی طرف بھی میل فرمایا یہاں تک کہ صورت تشبہ وشبہہ تعظیم کو موجب ٹھہرایا اور بحر نے بدستور اتباع کیا'

وھذا نص الحلیۃ بعد ماقدمنا عنھا وذکر الاحادیث المخصصۃ، قال نعم علی ھذا یقال ینبغی ان لاتکرہ الصلٰوۃ علی بساط فیہ صورۃ وان کانت فی

حلیہ کی یہ تصریح' اس کے بعد سے جو کچھ ہم اس کے حوالہ سے، پہلے بیان کر آئے ہیں' اور بعد ذکر فرمانے احادیثِ مخصصہ کے فرمایا چنانچہ اس نے کہا کہ ہاں اِس روش پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پھر تو مناسب ہے کہ نماز ایسے بچھونے پر

---

[1] بحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸/۲،۲۷
[2] منحۃ الخالق علی البحرالرائق " " " " " " " " "

موضع السجود لان ذلک لیس بمانع من دخول الملئکة کما افادته هذه النصوص[1]، فان قلت الکراهة فی هذه الصورة انما هی معللة بالتشبه بعبادة الاصنام لاغیر قلت یمکن ان یقال وجود التشبه المذکور فی هذه الصورة ممنوع فان عباد التماثیل والصور لایسجدون علیها وانما ینصبونها ویتوجهون الیها بل الذی ینبغی ان یکره علی هذا اما اذا کانت الصورة امامه لافی موضع سجوده اللهم الا ان یقال انها اذا کانت امامه فی موضع سجوده تکون فی الصلوٰة صورة التشبه بالعبادة لها فی حالة القیام والرکوع ثم فی حالة السجود علیها ان لم یوجد التشبه بعبادتها فهو لایعری عن نوع شبه بتعظیم الصور لان ذلک یشبه فی صورة الخضوع لها وتقبیلها ولاباس بهذا التوجیه وان لم یذکروه۔

مکروہ نہ ہو کہ جس میں تصویر ہو اگرچہ وہ جائے سجدہ میں ہو کیونکہ یہ دخول ملائکہ سے مانع نہیں جیسا کہ ان نصوص نے افادہ بخشا۔ اگر کہا جائے کہ اس صورت میں کراہت معللہ کی علت صرف تشبہ عبادت اصنام ہے اور کچھ نہیں۔ میں کہتا ہوں ممکن ہے یہ کہا جائے کہ اس صورت میں "تشبہ" مذکور کا پایا جانا ممنوع (غیر مسلّم) ہے اس لئے کہ مورتیوں اور تصویروں کے پجاری اُن پر سجدہ نہیں کرتے بلکہ انہیں کھڑا کرکے ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس صورت میں کراہت اس وقت ہو کہ جب تصویر اس کے آگے ہو نہ کہ اس کے محلِ سجدہ میں ہو۔ اے اللہ تیری ہی نصرت سے یہ کہا جائے کہ جب تصویر اس کے آگے اس کی جائے سجدہ میں ہو تو پھر نماز میں بحالتِ قیام اور رکوع تشبہ عبادت صورتاً پایا جائے گا، پھر تصویر پر سجدہ کرنے کی صورت میں اگرچہ تصویر کے لئے تشبہ عبادت نہ پایا جائے گا تاہم یہ حال اس سے خالی نہ ہوگا کہ اس میں تعظیم تصویر کا ایک نوع شبہ ہوگا۔ کیونکہ یہ صورت تصویر کے لئے عاجزی اور اسکی بوسہ زنی کے مشابہ ہوگی، اور اس توجیہ کے ذکر کرنے میں کچھ حرج نہیں اگرچہ ائمہ کرام نے اسے ذکر نہیں فرمایا۔ (ت)

علامہ شامی نے تشبہ و تعظیم ۲ علتیں رکھیں اور امتناعِ ملائکہ سے تعلیل کو نامناسب ٹھہرایا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

اولاً باتباع ہدایہ وغیرہا فرمایا:

علۃ کراھۃ الصلٰوۃ بہا التشبہ[1]

تصویر کے ساتھ نماز پڑھنے کی کراہت کی علت تشبہ عبادت ہے (ت)

پھر چند قول کے بعد لکھا:

قد ظہر من ھذا ان علۃ الکراھۃ فی المسائل کلہا اما التعظیم او التشبہ علی خلاف ما یاتی۔[2]

اس سے یہ ظاہر اور واضح ہوا کہ ان تمام مسائل میں کراہت کی علت دو چیزوں میں سے ایک چیز ہے (۱) تعظیم (۲) یا تشبہ عبادت۔ اس کے خلاف ہے جو کچھ آگے آئے گا۔ (ت)

پھر ایک صفحہ کے بعد کلام مذکور حلیہ و بحر تلخیص کرکے فرمایا:

اقول الذی یظہر من کلامہم ان العلۃ اما التعظیم او التشبہ کما قدمناہ والتعظیم اعم کما لو کانت عن یمینہ او یسارہ او موضع سجودہ فانہ لا تشبہ فیہا بل فیہا تعظیم وما کان فیہ تعظیم وتشبہ فہو اشد کراھۃ، وخبر جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام معلول بالتعظیم بدلیل الحدیث الاٰخر وغیرہ فعدم دخول الملٰئکۃ انما ھو حیث کانت الصورۃ معظمۃ وتعلیل کراھۃ الصلٰوۃ

میں کہتا ہوں جو کچھ اُن کے (ائمہ کرام کے) کلام سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کراہت کی علت تعظیم یا تشبہ ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو پہلے بیان کردیا ہے، اور تعظیم زیادہ عام ہے جیسا کہ اگر تصویر اس کی دائیں یا بائیں طرف ہو یا اس کے محلِ سجدہ میں ہو (تو تعظیم پائی جائے گی) کیونکہ ان صورتوں میں تشبہ عبادت نہیں بلکہ ان میں صرف تعظیم ہے، لیکن جس صورت میں تعظیم اور تشبہ دونوں ہوں تو پھر اس میں شدید تر کراہت ہوگی، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی خبر معلول بالتعظیم ہے، اس کی دلیل دوسری حدیث وغیرہ ہے، اور فرشتوں کا داخل نہ ہونا وہاں ہے جہاں تصویر تعظیم سے رکھی ہو، اور نماز کے مکروہ ہونے کی تعلیل تعظیم کو

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۵

[2] " " " " " " " " ۱/۴۳۵

بالتعظیم اولٰی من التعلیل بعدم الدخول لان التعظیم قد یکون عارضا لان الصورۃ اذا کانت علی بساط مفروش تکون مھانۃ لاتمنع من الدخول ومع ھذا لو صلی علی ذٰلک البساط وسجد علیھا تکرہ لان فعلہ ذٰلک تعظیم لھا والظاھر ان الملٰئکۃ لاتمتنع من الدخول بذٰلک الفعل العارض[1]

قرار دینا عدمِ دخولِ ملائکہ کو تعلیل قرار دینے سے کہیں بہتر ہے کیونکہ تعظیم کبھی عارضی ہوتی ہے مثلاً تصویر کسی بچھے ہوئے بچھونے پر تذلیل سے پڑی ہو تو پھر یہ دخولِ ملائکہ سے مانع نہ ہوگی۔ اس کے باوجود اگر اس بچھونے پر نماز پڑھے اور اس تصویر پر سجدہ کرے تو کراہت ہوگی، کیونکہ اس کا یہ فعل تصویر کی تعظیم ہے، اور ظاہر ہے کہ اس عارضی فعل کی وجہ سے فرشتے وہاں جانے سے نہیں رُکتے۔ (ت)

عجب یہ کہ علامہ قوام کاکی نے درایہ میں بعض صورتیں تعظیم وتشبہ دونوں منتفی مان کر کراہت ثابت مانی۔ درمختار میں ہے:

اختلف فی ما اذا کان التمثال خلفہ والاظھر الکراھۃ[2]

اس میں اختلاف کیا گیا جبکہ تصویر پیٹھ پیچھے ہو، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کراہت ہوگی الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لکنھا فیہ ایسر لانہ لاتعظیم فیہ ولاتشبہ معراج[3]

لیکن کراہت اس میں زیادہ آسان ہے کیونکہ اس میں نہ تو تعظیم ہے اور نہ تشبہ ہے، معراج (ت)

علامہ شامی نے اس نفی کی یہ توجیہ کی:

قلت وکان عدم التعظیم فی التی خلفہ وان کانت علی حائط او ستارۃ فی استدبارھا استھانۃ لھا فیعارض مافی تعلیقھا من التعظیم بخلاف ما علی بساط مفروش ولم یسجد علیھا فانھا مستھانۃ

میں کہتا ہوں اگر تصویر پیٹھ پیچھے ہو تو گویا اس کی کوئی تعظیم نہیں اگرچہ دیوار یا پردے پر ہو اس لئے کہ اُسے پیٹھ پیچھے رکھنے میں اس کی توہین و تذلیل ہے، اور تصویر لٹکانے میں جو اس کی تعظیم ہے وہ اس کے معارض ہے بخلاف اس صورت کے تصویر بچھائے گئے بچھونے پر ہو لیکن اس پر سجدہ نہ کرے پھر وہ تو بہر وجہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۶

[2] درمختار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۵

من کل وجہ[1]

ذلیل وخوار ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) اور عجب تر یہ کہ باوصف انتفائے وصفین اثبات کراہت کی یہ توجیہ فرما کر اس کے متصل ہی وہ لکھا کہ:

قد ظھر من ھذا ان علۃ الکراھۃ فی المسائل کلھا التعظیم او التشبہ وھل ھو الا تفریع علی النقض[2]

اس میں اختلاف کیا گیا جبکہ تصویر پیٹھ پیچھے ہو (کہ اس کا حکم کیا ہے) پس زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کراہت ہوگی بیشک اس سے واضح ہوا کہ ان مسائل میں کراہت کی علت تعظیم یا تشبہ ہے، اور یہ تو نہیں مگر تفریع بر نقض۔ (ت)

یہ ہیں بظاہر سات رنگ کے اقوال، وانا اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (اور میں کہتا ہوں اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اسی سے ہے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا۔ ت) افاداتِ مشائخ کرام کہ ہدایہ واتباعِ ہدایہ میں مذکور ہوئے ضرور حق وصحیح اور ہر غبار سے پاک ونجیح ہیں بیشک سوا تشبہ کے کچھ علت نہیں، اور بیشک تعظیم علت ہے، اور بیشک امتناعِ ملائکہ علت ہے، متاخرین کے اختلافات وترددات کا منشا ان امورِ ثلثہ میں تفارق سمجھنا ہے حالانکہ اُن میں باہم تلازم ہے تشبہ عبادت بے تعظیم ناممکن ہونا تو بدیہی کہ عبادت غایتِ تعظیم ہے جہاں اصلاً کسی طرح شائبہ تعظیم نہ ہو وہاں شبہہ عبادت کیا معنی، ولہذا اگر بساطِ مفروش میں تصویر ہو اور وہ بساط جا نماز نہ ہو نہ مصلی تصویر پر سجدہ کرے تو ہمارے ائمہ کے اجماع سے اصلاً کراہت نہیں کہ اب کوئی وجہِ تعظیم نہ پائی گئی تو تشبہ عبادت کہ یہی علت تھا متحقق نہ ہوا کما تقدم من الکتب الثلثۃ ومثلہ فی سائرھن (جیسا کہ تین کتابوں کے حوالے گزر چکے اور باقی کتابوں میں بھی اسی طرح ہے۔ ت) یونہی تعظیم تصویر تشبہ عبادت کو مستلزم کہ تعظیم دونوں کو جامع ہے جب اس کا درجہ اعلٰی عبادت ہے ادنٰی میں اُس سے مشابہت ہے اقول (میں کہتا ہوں) یہ اس لئے کہ تصویر کو کوئی علاقہ رب عزوجل سے نہیں اور حقیقی مستحق ہر تعظیم وہی حقیقی جلیل عظیم عزجلالہ ہے معظمانِ دینی کی تعظیم اسی کی طرف نسبت وعلاقہ سے ہے وہ غایت عظمت میں ہے تو غایت تعظیم اعنی عبادت اُسی کے لائق، دوسرے کہ اُس سے منتسب ہیں اپنی اپنی نسبتوں کے قدر اُس کے حکم سے دیگر معظمات نازلہ کے مستحق، تو یہ "تعظیمیں" اعطاء کل ذی حق حقہ" کے قبیل سے ہوئیں بلکہ حقیقۃً" اُسی کی تعظیم ہیں، ولہذا حضور سید العالمین اعظم المعظمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ

بوڑھے مسلمان اور سنّی عالم اور عادل بادشاہ کی

[1] و [2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۵

المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیہ والجافی عنہ واکرام السلطان المقسط۔ رواہ ابوداؤد[1] بسند حسن عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تعظیمیں اللہ ہی کی تعظیم ہیں (امام ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت فرمایا ہے۔ ت)

مگر جس وجہ کو اُس عظیم حقیقی سے علاقہ نہیں وہ اصلاً لائقِ تعظیم نہیں اور اب جو اس کی ذرا بھی تعظیم کی جائے گی استقلال کی بُو دے گی کہ علاقۂ تبعیت منتفی ہے لاجرم تشبہ عبادت سے مفر نہ ہوگا، ولہذا امام علام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر میں فرمایا:

امساك الصورۃ علی سبیل التعظیم ظاھرا مکروہ لان ذلك یشبہ عبادۃ الصنم اھ[2] نقلہ عنہ فی الحلیۃ۔

برملا بطور تعظیم کسی تصویر کو اٹھانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں عبادتِ صنم سے مشابہت ہے اھ "الحلیہ" میں اس کو اسی راوی (ابوموسٰی اشعری) سے نقل کیا ہے۔ (ت)

یوہیں امتناعِ ملائکہ اُسی گھر میں جانے سے ہوگا جہاں تصویر بروجہ تعظیم رکھی ہو ورنہ ہرگز نہیں، حدیث مذکور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی اس میں نصِ صریح ہے، امین الوحی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے نہ حاضر ہونے کی وجہ یہ عرض کی کہ پردہ پر تصویریں منقوش تھیں اور اس کا علاج یہ گزارش کیا کہ اسے کاٹ کر دو مسندیں بنائی جائیں کہ زمین پر ڈالی اور پاؤں سے روندی جائیں، اگر اس کے بعد بھی امتناع باقی رہتا تو علاج کیا ہوا،

فانتفی قول العتابی فیما کانت تحت قدمیہ انھا تکرہ کراھۃ جعلھا فی البیوت لاجل الحدیث وقد تقدم عن الفتح انہ خلاف صریح کلامھم **اقول** بل خلاف صریح کلام

لہذا علامہ عتابی کا قول منفی اور زائل ہوگیا کہ اگر تصویر قدموں میں پڑی ہو تو پھر بھی کراہت ہوگی کہ وہ گھر میں موجود ہے، اور ایسا حدیث کی وجہ سے ہے، اور فتح القدیر کے حوالے سے پہلے بیان ہوچکا کہ بات کلامِ ائمہ کرام کے بالکل صریح خلاف ہے **اقول** (میں کہتا ہوں)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلہم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

محرر المذھب محمد حیث قال فی مؤطاہ بعد ما روی حدیثا فی المعنی وبھذا ناخذ ماکان فیہ من تصاویر من بساط یبسط اوفراش یفرش او وسادۃ فلاباس بذلك انما یکرہ من ذلك فی الستر وماینصب نصبا وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقھائنا[1] اھ وقد روی الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ رخص فیما کان یوطأ وکرہ ماکان منصوبا[2]۔

(یہی نہیں) بلکہ یہ محرر مذہب (مذہب کو قلمبند کرنے والا) امام محمد کے کلام کے بھی صریح خلاف ہے جیسا کہ امام محمد نے اپنی مؤطا میں ارشاد فرمایا، بعد روایت کرنے حدیث کے اس معنی میں یہی وجہ ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ جس بچھائے ہوئے بچھونے پر تصویریں ہوں یا بچھائے گئے فرش یا تکیے میں ہوں تو اُن میں کچھ حرج نہیں، ہاں اگر پردے پر نقش ہوں یا کسی کھڑی کی ہوئی چیز میں ہو تو ضرور کراہت ہوگی۔ اور یہی امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہائے کرام کا ارشاد ہے اھ اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے نبی مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی کہ جو تصویر پامال اور ذلیل شدہ ہو آپ نے اس کی رخصت اور اجازت دی، اور جو استادہ اور بحالت قیام ہو اُسے ناپسند فرمایا۔ (ت)

ردالمحتار میں ٹھیک کہا کہ:

عدم دخول الملئکۃ انما ھو حیث کانت الصورۃ معظمۃ[3]

فرشتوں کا کسی گھر میں داخل نہ ہونا اُس وقت ہے جبکہ تصویر عظمت سے رکھی ہو۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

قال الخطابی انما لاتدخل

علامہ خطابی نے فرمایا: فرشتے اُس گھر میں

[1] مؤطا الامام محمد باب التصاویر والجرس ومایکرہ منہا آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۸۲

[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۶۹۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۳۲۹

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۶

الملٰئکۃ بیتا فیہ کلب او صورۃ مما یحرم اقتناؤہ من الکلاب و الصور واما مالیس بحرام من کلب الصید والزرع و الماشیۃ ومن الصورۃ التی تمتھن فی البساط والوسادۃ وغیرھما فلا یمنع دخول الملٰئکۃ بیتہ، قال النووی والاظھر انہ عام فی کل کلب وصورۃ وانھم یمتنعون من الجمیع لاطلاق الاحادیث ولان الجرو الذی کان فی بیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تحت السریر کان لہ فیہ عذر ظاھر لانہ لم یعلم بہ، ومع ھذا امتنع جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام من دخول البیت وعلله بالجرو اھ[1] ما نقلہ القاری مقرا علیہ **اقول** ما قالہ الامام النووی رحمہ اللہ تعالٰی ورحمنا بہ محتمل فی الکلب علی نزاع ظاھر

نہیں داخل ہوتے کہ جس میں ایسا کتّا یا ایسی تصویر ہو اُن کتوں یا اُن تصویروں میں سے کہ جن کا محفوظ رکھنا حرام ہے۔ لیکن جس کتے اور تصویر کا محفوظ رکھنا حرام نہیں مثلاً شکاری کتا یا کھیتی باڑی اور مال مویشی کی حفاظت کے لئے کتّا رکھنا، یا وُہ تصویر جو توہین و تذلیل کی صورت میں بچھونے اور تکیے وغیرہ پر ہو (اور ایسی تصویر کا رکھنا حرام نہیں) لہٰذا یہ فرشتوں کو گھر میں داخل ہونے سے نہیں روکتی۔ امام نووی نے فرمایا: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حکم مذکور عام ہے ہر کتّے اور ہر تصویر کو شامل ہے لہٰذا فرشتے اُن سب وجہوں سے جانے سے رک جاتے ہیں اس لئے کہ احادیث واردہ میں اطلاق ہے (یعنی ان میں کوئی قید مذکور نہیں) اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو بچہ سگ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے کاشانۂ اقدس میں تھا وہ تخت کے نیچے روپوش تھا اور اس میں حضور پاک کے لئے ایک واضح عذر تھا کیونکہ آپ کو اس کی پُوری تفصیل معلوم نہ تھی (اور اسکی وجہ آپ کی توجہ تھی) پس اس کے باوجود حضرت جبرئیل علیہ الصلٰوۃ والسلام گھر میں داخل ہونے سے رُک گئے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ گھر میں بچۂ سگ موجود ہے اھ جو حضرت ملا علی قاری نے اقرار کرتے ہوئے نقل فرمائی **اقول**

---

[1] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس تحت حدیث ۴۴۸۹ ۸/۲۶۵ و ۲۶۶

فیما استدل له به وان تبعه فیه الشیخ فی اشعة اللمعات ورجع اخرا الی استثناء کلب یحل اقتناؤه وذلك لانه کم من فرق بین مارخصه الشرع لحاجة وبین ماوقع من غیر المرخص بدون علم وما مثله الا کنجاسة معفوة شرعا و اخری کثیرة صلی معها من دون علم بها ، اما ماذکر فی الصورة فلا یصرح حدیث جبریل المذکور، وایضا اخرج البخاری والامام احمد عن ام المؤمنین انها کانت اتخذت علی سهوة لها سترا فیه تماثیل فهتکه النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قالت فاتخذت منه نمرقتین فکانتا فی البیت تجلس علیهما[1] زاد احمد ولقد رأیته متکئا علی احدٰهما

(میں کہتا ہوں) جوکچھ امام نووی نے ارشاد فرمایا (اللہ تعالٰی ان پر رحمت برسائے اور ان کے طفیل ہم پر بھی رحمت کا نزول فرمائے) کتّے میں واضح نزاع کی وجہ سے اس کا احتمال ہے کہ جس سے موصوف نے استدلال کیا ہے اگرچہ شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ میں ان کا ساتھ دیا ہے اور آخر میں اس کتّے کا استثناء فرمایا کہ جس کی حفاظت کرنا شرعًا حلال اور جائز ہے، یہ اس لئے کہ بڑا فرق ہے اس کے درمیان کہ جس کی کسی ضرورت سے شریعت نے اجازت اور رخصت دی اور اس کے درمیان کہ بغیر رخصت دئے بغیر علم واقع ہوا۔ اور اس کی مثال نہیں مگر اس مقدارِ نجاست کی طرح جو شرعًا معاف ہے۔ اور دوسری مقدار عفو سے بہت زیادہ ہے کہ بغیر علم اس کے ساتھ کسی شخص نے نماز پڑھی۔ لیکن جو کچھ تصویر (صورۃ) کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے تو ذکر کردہ حدیث جبریل اس کی کوئی تصریح نہیں کرتی، نیز بخاری اور امام احمد نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی کہ مائی صاحبہ نے طاق پر ایک پردہ لٹکایا جس میں نقشی تصویریں تھیں، تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] صحیح البخاری کتاب المظالم والقصاص باب ھل تکسر الدنان التی فیہا الخمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۷

وفیہا صورۃ[1] اھ وماکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیترک فی البیت شیئا یمنع دخول جبریل علیہ الصلٰوۃ والتسلیم بل فی حدیثہا رضی اللہ تعالٰی عنہا عند الطحاوی قالت اشتریت نمرقۃ فیہا تصاویر فلما دخل علیّ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأٰھا تغیر ثم قال یاعائشۃ ماھٰذہ فقلت نمرقۃ اشتریتہا لك تقعد علیہا قال انا لاندخل بیتا فیہ تصاویر[2]، فالحق ان الامتناع مختص بغیر المہانۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔

نے اُسے پھاڑ ڈالا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا: پھر میں نے اس کے دو چھوٹے تکئے بنا ڈالے، وہ گھر میں رکھے ہوتے، اور ہم اہل خانہ ان پر بیٹھتے (یعنی ان سے ٹیک لگا کر بیٹھتے) امام احمد نے اس پر اتنا اضافہ کیا، بلاشبہہ میں نے حضور پاک کو دیکھا کہ آپ ان دونوں میں سے ایک پر ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوتے جبکہ اس پر تصویر تھی اھ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہرگز یہ شان نہیں کہ گھر میں کوئی ایسی چیز چھوڑ دیتے جو حضرت جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام کو گھر میں داخل ہونے سے روک رکھتی، بلکہ امام طحاوی کے نزدیک مائی صاحبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت کچھ اس طرح ہے، فرمایا: میں نے ایک تکیہ خریدا جس میں نقشی تصویریں تھیں پھر جب حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور اُسے دیکھا تو چہرہ اقدس کا رنگ تبدیل ہوگیا اور ارشاد فرمایا: (اے عائشہ!) یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی ایک چھوٹا سا تکیہ ہے جو میں نے آپ کی خاطر خریدا ہے کہ اس سے آپ سہارا لگائیں گے، ارشاد فرمایا: ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں تصویریں ہوں۔ حق یہ ہے کہ امتناع اُن تصویروں سے مختص ہے جو بغیر تذلیل و توہین باعزت طریقے سے رکھی ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

تو ظاہر ہوا کہ تینوں علتیں متلازم ہیں اور تینوں سے تعلیل صحیح ہے اور ان میں سے ہر ایک میں حصر بھی کرسکتے ہیں، اور مغز تحقیق یہ ہے کہ اصل علت تعظیم ہے تعظیم ہی سے تشبہ پیدا ہوتا ہے اور تعظیم ہی سے ملائکہ رحمت نہیں آتے، ولہذا اہانت کی صورتیں جائز رکھی گئیں کہ فرش

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ٦/٢٤٧

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٢/٣٠٠

میں ہوں جن پر بیٹھیں کھڑے ہوں، پاؤں رکھیں۔ یہ تقریر کلامِ مشائخ ہے وللہ الحمد۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ت) جبکہ ہر تعظیم تشبہ عبادت صورت ہے اور ہر تشبہ عبادت ملائکہ کے لئے قطعاً موجب نفرت، تو عارض ولازم میں تفرقہ محض بے اصل، تعلیق ونصب میں بھی تعظیم اسی فعل سے عارض ہوئی نہ کہ نفس ذات صورت کو لازم تھی تو بساط مفروش میں جب تصاویر کو موضع سجود میں رکھ کر ان پر سجدہ کیا جائے گا بعینہٖ انھیں معلق ومنصوب کرنے کے مثل ہوگا اور اس وقت دخول ملئکہ کو منع کرے گا کہ ان کا امتناع بوجہ تعظیم تھا اور تعظیم پائی گئی،

فما استظھرہ الشامی غیر ظاھر، فان فرق بان جعلھا فی المفروش اھانۃ لھا فتعارض تعظیم السجود علیھا فذلک امر اٰخر غیر کون التعظیم عارضا و ستعلم مافیہ بعون اللہ تعالٰی اما قول الحلیۃ ذلک لیس بمانع من دخول الملئکۃ[1] کما افادتہ ھذہ النصوص اقول لم تفد النصوص ان مجرد جعلھا فی فراش او وسادۃ یخرجھا عن منع الملئکۃ بل قیدتہ بقولہ منبوذتین توطان وللنسائی فی روایۃ یجعل بساطا یوطأ[2]

لہٰذا علامہ شامی نے جس کو ظاہر قرار دیا ہے وہ (درحقیقت) ظاہر نہیں۔ اور اگر یہ فرق کیا جائے کہ بچھے ہوئے فرش میں کسی تصویر کا ہونا (اور پوستگی رکھنا) اس کی توہین وتذلیل ہے۔ اور اس پر سجدہ کرنے کی وجہ سے حصولِ تعظیم اس کے متعارض ومتصادم ہے تو یہ اور چیز ہے نہ یہ کہ تعظیم کا عارض ہونا ہے اور ابھی تمہیں اللہ تعالٰی کی مدد سے معلوم ہوجائے گا کہ جو کچھ اس میں کمزوری اور نقص ہے۔ لیکن صاحبِ حلیہ کا یہ کہنا کہ یہ دخولِ ملائکہ سے مانع نہیں جیسا کہ ان نصوص نے افادہ دیا۔ میں اس کے متعلق گزارش کرتا ہوں کہ نصوص سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوا کہ کسی تصویر کو فرش یا تکئے میں رکھنا اُسے امتناعِ ملائکہ سے نکال دیتا ہے بلکہ نصوص نے اس کو اِس قول سے مقید کیا ہے کہ وہ تصویریں پھینکی ہوئی پامال شدہ ہوں (تاکہ ان کی صحیح اہانت اور تذلیل ہو) اور امام نسائی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] سنن النسائی کتاب الزینۃ ذکر اشد الناس عذابا میر محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۰۱

وللطبرانی فی الاوسط رخص فیما کان یوطأ[1] فمن جعلها فی بساط ثم علقه علی الجدار کالاستار اووضعه علی الراس حرم قطعا ومنع الملٰئکة من الدخول فکذا من جعلها فی بساط ثم سجد علیها وبالجملة القصد هو الامتهان ولم یحصل الا تری الی مافی البحر عن المحیط اذا کانت علی الوسادة ان کانت قائمة یکره لانه تعظیم لها وان کانت مفروشة لایکره[2] اھ والی مافی الحلیة من شرح الجامع الصغیر للامام النووی یکره مایکون علی الوسائد الکبار (ای لانتصابه یکرها) وکذٰلک کل شیئ نصیب فیصیر تعظیما له فاما اذا کان تحقیرا له فلا باس کالبساط المفروش والوسادة الملقاة لان فی ذٰلک استهانة بالصورة[3] اھ وقد تقدم معناه عن الهدایة والکافی والتبیین۔

کی رائے میں تصویر کسی ایسے بچھونے میں ہو کر اسے پامال کیا جائے۔ اور امام طبرانی کی "الاوسط" میں ہے۔ اس تصویر کی رخصت دی گئی جو پامال کیجائے، لہذا جس نے تصویر کو کسی بچھونے میں رکھا، پھر پردوں کی طرح دیوار پر لٹکادیا یا اسے سر پہ رکھ دیا تو یہ قطعی طور پر حرام ہے اور دخول ملائکہ سے مانع ہے۔ اور اسی طرح جس نے اسے فرش میں رکھا اور پھر اس پر سجدہ کیا۔ (خلاصہ کلام) مقصود اس کی توہین وتذلیل ہے جو یہاں حاصل نہیں ہوا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو کچھ بحرالرائق میں بحوالہ محیط نقل کیا ہے۔ اگر کوئی تصویر کسی تکیے پر ہو اگر وہ کھڑا ہے تو کراہت ہوگی کیونکہ اس صورت میں تصویر کی تعظیم ہوگی، اور اگر وہ بچھا ہوا ہے تو پھر کراہت نہ ہوگی اھ (ارے) تم وہ نہیں دیکھتے جو کچھ حلیہ شرح جامع صغیر امام نووی میں مذکور ہے بڑے بڑے تکیوں میں جو نقشی تصویریں ہوں (ان کے استعمال میں) کراہت ہے اس لئے کہ ان کے اونچا کرنے سے تصویریں کھڑی رہتی ہیں، اور یہی حکم ہر کھڑی چیز کا ہے کیونکہ اس میں تصویر کی تعظیم ہے لیکن جب ان کی تحقیر اور ذلت ہو تو پھر کچھ حرج نہیں جیسے بچھے ہوئے فرش اور پاؤں میں پڑے ہوئے تکیے وغیرہ، کیونکہ اس میں تصویر کی توہین وتذلیل ہے۔

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵۶۹۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۳۲۹
[2] بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷
[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

(جو مقصد شریعت ہے) اھ اور اس کا مفہوم ہدایہ، کافی اور تبیین کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے (ت)

ثم **اقول** (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) تصویر کہ مصلی کے پس پشت ہو اسی حالت میں مکروہ ہے کہ منصوب یا معلق یا دیوار پر منقوش یا چسپاں یا آئینہ میں لگی ہو اور یہ قطعاً تعظیم ہے،

فانتفی قول المعراج لاتعظیم فیہ ولا تشبہ کما تقدم ولیت شعری اذا انتفیا فما الموجب للکراھۃ فان میل الی التمسك بامتناع الملٰئکۃ قلنا اذ لا تعظیم فلا امتناع۔

لہٰذا مصنف معراج الدرایہ کا قول منتفی اور زائل ہو گیا کہ اس صورت میں تعظیم اور تشبہ دونوں نہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، کاش میں (اس راز کو) سمجھ لیتا کہ جب تعظیم اور تشبہ دونوں منتفی اور زائل ہیں تو پھر وجہ کراہت کیا ہے۔ اگر امتناع ملٰئکہ کے استدلال کی طرف میلان کیا جائے تو ہم کہتے ہیں جب تعظیم نہیں تو امتناع کہاں ہے (ت)

ثم **اقول** شرع مطہر نے جس شے کی تعظیم حرام اور توہین واجب کی اُس سے اگر ایسا برتاؤ کیجئے جس میں ایک جہت سے توہین اور دوسری جہت سے تعظیم ہو وہ حرام و ناجائز ہی ہوگا اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ تعظیم و توہین متعارض ہو کر برابر ہو گئیں،

اذ لایجتمع الحلال والحرام الاغلب الحرام واعتبرھذا لمن یقبل الوثن ویضربہ بالنعل فھل یقال تکافأ التقبیل والضرب فیجوز کلا بل یحرم لانہ خلط عملا صالحا واخر سیئا۔

اس لئے کہ حلال اور حرام جمع نہیں ہوتے (مگر بنائے احتیاط) حرام غالب ہوگا۔ اور اس کا اعتبار اُس شخص کے (متضاد کام سے) کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک طرف تو صنم کو چومتا چاٹتا ہے اور دوسری طرف دیکھئے تو اس کی حالت یہ ہے کہ وہ جوتوں سے اسے مارتا پیٹتا ہے تو پھر اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ بوسہ بازی اور مار پیٹ دونوں کام باہم برابر ہو گئے۔ لہٰذا یہ دونوں فعل جائز ہو گئے، ہرگز ایسا نہیں، بلکہ اس کا صنم کو بوسہ دینا حرام ہے، یہاں اسی صورت میں اس نے اچھے اور بُرے فعل کو باہم مخلوط کر دیا ہے۔ (ت)

ولہٰذا محرر المذھب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی ورحمنا بہ (پس اس لئے مذہب کو قید تحریر میں لانے والے حضرت امام محمد، اللہ تعالٰی ان پر رحم و کرم فرمائے اور ان کے صدقے ہم سب پر بھی رحمت برسائے۔ ت) نے کتاب الاصل میں سجادہ یعنی جانماز میں تصویر کا ہونا مطلقاً مکروہ ٹھہرایا اگرچہ تصویر پر سجدہ نہ ہو کہ جانماز معظم ہے تو اس میں تصویر ہونا تصویر کی تعظیم ہے اور یہ لحاظ نہ فرمایا کہ جانماز زمین پر بچھائی جائے گی اور زمین پر بچھانا تصویر کی توہین ہے اس پر پاؤں رکھا جائے گا اور

یہ غایت توہین ہے تو وجہ وہی ہے کہ تعظیم مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ اس کے ساتھ توہین بھی ہو جیسے معظمانِ دینی کی توہین مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس کے ساتھ ہزار تعظیمیں بھی ہوں۔ ہدایہ میں ہے:

اطلق الکراھۃ فی الاصل لان المصلی معظم[1]

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں کراہۃ کو مطلق رکھا اس لئے کہ جانماز ایک قابلِ تعظیم چیز ہے۔ (ت)

عنایہ میں ہے:

معناہ ان البساط الذی اُعِدّ للصلٰوۃ معظم من بین سائر البسط فاذا کان فیہ صورۃ کان نوع تعظیم لھا و نحن امرنا باھانتھا فلاینبغی ان تکون فی المصلی مطلقا سجد علیھا اولم یسجد[2]

اس کا معنٰی ہے کہ جو فرش (اور قالین وغیرہ) نماز کے لئے تیار کئے گئے وہ دوسرے تمام فرشوں سے اعلٰی، عمدہ اور بڑے ہیں اور قابلِ تعظیم ہیں، پھر جب اُن پر کوئی تصویر ہو تو اسکی ایک گونہ تعظیم ہوگی حالانکہ ہمیں اس کی توہین و تذلیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہذا علی الاطلاق موزوں اور مناسب نہیں کہ تصویر کسی جانماز میں موجود ہو خواہ کوئی اس پر سجدہ کرے یا سجدہ نہ کرے۔ (ت)

اسی طرح تبیین وغیرہ میں ہے۔

فانتفی ماوجہ بہ العلامۃ الشامی عدم التعظیم فیما اذاکانت خلفہ علی ستراوحائط، واستقرعرش التحقیق علی التلازم والعلل الثلاث وللہ الحمد۔

لہذا وہ کلام زائل اور منتفی ہوگیا کہ جس سے علامہ شامی نے عدمِ تعظیم کی توجیہ فرمائی تھی۔ اگر کوئی تصویر کسی پردے یا دیوار پر نمازی کے پس پشت ہو (تو کراہتہ نہ ہوگی) لہذا عرشِ تحقیق تینوں علتوں اور تلازم پر قرار پذیر ہوگیا، اور اللہ تعالٰی کے لئے ہی ہر نوع تعریف و توصیف ہے (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) تشبہ دو قسم ہے: ایک عام کہ مطلقاً تصویر ممنوع کو بروجہ تعظیم رکھنے سے حاصل ہوتا ہے کما تقدم

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۲۲

[2] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر " " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۲

39 تحقیقه والتصریح به عن الامام فخر الاسلام (جیسا کہ اس کی تحقیق پہلے ہوچکی، اور امام فخر الاسلام کے حوالے سے اس کی تصریح آگئی۔ ت)، دوسرا اَشبہ خاص کہ اس کے علاوہ نفسِ نماز میں مصلی کے کسی فعل یا ہیأت سے ظاہر ہو مثلاً تصویر کو سامنے رکھ کر اس کی طرف افعالِ نماز بجا لانا یہ اشد و اخبث ہے یہ ضرور نفسِ تعظیم سے اخص ہے،

وعلیه یصدق قول الشامی ان التعظیم اعم[1] وقول الحلیة ان لیس مدار ابل یوجب زیادة[2]

اور اس پر علامہ شامی کا یہ ارشاد کہ تعظیم زیادہ عام ہے بلاشبہ صادق آتا ہے، اور مصنف الحلیہ کا یہ کہنا کہ یہ "مدار" نہیں بلکہ موجب زیادت ہے۔ (ت)

جہاں یہ ہو نماز میں کراہت تحریم ہوگی ورنہ مکان میں اس کا بروجہ تعظیم رکھنا تو قطعاً ممنوع و گناہ ہے،

فی الحلیة والبحر ورد المحتار هذه الکراهة کراهة تحریم[3] زاد فی البحر ینبغی ان یکون حراما لامکروها ان ثبت الاجماع او قطعیة الدلیل لتواتره[4]

حلیہ، بحرالرائق اور فتاوٰی شامی میں ہے یہ کراہۃ کراہۃ تحریمی ہے۔ اور بحرالرائق میں یہ اضافہ فرمایا: مناسب ہے کہ یہ بجائے مکروہ ہونے کے حرام ہو، اگر اجماع اور دلیل کا قطعی ہونا ثابت ہوجائے اس کے تواتر کی وجہ سے۔ (ت)

اور اس کے سبب نماز میں کراہت تنزیہی آجائے گی۔ عنایہ میں ہے:

لان تنزیه مکان الصلٰوة عما یمنع دخول الملٰئکة مستحب[5]

اس لئے کہ جائے نماز کو ایسی چیز سے بچانا جو فرشتوں کے داخل ہونے سے مانع ہو مستحب ہے۔ (ت)

حاشیۂ علامہ سعدی افندی میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۶

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۳۵

[4] بحرالرائق " " " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷

[5] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

فتکون الکراھۃ تنزیھیۃ۔[1] لہذا یہ کراہت، کراہت تنزیہی ہوگی (ت)

یہ ہے وہ کراہت جو محقق نے مکان سے نماز کی طرف ساری مانی، ہمارے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ مسئلہ تصاویر میں دربارۂ نماز جو لفظ کرہ کتب میں ارشاد ہوا اس سے مراد کراہت تحریمی و تنزیہی سے عام ہے،

وعلیہ یستقیم قول الشامی ظاھر کلام علمائنا ان ما لا یؤثر کراھۃ فی الصلوۃ لایکرہ ابقاؤہ وقد صرح فی الفتح وغیرہ بان الصورۃ الصغیرۃ لاتکرہ فی البیت[2] اھ والا فعلۃ کراھۃ التحریم فی الصلوۃ ھو التشبہ الخاص وفی الابقاء ھو التعظیم وقد اعترف انہ اعم من التشبہ وانتفاء الاخص لایوجب الانتفاء الاعم **اقول** وظھر لما قررنا ان السؤال الذی ذکرہ المحقق لم یکن وارداً من اصلہ فان المنتفی عند الاستدبار ھو التشبہ الخاص ولا تنحصر الکراھۃ فیہ **واقول** ظھر ایضا ان الجواب الذی ابداہ لیس مما ابداہ بل ھو مفاد کلام المشائخ

اور اس پر علامہ شامی کا قول ٹھیک صادق آتا ہے کہ ہمارے علمائے کرام کا ظاہر کلام یہ ہے کہ جو چیز نماز کے مکروہ ہونے میں مؤثر نہ ہو تو اس کا باقی رکھنا بھی مکروہ نہیں۔ اور فتح القدیر وغیرہ میں یہ تصریح فرمائی کہ گھر میں چھوٹی تصویر ہو تو کراہت نہ ہوگی اھ ورنہ نماز میں کراہت تحریمی کی علت تشبّہ خاص ہے، اور اس کے باقی رکھنے میں تعظیم ہے، علامہ موصوف نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ تشبّہ سے تعظیم زیادہ عام ہے اور (قاعدہ یہ ہے کہ) خاص کا انتفاء عام کے انتفاء کا موجب نہیں **اقول** (میں کہتا ہوں) جو کچھ ہم نے ثابت کیا اس سے یہ واضح ہوگیا کہ جس سوال کو محقق نے ذکر فرمایا وہ بالکل وارد نہیں، اس لئے کہ وقت استدبار تشبّہ خاص منتفی اور زائل ہے، اور کراہت اسی میں منحصر نہیں **واقول** (اور میں کہتا ہوں) اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ موصوف نے جس جواب کو ظاہر قرار دیا وہ ظاہر نہیں بلکہ وہ کلام مشائخ اور ان کی تعلیل امتناع ملائکہ

---

[1] حاشیہ سعدی چلپی علی العنایۃ کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا دار احیاء التراث ۱/ ۳۶۳

[2] ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا المطبعۃ الکبری بولاق مصر ۱/ ۴۳۷

وتعليلهم بامتناع الملئكة **واقول** ظهر ایضا ان السؤال الذی اورد المحقق الحلبی علی مسألة السجود علی التصویر لم یکن من الوارد ایضا لانه ان انتفی فیه فالتشبه الخاص بل لانسلم انتفاءه ایضا فان السجود علی التصویر یشبه عبادته قطعا کما نص علیه فی الکافی[1] ولفظه السجود علیها یشبه عبادة الاوثان والتبیین ولفظه السجود علیها یشبه عبادتها فیکره[2] فانتفی ما ذکر العلامة الشامی ان لاتشبه فیه **اقول** وظهر ایضا ان الجواب الذی ابداه فی الحلیة وظن انهم لم یذکروہ کلامهم محیط به کما علمت ولله الحمد **اقول** وبتحقیقنا هذا یحصل التوفیق فی مسألتین **الاولی** کراهة الصلاة حیث کانت الصورة خلف فمن اثبت وهم الاکثرون

سے حاصل ہے

واقول (اور میں کہتا ہوں) اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ تصویر پر سجدہ کرنے کے مسئلہ پر محقق حلبی نے جو سوال اٹھایا وہ اصلاً وارد نہیں کیونکہ اس میں اگر انتفاء بھی ہو تو تشبہ خاص کا انتفاء ہوگا بلکہ ہم اس کا انتفاء بھی تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ تصویر پر سجدہ کرنا یقیناً اس کی عبادت کے مشابہ ہے جیسا کہ "الکافی" میں اس کی تصریح پائی گئی چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں؛ کسی تصویر پر سجدہ کرنا عبادتِ صنم کے مشابہ ہے۔ اور التبیین کی تصریح یہ ہے: تصویر پر سجدہ کرنا اس کی عبادت کے مشابہ ہے لہٰذا مکروہ ہے، لہٰذا علامہ کا یہ ذکر کرنا کہ اس میں کوئی تشبہ نہیں، بلاشبہہ زائل ہوگیا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ "الحلیہ" میں اس کے مصنف نے جس جواب کو ظاہر کیا ہے اور یہ گمان کیا کہ ائمہ کرام نے اسے ذکر نہیں فرمایا حالانکہ ان کا کلام اس جواب پر محیط ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں، اور اللہ تعالٰی کے لئے ہی تعریف و توصیف ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ہماری اس تحقیق سے دو مسئلوں کے درمیان موافقت (اور مطابقت) پیدا ہوگئی، پہلا مسئلہ جہاں تصویر پس پشت ہو تو بھی نماز مکروہ ہے۔ جن حضرات نے اس کو

---

[1] الکافی شرح الوافی

[2] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۶۷

وجعله فی التنویر الاظهر فاثبت کراهة التنزیه ومن نفی وهو الذی مشی علیه صدر الشریعة فی شرح الوقایة وجزم به فی متنه النقایة واعتمده فی الغایة کما فی التبیین والدرر والامام العتابی کما فی الفتح وتبعه ابن کمال باشا فی الایضاح نفی کراهة التحریم **والثانیة** الصلوٰة علی سجادة فیها تصاویر اذا لم یسجد علیها نفی الامام محمد الکراهة فی الجامع الصغیر واثبتها فی الاصل والکل صحیح بالتوزیع ای یکره تنزیها لا تحریما والوجه فیهما وجود التشبه العام دون الخاص وذٰلک ظاهر فی الاولی اما الثانیة فلان وضع التصویر فی المصلی تعظیم له کما سمعت وکل تعظیم له تشبه بعبادته کما علمت وکل صلوٰة کان معها التلبس بهذا التشبه کرهت و لاینافیها وجود الاستهانة بوجه أخر کما قدمنا فانتفی ماذکر ههنا فی الحلیة حیث قال قلت یلزم

ثابت کیا ہے وہ اکثریت رکھتے ہیں۔ اور "التنویر" میں اس کو زیادہ ظاہر قرار دیا تو کراہت تنزیہی کا اثبات فرمایا۔ اور جن لوگوں نے اس کی نفی فرمائی، چنانچہ شرح وقایہ میں صدر الشریعت نے یہی روش اختیار فرمائی اور متن "النقایہ" میں اس پر اظہار یقین کیا، اور "الغایہ" میں اسی پر اعتماد کیا جیسا کہ تبیین اور درر اور امام عتابی سے منقول ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، اور الایضاح میں ابن کمال پاشا نے بھی اس کا ساتھ دیا تو کراہت تحریمی کی نفی کی۔

دوسرا مسئلہ ایسی جانماز پر نماز پڑھنا کہ جس میں تصویریں ہوں جبکہ ان پر سجدہ کرے تو اس صورت میں حضرت امام محمد نے جامع صغیر میں کراہت کی نفی فرمائی۔ لیکن کتاب الاصل میں کراہت کو ثابت کیا ہے، اور یہ سب کچھ بلحاظ توزیع (تقسیم) صحیح ہے یعنی مکروہ تنزیہی اور تحریمی پر، اور دونوں میں "وجہ التشبہ عام کا پایا جانا ہے نہ کہ تشبہ خاص"، اور پہلی صورت میں ظاہر ہے لیکن دوسری صورت، اس لئے کہ جانماز میں تصویر رکھنا بلاشبہہ اسکی تعظیم ہے جیسا کہ آپ سن چکے، اور تعظیم میں اسکی عبادت سے تشبہ ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہے، اور ہر نماز کہ جس میں اس "تشبہ" سے تلبس ہو تو وہ مکروہ ہے، اور کسی اور وجہ سے اس میں توہین کا پایا جانا اس کے منافی (اور متصادم) نہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کردیا ہے، لہذا یہاں جو کچھ حلیہ میں ذکر کیا گیا وہ زائل اور ختم ہو گیا،

على هذا ان يكون ما في الاصل موضوعا في المصلى لاغير وما في الجامع فيما عداه وفيه ما لا يخفى[1] اھ

اقول بل كلاهما في المصلى ولا بعد فيه التطبيق ما ذكرنا قال رحمه الله تعالٰى والاحسن ان يقال ظاهر الكتابين التعارض فيما عدا موضع السجود فاما ان يكون ما في الجامع من القيد المذكور قيدا اتفاقيا واما ان يكون ما في الاصل مقيدا بما في الجامع[2] اھ ويزيده ان التوفيق اما بارجاع ما في الجامع الى ما في الاصل من اطلاق الكراهة سواء كانت في محل السجود او غيره والتقييد بكونها فيه وقع وفاقا او بارجاع ما في الاصل الى ما في الجامع بحمل المطلق على المقيد۔

چنانچہ مصنف حلیہ نے فرمایا میں کہتا ہوں اس طور پر لازم آتا ہے کہ جو کچھ اصل میں مذکور ہے وہ اس تصویر کے بارے میں ہو جو صرف جانماز میں رکھی ہوئی ہو، اور جو کچھ جامع صغیر میں مذکور ہے وہ اسکے علاوہ میں ہے اور اس میں جو کمزوری ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) بلکہ یہ دونوں جانماز کے متعلق ہیں، اور اس میں کوئی بُعد نہیں بلکہ اس میں وہ طریقہ تطبیق ہے جو ہم نے ذکر فرمایا، مصنفِ حلیہ رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ بظاہر دونوں کتابوں میں محلِ سجود کے علاوہ تعارض ہے (اور دونوں میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ) یا یہ ہو کہ جامع صغیر میں جو قید مذکور ہے اس کو قید اتفاقی تسلیم کیا جائے یا جو کچھ اصل میں ہے وہ جامع صغیر کی عبارت سے مقید ہے اھ اور مزید موافقت کی صورت یہ ہے کہ جو کچھ جامع صغیر میں مذکور ہے اسے اصل کی طرف راجع کیا جائے یعنی کراہت سے مطلق کراہت مراد ہو خواہ تصویر محلِ سجدہ میں ہو یا محلِ سجدہ میں نہ ہو، اور جامع صغیر میں جو تقیید واقع ہوئی وہ قید اتفاقی تسلیم کیجائے یا جو کچھ اصل میں مذکور ہے وہ جامع صغیر کی طرف بایں طریقہ راجع ہے کہ یہاں مطلق مقید پر محمول ہے۔

۱؎ التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی علی ہامش منیۃ المصلی بحوالہ الحلیہ مکروہات الصلٰوۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۶۵

۲؎ " " " " " " " " " " " " " " " " " " "

اقول وکانہ عند ھذا التحریر لم یتیسر لہ مراجعۃ الجامع الصغیر فان عبارتہ لاتحتمل ماذکر من الغاء القید وانما کان مساغہ لوکان منطوقہ کراھۃ الصلوٰۃ مقیدا بکون الصورۃ فی محل السجود فکان یفید عدم الکراھۃ فی غیرہ بطریق المفھوم فقال ان القید اتفاقی ولیس کذٰلک بل اصل منطوقہ ماینافی الاصل اعنی عدم الکراھۃ فاین المساغ لما ذکر وھذا نص الجامع لاباس ان یصلی علی بساط فیہ تصاویر ولایسجد علی التصاویر[1] اھ قال رحمہ اللّٰہ تعالٰی وھذا ادنی (ای الثانی) لانہ لایظھر وجہ القول بکراھۃ الصلوٰۃ علی بساط کبیر فیہ صورۃ تحت قدم المصلی وھو لازم الاول بخلاف الثانی اھ[2] **اقول** قد افدناک

اقول (میں کہتا ہوں) یہ تحریر کرتے وقت محقق موصوف کو جامع صغیر کی طرف مراجعت کی توفیق حاصل نہیں ہوئی اس لئے اس کی عبارت قید مذکور کو لغو قرار دینے کا احتمال نہیں رکھتی، اور اس کے جواز کی صورت تب ہوسکتی کہ اس کا منطوق (عبارتِ ملفوظ) یہ ہوتا کہ نماز مکروہ ہوگی جبکہ تصویر محلِ سجدہ میں ہو۔ پھر اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا کہ اگر محلِ سجدہ میں تصویر نہ ہو تو کراہۃ نہ ہوگی۔ اور یہ فائدہ بلحاظ مفہوم حاصل ہوتا، اور کہا کہ قید اتفاقی ہے حالانکہ اس طرح نہیں بلکہ اس کا اصل منطوق کتاب الاصل کے منافی ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ وہ عدمِ کراہۃ ہے، تو جو کچھ علامہ موصوف نے ذکر کیا اس کا جواز کہاں ہے۔ (دیکھئے) جامع صغیر کی یہ تصریح ہے کوئی حرج نہیں اگر ایسے فرش پر نماز پڑھے کہ جس پر تصویریں ہوں جبکہ ان تصویروں پر سجدہ نہ کرے اھ، موصوف نے فرمایا (اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے) یہ اولٰی ہے (یعنی دوسری) وجہ کیونکہ اس قول کی وجہ ظاہر نہیں کہ بڑے فرش پر نماز مکروہ ہے کہ جس میں تصویر نمازی کے زیرِ قدم ہو، اور یہ اول کو لازم ہے بخلاف ثانی اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) بیشک ہم نے تمھیں

---

[1] الجامع الصغیر کتاب الصلوٰۃ باب فی الامام این یستحب لقوم الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۱

[2] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی علی ہامش منیۃ المصلی بحوالہ الحلیہ مکروہات الصلوٰۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۶۵

الوجه فتشکر ثم لا وجه یظهر لتقییده بالکبیر بعد فرض الصورة تحت القدم والله تعالٰی اعلم وتبعه البحر فی هذا البحث کله غیر انه قال اطلق الکراهة فی الاصل فیما اذا کان علی البساط المصلی علیه صورة لان الذی یصلی علیه معظم فوضع الصورة فیه تعظیم لها بخلاف البساط الذی لیس بمصلی اھ[1] فحمل البساط علی السجادة کما حملنا ثم تبع الحلیة فقال وتقدم عن الجامع الصغیر التقیید بموضع السجود فینبغی ان یحمل اطلاق الاصل علیه وانها اذا کانت تحت قدمیه لایکره اتفاقا اھ[2] **اقول** قوله وانها معطوف علی قوله ان یحمل داخل تحت ینبغی فهو بحث منه بناء علی ما حمل علیه کلام الاصل وقد علمت ما فیه بل تکره فی المصلی مطلقا

اس وجہ کا فائدہ بخشا لہذا شکریہ ادا کیجئے، پھر لفظ "لبساط" کو لفظ "کبیر" سے موصوف اور مقید کرنے کی کوئی ظاہر وجہ موجود نہیں جبکہ یہ فرض کرلیا کہ تصویر (نمازی کے) زیر قدم ہے واللہ تعالٰی اعلم، بحرالرائق نے اس پوری بحث میں اس کی متابعت کی ہے مگر یہ کہ فرمایا اصل میں کراہت کو مطلق رکھا اُس حالت میں جبکہ بچھی ہوئی جانماز پر تصویر ہو کیونکہ جس فرش پر نماز پڑھی جائے وُہ قابلِ تعظیم ہے پھر اس میں کسی کا رکھنا اس تصویر کی بلاشبہہ تعظیم ہے لیکن وہ فرش جو جانماز نہ ہو اھ (یہاں) موصوف نے فرش کو جانماز پر حمل کیا ہے جیسا کہ ہم نے حمل کیا ہے۔ پھر حلیہ کے اتباع میں فرمایا کہ جامع صغیر کا حوالہ پہلے آچکا کہ اس نے اُسے محلِ سجدہ سے مقید کیا ہے۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ اصل کے اطلاق کو اس پر حمل کیا جائے، اور جب تصویر دونوں پاؤں کے نیچے ہو تو باتفاق کراہت نہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس کا یہ کہنا کہ "وانها" اس کے قول "ان یحمل" پر معطوف ہے اور "ینبغی" کے ذیل میں داخل ہے۔ اور یہ اس کی بحث ہے اس بناء پر کہ جس پر اُس نے کلام اصل کو حمل کیا ہے۔ اور تمہیں معلوم ہے جو کچھ اس میں

---

[1] و [2] بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۶

وان کانت تحت القدم و
مافی الدر وغیرہ لایکرہ
ولوکانت تحت قدمیہ او محل
جلوسہ لانہا مہانۃ[1] مخصوص
بغیر السجادۃ بدلیل الدلیل
وقد نقلوا قاطبۃ عن الاصل
الاطلاق المرسل فی
المصلی وما عللوہ بہ شامل
لکل صورۃ کما لا یخفی نعم
فی بساط غیرہ لا یکرہ
اذا صلی علیہ ولم یسجد
علیہا وان لم تکن
تحت قدمیہ بل ولو کانت
امامہ لوجود الاہانۃ مطلقا
مع عدم التعظیم لوجہ قال
فی الحلیۃ نقلا من شرح الجامع
الصغیر لفخر الاسلام لایکرہ ان
یصلی دون وسادۃ علیہا
تصاویر[2] اھ اقول ہو نص نفس
الجامع الصغیر ثم المراد
بالوسادۃ الصغیرۃ دون کبیرۃ
تورث الصورۃ انتصابا کما

کمزوری ہے، بلکہ جانماز میں تصویر کا ہونا علی الاطلاق
مکروہ ہے اگرچہ تصویر زیرِ قدم ہو، اور جو کچھ دُر
وغیرہ میں ہے کہ یہ مکروہ نہیں اگرچہ تصویر دونوں
قدموں کے نیچے ہو یا اس کے بیٹھنے کی جگہ
میں ہو اس لئے کہ وہ بحالتِ توہین و تذلیل ہے
اور یہ بغیر جانماز مخصوص ہے دلیل وہی دلیل ہے.
حالانکہ سب نے بالاتفاق کتاب الاصل سے
"اطلاق مرسل" نقل کیا ہے، اور انھوں نے
جو اس کی تعلیل ذکر فرمائی وہ ہر تصویر کو شامل ہے
جیسا کہ یہ پوشیدہ نہیں، ہاں کسی دوسرے
تصویر والے بچھونے پر نماز پڑھے اور تصویر پر سجدہ
نہ کرے تو کراہت نہ ہوگی اگرچہ تصویر اس کے
قدموں کے نیچے نہ ہو، بلکہ اگرچہ تصویر اس کے
آگے ہی ہو اس لئے کہ اس حالت میں مطلقاً
توہین پائی گئی باوجودیکہ تعظیم کسی وجہ سے بھی
نہیں۔ الحلیہ میں شرح جامع صغیر سے نقل
کرتے ہوئے فرمایا جانماز کے علاوہ کسی اور
فرش پر کہ جس میں تصویریں ہوں نماز پڑھے تو
کراہت نہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں)
یہ خود جامع صغیر کی تصریح ہے۔ وسادہ یعنی
جانماز سے چھوٹی جانماز مراد ہے نہ کہ بڑی کہ
جس سے تصویر کا قیام پیدا ہوتا ہے، جیسا کہ

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲
[2] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی علی ہامش منیۃ المصلی مکروہات الصلوٰۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۶۳

تقدم ، ثم لایخفی علیك ان التوفیق الذی ذکرہ الفقیر اولی مما اختارہ ھذا المحقق لان فیه اھمال احدھما فی بعض متناولاته وفیما ذکرت اعمال کلیھما فی کله فانظر الی کثرۃ الفوائد فی کلام المشائخ رحمھم اللہ تعالٰی وھکذا کلامھم اذا امعن فیه النظر وساعد التوفیق فی اللطیف الخبیر عز جلاله وللہ الحمد۔

پہلے گزر چکا، اور تم پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ جو موافقت فقیر (امام احمد رضا) نے پیش کی وہ اس سے بہتر ہے جو اس محقق نے اختیار کی کیونکہ اس میں دو میں سے ایک کے بعض مشمولات کو نظر انداز کر دیتا ہے، اور جو کچھ میں نے اس باب میں ذکر کیا اس میں یہ فوقیت وخوبی ہے کہ سب میں دونوں کو عمل دیتا ہے۔ لہذا مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی کے کلام میں کثیر فوائد کو ملاحظہ فرمائیے، اور ان کا کلام ایسا ہی ہوتا ہے جبکہ اس پر گہری نظر ڈالی جائے۔ اور توفیق دینے میں مددگار لطیف وخبیر ہے کہ جس کا جلال غالب اور زبردست ہے، اور اللہ تعالٰی کے لئے ہر تعریف وتوصیف ہے۔ (ت)

ثم اقول وبه استعین (پھر میں کہتا ہوں اسی سے طلبِ مدد کرتے ہوئے۔ ت)

تنقیح علت اگرچہ بفضلہٖ تعالٰی بروجہ احسن ہوئی مگر ابھی ایک اور تنقیح عظیم باقی ہے جبکہ علت کراہت تشبہ عبادت ہے خاص ہو یا عام، تو ضرور ہے کہ وہ تصویر جنس مایعبدہ المشرکون (تصویر اس جنس سے ہو کہ جس کی مشرکین عبادت کرتے ہیں۔ ت) سے ہو کہ جیسے مشرکین پوجتے ہی نہیں وہ بُت کے حکم میں نہیں کہ اس کے بروجہ تعظیم رکھنے یا اس کی طرف نماز پڑھنے میں معاذ اللہ عبادتِ بُت سے تشبہ ہو، ولہذا جا بجا کراہت کو عبادت اور اس کے عدم کو عدم سے تعلیل فرماتے ہیں کہ یہ مشرک اس کی عبادت نہیں کرتے، لہذا کراہت نہیں، مثلاً:

(ا) اتنی چھوٹی تصویر کہ زمین پر رکھ کر دیکھو تو اعضا کی تفصیل نہ معلوم ہو مورثِ کراہت نہیں کہ اتنی چھوٹی کی عبادت مشرکین کی عادت نہیں۔ ہدایہ وکافی وتبیین میں ہے:

لوکانت الصورۃ صغیرۃ بحیث لاتبدو للناظر لایکرہ لان الصغار جدا لاتعبد[1]۔

اگر تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کیلئے واضح نہ ہو تو مکروہ نہیں اس لئے کہ اتنی چھوٹی تصویروں کی پرستش نہیں ہوتی۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۲۲

فتح القدیر میں ہے :

فلیس لہا حکم الوثن فلا تکرہ فی البیت۔[1]

لہذا ایسی تصویر کے لئے حکمِ صنم نہیں لہذا اس کا گھر میں رکھنا مکروہ نہیں۔ (ت)

اور اس بارے میں امیر المومنین فاروقِ اعظم و حضرت عبد اللہ بن مسعود و حذیفہ بن الیمان و نعمٰن بن مقرن و عبد اللہ بن عباس و ابوہریرہ و ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم صحابہ اور سیدنا دانیال علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آثار مروی و مذکور ہیں کما بیّنّہا فی الحلیۃ (جیسا کہ انھیں حلیہ میں بیان فرمایا۔ ت)

(۲) سر بریدہ یا چہرہ محوکردہ کہ اس کی بھی عبادت نہیں ہوتی، اور بھنویں اور آنکھیں مٹا دینا کافی نہیں، نہ چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دینا نفیِ کراہت کرے۔ تبیین و بحر میں ہے :

مقطوعۃ الراس لاتکرہ لانہا لا تعبد بدون الراس عادۃ ولا اعتبار بازالۃ الحاجبین اوالعینین لانہا تعبد بدونہما۔[2]

سر بریدہ تصویر رکھنا مکروہ نہیں اس لئے کہ بغیر سر عادتاً اس کی عبادت نہیں کی جاتی لیکن دونوں ابرو اور دونوں آنکھیں مٹا دینے کا کچھ اعتبار نہیں، اس لئے کہ ان کے بغیر بھی اس کی عبادت کی جاتی ہے۔ (ت)

ہدایہ میں فرمایا :

ممحوالراس لیس بتمثال لانہ لا یعبد بدون الراس۔[3]

اگر سر محو کر دیا جائے یعنی مٹا دیا جائے تو وہ تصویر اور مورتی نہ رہے گی کیونکہ بغیر سر اس کی عبادت نہیں کی جاتی (ت)

عنایہ میں ہے :

انہ لایعبد بلاراس فکان کالجمادات۔[4]

اگر سر نہ ہو تو اس کی عبادت نہ ہوگی کیونکہ وہ محض بے جان چیزوں کی طرح ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۳

[2] تبیین الحقائق " ۱/۱۶۶ و بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ۱/۲۸

[3] الہدایہ " باب مایفسد الصلوٰۃ الخ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۲۲

[4] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر باب مایفسد الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۳

خلاصہ و فتح و حلیہ و بحر میں ہے :

واللفظ لہ لا اعتبار بقطع الیدین او الرجلین[1] اھ وکذا ھو فی الخلاصۃ ثم الحلیۃ بحرف الترديد ولفظ المحقق لو قطع یدیھا و رجلیھا لارتفع الکراھۃ[2] اھ اعنی بحرف الجمع وھو المراد۔

بحرالرائق کے الفاظ یہ ہیں، اگر دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہیں اھ اور اسی طرح خلاصہ اور پھر حلیہ میں حرف تردید (لفظِ او) کے ساتھ ہے۔ اور محقق کے الفاظ یہ ہیں، اگر دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ ڈالے تو کراہت ختم نہ ہو گی اھ میری مراد یہ ہے کہ (یہاں پر عبارت) حرف جمع (یعنی لفظ واؤ کے ساتھ) ہے اور یہی مراد ہے۔ (ت)

غنیہ میں دونوں مسئلہ صغیرہ و مقطوعۃ الراس کی تعلیل میں لکھا :

لانھا لاتعبد فانتفی التشبیہ الذی ھو سبب الکراھۃ[3]۔

اس لئے کہ (تصویر صغیر اور مقطوع الراس) کی عبادت نہیں کی جاتی، لہذا وہ شبہہ زائل ہو گیا جو کراہت کا سبب ہے۔ (ت)

(۳) شمع یا چراغ یا قندیل یا لیمپ یا لالٹین یا فانوس نماز میں سامنے ہو تو کراہت نہیں کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی اور بھڑکتی آگ اور دہکتے انگاروں کا تنور یا بھٹی یا چولھا یا انگیٹھی سامنے ہوں تو مکروہ کہ مجوس ان کو پوجتے ہیں۔ عنایہ میں بعد عبارت مذکورہ آنفاً ہے :

فصار کالصلوۃ الی شمع او سراج فی انھما لایعبدان ویکرہ لوکان بین یدیہ کانون فیہ جمر او نار موقدۃ[4]۔

پھر وہ شمع یا چراغ کی طرح ہے کہ ان کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے کیونکہ ان کی عبادت نہیں کی جاتی (لہذا کراہت نہیں) لیکن نماز مکروہ ہے جبکہ نمازی کے سامنے ایسا چولھا رکھا ہو کہ جس میں بھڑکتی ہوئی آگ کے انگارے ہوں۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۸
[2] فتح القدیر " " " " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل کراہیۃ الصلوۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۵۹
[4] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر باب مایفسد الصلوۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

فتح زیرِ مسئلہ شمع ہے:

لانھم لایعبدونہ بل الضرام جمراً او نارًا[1]۔

اس لئے کہ مشرکین اس کی عبادت نہیں کرتے بلکہ بھڑکتے انگارے یا آگ کی۔ (ت)

تبیین الحقائق و بحر الرائق میں ہے:

قال رحمہ اللّٰہ تعالٰی او شمع او سراج لانھما لایعبدان والکراھۃ باعتبارھا وانما یعبدھا المجوس اذا کانت فی الکانون وفیھا الجمر او فی التنور فلا یکرہ التوجہ الیھا علی غیر ذٰلک الوجہ[2] اھ اقول البحر تبع التبیین فی قولہ والکراھۃ باعتبارھا فرجع الی الصواب۔

دونوں نے فرمایا (اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے) شمع یا چراغ کی طرف (بحالتِ نماز منہ کرنا مکروہ نہیں اس لئے کہ ان دونوں کی عبادت نہیں کیجاتی، اور کراہت عبادت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے، اور آتش پرست آگ کی عبادت کرتے ہیں جبکہ چولھے اور تنور میں آگ کے انگارے ہوں، لہذا اسکی طرف رُخ کرنا بغیر اس وجہ کے ہو تو مکروہ نہیں اھ اقول (میں کہتا ہوں) مصنف بحر الرائق نے تبیین کے اس قول "کراہت بلحاظ عبادت ہوتی ہے" میں اس کا اتباع کیا لہذا وہ راہِ صواب کی طرف لوٹ گیا۔ (ت)

کافی میں ہے:

ان قطع الراس فلا باس بہ لانہ لایعبد بلا راس ولھذا لو صلی الی تنور او کانون فیہ نار کرہ لانہ یشبہ عبادتھا والی قندیل او شمع او سراج لا لعدم التشبہ[3]۔

اگر تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ بغیر سر تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی، لہذا اگر ایسے چولھے یا تنور کی طرف نماز پڑھے کہ جس میں آگ ہو تو مکروہ ہے کیونکہ اسکی عبادت کے مشابہ ہے، اور اگر قندیل یا شمع یا چراغ کی طرف (منہ کرکے نماز پڑھے) تو کراہت نہیں اس لئے کہ اس میں کوئی تشبہ عبادت نہیں۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل ویکرہ للمصلی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۶۴

[2] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۶۷

بحر الرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۲

[3] الکافی شرح الوافی

محیط امام شمس الائمہ سرخسی پھر ہندیہ میں ہے:

من توجه فی صلٰوته الی تنور فیه نار تتوقد اوکانون فیه نار یکرہ ولو توجه الی قندیل اوالی سراج لم یکرہ[1]

جو شخص اپنی نماز میں ایسے تنور یا چُولھے کی طرف منہ کرے کہ جس میں آگ بھڑک رہی ہو تو کراہۃ ہوگی، لیکن اگر قندیل یا چراغ کی طرف منہ کرے تو کراہت نہ ہوگی۔ (ت)

فتاوٰی امام اجل قاضی خاں میں ہے:

یکرہ ان یصلی وبین یدیه تنور اوکانون فیه نار موقدۃ لانه یشبه عبادۃ النار وان کان بین یدیه سراج اوقندیل لایکرہ لان لایشبه عبادۃ النار[2]

یہ مکروہ ہے کہ آدمی (اس حالت میں نماز پڑھے) کہ اس کے آگے ایسا تنور یا چُولھا ہو کہ جس میں آگ بھڑک رہی ہو، اس لئے کہ یہ صورت عبادت آگ کے مشابہ ہے۔ اور اگر اس کے سامنے چراغ یا قندیل ہو تو مکروہ نہیں کیونکہ یہ عبادت آگ کے مشابہ نہیں۔ (ت)

اسی طرح اس سے لایکرہ تک خزانۃ المفتین میں ہے۔

اقول ھذہ نصوص الائمۃ الاجلۃ فسقط مافی القنیۃ ان المجوس یعبدون الجمر لا النار الموقدۃ[3] اھ وان تبعه فی الدر والتمرتاشی ثم السید ابوالسعود الازھری ثم السید الطحطاوی فی حاشیۃ المراقی وایضا الدرر ولفظه لان المجوس لایعبدون اللھب بل الجمر[4] اھ ومثله فی مجمع الانھر واشار

اقول (میں کہتا ہوں) یہ جلیل القدر ائمہ کی تصریحات ہیں۔ لہذا قنیہ میں جو ہے وہ ساقط ہوگیا کیونکہ آتش پرست آگ کے انگاروں کی عبادت کرتے ہیں نہ کہ آگ کے شعلوں کی اھ مصنفِ درمختار، امام تمرتاشی، سید ابومسعود ازہری، سید طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح اور مصنف الدرر ان سب بزرگوں نے اس کا اتباع کیا ہے، اور اسکے الفاظ یہ ہیں: مجوس آگ کے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ محیط السرخسی کتاب الصلوٰۃ الباب السابع الفصل الثانی نورانی کتبخانہ پشاور ۱/ ۱۰۸

[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الصلوٰۃ باب الحدث فی الصلوٰۃ ومایکرہ فی الصلوٰۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۵۷

[3] القنیۃ المنیۃ کتاب الکراہیۃ باب الکراہیۃ فی الوضوء وکیفیات الصلوٰۃ مطبوعہ کلکتہ ص ۱۴۹

[4] الدرالمختار " باب مایفسد الصلوٰۃ " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳

فتح المعین بحوالہ تمرتاشی " " " " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۴۲

[5] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام " " " " " " " " میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۰

الیه الشرنبلالی فی مراقیه ثم الزاهدی نفسه اظهر ضعفه اذقال بعده حتی قیل لاتکره الی النار الموقدة اھ[1] **اقول** ان کان صحیحا انهم لایعبدونها فمامعنی تعبیرهذا القیل بقیل الا ان یقال ان الموقدة قلما تخلوعن جمر وفیه نظر بل لاتشتمل علیه الا قرب الانتهاء ثم ربما تکون الموقدة من حشیش ونحوه ولاجمر ثمه و الله تعالٰی اعلم۔

شعلوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ آگ کے انگاروں کی عبادت کیا کرتے ہیں اھ اور اسی طرح مجمع الانہر میں ہے، اور علامہ شرنبلالی نے بھی مراقی الفلاح میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، پھر خود علامہ زاہدی نے اس کے ضعف کی طرف لفظ قیل کے ساتھ اس کی تعبیر فرمائی، چنانچہ اس کے بعد اُس نے کہا یہاں تک کہ یہ کہا گیا ہے کہ شعلہ زن آگ کی طرف (نماز میں منہ کرنا) مکروہ نہیں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اگر یہ بات صحیح ہے کہ آتش پرست نری آگ کی عبادت نہیں کرتے تو اس کی تعبیر لفظ قیل کے ساتھ کرنے کا کیا مطلب ہے، مگر یہ کہ کہا جائے کہ شعلہ زن آگ بہت کم انگاروں سے خالی ہوتی ہے، لیکن یہ موجب اشکال ہے۔ بلکہ انگاروں پر صرف آخر میں مشتمل ہوتی ہے (اور یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ) بسا اوقات آگ گھاس اور اُس جیسی چیزوں سے جس میں بالکل (برائے نام بھی) انگارے نہیں ہوتے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) مصحف شریف

(۵) تلوار وغیرہ ہتھیار کا سامنے ہونا مکروہ نہیں کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی،

کما فی الکتب الثلثة وعامة الکتب و لفظ الامام الزیلعی انهما لایعبدان و باعتبارها تثبت الکراهة و فی استقبال المصحف تعظیمه وقد امرنا به[2]۔

جیسا کہ تینوں کتابوں اور عام کتابوں میں مذکور ہے اور امام زیلعی کے الفاظ یہ ہیں اُن دونوں کی (مصحف شریف اور تلوار کی) عبادت نہیں کی جاتی۔ اور کراہت باعتبار عبادت ثابت ہوتی ہے اور مصحف شریف کی طرف منہ کرنا اس میں اس کی تعظیم، اور ہمیں اس کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (ت)

---

[1] القنیة المنیة کتاب الکراھیة باب الکراھیة فی الوضوء الخ مطبوعہ کلکتہ انڈیا ص ۱۴۹

[2] تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ الخ المطبعۃ الکبری بولاق مصر ۱/ ۱۶۷

اقول (میں کہتا ہوں) یہ وہی فرق نفیس ہے کہ صدر کلام میں فقیر نے گزارش کیا،

ولفظ البحر اما المصحف فلان فی تقدیمہ تعظیمہ وتعظیمہ عبادۃ والاستخفاف بہ کفر فانضمت ھذہ العبادۃ الی عبادۃ اخری فلاکراھۃ[1] اھ فاحفظہ فانہ ینفعك۔

بحرالرائق کے الفاظ یہ ہیں رہا مصحف تو اس کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے اور اسکی تعظیم بلاشبہ عبادت ہے اور اس کا استخفاف کفر ہے۔ پھر یہ عبادت ایک دوسری سے پیوستہ ہوگئی لہذا بالکل کراہت نہ رہی اھ پھر اس کو یاد رکھئے بلاشبہہ یہ آپ کو فائدہ دے گا۔ (ت)

(۶) تصویر صغیر پر قیاس فرماکر مستور سے بھی نفی کراہت کی کہ ظاہر نہ ہونے میں اس کے مثل ہے جیسے جیب یا بٹوے میں روپیہ یا بعض ترکی ٹوپیوں میں کہ نصارٰی کی بنائی ہوتی ہیں اندر کی جانب تصویر ہوتی ہے ان صورتوں میں نماز مکروہ نہیں مگر ناجائز تصویریں حفاظت سے رکھ چھوڑنا خود ہی منع ہے اگرچہ صندوق میں بند رکھے اور نہ کھولے اگرچہ وہاں نماز مکروہ نہ ہوگی۔ محیط وخلاصہ وحلیہ وبحر میں ہے:

رجل فی یدہ تصاویر وھو یؤم الناس لاتکرہ امامتہ لانھا مستورۃ بالثیاب فصار کصورۃ فی نقش خاتم وھو غیر مستبین[2] اھ ولفظ الخلاصۃ اذا کانت فی یدہ (وفی نسخۃ علی یدیہ) وھو یصلی لاباس بہ لانہ مستور بثیابہ وکذا لو کانت علی خاتمہ[3] اھ عزا فی

کسی شخص کے بازو میں تصویریں ہیں اور لوگوں کی امامت کراتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہ ہوگی اس لئے کہ یہ تصویریں کپڑوں سے چھپی ہوئی ہیں۔ اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے انگوٹھی کے نقش میں تصویر ہو جبکہ وہ واضح نہ ہو اھ خلاصہ کے الفاظ یہ ہیں: اگر کسی کے بازو میں، اور ایک نسخہ میں ہے اس کے دونوں بازوؤں میں تصویر ہو اور وہ اس حالت میں نماز پڑھے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ وہ کپڑوں سے ڈھانپی ہوئی ہیں۔ اور اسی طرح اگر انگوٹھی پر تصویر ہو اھ

---

[1] بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۱

[2] بحرالرائق بحوالہ المحیط " " " " ۲/ ۲۷

[3] خلاصۃ الفتاوٰی " الجنس فیما یکرہ فی الصلوٰۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۵۸

الحلیۃ العبارۃ الاولی للمحیط والخلاصۃ معا وفرق فی البحر فاحسن وقال تحت قول المحیط وھو یفید ان المستبین فی الخاتم تکرہ الصلٰوۃ معہ[1] اھ **اقول** العادۃ ان الخاتم لایکون علیھا الا غیر مستبین بل لعل الخاتم لایحتمل الا ایاہ فقول المحیط وھو غیر مستبین لبیان العلۃ الجامعۃ بین نقش الخاتم والمستور، قال البحر ویفید انہ لایکرہ ان یصلی ومعہ صرۃ اوکیس فیہ دنانیر او دراھم فیھا صور صغار لاستتارھا[2] اھ واعترضہ فی النھر بان عدم الکراھۃ فی الصغار غنی عن التعلیل بالاستتار بل مقتضاہ ثبوتھا اذا کانت منکشفۃ وسیأتی انھا لاتکرہ الصلٰوۃ لکن یکرہ کراھۃ تنزیہ جعل الصورۃ فی البیت لخبر ان الملٰئکۃ لاتدخل بیتا

چنانچہ حلیہ میں پہلی عبارت کی محیط اور خلاصہ کی طرف نسبت کی، اور بحرالرائق میں بہت اچھے انداز سے فرق کیا ہے، اور محیط کے قول کے ذیل میں فرمایا اور اس سے یہ فائدہ برآمد ہوا کہ اگر انگوٹھی میں نقوش واضح ہوں تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) عادت کے مطابق انگوٹھی پر نقوش واضح نہیں ہوتے بلکہ شاید انگوٹھی غیر واضح نقوش کے علاوہ کوئی اور دوسرا احتمال ہی نہیں رکھتی، لہذا محیط کا یہ کہنا کہ انگوٹھی کے غیر واضح نقوش ہوا کرتے ہیں، ایسی علت کے بیان کیلئے ہے جو انگوٹھی کے نقش مستور کے لئے جامع ہے۔ صاحب بحرالرائق نے فرمایا: اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر تھیلی یا بٹوہ میں درہم، دینار رکھے ہوں اور ان کے ساتھ نماز پڑھے جبکہ ان میں چھوٹی چھوٹی تصویریں ہوں تو کراہت نہ ہوگی اس لئے کہ وہ مستور ہیں اھ النہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا کہ چھوٹی تصویروں میں بوجہ صغر عدم کراہت کیلئے کافی ہے لہذا تعلیل بالاستتار کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا مقتضٰی ثبوت کراہت ہے جبکہ وہ کھلی ہوں۔ ابھی آئیگا کہ نماز مکروہ نہ ہوگی، لیکن گھر میں تصویر رکھنا مکروہ تنزیہی ہے اس حدیث کی بنا پر کہ اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے جس میں

۱؎ بحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷

۲؎ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۲/ ۲۷

فیہ کلب او صورۃ اھ[1] نقلہ فی المنحۃ مقرا علیہ **اقول** وھو کما قال وکانت زیادۃ الصغار وقع وفاقا فان المعھود فی الدراھم والدنانیر ھی الصغار لکن فی قولہ لکن ما قد علمت ان الصغار لا تکرہ فی البیت ایضا کما مر تصریحہ عن الفتح، وقد تظافروا علی نقل اٰثار فیھما عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وقدمنا عن الامام فخر الاسلام ان امساک الصورۃ علی سبیل التعظیم ظاھرا مکروہ الخ فقید بالظاھر فغیرہ لا یؤثر کراھۃ لا فی الصلٰوۃ ولا فی الامساک، قال البحر و یفید انہ لو کان فوق الثوب الذی فیہ صورۃ ثوب ساتر لہ فانہ لا یکرہ ان یصلی فیہ لاستتارھا بالثوب الاٰخر واللہ سبحٰنہ اعلم اھ[2]

کتا یا تصویر ہو اھ منحۃ الخالق میں اس کا اقرار کرتے ہوئے اسے نقل فرمایا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اور وہ اسی طرح ہے جیسا کہ موصوف نے کہا ہے گویا چھوٹے پن کا اضافہ اتفاقیہ واقع ہوا کیونکہ درھم و دینار میں نقوش تصویر کا چھوٹا ہونا ایک امر معہود ہے۔ لیکن اس کے قول "لکن یکرہ" میں آپ جانتے ہیں کہ چھوٹی تصویر گھر میں ہو تو کوئی کراہت نہیں۔ جیسا کہ اس کی تصریح فتح القدیر کے حوالہ سے پہلے گزر چکی۔ ائمہ کرام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ایسے آثار نقل کرنے پر باہم اتفاق اور تعاون فرمایا اور ہم اس سے پہلے فخر الاسلام کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں کہ برملا کسی تصویر کو بطور تعظیم اٹھائے رکھنا مکروہ الخ موصوف نے اپنے کلام میں "الظاھر" کی قید لگائی، پس اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر تصویر ظاہر نہ ہو تو پھر کراہت میں اس کا کوئی اثر نہیں، نہ نماز میں اور نہ اُسے اٹھائے رکھنے میں، مصنف بحرالرائق نے فرمایا، اس سے یہ فائدہ برآمد ہوا کہ جس کپڑے میں کوئی تصویر ہو پھر اس کے اوپر کوئی دوسرا کپڑا ڈال کر اسے چھپا لیا جائے تو پھر ایسے کپڑے پر نماز پڑھنی مکروہ نہیں اس لئے کہ وہ دوسرے کپڑے

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷

[2] بحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۷

40
40

اقول ولا قرۃ عین فیہ لمن یمسك التصاویر فی صندوقہ لینظر فیھا متی شاء فانھا وان کانت مستورۃ مادامت فی الصندوق لکنہ یفتحہ و یخرجھا فتظھر فیاتی التحریم والامساك لامر ممنوع ممنوع کمن امسك امرأۃ لیفجر بھا فھو فی اثم الفجور حین لایفجر لان الاعمال بالنیات، نسأل اللہ السلامۃ بل لو امسکھا ولم یقصد النظر فیھا متی شاء کان فیہ حفظ ما فیہ الفساد فکان کامساك اٰلۃ اللھو لمن لایضرب قال الامام الاجل قاضیخان فی فتاواہ لو امسك شیئا من ھذہ المعازف والملاھی یکرہ و یأثم و ان کان لایستعملھا لان امساك ھذہ الاشیاء للھو عادۃ[1]۔

سے چھپا لیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی پاک و منزہ ہے، وہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس میں کوئی آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں اس آدمی کے لئے جو اپنے صندوق میں تصویریں بند کر رکھے اس مقصد کے لئے کہ جب چاہے صندوق کھول کر انھیں دیکھ لے، مذکورہ تصویریں اگرچہ صندوق میں بند ہونے کی وجہ سے مستور ہیں جب تک کہ صندوق میں ہیں لیکن جب وہ صندوق کو کھولے گا اور انھیں نکالے گا تو وہ سامنے آجائیں گی پھر حرمت پیدا ہوجائے گی کیونکہ کسی امر ممنوع کے لئے کسی چیز کو روکے رکھنا بھی ممنوع ہے، اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے کہ جس نے کسی عورت کو اپنی نگرانی میں پابند کر رکھا تاکہ موقع پر اس سے بدکاری کا ارتکاب کرے، پھر جس وقت تک وہ بدکاری نہ کرے گا اس وقت بھی بدکاری کرنے کے گناہ میں گرفتار ہوگا اس لئے کہ اعمال کا مدار انسانی ارادوں پر ہے، لہٰذا ہم اللہ تعالٰی سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں، بلکہ اگر اس نے اسے روک رکھا اور جب چاہے دیکھنے کا ارادہ بھی نہ کیا تو پھر بھی اس میں یہ خرابی ہے کہ اس نے اس صورت میں اسی چیز کی حفاظت کی جس میں فساد ہے، اور اسی طرح یہ ہے کہ جیسے کوئی آدمی گانا بجانا نہیں کرتا لیکن گانے کے آلات و اسباب کو اپنے پاس روکے رکھتا ہے چنانچہ ہمارے ایک جلیل القدر امام فقیہ قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی میں ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص گانے بجانے اور لہو میں سے کسی چیز کو اپنے پاس روکے رکھے مکروہ ہے اور وہ اسی طرح کرنے سے گنہگار ہوگا اگرچہ انھیں اپنے استعمال میں نہ لائے، کیونکہ اس قسم کے آلات و اسباب کو

---

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح والتسلیم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۳

روکے رکھنا عادتاً کھیل تماشے کے لئے ہی ہوتا ہے۔(ت)

(۷) چاند، سورج، ستاروں اور درختوں کی تصویریں نماز میں سامنے ہوں تو حرج نہیں کہ مشرکین نے اگرچہ ان اشیاء کو پُوجا مگران تصویروں کی عبادت نہیں کرتے، سومنات اگرچہ معبدِ قمر تھا سوم بمعنے قمر ہے اور ناتھ بمعنے مالک، مگر اس میں بُت تھا جسے صورت روحانیت قمر قرار دیا تھا نہ شکل ہلالی یا قمری یا بدری کی تصویر، ردالمحتار میں درایہ شرح ہدایہ سے ہے:

فان قیل عبد الشمس والقمر والکواکب والشجرة الخضراء قلنا عبد عینه لاتمثاله[1] اھ اقول وبه ظهر بطلان مابحث القاری فی المرقاة اذ قال ما عبد من دون اللہ ولو کان من الجمادات کالشمس والقمر ینبغی ان یحرم تصویرہ[2] اھ وهو کما تری بحث غریب ساقط لادلیل علیه ولا اثر له فی کلام الائمة بل مخالف لاطلاقات جمیع کتب المذهب متونا وشروحا وفتاوی واللہ الموفق هذا، ثم قال العلامة الکاکی فعلی هذا ینبغی ان یکرہ

اگر یہ کہا جائے سورج، چاند، ستارے اور سرسبز درختوں کی عبادت کی جاتی ہے (تو پھر ان کی تصویروں کا کیا حکم ہے) ہم اس کے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ اشیاء مذکورہ کی عین ذات کی عبادت کی جاتی ہے نہ کہ ان کی تصویروں کی اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس سے اس قول کا باطل ہونا واضح ہوگیا کہ ملّا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں جس سے بحث کی چنانچہ موصوف نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے سوا جس کی عبادت کی جائے اگرچہ وہ بے جان چیزوں میں سے ہو جیسے سورج اور چاند وغیرہ، تو مناسب یہ ہے کہ اسکی تصویر حرام قرار دی جائے اھ یہ جو کچھ فرمایا جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں ایک بحث غریب ہے جو درجۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ اس امر پر کوئی دلیل نہیں، اور نیز ائمہ کرام کے کلام میں اس کی کوئی نشانی موجود نہیں بلکہ وہ ایک مخالف کلام ہے، ان تمام اطلاقات کے لئے جو مذہبی کتابوں میں متون،

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۶

[2] مرقات المفاتیح شرح المشکوۃ المصابیح کتاب اللباس باب التصاویر الفصل الاول ۸/۲۷۳

استقبال عین هذه الاشیاء قال الشامی ای لانها عین ما عبد بخلاف ما لو صورها واستقبل صورتها[۱] **اقول** تفریع عجیب و بحث غریب فالمسافرون فی الفضاء والبحر بما لا یجدون ملجاء من استقبال الشمس فی العصر والقمر فیها و فی المغرب او فی العشاء ولامحید لهم عن استقبال الکواکب فی العشاء واین یهرب المصلی فی الغیاض والریاض عن استقبال شجرة خضراء بل ربما لایجد له سترة غیرها فیلجأ الیها بحکم الشرع وروی الامام احمد و ابوداؤد عن المقداد بن الاسود رضی الله تعالٰی عنه قال ما رایت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه

شروح اور فتاوٰی کی صورت میں موجود ہیں، اور اللہ تعالٰی ہی اس کی توفیق بخشنے والا ہے، علامہ کاکی نے فرمایا کہ پھر تو اس بنا پر مناسب یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کی بعینہٖ ذات کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے، چنانچہ علامہ شامی نے فرمایا کہ تمام وہ چیزیں جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کا عین ہیں بخلاف اس کے کہ ان کی تصویر بنائیں اور پھر اس تصویر کی طرف منہ کریں اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ ایک عجیب تفریع اور نادر بحث ہے کہ مسافر کھلی فضا اور سمندر میں کوئی ٹھکانا نہیں پاتے، عصر کے وقت سورج کی طرف منہ کرنے سے اور چاند کی طرف منہ کرنے سے اور مغرب یا عشاء میں اور عشاء کے وقت ستاروں کی طرف منہ کرنے سے لوگ کہیں نہیں بھاگ سکتے۔ اور جنگلات اور باغات میں نمازی کہاں بھاگ کر جاسکتا ہے کیونکہ جنگلوں اور باغوں میں ہرے بھرے درختوں کی طرف منہ کرنے سے بلکہ بسا اوقات وہ ان کے بغیر کوئی سترہ ہی نہیں پاتا، پھر حکم شریعت کی بنا پر ان کی طرف پناہ لیتا ہے، امام احمد اور امام ابوداؤد نے مقداد بن اسود سے روایت کی (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) موصوف نے فرمایا میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی

---

[۱] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایہ کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ داراحیاء التراث العربی ۱/۴۳۶

وسلم صلی الی عود ولا عمود ولا شجرة
الاجعله علی حاجبه الایسر
اوالایمن ولا یصمد له صمدا[1] ثم
ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه
وسلم انما نهی عن الصلوٰة
حین تشرق الشمس وحین تستوی وحین
تتدلی للغروب ولم یقیده بکونها
قبالة المصلی بل اینما کانت و
لو وراء ظهره ولو فی غیم غلیظ و
علله بانها تکون اذ ذاك بین قرنی
الشیطٰن لا بانها عبدت من دون
الرحمٰن ولعل شدة بعدها و
القمر والنجوم تغنی عن
السترة فلابی داؤد عن ابن عباس
رضی اللہ تعالٰی عنهما قال
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علیه وسلم اذا صلی احدکم
الی غیر السترة فانه یقطع
صلوٰته الحمار والخنزیر
والیهودی والمجوسی والمرأة
ویجزئ عنه اذا مروا
بین یدیه علی قذفة
بحجر[2] وللطحاوی یکفیک

لکڑی، کسی ستون اور کسی درخت کی طرف نماز پڑھتے ہوئے
نہ دیکھا مگر آپ نے انہیں اپنے دائیں یا بائیں ابرو کی
طرف رکھا اور بالکل ان کی طرف سیدھ نہ فرمائی، اور حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو اس وقت نماز پڑھنے
سے روکا جب سورج چڑھ رہا ہو یا دوپہر کے وقت
وسطِ آسمان میں ٹھہر جائے یا غروب کے قریب
ہو جائے، اور اس کو اس بات سے مقید نہ کیا کہ وہ
نمازی کے سامنے اور اس کے مقابل ہو بلکہ جہاں بھی
ہو اس کے لئے یہی حکم دیا اگرچہ وہ اسکے پس پشت
ہو اور گھیرے بادل میں چھپا ہوا ہو، اور اسکی تعلیل
یہ بیان فرمائی کہ اوقاتِ مذکورہ میں سورج شیطان
کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے نہ یہ کہ اس وقت
خدائے رحمان کے علاوہ اس کی پرستش کی جاتی ہے
شاید اس کی وجہ زیادہ دور ہونا ہے، چاند اور ستارے
نمازی کو سُترہ سے بے نیاز کر دیتے ہیں (مطلب یہ
کہ اُن کے آگے کسی آڑ کی ضرورت نہیں) چنانچہ
ابوداؤد میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی
عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات
گرامی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے
کوئی شخص بغیر سترہ کے نماز پڑھے تو گدھا، سور،
یہودی، آتش پرست اور عورت اس کی نماز کو قطع
کر دیتے ہیں اور جب وہ اس کے آگے سے گزریں
تو اس کی طرف سے یہی کافی ہے کہ ایک پتھر پھینکنے

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب اذا صلی الی ساریۃ او نحوھا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۰۰
[2] " " " " " " " باب ما یقطع الصلوٰۃ ۱/ ۱۰۲

اذا کانوا منك قدر رمیۃ[1] وفی صلٰوۃ الھندیۃ عن التتارخانیۃ ان کانت القبور وراء المصلی لایکرہ فانہ ان کان بینہ وبین القبر مقدار ما لو کان فی الصلٰوۃ ویمر انسان لایکرہ فھٰھنا ایضا لایکرہ[2] اھ اما الشجر **فاقول** کونھم عبدوا نوعا او شخصا من الشجر لایلزم کراھۃ الاستقبال الا الی ذٰلك النوع او الشخص بخصوصہ لا الی کل شجرۃ ولیس ذٰلك مثل التمثال فان الحکم متعلق بنفسہ من دون نظر الی کونہ صورۃ ما عبدوہ اولا کما سیاتیك تحقیقہ ان شاء اللہ تعالٰی بخلاف الاعیان فلا یعتبر فیھا الجنس بل خصوص ما عبد علی وجہ

کی مقدار دور ہو (یعنی اگر اتنی مقدار دور سے گزریں تو کوئی حرج نہیں) اور امام طحاوی کی روایت میں ہے (اے نمازی!) تجھے یہی کافی ہے کہ گزرنے والا تجھ سے ایک تیر پھینکنے کی مقدار ہو۔ فتاوٰی عالمگیری بحث صلٰوۃ میں تاتارخانیہ کے حوالے سے منقول ہے اگر قبریں نمازی کے پس پشت ہوں تو کوئی کراہت نہیں بشرطیکہ نمازی اور قبر کے درمیان اتنی مقدار مسافت ہو کہ جتنی نماز میں نمازی کے آگے ہونی چاہیے کہ اگر کوئی آدمی اس کے آگے سے گزرے تو کراہت نہ ہو، تو یہاں بھی اس قدر مسافت ہو تو کراہت نہ ہوگی اھ رہا درختوں کا معاملہ **فاقول** (تو اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ) مشرکین کسی نوع یا کسی فرد معین درخت کی عبادت کرنے سے اس کی طرف منہ کرنے سے کراہت لازم آئے گی مگر یہ اس وقت ہوگا جبکہ اس نوع یا خصوصی فرد کی طرف منہ کرے اور یہ معاملہ ہر درخت کے ساتھ نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا معاملہ تصویر جیسا نہیں اس لئے کہ حکم اس کی ذات سے وابستہ ہے اس پر نظر کئے بغیر کہ یہ اس کی تصویر ہے کہ جس کی پہلے مشرکین نے عبادت کی یا نہیں جیسا کہ ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب اس کی تحقیق تیرے پاس آجائیگی بخلاف اعیان (ذوات) کہ ان میں

---

[1] شرح معانی الآثار ، باب المرور بین یدی المصلی الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۰۹
[2] فتاوٰی ہندیۃ ، الباب السابع الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰۷

عبد الا ترى الى ما مر من الفرق بين تنور فيه نار وبيت شمع وسراج أو لا ترى ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يستتر في صلوته براحلته ولم يمنعه عن ذلك كونها من جنس الحيوان الذي يعبده المشركون نوع البقر وعبدوا شخص عجل السامري، اخرج الشيخان عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يعرض راحلته فيصلي اليها[1]، وفي الفتح ان استتر بظهر جالس كان سترة وكذا الدابة واختلفوا في القائم[2] اھ وفيه وفي الهندية عن النهاية قالوا حيلة الراكب ان ينزل

جنس کا اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں جس کی عبادت کی جائے جس وجہ پر عبادت کی جائے اس خصوص کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے اس گزشتہ فرق کو جو ایسے تنور کہ جس میں آگ ہو اور شمع اور چراغ کے درمیان کیا گیا ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی نماز میں اپنی سواری (ناقہ) کو پردہ اور آڑ بناتے اور اس رویہ سے آپ کو یہ چیز نہ روکتی کہ ناقہ اس جنسی حیوان میں سے ہے کہ جس کی ایک قسم گائے کی مشرکین عبادت کرتے رہے اور سامری کے بنائے ہوئے فرد معین بچھڑے کی پرستش کرتے رہے، چنانچہ بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام جب نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو اپنی سواری (ناقہ) کو چوڑائی میں بٹھا دیتے پھر اس طرف منہ کرکے نماز پڑھتے۔ فتح القدیر میں ہے اگر کسی بیٹھے ہوئے شخص کی پیٹھ کو (نماز پڑھتے وقت) پردہ بنائے تو پھر اس کے لئے سُترہ کے قائم مقام ہے، اور کسی دوسرے جانور کا بھی یہی حکم ہے، اور کھڑے ہونے والے شخص میں ائمہ کرام نے اختلاف کیا ہے اھ اور اس میں اور فتاوٰی عالمگیری میں نہایہ کے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ الی الراحلۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۲

[2] فتح القدیر " باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۴

فیجعل الدابۃ بینہ وبین المصلی فتصیر
ھی سترۃ فیہ[1] اھ فالذی تحرر بما تقرر
کراھۃ استقبال خصوص حیوان او شجر
اخضر یعبدہ المشرکون ان نوعا فنوعا
او شخصا فذلک الشخص عینا دون غیرہ
من نوعہ بشرط ان لایکون بینہ وبین
المصلی اکثر ممایؤثم المار ھذا ما ظھر
لی وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی
واللہ تعالٰی اعلم۔

حوالے سے ہے۔ ائمہ فقہ نے فرمایا (سفر میں سُترہ کے لئے تجویز و تدبیر یہ ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والا سوار ہے تو زمین پر اترے، پھر گزرنے والا اپنے اور نمازی کے درمیان اپنے جانور کو آڑ بنالے، پس یہی اُس کے لئے سُترہ کی حیثیت رکھتا ہے اھ اور جو کچھ اثبات کردہ حقیقت کے مطابق تحریر ہوا کہ مشرکین جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں بربنائے خصوص خواہ وہ حیوان ہو یا کوئی سرسبز و شاداب درخت ہو، نماز میں اس کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے، اگر نوع ہو تو اُس نوع کا یہی حکم ہے۔ اگر شخص (یعنی فرد معین ہو تو) پھر عین (یعنی اس فرد معین کا یہی) حکم ہے۔ لہٰذا اس نوع میں سے کوئی دوسرا مراد نہ ہوگا۔ بشرطیکہ اس کے اور نمازی کے درمیان اتنی زیادہ مسافت نہ ہو کہ جس سے گزرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ اور یہ وہ تحقیق ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئے۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ ضرور ہی برصواب ہوگی بشرطیکہ اللہ تعالٰی نے چاہا ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

ان تمام مسائل سے واضح ہوا کہ تشبہ کے لئے اُس شئے کا جنس ما یعبدہ المشرکون سے ہونا ضروری ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) اب یہاں متعدد سوال پیدا ہوتے ہیں:

اوّل اعیان میں تو اس کے معنی ظاہر ہیں کہ خود وہی نوع یا شخص ہو جس کی عبادت مشرکین کرتے ہیں مگر تصویر میں ہرگز یہ معنی نہیں شمس و قمر کی تصویر نہ گھر میں رکھنا مکروہ نہ نماز میں سامنے ہونے سے کراہت، حالانکہ وہ معبودان باطل ہیں، اور ہر انسان وحیوان کی تصویر رکھنا بھی حرام، اور اس سے نماز بھی مکروہ، حالانکہ مشرکین ان سب کی عبادت نہیں کرتے، اس کا منشا کیا ہے، وہ جو گزرا کہ شمس و قمر کے عین کی عبادت ہوتی ہے نہ تصویر کی، یہاں بدرجہ اولٰی وارد ہے کہ ان کے نہ عین کی عبادت ہوتی ہے نہ تصویر کی۔ اگر کہئے وہ ذی روح نہیں یہ ذی روح ہیں، ہم کہیں گے یہی تو سوال ہے کہ جب مدار عبادت پر ہے تو معبود باطل تو غیر ذی روح کی تصویر کیوں نہ منع و وجہ کراہت ہوئی، اور ذی روح

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۵۴

غیر معبود کی تصویر کیوں حرام و موجبِ کراہت ٹھہری۔

دوم سر بریدہ و چہرہ محو کردہ کو استثنا فرمایا کہ ان کی عبادت نہیں ہوتی، ظاہر ہے کہ یہ نفی نفیِ امکان نہیں کہ مشرکوں کی بدعقلی سے کسی چیز کی عبادت محال کیا مستبعد بھی نہیں، جب وہ صرف لنگ اور جلہری کی پوجا کرتے ہیں تو اُن کے ساتھ باقی بدن بھی اگر ہوا اور سر نہ ہوا تو کون مانع ہے مگر مراد نفیِ عادت ہے کہ تن بے سر کی عبادت ان کی عادت نہیں۔ تبیین الحقائق و بحر الرائق سے گزرا:

لانھا لا تعبد بدون الرأس عادۃ۔[1] اس لئے کہ بطور عادت، بغیر سر، تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی (ت)

اب واضح سوال ہے کہ تصویر کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کے بعد جواز کیوں نہ ہوا کہ ایسے لوتھڑے کی عبادت بھی اُن کی عادت نہیں بلکہ بھنوئیں اور آنکھیں مٹا دینے پر بھی یہی سوال ہو سکتا ہے کہ اس حالت پر بھی عبادت کی عادت محلِ منع ہے، اگر کہئے بے سر و چہرہ حیات نہیں رہتی اور ان اعضائے کے بغیر ممکن ہے، ہم کہیں گے تو مدار حیات پر ہوا نہ عادت عبادت پر، ہذا خلف حیات کو اس لئے لیا تھا کہ اصل مناط یعنی عادۃ معبود ہونا بے حیات منتفی ہے نہ اس لئے کہ حیات ہی اصل مناط ہے کہ وہ باقی ہو تو حکم ثابت رہے اگرچہ عادت عبادت معدوم ہو۔

سوم سر بریدہ و اطراف بریدہ میں تو موت و حیات سے فرق کر لیا چھوٹی تصویر اور اطراف بریدہ میں کیا فرق ہے، قابلیتِ حیات دونوں میں ہے اور عادۃً عبادت دونوں کی نہیں ہوتی بلکہ بڑی تصویر صرف مستور رہنے سے کیوں قابلِ استثنار ہو گئی، اتنا خارجی تغیر کہ صرف ایک ہیات بدلی مفید ہوا اور یہ عظیم تغیر نفس جسم میں کہ چاروں ہاتھ پاؤں جڑ سے کاٹ دیئے کام نہ آیا حالانکہ پردہ ڈالنا اعزاز کا بھی پہلو رکھ سکتا ہے اور دست و پا کاٹ دینا صریح اہانت ہے۔

چہارم کیا فرق ہے کہ زید یا مثلاً بکر کی تصویر گھر میں بے اہانت رکھنا حرام اور مانع ملٰئکہ رحمۃ علیہم الصلوٰۃ والسلام، حالانکہ مشرکین نہ زید اور بکر کو پوجتے ہیں نہ اُن کی تصویروں کو، اور گائے کا گھر میں بے اہانت رکھنا جائز حالانکہ وہ خود ان کی معبودہ باطلہ ہے اور باندھنا بغرض اہانت نہیں بلکہ حفظ ہے، اور بہت گائے بیل بے باندھے بھی رکھے جاتے ہیں، اگر کہئے گائے کا رکھنا

---

[1] تبیین الحقائق باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۶۶
بحر الرائق " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۸

دُودھ کے لئے ہے اور تصویر سے کوئی غرض صحیح نہیں، ہم کہیں گے غرض صحیح کے چار درجے ہیں ضرورت، حاجت، منفعت، زینت۔ گاہے اگرچہ درجہ سوم میں ہے لوگ تصویر کو درجہ چہارم میں رکھتے ہیں تو بے غرض یہ بھی نہ ہوئی معہذا اور اغراض بھی تصویر میں ہو سکتی ہیں مثلاً معرکہ جہاد کی تصویر جس میں اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا ہو کہ اُس کے مشاہدہ سے مسلمانوں کی عزت کفار کی ذلت کا سماں نظر آئے گا نعمتِ الٰہی کی یاد ہوگی اُن بندگانِ خدا کی طرح دین کے لئے جانفشانی کا شوق پیدا ہوگا الیٰ غیر ذٰلک من المصالح (اُن بیان کردہ فوائد کے علاوہ اور بھی بہت سے مصالح ہیں۔ ت) حالانکہ ان نیتوں سے بھی اس کا رکھنا حرام و ناجائز ہی ہے تو واجب ہوا کہ تصویر میں مایعبد کے وہ معنے لئے جائیں اور ایسا مناط تجویز کیا جائے جس سے یہ سب سوالات مرتفع ہو جائیں اور تمام مسائلِ منع و اجازت اس پر منطبق آئیں **فاقول** وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہی کہتا ہوں۔ ت) یہاں مناطِ منع نہ صورت کی عبادت ہونا ہے نہ ذوالصورۃ کی، نہ اس کی نوع نہ جنس قریب کی۔ نہ اس کا اس حالت پر ہونا کہ ذوالصورۃ اس حال پر ہو تو زندہ رہے ان میں سے کچھ کسی وجہ پر نہ وہ سوال مرتفع ہوں نہ فروع ملتئم بلکہ مناطِ تصویر کا معنی وثن میں ہونا ہے جیسا کہ محقق نے فتح میں اشارہ فرمایا:

حیث قال کما تقدم لیس لہا حکم الوثن فلا تکرہ فی البیت[1]

جیسا کہ پہلے گزر چکا (کہ اس حالت میں) تصویر کے لئے حکمِ صنم نہیں، لہٰذا اس کا گھر میں ہونا مکروہ نہیں۔ (ت)

ولہٰذا صورتِ حیوانیہ کی تخصیص ہوئی کہ غیر حیوان کی تصویر بُت نہیں بُت ایک صورتِ حیوانیہ مضاہاتِ خلق اللہ میں بنائی جاتی ہے تاکہ ذوالصورۃ کے لئے مرأت ملاحظہ ہو اور شک نہیں کہ ہر حیوانی تصویر مجسم خواہ مسطح کپڑے پر ہو یا کاغذ پر دستی ہو یا عکسی اس معنی میں داخل ہے تو سب معنیٔ بُت میں ہیں اور بُت اللہ عزوجل کا مبغوض ہے تو جو کچھ اس کے معنی میں ہے اس کا بلا اہانت گھر میں رکھنا حرام اور موجبِ نفرتِ ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اسی قدر سے بحمد اللہ تعالٰی سب سوال حل ہوگئے تصویر کو اب تصویر حیوانی نہیں کہ معنی بُت میں ہو اور تصویر ہر انسان وحیوان اگرچہ مشرکین اُن کی عبادت نہ کرتے ہوں معنی بت میں ہے تو مبغوض رب العزت ہے، سوال اول

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۳

حل ہوا، تو زِ صورت حیوانی ہی نہیں اور گائے ہے مگر خود مخلوق رب العزت نہ کہ مضافاتِ خلق اللہ میں مرآت ملاحظہ ہونے کو بنائی ہوئی کہ مبغوضِ الٰہی ہو تو یہ بھی معنی بُت میں نہیں، سوال چہارم حل ہوا، پھر صورت حیوانی کہا جانا اور اس کے لئے مرآۃ ملاحظہ ہونا دونوں کا مدار چہرہ پر ہے، اگر چہرہ نہیں تو اسے صورت حیوانی نہ کہا جائے گا، اس پر ایک تو امین الوحی جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول گزرا کہ ان کے سر کاٹ دیجئے کہ ہیاتِ درخت پر ہو جائیں، دوسرے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ صورت سر کا نام ہے جس کے سر نہیں وہ صورت نہیں، تیسرے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ سر کاٹ دیا تو صورت نہ رہی، چوتھے اس پر اول دلیل ارشاد اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے،

اذا قاتل احدکم اخاہ فلیجتنب الوجہ فان اللہ خلق اٰدم علی صورتہ، رواہ مسلم[1] عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ حکی النووی فی شرحہ ثلثۃ اقوال امثلھا واعدلھا واصحھا واجملھا ان المراد اضافۃ تشریف واختصاص کقولہ تعالٰی ناقۃ اللہ وکما یقال فی الکعبۃ بیت اللہ ونظائرہ اھ[2]

تم میں سے جب کوئی شخص اپنے بھائی سے آمادہ جنگ ہو تو اس کے چہرے کو بچائے کیونکہ اللہ تعالٰی نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت فرمایا۔ امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں علٰی صورتہ کے متعلق تین اقوال کی حکایت فرمائی ان میں سب سے زیادہ عمدہ والاقول یہ ہے کہ اس اضافت سے شرافت و اختصاص مراد ہے۔ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد "ناقۃ اللہ" (اللہ تعالٰی کی اونٹنی) کی طرح، اور جیسا کہ کعبہ شریف کے بارے میں کہا جاتا ہے "بیت اللہ" (اللہ تعالٰی کا گھر)، اور اسی طرح اس کے باقی نظائر و امثال اھ (ت)

تکریمِ صورت کو صرف تعظیم وجہ پر مقصود فرمایا اور مرآۃ ملاحظہ ہونے کا وجود وعدماً اس پر دوران خود ظاہر چہرہ ہی سے معرفت ہوتی ہے چہرہ دیکھا اور باقی بدن کپڑوں سے چھپا ہے تو کہے گا میں اسے پہچانتا ہوں، اور چہرہ نہ دیکھا تو نہیں کہہ سکتا اگرچہ باقی بدن دیکھا ہو، ولہذا اگر عورت نے اپنا منہ کھول کر گواہوں کو دکھایا اور کہا میں لیلٰی بنت زید ہوں اور کچھ اقرار یا عقد کیا گواہوں کو اس پر گواہی دینا جائز ہے اور انھیں اس کی زندگی بھر گواہان شناخت کی اصلاً حاجت نہیں کہ منہ دیکھ کر انھیں خود شناخت ہوگئی وہ اسے دیکھ کر

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب النہی عن ضرب الوجہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲۷

[2] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب النہی عن ضرب الوجہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۲۷

بتا سکتے ہیں کہ یہی وہ عورت ہے جس نے ہمارے سامنے اقرار کیا اور اگر منہ کھول کر نہ دکھایا تو گواہان شناخت کے بعد بھی یہ گواہی نہیں دے سکتے کہ فلاں عورت نے یہ اقرار کیا بلکہ اتنا کہیں کہ ہمارے سامنے ایک عورت نے یہ اقرار کیا اور فلاں فلاں شہود نے ہم سے بیان کیا کہ یہ فلاں عورت ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لوکشفت امرأۃ وجھھا وقالت انا فلانۃ بنت فلان لایحتاجون الی شھود المعرفۃ فان ماتت یحتاجون الی شاھدین یشھدان انھا کانت فلانۃ بنت فلان واذالم تسفر وجھھا وشھد شاھدان انھا فلانۃ بنت فلان لم یحل لھما ان یشھدا بذلك یعنی علی اقرار فلانۃ انما یجوز ان یشھدا ان امرأۃ اقرت بکذا وشھد عندنا شاھدان انھا فلانۃ بنت فلان ھکذا فی الملتقط۔[1]

اگر کسی عورت نے اپنے چہرے سے پردہ اٹھایا اور کہا میں فلاں دخترِ فلاں ہوں تو اس صورت میں لوگوں کو پوری زندگی شناخت کرانے کیلئے گواہوں کی ضرورت نہیں (اس لئے کہ چہرے سے پوری طرح شناخت اور تعارف حاصل ہوگیا) پھر اگر وہ مرجائے تو لوگوں کو اس بات کی ضرورت ہوگی کہ دو گواہ یہ گواہی دیں گے کہ فلاں، دخترِ فلاں ہے اور اگر اس نے اپنا چہرہ کھول کر نہ دکھایا تو پھر دو گواہ یہ گواہی دیں گے کہ وہ فلاں دخترِ فلاں ہے لیکن ان دو گواہوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ گواہی دیں کہ وہ فلاں عورت ہے کہ جس نے اقرار کیا تھا۔ ہاں البتہ یہ جائز ہے کہ وہ یونہی گواہی دیں کہ ایک عورت نے اقرار کیا ہے اور ہمارے پاس دو گواہوں نے گواہی دی کہ وہ عورت فلاں دخترِ فلاں ہے، فتاوٰی ملتقط میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

اُسی میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

اختلف المشائخ فی جواز تحمل الشھادۃ علی المرأۃ اذا کانت متنقبۃ بعض مشائخنا قالوا لایصح التحمل علیھا بدون رؤیۃ وجھھا وبعض مشائخنا توسعوا فی ھذہ وقالوا

مشائخ کرام نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ جب عورت نقاب پوش ہو تو اس پر گواہی دینے کے جواز کی کیا صورت ہوگی، چنانچہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ چہرہ دیکھے بغیر عورت کے متعلق گواہی نہیں دی جاسکتی، لیکن ہمارے بعض مشائخ نے اس میں کچھ وسعت و گنجائش

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۵۳

یصح عند التعریف وتعریف الواحد کفی والمثنی احوط والی ھذا مال الشیخ الامام المعروف بخواھر زادہ والی القول الاول مال الشیخ الامام شمس الاسلام الاوزجندی و الشیخ الامام ظھیر الدین وضرب من المعقول یدل علی ھذا فانا اجمعنا علی انہ یجوز النظر الی وجھھا لتحمل الشھادۃ[1] اھ قلت فقد اجمعوا علی حصول المعرفۃ برؤیۃ الوجہ حتی جاز التحمل اجماعا وعلی عدمھا بعدم معرفتھا لم یجز التحمل عند قوم اصلا و احتیج لما التعریف عند اخرین مقاصد۔

رکھی ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ تعارف اور شہرت کے وقت اس کے متعلق گواہی دینا صحیح ہے اور صرف ایک آدمی کی پہچان کافی ہے اور دو میں زیادہ احتیاط ہے۔ چنانچہ شیخ امام جو خواہرزادہ کے لقب سے مشہور ہیں اسی طرف مائل ہیں جبکہ شیخ امام شمس الاسلام اوزجندی اور شیخ امام ظہیر الدین پہلے قول کی طرف مائل ہیں چنانچہ معقول قسم اس پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ ہم نے اتفاق کیا ہے کہ تحمل شہادت کے لئے عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اھ میں کہتا ہوں ائمہ کرام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ چہرہ دیکھنے سے شناخت اور معرفت حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ (اس صورت میں) تحمل شہادت بالاتفاق جائز ہے، اور اگر رؤیت نہ ہو تو معرفت نہ ہوگی لہذا بعض لوگوں کے نزدیک (اس صورت میں) تحمل شہادت بالکل جائز نہیں۔ لیکن کچھ دوسروں کے نزدیک مقاصد میں اس کے لئے شناخت کی ضرورت ہوتی ہے۔ (ت)

اہل تصویر ہی کو دیکھئے جو تصویر کسی کی یادگار کے لئے بنوائیں ہرگز بے چہرہ اُس پر راضی نہ ہوں گے نہ اپنے مقصود کو مفید جانیں گے اگرچہ باقی تمام بدن کی تصویر ہو اور بارہا نیم قد بلکہ صرف چہرہ پر قناعت کرتے اور اسے اپنے مقصد کے لئے کافی سمجھتے ہیں جیسا کہ مصوروں میں بکثرت دائر و سائر اور سکّہ کی تصویروں سے ظاہر، اور خود یہ تصویر جس سے سوال ہے اس پر شاہد کہ اُس کا بنانا یادگاری کے لئے تھا اور نصف سینہ تک قناعت کی تو بداہۃً ثابت ہُوا کہ صرف چہرہ ہی وہ چیز ہے کہ تصویر کو معنی بُت میں کرتا ہے اور صرف چہرہ ہی اس معنی کے افادہ میں کافی ہوتا ہے تو یہاں جنس مایعبد سے مراد صرف معنی بت میں ہونا ہے اگرچہ نہ خود وہ معبود مشرکین ہو نہ اس کا ذو الصورۃ تو وہ اُس حالت پر ہو کہ مشرکین اپنی عبادت کیلئے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۵۲

عادةً لازم رکھتے ہیں کہ یہ سب زوائد ہیں اور یہاں غیر ملحوظ۔ یہاں صرف اُس قدر درکار ہے کہ تصویر کسی صورت حیوانیہ کے لئے مرآۃ ملاحظہ ہو اور اس کا مدار صرف چہرہ پر ہے تو قطعاً یہ سب تصویریں معنیٔ بت میں ہیں اور اُن کا مکان میں باعزاز رکھنا نصب کرنا چوکھٹوں میں رکھ کر دیوار پر لگانا یا پردے یا دیوار یا کسی اونچی رہنے والی شے پر اُس کا منقوش کرنا اگرچہ نیم قد یا صرف چہرہ ہو یا دیوارگیروں پر انسان یا حیوان کے چہرے لگانا یا پانی کے نل کے منہ یا لاٹھی کی بالائی شام پر کسی حیوان کا چہرہ بنوانا یا ایسی کسی بنی ہوئی چیز کو رکھنا استعمال کرنا سب ناجائز وحرام و مانع دخول ملائکہ علیہم الصّلوٰۃ والسلام اور اُس مکان میں نماز یقیناً مکروہ، پھر اگر تشبّہ خاص بھی پایا جائے جیسے مصلی کے سامنے ہونا تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قدِ آدم آئینے جن میں اتنی بڑی بڑی آدمیوں اور جانوروں کی تصویریں ہوں دیوارِ قبلہ میں نصب کرکے اُن کی طرف نماز پڑھنے میں نہ عبادت صورت کی مشابہت ہے نہ شرع مطہر کی مخالفت، حاشا ہرگز کوئی نہیں کہہ سکتا، تو ثابت ہوا کہ صواب عامہ کتبِ ائمہ کے ساتھ ہے جن میں صرف قطع راس ومحو وجہ پر اکتفا فرمایا اور دیگر اعضاء کا اُن پر قیاس ہرگز نہ روایۃً منقول نہ درایۃً مقبول۔ لاجرم سر بریدہ میں ممانعت نہ ہوئی کہ معنیٔ بُت میں نہ رہی، اور دست وپا بریدہ ناجائز ہوئی کہ معنیٔ بت باقی، سوالِ دوم حل ہوا۔ اتنی چھوٹی تصویر کہ نظر میں متمیز نہ ہو مرآۃ ملاحظہ نہیں کہ آپ ہی زیرِ ملاحظہ نہیں یونہی مستور کہ وہ بھی خود ملاحظہ سے مہجور، مرآۃ ملاحظہ ہونا تو اور دُور، اور معنیٔ بت کے حصول کو یہ بھی ضرور کہ مشرکین بُتوں کو اسی لئے بناتے ہیں کہ اُن کے آلہۂ مزعومۂ باطلہ کے مرآۃ ملاحظہ ہوں تو یہاں بھی وہ معنیٰ مفقود، سوالِ سوم حل ہوا۔

وﷲ الحمد حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ کما یحب ربنا ویرضٰی وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا واٰلہ وصحبہ ابدًا، ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق وقد کان یختلج فی قلبی الکلام علیہ منذ زمان وکنت ارجوان یفتح اللہ تعالٰی بالحق فھذا

اللہ تعالٰی کے لئے ہی بے حساب وشمار تعریف وتوصیف ہے پاکیزہ، ایسی میں برکت رکھی گئی جیسا کہ ہمارا پروردگار پسند فرمائے اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا اور ہمارے مولا پر رحمت برسائے اور ان کی تمام آل اور ساتھیوں پر ہمیشہ ہمیشہ رحمت ہو، اور مناسب یہ ہے کہ تحقیق اسی طرح ہونی چاہیے، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے کا مالک ہے۔ مدت سے میرے دل میں اس پر کلام کرنے کی بات کھٹک رہی تھی اور میں یہ بھی امید رکھتا تھا

اوان یسرہ المولی سبحٰنہ وتعالٰی ولہ الحمد **اقول** وبہ انفصل وللہ الحمد خلاف مانقلہ القہستانی عن المحیط فی اتخاذ الرأس ونقلہ عنہ فی رد المحتار ولم یذکروا فیہ ترجیحا فثبت بحمد اللہ تعالٰی ترجیح المنع اقول ثم لایذہبن عنک وان المراد بالاتخاذ الاقتناء کما فی قول القہستانی بعدہ باسطر یکرہ اتخاذ الصور فی البیوت[1] ثم قولہ بعدہ لایکرہ اتخاذھا ان صغرت اما اصطناعہ فلا یجوز بحال[2] وان صرح علماؤنا بجواز اتخاذ الانف والسن والاصبع من فضۃ لمقطوعھا فان الفرق بین ما ذکروا وبین اتخاذ الرأس مما لایخفی علی بلید فضلا عن عاقل، واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ اس معاملہ میں) اللہ تعالٰی مجھ پر حق کھول دیگا یہاں تک کہ یہ وقت آپہنچا کہ جس میں اللہ تعالٰی پاک اور برتر نے (اس عقدہ کو) مجھ پر آسان کردیا لہذا اسی کے لئے تعریف وستائش ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) جبکہ اللہ تعالٰی کے لئے حمد وستائش ہے اس سے وہ اختلاف الگ اور جدا ہوگیا کہ جس کو علامہ قہستانی نے محیط کے حوالے سے سربنانے کے متعلق نقل کیا اور فتاوٰی شامی میں اس کو نقل فرمایا لیکن اس میں ائمہ کرام نے کوئی ترجیح ذکر نہیں۔ میں کہتا ہوں پھر آپ سے کہیں یہ بات رہ نہ جائے کہ یہاں اتخاذ سے اقتناء (حفاظت کرنا) مراد ہے جیسا کہ چند سطروں بعد علامہ قہستانی کا یہ قول موجود ہے "گھروں میں حفاظت سے تصویریں رکھنا منع ہیں"۔ لیکن اس کے کچھ بعد انھوں نے فرمایا کہ "اگر تصویریں چھوٹی چھوٹی ہوں تو ان کا گھروں میں رکھنا مکروہ نہیں لیکن انکا بنانا کسی حال میں بھی جائز نہیں اگرچہ ہمارے علماء کرام نے یہ تصریح فرمائی کہ چاندی کی ناک، دانت اور انگلی بنانا جائز ہے اور اس کی وجہ ان کا مقطوع ہونا ہے اس لئے کہ جو کچھ انھوں نے ذکر فرمایا اس کے اور سربنانے کے درمیان واضح فرق ہے جو کسی بے عقل سے بھی پوشیدہ نہیں چہ جائیکہ صاحب عقل سے مخفی رہ جائے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رابعًا اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی کے حوالے سے کہتا ہوں)

---

[1] جامع الرموز کتاب الصلوٰۃ فصل ما یفسد الصلوٰۃ مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۹۶

[2] " " " " " " " " ۱/ ۱۹۵

ایک اور نکتہ بدیعہ ہے جس پر تنبہ لازم، یہاں چار صورتیں ہیں:

اوّل تصویر کی توہین مثلاً فرش پا انداز میں ہونا کہ اُس پر چلیں پاؤں رکھیں یہ جائز ہے اور مانع ملائکہ نہیں اگرچہ بنانا بنوانا ایسی تصویروں کا بھی حرام ہے کما فی الحلیۃ و البحر وغیرھما (جیسا کہ حلیہ، بحرالرائق اور ان دو کے علاوہ دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ ت)

دوم جس چیز میں تصویر ہو اسے بلا اہانت رکھنا مگر وہ ترک اہانت بوجہ تصویر نہ ہو بلکہ اور سبب سے جیسے روپے کو سنبھال کر رکھنا زمین پر پھینک نہ دینا کہ یہ بوجہ تصویر نہیں بلکہ بسبب مال، اگر سکہ میں تصویر نہ ہوتی جب بھی وہ ایسی ہی احتیاط سے رکھا جاتا، یہ بحال ضرورت جائز ہے جس طرح روپے میں کہ تکریم تصویر مقصود نہیں اور بے تصویر کا یہاں چلنا نہیں اور اس پر سے تصویر مٹائیں تو چلے گا نہیں الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوع کاموں کو مباح کردیتی ہیں۔ ت) یونہی اسٹامپ کی تصویریں اور ڈاک کے ٹکٹ، اگر ان کی تصویریں ایسی چھوٹی نہ ہوں کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہوکر دیکھنے سے تفصیل اعضا ظاہر نہ ہو جیسے اشرفی مُہر اس کے رکھنے کا ویسے ہی جواز ہے کہ اس کی تصویریں ایسی ہی چھوٹی ہیں اور بلاضرورت داخلِ کراہت کہ اگرچہ ترک اہانت دوسری وجہ سے ہے مگر لازم تو تصویر کی نسبت بھی آیا حالانکہ ہمیں اس کی اہانت کا حکم ہے، عنایہ سے گزرا:

نحن امرنا باھانتھا[1] ہمیں تصویروں کی توہین و تذلیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (ت)

تو ترکِ اہانت میں ترکِ حکم ہے اور ضرورت نہیں کہ حکمِ جواز لائے، چاقو وغیرہ پر جو تصویریں ہوتی ہیں اسی حکم میں داخل ہیں اگر بڑی ہوں تو انھیں مٹا دے یا کاغذ وغیرہ لگا دے ورنہ مکروہ ہے۔ یہ بھی اس وقت کہ رکھنے والے کو اس شے سے کام ہو تصویر مقصود نہ ہو ورنہ صورت سوم میں داخل ہوگا۔

سوم ترک اہانت بوجہ تصویر ہی ہو مگر تصویر کی خاص تعظیم مقصود نہ ہو جیسے جُہّال زینت و آرائش کے خیال سے دیواروں پر تصویریں لگاتے ہیں یہ حرام ہے اور مانع ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ خود صورت ہی کا اکرام مقصود ہوا اگرچہ اسے معظّم و قابلِ احترام نہ مانا۔

چہارم صرف ترک اہانت نہ ہو بلکہ بالقصد تصویر کی عظمت و حرمت کرنا اُسے معظّم دینی سمجھنا اُسے تعظیماً بوسہ دینا، سر پر رکھنا، آنکھوں سے لگانا، اُس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، اس کے لائے جانے

---

[1] العنایۃ شرح الھدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۲

41

پر قیام کرنا، اُسے دیکھ کر سر جھکانا وغیر ذٰلک افعالِ تعظیم بجالانا یہ سب سے اخبث اور قطعاً یقیناً اجماعاً اشد حرام وسخت کبیرہ ملعونہ ہے اور صریح کھلی بُت پرستی سے ایک ہی قدم پیچھے ہے اسے کوئی مسلمان کسی حال میں حلال نہیں کہہ سکتا اگرچہ لاکھ مقطوع یا صغیر یا مستور ہو، یہ قیدیں سب صورت سوم تک تھیں قصداً تعظیم تصویر ذی روح کی حرمت شدیدہ عظیمہ میں نہ کوئی تقیید ہے نہ کسی مسلمان کا خلاف متصور بلکہ قریب ہے کہ اسکی حرمتِ شدیدہ اس ملّتِ حنفیہ کے ضروریات سے ہو تو اس کا استحسان بلکہ صرف استحلال یعنی جائز جاننا ہی سخت امرِ عظیم کا خطرہ رکھتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) صورت مذکورہ سوال یہی صورت چہارم ہے کہ اُسے تبرک کے طور پر رکھنا اُس کے سبب نزول برکت جاننا اسے برزخ ٹھہرانا رب عزّوجل تک وصول کا ذریعہ بنانا یہ سب وہی سخت اشد کبیرہ ہے اور عادۃً اس حالت میں اس کے ساتھ وہی افعالِ تعظیم بجالائیں گے جن کے حلال جاننے پر تجدیدِ اسلام مناسب ہے۔

نسأل اللہ السلامۃ ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

ہم اللہ تعالٰی سے (جان وایمان کی سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ گناہوں سے بچنے اور بھلائی کرنے کی کسی میں طاقت نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالٰی بڑی شان والا توفیق عطا فرمائے (ت)

ناواقف سمجھتے ہیں کہ حضور پُر نور سیدالاسیاد، امام الافراد، واہب المراد باذن الجواد، غوث الاقطاب والاوتاد، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ (سادات کے سردار، افراد کے پیشوا، اللہ تعالٰی اسخی کی اجازت سے مرادیں پوری کرنے والے، قطبوں کے فریادرس اور اوتاد کے فریادرس، ہمارے آقا، سب سے بڑے فریادرس، اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو۔ ت) ان کی اس حرکت سے خوش ہونگے کہ ان کے صاحبزادہ کی ایسی تعظیم کی حالانکہ سب سے پہلے اس پر سخت ناراض ہونے والے سخت غضب فرمانے والے حضور اقدس ہونگے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اللہ تعالٰی ہدایت واستقامت بخشے، آمین!

واذقد خرجت العجالۃ فی صورۃ رسالۃ وکان ترصیفھا فی النصف الاول من شھر النور والسرور شھر ربیع الاول ۱۳۳۱ھ ناسب ان اسمیھا

اچانک جلدی میں کیا ہوا کام ایک رسالے کی صورت میں معرضِ وجود میں آگیا جبکہ اس کی ترتیب و تالیف نور و سرور کے مہینے کے نصف اوّل یعنی ماہِ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں ہوئی، لہذا مناسب معلوم ہوا کہ میں اس کا یہ نام رکھوں

41 العطایا القدیر فی حکم التصویر[۱۳] وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا محمد واٰلہ وصحبہ وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

41 العطایا القدیر فی حکم التصویر (بے پایاں قوت وطاقت رکھنے والے پروردگار کے بے شمار عطیات ونوازشات سے تصویر کا حکم بیان کرنے کے بارے میں۔ت) اور اللہ تعالٰی درود و سلام ہمارے آقا اور ہمارے مولا پر بھیجے جو کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کی آل اور سب ساتھیوں پر اور اللہ تعالٰی پاک وبرتر سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اس کا علم کہ جس کی شان بڑی ہے سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ پختہ ہے (ت)

رسالہ

العطایا القدیر فی حکم التصویر

ختم ہوا

جانوروں کا پالنا، لڑانا اور اُن پر رحم وظلم

مسئلہ ۲۵۱: از بلگرام شریف ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم ۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پالنا طیور جیسے طوطا، طوطی، لال، مینا، پدی وخروس خانگی کا بغرض جی لگنے کے اور لڑوانا اُن کا علی الرسم کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

لڑانا مطلقاً ناجائز وگناہ ہے کہ بے سبب ایذائے بےگناہ ہے حدیث صحیح میں:

نھٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم،[1] رواہ ابوداؤد والترمذی وحسّنہ وصحّحہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جانوروں کو (لڑائی پر) اکسانے اور آمادہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اسکو روایت کیا ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس کی تحسین وتصحیح فرمائی۔ (ت)

اور جانورانِ خانگی مثل خروس وماکیان وکبوتر اہلی وغیرہا کا پالنا بلاشُبہ جائز ہے جبکہ انھیں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی التحریش بین البہائم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۶
جامع الترمذی " " " " " " امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۴

ایذا سے بچائے اور آب ودانہ کی کافی خبرگیری رکھے، خود حدیث میں مُرغ سپید پالنے کی ترغیب ہے،

البیھقی عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الدیك یؤذن بالصلوٰۃ من اتخذ دیکا ابیض حفظ من ثلثۃ من شر کل شیطان و ساحر وکاھن[1] وفی الباب عن ابی زید الانصاری عند الحارث فی مسندہ وعن انس بن مالك عند ابی الشیخ فی العظمۃ وعن خالد بن معدان مرسلا عند البغوی فی المعجم وعن ام المؤمنین وعن انس عند الحارث وعن غیرھم رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم۔

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مرغ نماز کے لئے اذان دیتا ہے جس کسی نے سفید مُرغ پالا وہ تین آفتوں سے محفوظ ہوگیا (شیطان کے شر سے (۲) جادوگر کے شر سے (۳) کاہن کے شر سے۔ اس باب میں حضرت ابوزید انصاری سے روایت ہے جو حارث نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے جو ابوالشیخ نے العظمۃ میں بیان فرمائی اور خالد بن معدان سے مرسلاً (یعنی سند کے ذکر کے بغیر) روایت ہے جو امام بغوی نے المعجم میں ذکر فرمائی۔ اور حارث اور دوسرے ائمہ کے نزدیک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے۔ (ت)

مگر خبرگیری کی یہ تاکید ہے کہ دن میں ستّر دفعہ پانی دکھائے کما ورد فی الحدیث (جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے۔ ت) ورنہ پالنا اور بھُوکا پیاسا رکھنا سخت گناہ ہے،

فانہ ظلم والظلم علی الحیوان اشد من الظلم علی الذمی الاشد من الظلم علی مسلم کما نص علیہ فی الدرالمختار[2] وقد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کفٰی بالمرء اثما ان یضیع من

کیونکہ یہ ظلم ہے اور کسی جانور پر ظلم کرنا ذمی (کافر) پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے جو کہ مسلمان پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے جیسا کہ درمختار میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جس کی روزی کا

---

[1] کنزالعمال عن ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث ۳۵۲۷۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۴۴

[2] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

یقوت، رواہ الامام احمد[1] و ابوداؤد والنسائی والحاکم والبیھقی عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند صحیح۔

وہ ذمہ دار ہو اس کو ضائع کردے۔ امام احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے صحتِ سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی روایت فرمائی۔(ت)

رہا جانورانِ وحشی کا پالنا جیسے طوطی، مینا، لال، بُلبل وغیرہا، عالمگیری میں قنیہ سے اس کی ممانعت نقل کی اگرچہ آب و دانہ میں تقصیر نہ کرے،

حیث قال حبس بلبلا فی قفص وعلفھا لایجوز کذا فی القنیۃ[2]۔

جیسا کہ صاحبِ قنیہ نے کہا کہ کسی نے بلبل پنجرے میں قید کیا ہو وہ اگر اسے آب و دانہ دے تب بھی جائز نہیں۔ القنیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔(ت)

مگر نص صریح حدیث صحیح و اقوالِ ائمہ نقد و تنقیح سے صاف جواب و اباحت مستفاد ہے جبکہ خبرگیری مذکور بروجہ کافی بجالائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قتل کرنا سانپ کا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب

قتل سانپ کا مستحب ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم کیا ہے یہاں تک کہ اس کے قتل کی حرم میں اور محرم کو بھی اجازت ہے اور جو خوف سے چھوڑ دے اس کے لئے لفظ لیس منّی[3] (وہ شخص مجھ سے نہیں یعنی میرے طریقے سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ت) حدیث میں وارد،

فی صحیح البخاری قال عبداللہ بینا نحن مع رسول اللہ تعالٰی علیہ

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ہم ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۸
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۶۰ و ۱۹۴ و ۱۹۵
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۸۱
[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۶

وسلم فی غار اذ نزلت علیہ والمرسلٰت فالتلقیناھا من فیہ وان فاہ لرطب بھا وخرجت حیۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوھا قال فابتدرناھا فسبقتنا قال فقال وقیت شرکم کما وقیتم شرھا۔[1]

ساتھ غار میں تھے جبکہ آپ پر سورۂ مرسلٰت نازل ہوئی اور ہم نے اسی وقت آپ کے منہ مبارک سے اسے حاصل کیا جبکہ آپ کا مبارک دہن اس سے تروتازہ تھا، پھر اچانک وہاں ایک سانپ نکلا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسے مار ڈالو۔ ہم نے اس کے مارنے میں بڑی جلدی کی لیکن وہ ہم سے سبقت کرتے ہوئے بھاگ گیا۔ اس پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا اور تم اس کے شر سے بچ گئے۔ (ت)

اور اسی کے مثل مسلم ونسائی نے روایت کیا،

وفی صحیح مسلم سأل رجل ابن عمر ما یقتل الرجل من الدواب وھو محرم قال حدثتنی احدی نسوۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یامر بقتل الکلب العقور والفأرۃ والعقرب والحدیا والغراب والحیۃ قال وفی الصلٰوۃ ایضا[2] وفی سنن النسائی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال خمس یقتلھن المحرم الحیۃ و

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ ابن عمر سے پوچھ رہا تھا کہ جب کوئی آدمی حالتِ احرام میں ہو تو وہ کون کون سے جانور مار سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ امہات المومنین میں سے ایک بی بی صاحبہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے بحالتِ احرام بعض جانوروں کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا اور وہ بعض یہ ہیں: (۱) کاٹنے والا کتا (۲) چوہا (۳) بچھو (۴) چیل (۵) کوا (۶) سانپ۔ ان سب کو مار ڈالنے کا آپ حکم فرمایا کرتے تھے اور فرمایا، نماز میں بھی ان کے بارے میں یہی حکم ہے۔ سنن نسائی میں ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام

---

[1] صحیح البخاری کتاب ابواب العمرۃ باب ما یقتل المحرم من الدواب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۷
" " بدء الخلق باب خمس من الدواب " " " " " ۱/ ۴۶۷
" کتاب التفسیر سورۃ ۷۷ " " " " " ۲/ ۷۳۴-۳۵
[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یندب للمحرم الخ " " " " " ۱/ ۳۸۲

والفارۃ والحداٰۃ والغراب الابقع والکلب العقور[1] وفی سنن ابی داؤد عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال خمس قتلھن حلال فی الحرم الحیۃ والعقرب والحداءۃ والفارۃ والکلب العقور[2] وفی صحیح مسلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر محرما بقتل حیۃ بمنٰی[3] وفی سنن ابی داؤد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اقتلوا الحیات کلھن فمن خاف ثارھن فلیس منی[4]

سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ انھیں محرم مارسکتا ہے: (۱) سانپ (۲) چوہا (۳) چیل (۴) سیاہ وسفید نشان والا کوا (۵) کاٹنے والا کُتا۔ سنن ابوداؤد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ انھیں حدودِ حرم میں بھی مار ڈالنا حلال اور جائز ہے: (۱) سانپ (۲) بچھو (۳) چیل (۴) چوہا (۵) کاٹ کھانیوالا کُتا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محرم کو منٰی میں سانپ مار ڈالنے کا حکم فرمایا نیز سنن ابی داؤد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمام سانپوں کو مار ڈالو پھر جو کوئی ان کے خون کے مطالبے سے خوف کھائے وہ مجھ سے نہیں۔ (ت)

لیکن قتل اُسی سانپ کا کہ سپید رنگ ہے اور سیدھا چلتا ہے یعنی چلنے میں بل نہیں کھاتا قبل انذار و تحذیر کے ممنوع ہے،

فی سنن ابی داؤد عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الحیات کلھا الا الجان الابیض الذی کانہ قضیب فضۃ[5] وروی الزیلعی عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا

سنن ابوداؤد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام قسم کے سانپ مار ڈالو مگر وہ سفید سانپ جو اس طرح نظر آئے کہ گویا وہ چاندی کی چھڑی ہے۔ امام زیلعی نے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ

[1] سنن النسائی کتاب الحج باب یقتل المحرم من الدواب نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۵
[2] سنن ابی داوٗد کتاب المناسک باب " " " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۵۴
[3] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۵
[4] سنن ابی داوٗد کتاب الاداب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۶
[5] " " " " " " " " " ۲/ ۳۵۷

ذاالطفیتین والابتر وایاکم والحیۃ البیضاء فانھا من الجن[1] وفی الترمذی قال عبداللہ بن المبارک انما یکرہ من قتل الحیات الحیۃ التی تکون دقیقۃ کانھا فضۃ ولا تلتوی فی مشیتہ[2]۔

آپ نے فرمایا کہ جس سانپ کی پیٹھ پر دو سفید خط ہوں یا وہ چھوٹی دُم والا ہو اسے مار ڈالو لیکن سفید سانپ کو مارنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ وہ جنّات میں سے ہے۔ جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک نے فرمایا اس سانپ کو مار ڈالنا مکروہ یعنی ناپسندیدہ عمل ہے جو باریک ہوتا ہے جو دیکھنے میں چاندی کی طرح ہے اور اپنی چال میں بل کھاتے ہوئے نہیں چلتا۔ (ت)

اوراسی طرح وُہ سانپ جو مدینہ کے گھروں میں رہتے ہیں بے انذار و تحذیر کے نہ قتل کئے جائیں مگر ذوالطفیتین کہ اس کی پیٹھ پر دو خط سپید ہوتے ہیں اور ابتر کہ ایک قسم ہے سانپ کی کبود رنگ کوتاہ دُم، اوران دونوں قسم کے سانپوں کا خاصہ ہے کہ جس کی آنکھ پر ان کی نگاہ پڑجائے اندھا ہوجائے، زنِ حاملہ اگر انھیں دیکھ لے حمل ساقط ہو کر اس طرح کے سانپ اگر مدینہ کے گھروں میں بھی رہتے ہوں تو اُن کا مارنا بے انذار کے جائز ہے،

فی صحیح مسلم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان بالمدینۃ نفرا من الجن قد اسلموا فمن رای شیئا من ھٰذہ العوامر فلیؤذنہ ثلاثا فان بدالہ بعد فلیقتلہ فانہ شیطان[3] اھ (والعوامر ھی التی تسکن البیوت تؤذی) وفی روایتہ ان لھٰذہ البیوت عوامر فاذا رأیتم شیئا منھا فحرجوا

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ میں کچھ ایسے جنّات ہیں جو مسلمان ہوگئے ہیں لہذا جو کوئی گھروں میں ان میں سے کسی کو آباد دیکھے تو تین مرتبہ انھیں آگاہ کردے اگر اس کے بعد بھی ان میں سے کوئی دکھائی دے یعنی وہ غائب نہ ہو تو اسے مار ڈالا جائے اس لئے وہ شیطان ہے اھ عوامر وہ ہیں جو گھروں میں رہتے ہیں اور لوگوں کو ایذا پہنچاتے ہیں، اور اسی کی روایت میں ہے کہ ان گھروں میں کچھ رہنے والے

---

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ الزیلعی الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۸۳

[2] جامع الترمذی ابواب الصید باب فی قتل الحیات امین کمپنی دہلی ۱/۱۷۹

[3] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات وغیرہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۵

علیها ثلاثا فان ذھب والا فاقتلوہ فانہ کافر[1] وفی روایۃ ان بالمدینۃ جنا قد اسلموا فاذا رأیتم منھم شیئا فاٰذنوہ ثلثۃ ایام فان بدالکم بعد ذٰلک فاقتلوہ انما ھو شیطان[2] وفی سنن ابوداؤد و قال القاضی عیاض۔

سانپ ہیں اگر تم ان میں سے یہاں کسی کو دیکھو تو اسے تین مرتبہ نکل جانے کا کہو اگر وہ چلا جائے تو فبہا ورنہ اسے مار ڈالو کیونکہ وہ کافر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ میں کچھ جن مسلمان ہو گئے ہیں اگر ان میں سے تم کسی کو گھروں میں دیکھو تو تین روز تک اسے متنبہ کرتے رہو لیکن اس کے بعد بھی وہ اگر دکھائی دے تو اسے مار ڈالو، اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔ اور سنن ابی داؤد میں ہے اور قاضی عیاض نے فرمایا۔ (ت)

لیکن بعض علماء نے قتل اُن سانپوں کا کہ گھروں میں رہتے ہیں مطلقاً بے انذار کے ممنوع ٹھہرایا ہے اور منشاء اس کا اطلاق لفظ بیوت ہے بعض احادیث میں ہے:

فی صحیح مسلم کان ابن عمر یقتل الحیات کلھن حتی حدثنا ابولبابۃ بن عبدالمنذر البدری ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن قتل جنان البیوت فامسک[3] وفی روایۃ نھی عن قتل الجنان التی فی البیوت[4] انتھت، والجنان بجیم مکسورۃ ونون مفتوحۃ ھی الحیات جمع جان وھی الحیۃ الصغیرۃ و قیل

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر ہر قسم کے سانپوں کو مار ڈالتے تھے یہاں تک کہ ابو لبابہ بن عبدالمنذر بدری نے بیان فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مار ڈالنے سے منع فرمایا ہے تو پھر وہ اپنے اس عمل سے باز آگئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مار ڈالنے سے منع فرمایا اھ، حدیث میں لفظ الجِنّان حرف جیم کے زیر اور نون کے زبر کے ساتھ متلفظ ہے جس کے معنی سانپ کے ہیں یہ لفظ جان کی جمع ہے اور جان چھوٹے سانپ کو

---

[1] و [2] صحیح مسلم کتاب قتل الحیات وغیرہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۵

[3] " " " " " " " " ۲/ ۲۳۴

[4] " " " " " " " " ۲/ ۲۳۴

الدقيقة الخفيفة وقيل الدقيقة البيضاء كذا قال النووی[1]، وفی رواية انه قد نهٰی عن ذوات البيوت[2]۔

کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ باریک اور ہلکا پھلکا سانپ، اور یہ بھی کہا گیا کہ باریک اور سفید سانپ۔ امام نووی نے اسی طرح فرمایا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کے مار ڈالنے سے ممانعت فرمائی (ت)

مگر یہ مذہب ضعیف غیر مختار ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں مراد بیوت سے بیوتِ مدینہ ہیں، نہ بیوت مطلقاً، اور احادیث مذکورہ جن میں اذن بیوت مقید ہے مفسر ان حدیثوں کے مفسر ہیں۔

قال الامام النووی قال المازری لاتقتل حيات مدينة النبی صلی اللہ تعالٰی عليه وسلم الا بانذارها كما جاء فی هٰذه الاحاديث فاذا انذرها ولم تنصرف قتلها واما حيات غير المدينة فی جميع الارض والبيوت والدور فيندب قتلها من غير انذار لعموم الاحاديث الصحيحة فی الامر بقتلها وقال الامام النووی ايضاً قالوا فاخذ بهذه الاحاديث فی استحباب قتل الحيات مطلقاً وخصت المدينة بالانذار للحديث الوارد فيها وسببه ماصرح به فی الحديث انه اسلم طائفة من الجن بها[3] اھ

امام نووی نے فرمایا کہ امام مازری نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کے سانپوں کو بغیر متنبہ کرنے کے نہ مارا جائے، جیسا کہ ان احادیث میں آیا ہے، پھر جب انھیں تنبیہ کرے اور اس کے باوجود وہ غائب نہ ہوں تو پھر مار ڈالے۔ لیکن جو سانپ مدینہ طیبہ کے علاوہ باقی زمین، مکانات اور گھروں میں رہتے ہوں مستحب ہے کہ انھیں بغیر ڈرائے مار ڈالا جائے۔ ان صحیح احادیث کی بنا پر جو سانپوں کو مار ڈالنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں امام نووی نے بھی فرمایا کہ اہل علم نے علی الاطلاق فرمایا ہے کہ سانپوں کو مار ڈالنے کے استحباب میں ان احادیث کو لیا گیا ہے، البتہ مدینہ منورہ کے سانپوں کی انذار یعنی ڈراوے کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے یہ اس حدیث کی بنا پر ہے جو مدینہ شریف کے بارے

---

[1] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۵
[2] صحیح مسلم " " " " " " ۲/۲۳۴
[3] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم " " " " " " ۲/۲۳۴

میں وارد ہوئی ، اور اس کا سبب وہ حدیث ہے کہ جس میں صراحت کی گئی کہ مدینہ طیبہ میں جنات کا ایک گروہ مسلمان ہوگیا ہے اھ۔ (ت)

اور طریقے انذار و تحذیر کے مختلف ہیں ، ایک یہ کہ یُوں کہا جائے میں تم کو قسم دلاتا ہوں اُس عہد کی جو تم سے سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے لیا کہ ہمیں ایذا مت دو اور ہمارے سامنے ظاھر مت ہو۔

قال الامام النووی واما صفۃ الانذار فقال القاضی روی ابن حبیب عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ یقول انشدکن بالعھد الذی اخذ علیکم سلیمٰن ابن داؤدان لاتؤذونا ولا تظھرن لنا۔[1]

امام نووی نے فرمایا کہ انذار کی کیفیت کے متعلق قاضی عیاض کا ارشاد ہے کہ ابن حبیب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمائی کہ آپ فرماتے تھے کہ سانپوں کو ڈرانے والا یُوں کہے کہ میں تمھیں قسم دلاتا ہوں اس عہد کی جو تم سے سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) نے لیا تھا کہ ہمیں تکلیف نہ دو اور نہ ہمارے سامنے آؤ۔ (ت)

دوسرے یہ کہ اس طرح کہا جائے ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں بوسیلہ عہدِ نوح و عہدِ سلیمان ابن داؤد علیہم السلام کے کہ ہمیں ایذا مت دے،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا ظھرت الحیۃ فی المسکن فقولوا لھا انا نسئلک بعھد نوح وبعھد سلیمان بن داؤد ان لاتؤذینا فان عادت فاقتلوھا رواہ ابوعیسٰی الترمذی ثم قال ھذا حدیث حسن غریب۔[2]

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب گھر میں کوئی سانپ دکھائی دے تو اس سے یُوں کہو کہ ہم تجھ سے عہدِ نوح اور عہدِ سلیمان بن داؤد کے طفیل یہ سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ایذا نہ پہنچاؤ (اگر وہ یہ عہد نہ مانیں اور دوبارہ گھر میں ظاہر ہوں تو انھیں مار ڈالو) امام ابوعیسٰی ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا یہ حسن غریب ہے۔ (ت)

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۴/۱

[2] جامع الترمذی ابواب الصید باب فی قتل الحیات امین کمپنی دہلی ۱۶۹/۱

تیسرے یہ کہ میں تمھیں قسم دلاتا ہوں اُس عہد کی جو تم سے نوح علیہ السلام نے لیا میں تمھیں قسم دلاتا ہوں اُس عہد کی جو تم سے سلیمان علیہ السلام نے لیا کہ ایذا مت دو،

کما فی سنن ابی داؤد ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سئل عن حیات البیوت فقال اذا رأیتم منھن شیئا فی مساکنکم فقولوا انشدکن العھد الذی اخذ علیکن نوح انشدکن العھد الذی اخذ علیکن سلیمان ان لاتؤذوا فان عدن فاقتلوھن[1]

جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گھروں میں رہنے والے سانپوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ جب تم لوگ اپنے گھروں میں سانپوں کی طرح کوئی چیز دیکھو تو ان سے یوں کہو کہ میں تمھیں اس عہد کی قسم دلاتا ہوں جو تم سے حضرت نوح نے لیا تھا میں تمھیں اس عہد کی قسم دلاتا ہوں جو تم سے حضرت سلیمان نے لیا تھا (ان دونوں پر سلام) کہ ہمیں ایذا مت دو۔ (ت)

چوتھے یہ کہ لوٹ جا خدا کے حکم سے۔

پانچویں یہ کہ مسلمان کی راہ چھوڑ دے۔

قال الطحاوی یقال لھا ارجعی باذن اللہ تعالٰی او خلی طریق المسلمین اھ ملخصاً وغیر ذٰلک۔

امام طحاوی نے فرمایا کہ سانپ سے یوں کہا جائے کہ تو اللہ تعالٰی کے حکم سے واپس چلا جا' یا یُوں کہا جائے کہ مسلمانوں کا راستہ چھوڑ دے، یا اس کے کچھ اور الفاظ کے ذریعے اُسے چلے جانے کو کہے اھ ملخصاً (ت)

بالجملہ قتل سانپ کا مستحب اور سپید اور ساکن بیوت مدینہ کا سوا ذوالطفیتین اور ابتر کے بے انذار وتحذیر کے ممنوع ہے مگر طحاوی کے نزدیک بے انذار میں بھی کچھ حرج نہیں اور انذار اولٰی ہے۔

فی الاشباہ والنظائر قال الطحاوی لاباس بقتل الکل لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عاھد الجن ان لایدخلوا بیوت امتہ ولا یظھروا انفسھم

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا کہ ہر قسم کے سانپوں کو بغیر ڈرائے مارڈالنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنّات سے عہد لیا تھا کہ میری اُمت کے گھروں میں نہ داخل ہونا اور نہ انکے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الآداب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۷

[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ الطحاوی الفن ثالث احکام الجان ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۸۳

فاذا خالفوا فقد نقضوا عہدھم فلاحرمۃ لھم والاولٰی ھو الانذار والاحذار[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

سامنے ظاہر ہوتا جب وہ اس عہد کی مخالفت کریں تو گویا وہ عہد شکنی کے مرتکب ہوئے لہذا ان کی حرمت باقی نہ رہی ہاں البتہ انھیں ڈرانا اور ہوشیار کرنا زیادہ بہتر ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل اور بکرے کو خصی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

بالاتفاق جائز ہے کہ اس میں منفعت ہے خصی کا گوشت بہتر ہوتا ہے اور خصی بیل محنت کی زیادہ برداشت کرتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر جانور کے خصی کرنے میں واقعی کوئی منفعت یا دفع مضرت مقصود ہو تو مطلقاً حلال ہے اگرچہ جانور غیر ماکول اللحم ہو مثلاً بلی وغیرہ ورنہ حرام ہے، اسی اصل کی بناء پر ہمارے علماء گھوڑے کو خصی کرنا بھی جائز جانتے ہیں جبکہ مقصود دفع شرارت ہو اگرچہ بعض منع فرماتے ہیں؛

لما فیہ من تقلیل اٰلۃ الجہاد اقول الموجود لایعدم والموھوم لایعتبر الا ترٰی ان العزل یجوز عن الامۃ مطلقا وعن الحرۃ باذنھا بخلاف الاکل فان فیہ اعدام موجود۔

اس لئے کہ اس میں آلہ جہاد کی تقلیل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ موجود معدوم نہیں ہوتا اور موہوم کا اعتبار نہیں ہوتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ لونڈی سے "عزل" علی الاطلاق جائز ہے جبکہ آزاد عورت سے اس کی اجازت پر موقوف ہے بخلاف کھانے کے کہ اس میں موجود کو معدوم کرنا ہے۔ (ت)

ہاں آدمی کا خصی کرنا بالاجماع مطلقاً حرام ہے۔ درمختار میں ہے،

وجاز خصاء البہائم حتی الھرۃ واما خصاء الاٰدمی فحرام قیل والفرس وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام[2]۔

چوپایوں کو خصی کرنا جائز ہے لیکن آدمی کو خصی کرنا حرام ہے اور کہا گیا کہ گھوڑے کو بھی۔ اور فقہائے کرام نے خصی کرنے میں فائدہ اور نفع کی قید لگائی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو پھر حرام ہے۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ الطحاوی الفن الثالث احکام الجان ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۸۴

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۶

ردالمحتار میں ہے:

قولہ قیل والفرس ذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ لاباس بہ عند اصحابنا و ذکر شیخ الاسلام انہ حرام[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

مصنف کا قول "والفرس" شمس الائمہ حلوانی نے ذکر فرمایا کہ گھوڑے کو خصی کرنے میں ہمارے اصحاب کے نزدیک کوئی حرج نہیں جبکہ شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا کہ اسے خصی کرنا حرام ہے، ط۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۴

۲۰ ربیع الآخر شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ سگ کا پالنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کبوتر پالنا بلا اڑانے کے، بٹیربازی و مرغ بازی و شکرہ و باز پالنا اور ان سے شکار پکڑوانا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

شکرا و باز پالنا درست ہے، اور ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے لقولہ تعالٰی وما علمتم من الجوارح[2] الآیۃ۔

اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے "اور جن زخمی کرنیوالے جانوروں کو تم نے شکار کرنیکا طریقہ سکھا رکھا ہے۔ (ت)

مگر یہ ضرور ہے کہ شکار غذا و دوا یا کسی نفع صحیح کی غرض سے ہو، محض تفریح و لہو ولعب نہ ہو، ورنہ حرام ہے، یہ گنہگار ہوگا اگرچہ اُن کا مارا ہوا جانور جبکہ وہ تعلیم پاگئے ہوں اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہو حلال ہوجائیگا

فان حرمۃ الارسال بنیۃ لھو لاینافی کونہ ذکاۃ شرعیۃ لکن سمی اللہ تعالٰی وضرب الغنم من قفاہ حرم الفعل

کسی شکاری جانور کو محض تفریحِ طبع کے طور پر شکار کرنے کے لئے چھوڑنے کی حُرمت اس کے شرعی طور پر ذبح ہونے کے منافی یا مخالف نہیں لیکن اللہ تعالٰی کا نام لے کر چھوڑے جیسے کسی شخص نے اللہ تعالٰی کا نام لے کر بکری کی گُدّی کی طرف سے

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۹

[2] القرآن الکریم ۵/ ۴

وحل الاکل۔

ضرب لگائی اگرچہ فعل حرام ہے مگر اس کا کھانا حلال ہے۔ (ت)

اور بٹیر بازی، مرغبازی اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں لعل لڑاتے ہیں یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں ریچھوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے کہ بلا وجہ بے زبانوں کو ایذا ہے، حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم اخرجہ ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما وقال الترمذی حسن صحیح۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جانوروں کے لڑانے سے منع فرمایا (امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا: حدیث حسن صحیح ہے۔ ت)

کبوتر پالنا جبکہ خالی دل بہلانے کے لئے ہو اور کسی امر ناجائز کی طرف مودی نہ ہو جائز ہے اور اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑائے کہ مسلمانوں کی عورات پر نگاہ پڑے یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکے جو کسی کا شیشہ توڑیں یا کسی کی آنکھ پھوڑیں یا کسی کا دم بڑھائے اور تماشا ہونے کے لئے دن بھر انھیں بھوکا اڑائے جب اترنا چاہیں نہ اترنے دیں ایسا پالنا حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

یکرہ امساك الحمامات ولو فی برجھا ان کان یضر بالناس بنظر او جلب والاحتیاط ان یتصدق بھا ثم یشتریھا او توھب لہ، مجتبی، فان کان یطیرھا فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیہ تلك الحمامات عزر ومنع

کبوتروں کو روک رکھنا اگرچہ ان کے برجوں میں ہو مکروہ ہے اگر لوگوں کو نقصان پہنچا ہو دیکھنے یا پکڑنے کی وجہ سے، اور احتیاط یہ ہے کہ انھیں خیرات کردیا جائے پھر انھیں خریدے یا اسے ہبہ کئے جائیں، مجتبٰی، پھر اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑانے کہ مسلمانوں کی پردہ دار خواتین پر نگاہ پڑے یا انھیں اڑانے کے لئے کنکر پھینکے جن سے لوگوں کے گھروں کی کھڑکیوں، روشندانوں

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد باب ماجاء فی التحریش بین البہائم امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۴
سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۴

اشد المنع فان لم یمتنع ذبحہا المحتسب وصرح فی الوھبانیۃ بوجوب التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بما مر ولعلہ اعتمد عادتھم واما للاستیناس فمباح اھ[1]۔

کے شیشے ٹوٹنے کی نوبت آئے تو یہ سخت منع ہے اور اگر اس حرکت سے باز نہ آئے تو حاکم شہر انھیں ذبح کرا ڈالے۔ اور وہبانیہ میں تصریح ہے کہ اس صورت میں سزا دینا اور کبوتروں کو ذبح کر ڈالنا واجب ہے اور اس نے گزشتہ قید کا ذکر نہیں کیا شاید اس نے فقہائے کرام کی عادت پر اعتماد کیا ہے اور اگر کبوتر پروری صرف دل بہلانے اور انس کے لئے ہو تو مباح ہے اھ (ت)

صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عمر اور صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

دخلت امرأۃ النار فی ھرۃ ربطتھا فلم تطعمھا ولم تدعھا تاکل من خشاش الارض[2]۔

ایک عورت دوزخ میں گئی ایک بلّی کے سبب کہ اُسے باندھ رکھا تھا، نہ اسے کھانا دیا نہ چھوڑا کہ زمین کے چوہے وغیرہ کھا لیتی۔

ابن حبان کی حدیث میں ہے:

فھی اذا اقبلت تنھشھا قبلھا واذا ادبرت تنھشھا[3]۔

وہ بلّی دوزخ میں اس عورت پر مسلط کی گئی ہے کہ اس کا آگا پیچھا دانتوں سے نوچ رہی ہے۔

ایک حدیث میں حکم ہے کہ جو جانور پالو دن میں ستّر بار اُسے دانہ پانی دکھاؤ نہ کہ گھنٹوں پہروں بھوکا پیاسا رکھو اور ریسے آنا چاہے تو آنے نہ دو۔

علماء فرماتے ہیں جانور پر ظلم کافر ذمّی پر ظلم سے سخت تر ہے اور کافر ذمّی پر مسلمان پر ظلم سے اشد ہے کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹

[2] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب خمس من الدواب فواسق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۷

[3] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان فصل فیما یتعلق بالدواب موسسۃ الرسالہ بیروت ۸/۴۵۵
موارد الظمآن باب صلوٰۃ الکسوف حدیث ۵۹۵ و ۵۹۶ المطبعۃ السلفیہ ص ۱۵۷

[4] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹

42 فرماتے ہیں:

الظلم ظلمٰت یوم القیامۃ۔[1]

ظلم ظلمتیں ہوگا قیامت کے دن۔

اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ان لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین۔[2]

سُن لو اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔

کُتّا پالنا حرام ہے، جس گھر میں کُتّا ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا، روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تدخل الملٰئکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ۔[3] رواہ احمد والشیخان والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

فرشتے نہیں آتے اُس گھر میں جس میں کُتّا یا تصویر ہو۔ (امام بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اقتنی کلبا الا کلب ماشیۃ او ضاریا نقص من عملہ کل یوم قیراطان۔[4] رواہ احمد والشیخان والترمذی والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو کُتّا پالے مگر گلّہ کا کُتّا یا شکاری، روز اس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں (ان قیراطوں کی مقدار اللہ و رسول جانے جل جلالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) (امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند کے ساتھ اسکو روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۱

[2] القرآن الکریم ۷/۴۴

[3] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق ۱/۴۵۸ و کتاب المغازی ۲/۵۷۰ و صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/۲۰۰
جامع الترمذی ابواب الادب ۲/۱۰۳ و سنن النسائی ابواب الصید ۲/۱۹۳

[4] صحیح البخاری کتاب الذبائح ۲/۸۲۴ و صحیح مسلم کتاب المساقات ۲/۲۱
جامع الترمذی ابواب الصید ۱/۱۸۰ و سنن النسائی ابواب الصید ۲/۱۹۴
مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عمر ۲/۴، ۸، ۳۷، ۴۷، ۶۰

42
42

توصرف دو قسم کے کُتے اجازت میں رہے ایک شکاری جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیحہ کے لئے شکار کی حاجت ہو، نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے۔ دوسرا وہ کُتا جو گلّے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لئے پالا جائے اور حفاظت کی سچی حاجت ہو ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں، غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے اصل میں کُتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں، آخر آس پاس کے گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں اگر بے کُتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالٰی کے حکم میں حیلہ نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۵: از بنگالہ ضلع جسر ڈاکخانہ محمود پور موضع دھنوائل مرسلہ عزیز الرحمٰن ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، جانوروں کا خصی کرانا جیسے بیل، بکرا، مرغ وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس طرح پر؟ اور یہ طریقہ کہاں سے ہے اور کس نے جاری کیا؟

الجواب

جانوروں کے خصی کرنے سے اگر کوئی منفعت جائزہ مقصود ہو یا گوشت اچھا ہونا جیسا بیل، بکری وغیرہ میں مقصود ہوتا ہے یا شرارت دفع کرنا جیسا کہ گھوڑے وغیرہ میں قصد کیا جاتا ہے جب تو جائز ہے ورنہ حرام، صرف گھوڑے کے باب میں علماء ممانعت کی طرف گئے، مگر تحقیق یہ ہے کہ منفعت کے لئے ہو تو وہ بھی جائز ہے البتہ آدمی کو خصی کرنا مطلقاً حرام ہے۔ اور یہ طریقہ خصی کرنے کا مشہور ومعروف اور زمانہ اسلام آنے سے پیشتر جاری ہے۔

فی الدر المختار جاز خصاء البہائم حتی الہرۃ واما خصاء الاٰدمی فحرام قیل والفرس وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام[1]۔ فی ردالمحتار قولہ قیل والفرس ذکر شمس الائمۃ الحلوانی

درمختار میں ہے کہ جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے یہاں تک کہ بلّے کو خصی کرنا بھی مباح اور جائز ہے، جہاں تک انسان کا تعلق ہے اسے خصی کرنے کی اجازت ہرگز نہیں، مرد کو خصی کرنا حرام ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھوڑے کو خصی کرنا حرام ہے، اور اس کے خصی کئے جانے کے جواز

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۶

انہ لا باس بہ عند اصحابنا وذکر شیخ الاسلام انہ حرام ط ، قولہ وقیدوہ ای جواز خصاء البھائم بالمنفعۃ وھی ارادۃ سمنھا اومنعھا عن العض بخلاف بنی آدم فانہ یراد بہ المعاصی فیحرم افادہ الاتقانی عن الطحاوی[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

کو علماء کرام نے اس کے فائدے کے ساتھ مشروط اور مقید کیا ہے ورنہ اس کو خصی کرنا حرام کہا ہے۔ فتاوٰی شامی میں مصنف کے قول قیل الفرس کے ذیل میں علامہ شامی نے فرمایا شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب گھوڑے کو خصی کرنا جائز قرار دیتے ہیں البتہ شیخ الاسلام نے بیان فرمایا کہ یہ حرام ہے۔ مصنف کا قول قیدوہ یعنی جانوروں کو خصی کرنے کا جواز کسی منفعت سے مقید ہے مثلاً جانور کو موٹا اور طاقتور بنانا یا یہ کہ وہ شوخی اور شرارت سے باز آجائے گا بخلاف بنی آدم کے کہ اس کے خصی ہونے یا کئے جانے سے کئی قسم کے گناہ جنم لیں گے۔ علامہ اتقانی نے امام طحاوی کے حوالے سے یہ حکمت پیش کی ہے اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۶

۹ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کبوتر اڑانا اور پالنا اور مرغ بازی، بٹیر بازی، کنکیا بازی اور فروخت کرنا کنکیا اور ڈور اور مانجھا جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان لوگوں سے سلام علیک کرنا اور سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

کبوتر پالنا جائز ہے جبکہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے، اور کبوتر اڑانا کہ گھنٹوں ان کو اترنے نہیں دیتے حرام ہے۔ اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے۔ ان لوگوں سے ابتداء بسلام نہ کی جائے جواب دے سکتے ہیں، واجب نہیں۔ کنکیا اڑانے میں وقت، مال کا ضائع کرنا ہوتا ہے، یہ بھی گناہ ہے۔ اور گناہ کے آلات کنکیا ڈور بیچنا بھی منع ہے احتراز کریں تو ان سے بھی ابتداء بسلام نہ کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۷

اگر بلی یا کتا وغیرہ آدمیوں کی چیز کا نقصان کرتے ہوں یا کاٹ کھاتے ہوں تو ان کا مار ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کاٹتے ہوں تو درست ہے قتل ان کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۹

مسئلہ ۲۵۸ تا ۲۶۰ از شہر کہنہ ۱۲ رجب ۱۳۳۵ھ بارہ دری مسئولہ مصطفٰی علی خاں

جناب مولوی صاحب بعد ادائے آداب کے گزارش یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں آدمی بھیجتا ہوں مہربانی فرما کر سوالوں کا جواب عنایت فرمادیجئے:

(۱) کنکیا اگر آکر گھر پر گرجائے اور معلوم نہ ہو کہ کس کی ہے لے لینے سے گناہ تو نہیں؟

(۲) کنکیا اُڑانا گناہ ہے یا نہیں؟

(۳) بلّی تکلیف دیتی ہو تو اس کو بستی میں چھُڑوانا گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب

(۱) کنکیا لوٹنا حرام، اور خود آکر گر جائے تو اُسے پھاڑ ڈالے، اور اگر معلوم نہ ہو کہ کس کی ہے تو ڈور کسی مسکین کو دے دے کہ وہ کسی جائز کام میں صرف کرلے، اور خود مسکین ہو تو اپنے صرف میں لائے پھر جب معلوم ہو کہ فلاں مسلم کی ہے اور وہ اس تصدق یا اس مسکین کے اپنے صرف پر راضی نہ ہو تو دینی آئے گی اور کنکیا کا معاوضہ بہر حال کچھ نہیں۔

(۲) کنکیا اڑانا منع ہے اور لڑانا گناہ۔

(۳) بلی اگر ایذا دیتی ہو تو اسے باہر چھوڑ دینے میں حرج نہیں اور تیز چھری سے ذبح بھی کرسکتے ہیں مگر چھُڑوانا ایسی جگہ جائز نہیں جہاں سے وہ اپنے کسی رزق تک نہ پہنچ سکے فقط۔

مسئلہ ۲۶۱ از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار مرسلہ قاضی قاسم میاں ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تواریخ حبیب الٰہ ص ۹۲ میں بحوالہ مشکوٰۃ شریف بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ نقل ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قصہ نوجوان انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کو ارشاد فرمایا کہ مکانوں میں ایک قسم کے سانپ ہوتے ہیں کہ عوامر کہلاتے ہیں جب سانپ مکان میں نمودار ہو تو دیکھتے ہی نہ مار ڈالو کہ تین دن اسے کہہ دو کہ پھر نہ نکلیو، پھر اگر وہ دکھائی دے تو اسے مار ڈالو۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس طرح کہہ کر کیا سانپ کو چھوڑ دیا جائے یا مار ڈالنا چاہئے؟ کیا جن بھی سانپ کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور اُن کی کچھ نشانی بھی ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ حکم حدیث میں مدینہ طیبہ کے لئے تھا اور جگہ اس کی حاجت نہیں کما حققہ الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار (جیسا کہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)
واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۲: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ بوزینہ را در خانہ خود پرورش کردن مکروہ ہست یا نہ؟

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ بندر کو اپنے گھر میں پالنا مکروہ اور ناپسندیدہ کام ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

بلے زیرا کہ او از فسقہ است و از وے جز ایذا نیاید و اگر بارے مسخر خواہد چنانکہ قلندران می کنند ایں خود حرام است کما فی الدر المختار، وھو تعالٰی اعلم۔

ہاں بیشک (اس کا پالنا مکروہ ہے) اس لئے کہ وہ فاسق جانوروں میں شمار ہے۔ پس اس سے سوائے ایذارسانی اور کچھ نہیں ہوتا، اگر کبھی تابع کیا جائے جیسا کہ قلندر لوگ (آزاد منش) کیا کرتے ہیں تو یہ بھی حرام ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔ وھو تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۳: از فریدپور مرسلہ جناب جد الحسین صاحب مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر گائے یا بھینس کا بچہ مرجائے اور اس بچے کے چمڑے کو سکھا کر بصورت بچہ کے بنا کر اور گائے کے سامنے رکھ کر دودھ دوہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۴: از میڑتا روڈ مارواڑ ریاست جودھپور مسئولہ عبدالقادر صاحب ۲۹ جمادی الاولٰی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین کہ چیونٹیوں کو دانہ ڈالنا جائز ہے یا ناجائز؟ تحریر فرمائیں، ایک شخص ایک مولوی کے پاس گیا اور کہا کہ میں تنگ دست ہوں، مولانا فرمانے لگے چیونٹیوں کو دانہ ڈالا کر۔ اس نے یہ فعل کیا، یہ ثواب ہے یہ نہیں؟

الجواب

جائز و کار ثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی کل ذات کبد رطبۃ اجر رواہ الشیخان[1]

ہر جاندار کی خدمت کرنے میں اجر ہے، بخاری ومسلم

---

[1] صحیح البخاری کتاب المظالم باب الدبار علی الطرق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۲
صحیح مسلم کتاب السلام باب فضل سقی البھائم " " " ۲/۲۳۷

عن ابی ھریرۃ و احمد عن عبد اللہ بن عمرو وکابن ماجۃ عن سراقۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

میں حضرت ابوہریرہ سے اس کو روایت کیا، اور امام احمد نے عبداللہ بن عمرو سے اور ابن ماجہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اسکو روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

نام رکھنے کا بیان

مسئلہ ۲۶۵ از کلکتہ دھرم تلا ۱۲۴ مرسلہ جناب محمد یونس صاحب ۸ رجب ۱۳۲۷ھ

علمائے دین سے سوال ہے کہ اس شخص کا کیا حال ہے، بکر نے اپنی اولاد کے نام تین زبانوں میں رکھ چھوڑے ہیں عربی انگریزی ہندی۔ ایک لڑکے کا مطیع الاسلام ہے، دوسرے کا پالس، لڑکی کا نام کنول دیوی۔ جو اس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ زبان کا فرق ہے مگر بُرے نہیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

یہ اس کا فعل شیطانی حرکت ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین[1]

اے ایمان والو! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہوجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھُلا دشمن ہے۔ (ت)

طحطاوی علی الدر المختار و ابوالسعود الازہری علی الکنز میں ہے:

قسم یختص بالکفار کجرجس

ناموں کی ایک قسم کفّار سے مختص ہے جیسے جرجس،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸

وبطرس ویوحنا فھذا لایجوز للمسلمین التسمی بہ لما فیہ من المشابھۃ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

پطرس اور یوحنا وغیرہ لہٰذا اس نوع کے نام مسلمانوں کے لئے رکھنے جائز نہیں کیونکہ اس میں کفار سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۶ از نینی تال کاشی پور ڈاکٹر اشتیاق علی بروز یک شنبہ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

بعض لوگ اپنے نام کے آگے صدیقی اور رضوی لکھا کرتے ہیں جیسے سعید اللہ صدیقی واشتیاق علی رضوی، تو یہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر لکھا جائے تو کچھ گناہ ہے؟ فقط۔

الجواب

اگر نسبت صحیح ہے جائز ورنہ حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۷ مرسلہ محمد فیاض الرحمٰن صاحب روڑکی کیمپ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے نام کے ساتھ اسرائیلی لکھتا ہے جس طرح اور لوگ قریشی صدیقی چشتی وغیرہ لکھتے ہیں کیا لفظ اسرائیلی ایک حنفی المذہب شخص کے لئے صرف نسبت ظاہر کرنے کو جائز ہوتا ہے؟ مناسب ہے کہ بنی اسرائیل کی کچھ تفصیل کردی جائے کیونکہ اکثر لوگ زید پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ نسبت ایک حنفی المذہب کے لئے ناجائز ہے، جبکہ زید کچھ تھوڑی تفصیل یہ بیان کرتا ہے کہ حضرت یعقوب کا دوسرا اسم گرامی اسرائیل تھا جن کے خاندان میں ہم لوگ ہیں امید کہ حضور عالی تشریح اور تفصیل کے ساتھ جلد سے جلد بیان فرمائیں تاکہ اگر کوئی گناہ ہو تو فوراً اس نسبت کو ترک کردیا جائے۔

الجواب

اسرائیل سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التورٰیۃ۔[2]

سب کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے مگر وہ چیز جو اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے نزولِ تورات سے پہلے اپنی ذات پر حرام ٹھہرالی (اونٹ کا گوشت اور دودھ وغیرہ)۔ (ت)

زید اگر نسباً بنی اسرائیل سے ہے تو اس کا اپنے آپ کو اسرائیلی کہنا بجا ہے اور اس کے ناجائز

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۲/ ۴۷۳

[2] القرآن الکریم ۳/ ۹۳

ہونے کی کوئی وجہ نہیں البتہ اب یہ لفظ مسلمانوں میں اجنبی سا ہوگیا ہے لوگ اسرائیلی کو محمدی کے مقابل سمجھتے ہیں اور اجلۂ اکابر کے کلام پاک میں یہ مقابلہ آیا ہے، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

یااسرائیل قف واسمع کلام المحمدی[1] ٹھہر جایئے اے اسرائیلی! ذرا محمدی نسبت رکھنے والے (یعنی ایک مسلمان محمدی) کا کلام سُن لیجئے (ت)

نسبت نسب و مذہب دونوں اعتبار سے ہوتی ہے اور یہاں بحسب نسب یہ نسبت بہت کم مسموع، لہذا عوام مسلمین اسے سُن کر چونکتے ہیں اور بلاضرورت ایسی بات پر اقدام شرع مطہر کو پسند نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشّروا و لا تنفروا[2] (لوگو!) خوشخبری سنایا کرو لہذا ایک دوسرے کو نفرت نہ دلایا کرو (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

ایاك و ما یسوء الاذن[3] اس سے بچو جو کانوں کو بُری لگے (یعنی غیبت سے بچو)۔(ت)

لہذا اپنے نام کے ساتھ یہ نسبت لکھنی نامناسب و قابل ترک ہے مگر گناہ و حرام اب بھی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۵: از امرتسر کٹرہ گربا سنگھ متصل مسجد کھجری والی دروازہ بھگتا نوالہ مرسلہ منشی نبی بخش ۲۳ شعبان ۱۳۳۵ھ

حامیِ سنّت، ماحیِ بدعت، مجدد زماں جناب مولانا صاحب بفضل اولینا دامت فیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ بعد سلام مسنون الاسلام کے خداوندکریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آنجناب کا وجود مبارک واسطے گنہگاروں کی ہدایت کے، اور اشرار و دشمنانِ دینِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مکروفریب کو ملیامیٹ کرنے کے لئے پیدا کیا۔ دعا ہر دم ہے کہ خداوندکریم تا زمانہ ابدالدہر آنجناب کو سلامت باکرامت رکھے۔ بعدازاں خدمت بابرکت میں ملتمس ہوں کہ بندے کا نام نبی بخش ہے۔ چونکہ فرقہائے اشرارِ زمانہ خصوصاً گروہِ وہابیہ میں یہ مرض ہے کہ مسلمانوں سے بات بات کی مخالفت کرتے ہیں اگرچہ ان کا سراسر نقصان ہی ہوتا ہے۔ بندے کا نام تو پہلے ہی وہابیوں کے جلانے کے لئے کافی تھا لیکن بندے نے ان کو اور بھڑکانا چاہا یعنی اپنا نام بجائے نبی بخش کے عبدالنبی کردیا۔ نام تبدیل کرنے سے پہلے بندے نے از حد

---

[1] بہجۃ الاسرار عن قول الرجل ای شیئ اعلمہ مصطفی البابی مصر ص ۴۷

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہ یتخولہم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[3] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الغادیۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶

غور کر لیا جتنا کہ ہو سکا کہ کہیں ان کی مخالفت میں اپنا نقصان نہ ہو یعنی کئی مسلمانوں کا نام عبد المحمد، عبد النبی، عبد الرسول لکھا ہوا دیکھا لیکن وہ سب مولوی عالم ہیں اور بندہ محض بے علم ہے، اور سب سے بڑھ کر قولہ تعالیٰ قل یا عبادی[1] پڑھ کر بے فکر ہو کر نام تبدیل کر دیا جو کہ ایک عرصہ تک لکھتا رہا لیکن جناب شاہ صاحب جو کہ بندے کے دینیات کے استاد ہیں کسی شخص نے ان کی خدمت میں ذکر کیا کہ منشی نبی بخش جو خط وہابیوں کو لکھتا ہے اس میں ان کو جلانے کے لئے اپنا نام عبد النبی لکھ دیتا ہے۔ پھر اس شخص نے بندے کو آکر کہا کہ جناب شاہ صاحب فرماتے تھے کہ نبی بخش ازحد غلطی کرتا ہے کیونکہ خداوند کریم کا بندہ بننا تو آسان ہے لیکن جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا بندہ ہو جانا ازحد مشکل ہے بلکہ ایسا نام لکھنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنا ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ جناب حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب باوجود مجدد زماں ہونے کے اپنا اسم مبارک عبدہ المذنب عبد المصطفےٰ لکھا کرتے ہیں جب سے بندہ نے اس شخص سے یہ بات سنی اسی وقت سے عبد النبی نہیں لکھا کیونکہ جناب حضرت سید شاہ صاحب ازحد فقیہ عالم فاضل تصوف میں کامل شریعت میں پکے ہیں بندے کو ان کا فرمان ماننے میں ذرا بھی عذر نہیں لیکن کہنے والا دوسرا شخص ہے شاید اس نے سمجھنے میں غلطی کھائی ہو اور بندے میں باعث رعب شاہی کے اتنی جرأت نہیں کہ جناب شاہ صاحب سے دریافت کر سکے لہٰذا خدمت بابرکت میں ملتمس ہوں کہ جناب براہ بندہ نوازی ارشاد فرمادیں کہ بندہ اپنا نام عبد النبی لکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص پہلے اپنا نام عبد الرسول، عبد المحمد لکھتے ہیں وہ کیوں لکھتے ہیں؟ ایسے طور پر جواب تحریر فرمادیں کہ بندہ سمجھ سکے اور ہدایت پائے اور جو اپنا نام بندہ عبد النبی لکھ سکوں تو کس طرح لکھ سکتا ہوں، کوئی بغیر تبدیل یا کوئی لفظ زیادہ کرنا پڑے گا یا نہیں؟ امید ہے آنجناب جلدی جواب ارسال فرمائیں گے، والسلام۔

الجواب

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مملوک جانے، تمام عالم ہی اُن کے رب عزوجل کی عطا سے ان کی مِلک ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں توریت مقدس سے نقل فرماتے ہیں کہ رب عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے:

ملک الارض و رقاب الامم[2] احمد مالک ہیں تمام زمین اور مالک ہیں سب امتوں کی گردنوں کے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۵۳

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں حدیث نقل کرتے ہیں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے صحابہ کرام کو جمع فرما کر اُس مجمع کے سامنے خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر شریف کرکے فرمایا:

كنت عبده وخادمه كالسيف المسلول بين يديه [1] میں حضور کا عبد تھا بندہ تھا خادم تھا اور حضور کے سامنے تیغ برہنہ کی طرح تھا۔

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں روایت فرماتے ہیں حضرت اعشی مازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی:

يا مالك الناس وديان العرب [2] اے تمام آدمیوں کے مالک اور عرب کے جزا وسزا دینے والے۔

شفاءِ امام قاضی عیاض و مواہبِ لدنیہ امام احمد قسطلانی میں ہے حضرت سیدنا سہل بن عبد اللہ تستری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

من لم ير نفسه فى ملك النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لم يذق حلاوة سنته [3] جو اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مملوک نہ جانے اس نے اُن کی سنّت کا مزہ نہ چکھا۔

بالجملہ اس معنی پر تمام جہان اُن کی مِلک اُن کا بندہ اُن کا عبد ہے یوں اپنا لقب عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفٰی رکھنا عین سعادت ہے، اور اس سے اسلام و کفر کا فرق روشن ہے کہ اللہ عزوجل کی عبدیت سے کسی کافر کو بھی استنکاف نہ ہوگا حتی کہ وہابیہ بھی بڑی خوشی سے اپنے آپ کو عبد اللہ کہیں گے اگرچہ واقع میں شیخ نجدی کے بندے اور عبد الشیطان ہیں مگر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ ہرگز اپنے آپ کو نہ بتائیں گے۔ عبد النبی اور عبد الشیطان دونوں عبد اللہ ہیں، وہ عبد النبی ہیں جن کو فرمایا:

فادخلى فى عبادى وادخلى جنتى [4] (اے نفسِ مطمئنہ) میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنّت میں داخل ہوجا۔ (ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب العلم خطبہ عمر بعد ما ولی علی الناس دار الفکر بیروت ۱/۱۲۶

[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الشعر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۱۰

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد السابع الرضی بما شرعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۹۹ و ۳۰۰

[4] القرآن الکریم ۸۹/ ۲۹

اور وہ عبدالشیطان ہیں جن کو فرمایا :

یٰحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الّا کانوا بہ یستھزءون[1]

ہائے افسوس (نافرمان) بندوں پر کہ ان کے پاس (خدا کا) کوئی رسول نہیں آتا مگر یہ اس کے ساتھ ہنسی و مذاق کرتے ہیں (ت)

مگر عبدالشیطان ہرگز عبدالنبی عبدالمصطفیٰ نہیں ہوسکتا اور اسے معاذاللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین سے کیا علاقہ، نقل کرنے والے نے ضرور غلط نقل کیا یا غلط سمجھا، ہاں عبد بمعنی بندۂ خاص یعنی مطیع و فرمانبردار ہونا ضرور دشوار ہے اور یہاں معنی عبداللہ و عبدالنبی ایک ہے کہ :

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[2]

جو شخص رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے اس نے درحقیقت اللہ تعالٰی کی اطاعت کی۔ (ت)

اس معنی پر اپنے آپ کو اس وصف عظیم سے یاد کرنا ضرور تزکیۂ نفس و خودسرائی ہے کہ بنص قرآن مجید حرام ہے،
قال اللہ تعالٰی "لاتزکوا انفسکم"[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا : "اپنے نفوس کو پاکیزہ نہ بتاؤ۔ ت) جو لوگ اپنا لقب مطیع النبی، مطیع الرسول رکھیں جاہل بےخرد ہیں یا قرآن عظیم کے دانستہ مخالف۔ خود انہیں کا قول ان کی تکذیب کو بس ہے جو مطیع النبی و مطیع الرسول ہوگا ہرگز اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۹ : از قادر گنج ضلع بیربھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین حسینی قادری رزاقی
۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

عبدالمصطفٰی، عبدالرسول، عبدالنبی، غلام مصطفٰی، غلام رسول، غلام نبی، غلام محمد، غلام احمد، غلام پنجتن، عبدالعلی، عبدالحسین، غلام حسین، غلام علی، غلام دستگیر، غلام غوث، غلام محی الدین، غلام پیر، غلام مرشد، غلام مولٰی بخش، علی بخش، پیربخش، نذر مصطفٰی، نذر پنجتن، نذر حسین، نذر علی، نذر محی الدین، نذر پیر، خادم علی، خادم غوث، کنیز مصطفٰی، کنیز پنجتن، کنیز مرتضٰی، کنیز حسین، کنیز غوث، کنیز مرشد، کنیز فاطمہ وغیرہ اس طرح کا نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے تو علمائے متقدمین ومتاخرین میں اس طرح کا نام کس کس کا ہے اور اس کا جواز فقہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور اس کے جواز میں آپ کا کوئی رسالہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کا کیا نام اور کس قیمت پر ملتا ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/۳۰

[2] القرآن الکریم ۴/۸۰

[3] " " ۵۳/۳۲

الجواب

فقیر کے اس بارے میں تین[۳] رسالے ہیں جو میرے مجموعۂ فتاوٰی میں ہیں۔ ایک دربارۂ غلام مصطفٰی[۱] اور اس کا جواز دلائل سے ثابت کیا ہے۔ دوسرا دربارۂ عبدالمصطفٰی[۱]، اور اس میں یہ تحقیق کیا ہے کہ توصیفاً بلاشبہہ جائز اور اجلہ صحابہ سے ثابت کراہت کہ بعض متاخرین نے لکھی جانب تسمیہ راجع ہے۔ تیسرے میں اسمائے کثیرہ سے بحث ہے اور اس میں محمد بخش اور اس کے امثال کا جواز ثابت کیا ہے۔ یہ تینوں رسالے ابھی طبع نہ ہوئے۔ علامہ عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے طوالع الانوار میں کہ حاشیۂ درمختار میں عبدالنبی و عبدالرسول کا جواز بہت احادیث سے ثابت کیا ہے۔ علامہ جمال بن عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ مفتی حنفیہ بمکہ مکرمہ کے فتاوٰی میں بھی اس کا جواز مصرح ہے کنیز و نذر و خادم کے ساتھ نام رکھنے میں بھی حرج نہیں، زمانۂ سلف میں رواج نہ ہونا مستلزم ممانعت نہیں دو دو تین تین ناموں پر مشتمل نام رکھنا جیسے محمد علی حسین، اس کا بھی رواج سلف کبھی نہ تھا سادے ایک لفظ کے نام ہوتے تھے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۰ تا ۲۷۲: از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبدالباری صاحب ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اگر کوئی شخص کسی سُنی حنفی رضائی قادری کو لبہڑا کہے جو تصغیر لبھی کی ہے وہابی کا ہے تو ایسے شخص کا شرع شریف کے موافق کیا حکم ہے حنفی رضائی مذکور درحقیقت ان الفاظ کا محل نہیں تو یہ لفظ اسے کہنے والے پر عائد ہونگے یا نہیں؟ اگر نہ ہوں گے تو کہاں جائیں گے؟

(۲) ایسا شخص جو ایسے بے جا الزام سُنی رضائی پر لگائے اور اس کا اکل بھی حلال نہیں بلکہ کُھلا ہوا مشتبہ اور حرام ہے تو اُس کا قول فعل شرع کے احکام میں کہاں تک معتبر ہوسکتا ہے؟

(۳) یہی شخص کسی مسلمان سے بلاسخت کلامی و دشنام کے گفتگو نہیں کرتا اور کہتا ہے مسجد کے لوٹوں میں جو پانی بچتا ہے وُہ قطعی ناپاک ہے یہاں تک کہ اُس پانی کو دوسرے برتن وغیرہ میں ڈالو گے تو وہ برتن بھی نجس ہوجائے گا اور مسجد میں اس کے فرش یا بوریے پر کبھی نماز نہیں پڑھتا اپنے خاص کپڑے پر جس پر چند اور کپڑے ہیں نماز پڑھتا ہے اس قسم کے عادات نماز میں کہاں تک ناجائز ہیں؟

الجواب

(۱) سُنی مسلمان کو لبہڑا کہنا فسق ہے۔ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سباب المسلم فسوق[۱] مسلمان کو بلاوجہ شرعی بُرا کہنا فسق ہے۔

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الایمان باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظٰلمون ۱؎

مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کو بُرے لقب سے یاد نہ کرو ایمان کے بعد فسق کیا ہی بُرا نام ہے اور جو توبہ نہ کرے وہی لوگ ظالم ہیں۔

آیۂ کریمہ بتا رہی ہے کہ تم نے مثلاً سنّی مسلمان کا لقب لہبڑا رکھا تو وہ تمہارے کہنے سے لہبڑا نہ ہوجائیگا مگر تمہارا نام بدل گیا مومن سے فاسق ہوگیا کتنی بُری تبدیلی ہے اور جو توبہ نہ کرے وہی ظالم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسا شخص اگر اکلِ حلال بھی کھاتا ہو جب بھی اس کا قول فعل شرع میں معتبر نہیں نہ کہ جبکہ اکلِ حلال کا بھی طرہ ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۳) مسلمان سے سخت کلامی ودشنام کا حکم جوابِ اول میں گزرا مسجد کے لوٹوں کا پانی ناپاک بتانا باطل ہے اپنا مصلّی خاص بنظرِ احتیاط رکھنے میں حرج نہیں بلکہ درمختار میں اسے افضل بتایا یہ جبکہ مسجد کی چٹائیوں کو اپنی وہم پرستی سے ناپاک نہ جانے اور عام مسلمانوں کو کہ اُن پر نماز پڑھتے ہیں خطا پر یا اپنے سے کم احتیاط وحقیر نہ سمجھے ورنہ وہی حقیر اور نخوت شیطان کا اثر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲۷۳ از بھاگلپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مولوی اشرفعلی کا مرید ہے، نام اس کا معزالدین، اس نے اپنا نام معیذ الدین کسی خط میں لکھا، اس پر ایک شخص نے سمجھایا کہ اس طرح پر لکھنے سے معنی بدل جاتا ہے اور نعوذ باللہ مسلمانوں کو ایسا نام نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ اس وقت یہ معنی ہوتا ہے کہ دین سے پناہ مانگنے والا لیکن اس کمبخت نے نہ مانا اور یہ کہا کہ میں اپنے حضرت کے پاس برابر اسی املا سے خط لکھتا ہوں لیکن حضرت نے کبھی نہ منع فرمایا اور نہ کوئی بُرائی اس میں بتائی۔ لہذا گزارش ہے کہ جو شخص اپنا نام معیذ الدین بالیا بعد العین وقبل الذال رکھے اور صحیح بتائے تو اس کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے؟ اور لغت ومحاورہ سے اس کے کیا معنی ہیں؟ پس اس کو بصورت مسئلہ کے خدمتِ والا میں روانہ کرتا ہوں۔

الجواب

علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کا نام بنام جن میں تھانوی کا بھی نام ہے کافر مرتد بتایا اور شفائے امام قاضی عیاض وبزازیہ ومجمع الانہر وغیرہ کے حوالے سے صراحۃً فرمایا:

۱؎ القرآن الکریم ۴۹/ ۱۱

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] | جو کوئی ان کے کفراور عذاب میں شک کرے تو وہ کافر ہے۔ (ت)

جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے نہ کہ وہ جو انھیں مسلمان جانیں' نہ کہ وہ جو انھیں پیرو مرشد جانیں' ایسوں کے اقوال و افعال سے کیا سوال۔ معیذالدین کے یہ معنی ہیں "دین کو پناہ دینے والا" اور اپنا نام الیسار رکھنا سخت عظیم تزکیۂ نفس وخودستائی ہے اور وہ حرام ہے۔

قال تعالٰی لاتزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی[2] | اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) اپنی جانوں کی پاکیزگی نہ بتایا کرو اس لئے کہ اللہ تعالٰی اچھی طرح جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

العارف باللہ تعالٰی الشیخ سنان فی کتابہ تبیین المحارم اقام الطامۃ الکبرٰی علی المتسمین بمثل ذٰلک وانہ من التزکیۃ المنھی عنہا فی القراٰن ومن الکذب[3] واللہ تعالٰی اعلم | عارف باللہ حضرت شیخ سنان نے اپنی کتاب تبیین المحارم میں اس طرح کے نام رکھنے والوں کے خلاف حجت قاہرہ قائم کی (اور فرمایا) یہ الیسار تزکیہ اور جھوٹ ہے کہ قرآن مجید میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۴: از لشکر گوالیار محلہ حیدر گنج مسئولہ حافظ نبی محمد ۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ

حضور سے کسی وقت میں ایک فتوٰی طلب کیا تھا جواب آگیا مگر اس کے ساتھ ہی میرے نام پر اعتراض فرمایا تھا کہ یہ نام رکھنا حرام ہے، اور وجہ کوئی تحریر نہیں فرمائی تھی، ہمارے شہر کے مفتی مقبول حسین صاحب فرماتے ہیں کہ ناجائز نہیں ہے، اس واسطے گزارش ہے کہ آپ اس جملہ کو بالتفصیل تحریر فرمادیجئے گا اور اس کے ساتھ ہی اسی ذیل میں نام بھی خاکسار کا تحریر فرمادیجئے تاکہ اس کو گزٹ کراکر عام لوگوں کو مطلع کیا جائے مگر میرے نام میں محمد یا احمد ضرور ہونا چاہئے چونکہ میرا نام بزرگوں نے نبی محمد رکھا ہے اور اسی نام سے پکارا جاتا ہوں مگر حضور نے فرمایا ہے کہ نام تمہارا ناجائز ہے شریعت کیوں اس نام کو ناجائز کررہی ہے

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

[3] ردالمحتار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۹

اس کا سبب حضور خلاصہ تحریر فرمائیں اور نام بھی دوسرا تجویز فرمائیں حضور ہی جو نام تجویز فرمائیں گے وہی مشتہر ہوگا وہ یوں کیا جائے گا کہ نام میرا نبی محمد شریعت کے خلاف تھا سواب فلاں نام تجویز ہوا ہے۔

الجواب

اسم مسمّٰی پر محمول ہوتا ہے یہ زید ہے اور وصف عنوان سے جو سمجھا جاتا ہے وہ بھی متضمن حمل ہے تو اس میں اپنے آپ کو نبی کہنا اور کہلوانا ہے اور یہ قطعاً حرام ہے، اور علم میں وضع جدید کا عذر بارد ہے وضع اول ضرور ملحوظ رہتی ہے ولہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرے نام اور تزکیہ کے نام تبدیل فرمادئے کیا کوئی گوارا کرے گا کہ اپنا نام یا اپنے بچے کا نام شیطان یا ولد الشیطان رکھے حالانکہ وضع جدید میں تو خاص یہ ذات مقصود ہے جب اپنے آپ کو شیطان کہنا گوارا نہیں کرتا نبی کہنا اور کہلوانا روا رکھتا ہے اور یہ خیال کر نیت دعوٰی نبوت کی نہیں بچ ہے جبھی تو حرام ہوا نیت ہوتی تو کفر ہوتا۔ آپ اپنا نام نبیل احمد رکھے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۵ از شہر ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیا عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے کہ نہیں ؟

الجواب

اپنے آپ کو عبدالنبی کہنا جائز ہے مگر نام عبداللہ رکھا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۶ مرسلہ مولوی عابد علی صاحب سیکرٹری ڈاک خانہ سیف اللہ گنج ضلع سلطان پور ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

(۱) احمد بخش، محمد بخش، نبی بخش، رسول بخش، حسین بخش، پیر بخش، مدار بخش وغیرہ نام رکھنا از روئے احکام شریعت جائز ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو اس میں شرک ہے یا کیا ؟ اور اگر کوئی شخص ایسے ناموں کے رکھنے کو منع کرے اور نام رکھنے والا منع کرنے والے کو مشرک بتائے اور وہابی ٹھہرائے اور ناقابلِ امامت قرار دے اور بالفاظِ واضح یہ ثابت کرنا چاہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب تک نہ بخشیں گے خدائے پاک نہ بخشے گا اور اس کے ثابت کرنے کے لئے آیاتِ قرآنی غیر متعلق کا حوالہ دے تو ایسا شخص کسی خطاب کا مرتکب ہُوا یا نہیں اور کس خطاب کا ؟ اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ نام رکھنے والا اپنے کو عالم کہتا ہے اور مجمع عام میں ایسی تقریر کرتا ہے۔

(۲) جو شخص اپنا خطاب اپنی جسمانی وضع اپنا لباس اپنا ضروری دیگر اسباب مثل ہندوؤں کے رکھے اور نماز کا بھی پابند نہ ہو ایسا شخص عالم کہلائے گا یا مصداق من تشبہ بقوم فھو منھم[1]

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

43 (جو کوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ اسی میں شمار ہے۔ ت) کا ہوگا۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

(۱) یہ نام شرعًا درست ہیں، ان میں معاذ اللہ کسی طرح کوئی شرک نہیں، نہ شرع سے کہیں ممانعت ہے، بلکہ قرآن عظیم سے اس کا جواز ثابت ہے، حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مریم سے کہا:

انما انا رسول ربك لاھب لك غلامًا زکیا[۱] ۔ میں تو تمھارے رب کا بھیجا ہوا ہوں اس لئے کہ میں تم کو ایک ستھرا بیٹا دوں۔

قرآن عظیم سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جبریل بخش بتا رہا ہے۔ پھر بخش معنی عطا کے لئے متعین نہیں بمعنی حصّہ و بہرہ بھی کثیر الاستعمال ہے۔ معہذا علمائے دین تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ملحد کے انبت الربیع البقل (بہار نے سبزہ اُگایا۔ ت) تو اس کے الحاد پر محمول ہے، اور اگر مسلم کے تو یقینًا تجوز ہے اور اس کا اسلام ہی قرینہ بس ہے کما نص علیہ فی الفتاوٰی وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں اس کی صراحت کر دی گئی۔ ت) منع کرنے والا اگر بربنائے اصولِ وہابیت منع کرتا ہے تو اس پر الزامِ وہابیت بے جا نہیں، من یغفر الذنوب الا اللہ[۲] (سوائے اللہ تعالٰی کے کون گناہ معاف کرنے والا ہے۔ ت) اپنا ایمان ہے، اور ولمن صبر وغفر فان ذلك لمن عزم الامور[۳] (بے شک جس نے صبر اختیار کیا اور معاف کیا تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ ت) بھی ایمان ہے، وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم[۴] (اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو، تو اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔ ت) بھی ایمان ہے، واذا ما غضبوا ھم یغفرون[۵] (اور جب وہ غصہ میں ہوجائیں تو معاف کردیتے ہیں۔ ت) بھی ایمان ہے، اس قسم کے استدلال خارجیوں کی ایجاد ہیں کہ امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم پر حکم کفر لگایا کہ انھوں نے غیر خدا کو حکم بنایا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الحکم الا للہ[۶] (اللہ تعالٰی کے سوا کسی کا

---

[۱] القرآن الکریم ۱۹/ ۹
[۲] القرآن الکریم ۳/ ۱۳۵
[۳] القرآن الکریم ۴۲/ ۴۳
[۴] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۴
[۵] القرآن الکریم ۴۲/ ۳۷
[۶] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰

43
43

حکم نہیں۔ ت) اور نہ دیکھا کہ وہی رب عزوجل فرماتا ہے:

فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا۔[1] تو پھر ایک پنچ مرد کے خاندان میں سے اور ایک پنچ عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ (ت)

یہ مضمون کہ جب تک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ بخشیں گے اللہ عزوجل نہ بخشے گا۔ اس قائل سے پہلے حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے:

ارحم الراحمین نہ بخشاید   بے رضائے تو یا رسول اللہ[2]

(سب سے زیادہ رحم وکرم فرمانے والا (اللہ تعالٰے) نہ بخشے گا، یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم) جب تک آپ کی مرضی نہ ہوگی۔ ت)

حقوق العباد میں کہا جاتا ہے کہ جب تک صاحبِ حق نہ بخشے اللہ عزوجل نہ بخشے گا، اس کے یہ معنی کسی کے وہم میں نہیں آسکتے کہ معاذ اللہ اس کی مغفرت پر رب العزت قادر نہیں یا مغفرتِ ذنوب میں کوئی اس کا شریک ہے، بندوں کا مالک بھی وہی ہے اور بندوں کے حقوق کا مالک بھی وہی ہے مگر صاحبِ حق کی دلداری کے لئے اُس کی مغفرت اُس کے بخشنے پر موقوف رکھی پھر وہ دلداری کہ اُسے اپنے حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی منظور ہے اس کی مقدار کا جاننا کس کا مقدور ہے، صحیح بخاری میں ہے اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں ارٰی ربک یسارع فی ھواک[3] میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین بناکر بھیجے گئے اور مومنین پر بالخصوص کمال مہربان ہیں رؤف رحیم ہیں ان کا مشقت میں پڑنا اُن پر گراں ہے ان کی بھلائیوں پر حریص ہیں جیسے کہ قرآن عظیم ناطق:

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف

بیشک تمھارے پاس تمھاری ہی جانوں میں سے (ایک عظیم الشان) رسول تشریف لائے کہ تمھارا مشقت میں پڑنا انھیں ناگوار گزرتا ہے، وہ تمھاری

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۵

[2]

[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶
کتاب النکاح باب ھل للمرأۃ تھب نفسہا لاحد " " " ۲/ ۷۶۶

رحیم[1] (اصلاح کی) بہت چاہت اور حرص رکھتے ہیں اور مسلمانوں پر بڑی شفقت اور رحم فرمانیوالے ہیں۔ ت)

تمام عاصیوں کی شفاعت کے لئے تو وہ مقرر فرمائے گئے واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات[2] (اور اپنی شان کے خلاف امور کیلئے استغفار کیجئے (یعنی طلب بخشش کیجئے) اور مسلمان مردوں اور عورتوں کیلئے بھی۔ ت) کیا وہ ان میں کسی کی بخشش نہ چاہیں گے، کیا مسلمان کا مشقت میں پڑنا اُن پر گراں نہ ہوگا، یہ تو نص آیت کے خلاف ہے ضرور وہ کہ جس کا بخشنا حضور نہ چاہیں گے وہ ہوگا جو مسلمان نہیں، اور جو مسلمان نہیں اللہ اُسے نہ بخشے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) خطاب ولباس ووضع واسباب میں کفار سے مشابہت ممنوع ہے اور عالم ہو کر ایسا کرے تو اور سخت معیوب ہے مگر فھو منھم[3] (تو وہ انہی میں سے ہے۔ ت) اس کے لئے ہے جو کفار کے دینی شعار میں بالقصد معاذ اللہ اس کی پسند کے طور پر کی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۸
[2] " " ۴۷/ ۱۹
[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء

۲۰

۱۳

(بعض ناموں کے احکام کے بارے میں اُجالا اور روشنی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۷۸: مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب فاروقی ۶ رجادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ چہ مے فرمایند کہ بعض شخص اس طرح نام رکھتے ہیں علی جان، نبی جان، محمد جان، محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد، محمد یٰسین، محمد طٰہٰ، غفور الدین، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی، ہدایت علی۔ پس اس طرح کے نام رکھنا جائز ہیں یا نہیں؟ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاوٰی میں ہدایت علی نام رکھنا ناجائز بتایا ہے اس میں حق کیا ہے؟ بینوا توجروا
شوکت علی فاروقی عفی عنہ

الجواب

محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم پر بے شمار درودیں، یہ الفاظِ کریمہ حضور ہی پر صادق اور حضور ہی کو زیبا ہیں، افضل صلوات اللہ واجل تسلیمات اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ۔ دوسرے کے یہ نام رکھنا حرام ہیں کہ ان میں حقیقۃً ادعائے نبوت نہ ہونا مسلّم ورنہ خالص کفر ہوتا، مگر صورتِ ادعا ضرور ہے اور وہ بھی

یقیناً حرام و محظور ہے۔

اور یہ زعم کہ اعلام میں معنی اول ملحوظ نہیں ہوتے، نہ شرعاً مسلم نہ عرفاً مقبول۔ معنی اوّل مراد نہ ہونے میں شک نہیں مگر نظر سے محض ساقط ہونا بھی غلط ہے، احادیثِ صحیحہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے بکثرت اسماء جن کے معنی اصلی کے لحاظ سے کوئی برائی تھی تبدیل فرما دیئے۔

جامع ترمذی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغیر الاسم القبیح[1]۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ بُرے نام کو بدل دیتے۔

سنن ابی داؤد میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عاصی وعزیز وعتلہ وشیطان وحکم وغراب وحباب وشہاب نام تبدیل فرما دیئے، قال ترکت اسانیدھا للاختصار[2] (امام ابوداؤد نے فرمایا میں نے اختصار کے لئے ان کی سندیں چھوڑیں۔ ت)

اصرم کا نام بدل کر زرعہ رکھا رواہ عن اسامۃ بن اخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ[3] (اسے اسامہ بن اخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے روایت کیا۔ ت)

عاصیہ کا نام جمیلہ رکھا رواہ مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما[4] (اسے مسلم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

برہ کا نام زینب رکھا اور فرمایا:

لا تزکوا انفسکم اللہ اعلم باھل البر منکم۔ رواہ مسلم عن زینب بنت ابی سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ بتاؤ خدا خوب جانتا ہے کہ تم میں نیکوکار کون ہے (اسے مسلم نے زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

برہ کے معنی تھے زن نیکوکار، اسے خودستائی بتا کر تبدیل فرمایا۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تغیر الاسماء امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۷
[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۱
[3] " " " " " ۲/۳۲۱
[4] صحیح مسلم " باب تغییر الاسم القبیح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۸
[5] سنن ابی داؤد " باب فی تغییر الاسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۱

اور ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم:

انکو تدعون یوم القیٰمۃ باسمائکم و اسماء اٰبائکم فاحسنوا اسماءکم۔[1] رواہ احمد و ابوداؤد عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جید۔

بے شک تم روزِ قیامت اپنے اور اپنے والدوں کے نام سے پکارے جاؤ گے تو اپنے اچھے نام رکھو۔ (اسے احمد اور ابوداؤد نے ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند جید روایت کیا۔ ت)

اگر اصلی معنی بالکل ساقط النظر ہیں تو فلاں نام اچھا فلاں بُرا ہونے کے کیا معنی اور تبدیل کی کیا وجہ، اور خود ستائی کہاں، مسمّی پر دلالت کرنے میں سب یکساں۔ معہذا انھیں لوگوں سے پُوچھ دیکھئے کیا اپنی اولاد کا نام شیطان ملعون، رافضی خبیث، خوک (سُور) وغیرہ رکھنا گوارا کریں گے؟ ہرگز نہیں، تو قطعاً معنی اصلی کی طرف لحاظ باقی ہے پھر کس مُنہ سے اپنے آپ اور اپنی اولاد کو نبی کہتے اور کہلاتے ہیں کیا کوئی مسلمان اپنا یا اپنے بیٹے کا رسول اللہ یا خاتم النبیین یا سید المرسلین نام رکھنا روا رکھے گا؟ حاشا وکلا پھر محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد کیونکر روا ہوگیا، یہاں تک کہ بعض خدا ناترسوں کا نام نبی اللہ سُنا ہے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، کیا رسالت وختم نبوت کا ادعا حرام ہے اور نری نبوت کا حلال، مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایسے ناموں کو تبدیل کردیں ؎

ہیچ پسند وخرد جان فروز ۔۔۔ تاج شہی بر سر کفش دوز

(عقل، جان کو روشن ومنور کرنے والی اس بات کو کب گوارا کرتی ہے کہ شاہی تاج ایک معمولی کفش دوز (موچی) کے سر پر سجایا جائے۔ ت)

عجب نہیں کہ ایسی علیل تاویل ذلیل تخییل والے شدہ شدہ اللہ عزوجل یا الٰہ العالمین نام رکھنے لگیں کہ آخر علم میں اصلی معنی تو ملحوظ نہیں والعیاذ باللہ رب العالمین (اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) اور نہ بھی رکھیں تو اس نام کے رکھنے کا جواز تو انھیں خواہی نخواہی ماننا ہوگا، جو تقریر محمد نبی کے جواز میں گھڑیں گے بعینہٖ وہی اللہ عزوجل نام رکھنے کے جواز میں جاری ہوگی، اصلی معنی وہاں مراد نہیں تو یہاں بھی نہیں وہ بے لحاظ معنی تبرکاً کیوں نہ جائز ہوگا آخر نام الٰہی میں نام نبی سے زیادہ ہی برکت ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت بجز اللہ تعالٰی بلند

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسماء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۰
مسند احمد بن حنبل عن ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۹۴

مرتبہ بزرگ شان کی توفیق کے کسی میں نہیں ۔ ت) یونہی نبی جان نام رکھنا نامناسب ہے اگر جان ایک کلمہ جداگانہ بنظرِ محبت زیادہ کیا ہوا جانیں جیسا کہ غالب یہی ہے جب تو ظاہر کہ ظاہر ادعائے نبوت ہوا اور اگر ترکیب مقلوب سمجھیں یعنی جان نبی تو یہ تزکیہ خودستائی میں بڑھ سے ہزار درجے زائد ہوا ، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اُسے پسند نہ فرمایا یہ کیونکر پسند ہوسکتا ہے یہاں تبدیل میں کچھ بہت حرج بھی نہیں ایک "ہ" بڑھانے میں گناہ سے بچ جائیے گا اور اچھا خاصہ جائز نام پائیے گا ۔ محمد نبیہ ، احمد نبیہ ، نبیہ احمد ، نبیہ جان کہا اور لکھا کیجئے ، نبیہ بمعنی بیدار ہوشیار ہے ، یونہی یٰسین و طٰہٰ نام رکھنا منع ہے کہ اسمائے الٰہیہ و اسمائے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے ایسے نام ہیں جن کے معنی معلوم نہیں ، کیا عجب کہ ان کے وہ معنی ہوں جو غیر خدا اور رسول میں صادق نہ آسکیں تو ان سے احتراز لازم جس طرح نامعلوم المعنی رقیہ منتر جائز نہیں ہوتا کہ مبادا کسی شرک و ضلال پر مشتمل ہو ۔ امام ابوبکر ابن العربی کتاب احکام القرآن میں فرماتے ہیں :

روی اشھب عن مالك لایتسمی احد یٰسٓ لانه اسم الله تعالٰی وھو کلام بدیع وذٰلك ان العبد یجوز له ان یسمی باسم الرب اذا کان فیه معنی منه کعالم وقادر وانما منع مالك من التسمیة بھٰذا الاسم لانه الاسماء التی لاید ری ما معناھا فربما کان ذٰلك معنی یتفرد به الرب تعالٰی فلا ینبغی ان یقدم علیه من لایعرف لما فیه من الخطر فاقتضی النظر المنع منه[1]۔

اشہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ کوئی شخص بھی یٰسٓ نام نہ رکھے کہ یہ اللہ تعالٰی کا نام ہے اور یہ نادر کلام ہے ، یہ اس لئے کہ بندے کے لئے جائز ہے کہ رب کے نام پر اپنا نام رکھے جبکہ اس میں وہ معنی پایا جائے جیسے عالم ، قادر وغیرہ ، اور امام مالک نے یہ نام رکھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ یہ اُن اسماء سے ہے جن کے معنی معلوم نہیں ، ہوسکتا ہے اس کا وہ معنٰی ہو جو رب تعالٰی کے لئے خاص اور منفرد ہو ، لہذا مناسب نہیں کہ یہ نام رکھا جائے جبکہ اس کے ممنوع معنٰی معلوم ہی نہ ہوں پس نظر اور احتیاط کا تقاضا یہی کہ نام رکھنے سے منع کیا جائے ۔ (ت)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی مصری نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں : وھو کلام نفیس[2] (یہ ایک نفیس اور شاندار کلام ہے ۔ ت)

---

[1] و [2] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض ، بحوالہ ابوبکر ابن العربی ، فصل فی اسمائہ دار الفکر بیروت ۲/ ۳۹۰

فقیر نے اس کے ہامش (حاشیہ) پر لکھا:

قد کان ظھر لی المنع عنہ لعین ھذا المعنی لکن نظرا الی انہ اسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ولا ندری معناہ فلعل لہ معنی لا یصح فی غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ ولعل ھذا اولی مما تقدم لان کونہ اسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اظھر واشھر فلا یکون لہ معنی یتفرد بہ الرب عزوجل، واللہ تعالٰی اعلم۔

بے شک مجھ پر اس معنی کی بعینہٖ ممانعت ظاہر ہو گئی ہے لیکن اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ نام نہ رکھے جانے کے حق میں ہوں کہ یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام مبارک ہے اور ہم اس کے معنی سے واقف نہیں، ہوسکتا ہے اس کا کوئی ایسا معنی ہو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص ہو اور آپ کے سوا کسی دوسرے کے لئے اس کا استعمال درست نہ ہو شاید یہ وجہ پہلی وجہ سے زیادہ مناسب ہے اس لئے اس لفظ کا حضور علیہ السلام کے لئے بطور مقدس نام کے ہونا زیادہ ظاہر اور مشہور ہے۔ لہٰذا اس کے لئے کوئی ایسا معنی نہیں کہ جس سے اللہ تعالٰی جلیل القدر منفرد ہو لیکن (اس راز کو) اللہ تعالٰی ہی سب سے بہتر طور پر جانتا ہے۔ (ت)

بعینہٖ یہی حال اسم طٰہٰ کا ہے والبیان البیان والدلیل الدلیل (بیان وہی سابقہ ہے اور دلیل بھی وہی مرقوم ہے۔ ت) لفظ پاک محمد ان میں شامل کر دینا ممانعت کی تلافی نہ کرے گا کہ یٰسٓ و طٰہٰ اب بھی نامعلوم المعنی ہی رہے اگر وہ معنی مخصوص بذات اقدس ہوئے تو محمد ملانا ایسا ہوگا کہ کسی کا نام رسول اللہ نہ رکھا محمد رسول اللہ رکھا، یہ کب حلال ہوسکتا ہے وھذا کلہ ظاھر جدا (اور یہ تمام خوب ظاہر ہے۔ ت)

یوں ہی غفور الدین بھی سخت قبیح وشنیع ہے، غفور کے معنی مٹانے والا، چھپانے والا۔ اللہ عزوجل غفور ذنوب ہے یعنی اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے ذنوب مٹاتا عیوب چھپاتا ہے، تو غفور الدین کے معنی ہوئے دین کا مٹانے والا، یہ ایسا ہوا جیسے شیطان کا نام رکھنا جسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تبدیل فرما دیا یا دین پوش تقیہ کوش یہ ایسا ہوا جیسے رافضی نام رکھنا۔

بہرحال شدید شناعت پر مشتمل ہے اس سے تو عاصیہ نام بہت ہلکا تھا جسے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے تغییر فرما دیا کہ معاصی کا عرفاً اطلاق اعمال تک ہے اور دین پوشی کی بلا ملت وعقائد پر، والعیاذ باللہ رب العالمین (اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا مالک اور پروردگار ہے۔ ت)

---

[1] حاشیہ امام احمد رضا خاں علی نسیم الریاض

حدیث میں ہے :

الفال موکل بالمنطق[1] (فال بولنے کے حوالے کی گئی۔ت)

بعض بُرے ناموں کی تبدیل کا یہی منشا تھا کما ارشد الیہ غیر ما حدیث (جیسا کہ بہت سی احادیث نے اس کی رہنمائی فرمائی۔ت) مولانا علی قاری مرقاۃ میں نقل فرماتے ہیں :

ان الاسماء تنزل من السماء[2] نام آسمان سے اُترتے ہیں، یعنی غالباً اسم و مسمی میں کوئی مناسبت غیب سے ملحوظ ہوتی ہے، اہلِ تجربہ نے کہا ہے : ع

مزن فالِ بد کاورد حالِ بد

(بُری فال مت نکالو اس لئے کہ وہ بُرا حال لائے گی۔ت)

اللّٰھم احفظنا وارحمنا (یا اللہ! ہماری حفاظت فرما اور ہم پر رحم کر۔ت)

فقیر نے بچشم خود ایسے قبیح ناموں کا سخت بُرا اثر پڑتے دیکھا ہے بھلے چنگے سُنّی صورت کو آخر عمر میں دین پوش ناحق کوش ہوتے پایا ہے۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ اللّٰھم یا قوی یا قدیر یا رحمٰن یا رحیم یا عزیز یا غفور صل وسلم وبارك علی سیدنا و مولانا محمد واٰلہ وصحبہ و ثبتنا علی دینك الحق الذی ارتضیتہ لانبیائك ورسلك وملائکتك حتی نلقاك بہ وعافنا من البلاء والبلوی والفتن ماظھر منھا و ما بطن، وصل وسلم و بارك علی سیدنا محمد و اٰلہ اجمعین

ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں اے طاقت و زور والے، اے بیحد رحم فرمانے والے، اے ہمیشہ رحم کرنے والے، اے زبردست ذات (سب پر غالب)، اے (گناہوں کی) پردہ پوشی کرنے والے) اور انھیں معاف فرمانے والے (مالک)، ہمارے آقا و مولٰی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام اور برکات نازل فرما اور ان کی آل اولاد اور ساتھیوں پر بھی، اور ہمیں اپنے دینِ حق پر استوار رکھ جو دین تُو نے اپنے انبیائے کرام اور رسولانِ عظام اور ملائکہ کرام کے لئے پسند فرمایا تاآنکہ ہم اسی دین پر

---

[1] الاسرار المرفوعۃ حدیث ۶۳۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۶۵

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسامی تحت حدیث ۴۷۷۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۳۵

وارحم عجزنا وفاقتنا بھم یا ارحم الراحمین آمین والصلوۃ والسلام علی الشفیع الکریم و آلہ وصحبہ والحمدللہ رب العٰلمین۔

قائم رہتے ہوئے تیرے ساتھ جاملیں اور ہمیں ظاہر باطن (کھلے چھپے) فتنوں مصیبتوں اور ابتلاؤں سے عافیت عطا فرما اور ہمارے آقا حضرت محمد کریم پر رحمت و برکت اور سلام نازل فرما، ان کی طفیل ہمارے عجز اور فاقہ میں ہماری حمایت اور مدد فرما اے سب سے بڑے رحم کرنے والے، آمین، درود وسلام ہو شفیع کریم کی ذات اقدس پر اور ان کی تمام آل اولاد اور ساتھیوں پر۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے آمین۔(ت)

اور ایک سخت آفت یہ ہوتی ہے کہ ایسے قبیح نام والے اپنے نام کے ساتھ حسبِ رواج نام پاک محمد ملا کر لکھتے، کہتے اور اسی کی اوروں سے طمع رکھتے ہیں اگر کوئی خالی ان کا نام بے نام اقدس لکھے تو گویا اپنی حقارت جانتے اور آدھا نام لینا سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسے بُرے معنے کے ساتھ اس نام پاک کا ملانا خود اس نام کریم کے ساتھ گستاخی ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ یاد رہے کہ ان امور کی طرف اسی کو التفات وتنبہ عطا فرماتے ہیں جسے ایمان وادب سے حصہ وافیہ بخشتے ہیں، وللہ الحمد، اسی بنا پر فقیر کبھی جائز نہیں رکھتا کہ کلب علی، کلب حسین، کلب حسن، غلام علی، غلام حسین، غلام حسن، نثار حسین، فدا حسین، قربان حسین، غلام جیلانی و امثال ذٰلک کے اسمائے کے ساتھ نام پاک ملا کر کہا جائے، اللّٰھم ارزقنا حسن الادب و نجّنا من موجبات الغضب، اٰمین (اے اللہ! ہمیں حسنِ ادب سے نواز اور اسبابِ غضب سے بچا۔ آمین۔ ت)

نظام الدین، محی الدین، تاج الدین اور اسی طرح وہ تمام نام جن میں مسمّٰی کا معظم فی الدین بلکہ معظم علی الدین ہونا نکلے جیسے شمس الدین، بدرالدین، نورالدین، فخرالدین، شمس الاسلام، بدرالاسلام وغیر ذٰلک، سب کو علماءِ اسلام نے سخت ناپسند رکھا اور مکروہ وممنوع رکھا، اکابرِ دین قدست اسرارھم کہ امثالِ اسامی سے مشہور ہیں یہ ان کے نام نہیں القاب ہیں کہ ان مقاماتِ رفیعہ تک وصول کے بعد مسلمین نے توصیفاً انھیں ان لقبوں سے یاد کیا، جیسے شمس الائمہ حلوائی، فخر الاسلام بزدوی، تاج الشریعۃ، صدر الشریعۃ۔ یونہی محی الحق والدین حضور پر نور سیدنا غوث اعظم، معین الحق والدین حضرت خواجہ غریب نواز، وارث النبی سلطان الہند حسن سنجری، شہاب الحق والدین عمر سہروردی، بہاؤالحق والدین نقشبند، قطب الحق والدین بختیار کاکی، شیخ الاسلام فرید الحق والدین مسعود، نظام الحق والدین سلطان الاولیاء محبوب الٰہی، محمد نصیر الحق والدین چراغ دہلوی محمود وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ونفعنا ببرکاتھم فی الدنیا والدین۔

حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا لقب پاک خود روحانیتِ اسلام نے رکھا جس کی

روایت معروف و مشہور اور بہجۃ الاسرار شریف وغیرہ کتب ائمہ وعلماء میں مذکور، حق سبحانہ وتعالٰی فرماتا ہے فلا تزکوا انفسکم[1] (پس آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔ ت)۔ فصول عمادی میں ہے:

لا یسمیہ بما فیہ تزکیۃ[2]۔ کوئی اس نام کے ساتھ نام نہ رکھے جس میں تزکیہ کا اظہار ہو (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یؤخذ من قولہ ولا بما فیہ تزکیۃ المنع عن نحو محی الدین وشمس الدین مع مافیہ من الکذب والف بعض المالکیۃ فی المنع منہ مؤلفا وصرح بہ القرطبی فی شرح الاسماء الحسنٰی وانشد بعضہم فقال ؎

مصنف کے قول لا بما فیہ تزکیۃ سے معلوم ہوتا ہے ممانعت مثل محی الدین وشمس الدین نام رکھنے میں ہے، علاوہ اس کے اس میں جھوٹ بھی ہے، اور بعض مالکی علماء نے ایسے ناموں کے ممنوع ہونے میں ایک کتاب لکھی ہے اور قرطبی نے اس کی تصریح شرح اسماء حسنٰی میں کی ہے، اور بعض نے اس بارہ میں کچھ اشعار لکھے ہیں، پس کہا ہے:

اری الدین یستحیی من اللہ ان یری
وھذا لہ فخر وذاک نصیر
فقد کثرت فی الدین القاب عصبۃ
ھم مافی مراعی المنکرات حمیر
وانی اجل الدین عن عزہ بہم
واعلم ان الذنب فیہ کبیر

میں دیکھتا ہوں دین کو حیا کرتا ہے اللہ تعالٰی سے جو دکھایا جائے حالانکہ یہ اس کیلئے فخر ہے اور یہ اس کے لئے نصیر یعنی مددگار ہے، تحقیق بہت ہوئے دین میں القاب اس کے مددگاروں کے، یہ وہ لوگ ہیں جو برائیوں کی رعایت میں گدھے ہیں۔ اور تحقیق دین کی عزت ان جیسے لوگوں نے ساتھ اس کی عزت میں کی ہے اور جان لے کہ اس میں ان کا بڑا گناہ ہے۔

ونقل عن الامام النووی انہ کان یکرہ من یلقبہ بمحی الدین ویقول لا اجعل من دعانی بہ فی حل ومال الٰی ذٰلک العارف باللہ تعالٰی الشیخ سنان فی کتابہ

اور امام نووی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ محی الدین کے ساتھ اپنے ملقب ہونے کو ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص مجھے اس لقب سے پکارے گا میں اسے معاف نہیں کروں گا، اور اس کی طرف مائل ہوئے شیخ سنان عارف باللہ اپنی کتاب

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

[2] ردالمحتار بحوالہ الفصول العمادی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۸

تبیین المحارم واقام الطامۃ الکبرٰی علی المتسمین بمثل ذٰلک وانہ من التزکیۃ المنھی عنھا فی القراٰن ومن الکذب قال ونظیرہ مایقال للمدرسین بالترکی اٰفندی وسلطانم ونحوہ ثم قال فان قیل ھذہ مجازات صارت کالاعلام فخرجت عن التزکیۃ فالجواب ان ھذا یردہ مایشاھد من انہ اذا نودی باسمہ العلم وجد علی من نادٰہ بہ فعلم ان التزکیۃ باقیۃ اھ[1]

تبیین المحارم میں اور اس طرح کے نام رکھنے والوں کے خلاف حجت قاہرہ قائم کی اور فرمایا کہ تحقیق یہ وہ تزکیہ ہے جس سے قرآن مجید میں منع کیا گیا ہے اور جھوٹ سے ہے، اور کہا مثل اس کے وہ جو کہا جاتا ہے واسطے مدرسین کے ترکی میں آفندی وسلطانم، اور اس کی مثل پھر کہا ہے پس اگر کہا جائے یہ مجازات ہیں جو ناموں کی طرح ہو گئے ہیں پس تزکیہ سے نکل گئے تو جواب یہ ہے کہ ہمارا مشاہدہ اس بات کو رد کرتا ہے کیونکہ اگر ان اشخاص کو ان کے اسماءِ اعلام سے پکارا جائے تو پکارنے والے پر لوگ غصہ کریں گے، پس معلوم ہوا کہ تزکیہ کے لئے باقی ہے الخ (ت)

سترہ نام کہ سائل نے پوچھے ان میں سے یہ دس ناجائز وممنوع ہیں باقی سات میں حرج نہیں :

علی جان، محمد جان کا جواز تو ظاہر کہ اصل نام علی ومحمد ہے اور جان بنظر محبت زیادہ، اور حدیث سے ثابت کہ محبوبانِ خدا انبیاء واولیاء علیہم الصلوۃ والثناء کے اسمائے طیبہ پر نام رکھنا مستحب ہے جبکہ ان کے مخصوصات سے نہ ہو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

تسمّوا باسماء الانبیاء۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد[2] وابوداؤد والنسائی عن

انبیاء کے ناموں پر نام رکھو (امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام ابوداؤد اور نسائی نے

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۹ - ۲۶۸

[2] ادب المفرد باب احب الاسماء الی اللہ عزوجل حدیث ۸۱۴ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ص ۲۱۱

ابوداؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسماء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۰

سنن النسائی کتاب الخیل باب مایستحب من شیۃ الخیل نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۲۲

ابی وھب الجشمی ولہ تتمۃ والبخاری فی التاریخ[1] بلفظ سموا عن عبد اللہ بن جراد رضی اللہ تعالٰی عنہ ولہ تتمۃ اخری۔

ابو وہب جشمی کے حوالے سے اسے روایت کیا اور اس کے لئے تتمہ ہے، نیز امام بخاری نے تاریخ میں سَمُّوا کے لفظ سے حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند کے ساتھ اسے روایت کیا اور اس کے لئے دوسرا تتمہ ہے۔ (ت)

اور محمد و احمد ناموں کے فضائل میں تو احادیث کثیرہ عظیمہ جلیلہ وارد ہیں:

حدیث (۱) صحیحین ومسند احمد وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت انس (۲) صحیحین و ابن ماجہ میں حضرت جابر (۳) معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سمّوا باسمی ولا تکنوا بکنیتی۔[2]

میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

حدیث (۴) ابن عساکر وحافظ حسین بن احمد عبداللہ بن بکیر حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من ولد لہ مولود فسماہ محمد احبا لی وتبرکا باسمی کان ھو ومولودہ فی الجنۃ[3]

جس کے لڑکا پیدا ہو اور وہ میری محبت اور میرے نام پاک سے تبرک کے لئے اس کا نام محمد رکھے وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔

---

[1] التاریخ الکبیر للبخاری باب العین عبداللہ بن جراد حدیث ۶۳ دارالباز مکۃ المکرمۃ ۵/ ۳۵

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب من سمّٰی باسماء الانبیاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۵

صحیح مسلم " باب النہی عن التکنی بابی القاسم " " " ۲/ ۲۰۶

جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی کراھیۃ الجمع الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۷

سنن ابن ماجہ " باب الجمع بین اسم النبی وکنیتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۳

مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۷۰

المعجم الکبیر حدیث ۱۲۵۱۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۷۳

کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عباس حدیث ۴۵۲۱۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۲۱

[3] کنز العمال بحوالہ الرافعی عن ابی امامہ " ۴۵۲۲۳ " " " ۱۶/ ۴۲۲

امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں،

هذا امثل حدیث ورد فی هذا الباب و اسنادہ حسن[1]

جس قدر حدیثیں اس باب میں آئیں یہ سب میں بہتر ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

ونازعہ تلمیذہ الشامی بما ردہ العلامۃ الزرقانی فراجعہ۔

ان کے شامی شاگرد نے اس میں نزاع کیا کہ جس کو علامہ زرقانی نے رَد کیا تھا لہذا اس کی طرف رجوع کریں۔(ت)

حدیث (۵) حافظ ابو طاہر سلفی و حافظ ابن بکیر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

روزِ قیامت دو شخص حضرت عزت کے حضور کھڑے کئے جائیں گے حکم ہوگا انھیں جنت میں لے جاؤ، عرض کریں گے: الٰہی! ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا:

ادخلا الجنۃ فانی اٰلیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمہ احمد ولا محمد[2]

جنت میں جاؤ میں نے حلف فرمایا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو دوزخ میں نہ جائے گا۔

یعنی جبکہ مومن ہو اور مومن عرف قرآن وحدیث وصحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سُنّی صحیح العقیدہ ہو، کما نص علیہ الائمۃ فی التوضیح وغیرہ (جیسا کہ توضیح وغیرہ میں ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت) ورنہ بدمذہبوں کے لئے تو حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کُتّے ہیں ان کا کوئی عمل قبول نہیں، بدمذہب اگر حجر اسود و مقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر وطالب ثواب رہے جب بھی اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے اور اسے جہنم میں ڈالے۔ یہ حدیثیں دارقطنی و ابن ماجہ وبیہقی و ابن الجوزی وغیرہم نے حضرت ابو امامہ وحذیفہ و انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیں، اور فقیر نے اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ لکھیں، تو محمد بن عبدالوہاب

---

[1] ردالمحتار بحوالہ السیوطی کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۸

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۸۸۲۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۴۸۵

[3] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۱۱۲۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۲۳

العلل المتناہیۃ باب ذم الخوارج حدیث ۲۶۱ و ۲۶۲ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۶۳

نجدی وغیرہ گمراہوں کے لئے ان حدیثوں میں اصلاً بشارت نہیں، نہ کہ سید احمد خان کی طرح کفار رجس کا مسلک کفر قطعی کہ کافر پر تو جنت کی ہوا تک یقیناً حرام ہے۔

حدیث (۶) ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالٰی عزوجل وعزتی وجلالی لااعذب احدا تسمی باسمك بالنار یا محمد۔[1]

رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا اپنی عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔

حدیث (۷) حافظ ابن بکیر امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں **حدیث** (۸) دیلمی مسند الفردوس میں موقوفاً راوی کہ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں **حدیث** (۹) ابن عدی کامل اور ابوسعد نقاش بسند صحیح اپنے معجم شیوخ میں راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

ما اطعم طعام علی مائدۃ ولاجلس علیھا وفیھا اسمی الاوقدسوا کل یوم مرتین۔[2]

جس دسترخوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور ان میں کوئی محمد یا احمد نام کا ہو وہ لوگ ہر روز دو بار مقدس کئے جائیں۔

حاصل یہ کہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو دن میں دو بار اس مکان میں رحمتِ الٰہی کا نزول ہو۔ لہذا حدیثِ امیر المومنین کے لفظ یہ ہیں:

مامن مائدۃ وضعت فحضر علیھا من اسمہ احمد ومحمد الاقدس اللہ ذلك المنزل کل یوم مرتین۔[3]

کوئی دسترخوان بچھایا نہیں گیا کہ اس پر ایسا شخص تشریف لائے جس کا نام احمد اور محمد ہو (صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) تو اللہ تعالٰی ہر روز دو بار اس گھر کو تقدس بخشتا ہے یعنی مقدس کرتا ہے (اور ہر روز دو بار وہاں اس کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ مترجم)۔ (ت)

---

[1] تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر الفتنی باب فضل اسمہ واسم الانبیاء کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۸۹
[2] الکامل لابن عدی ترجمہ احمد بن کنانہ شامی دار الفکر بیروت ۱/ ۱۷۲
[3] الفردوس بماثور الخطاب عن علی ابن ابی طالب حدیث ۶۱۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۳، ۴۴

۹۹ **حدیث(۱۰)** ابن سعد طبقات میں عثمان عمری مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما ضر احد کم لو کان فی بیتہ محمد و محمدان وثلثۃ۔[1] تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔

ولہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بیٹوں بھتیجوں کا عقیقے میں صرف محمد نام رکھا پھر نام اقدس کے حفظ آداب اور باہم تمیز کے لئے عرف جُدا مقرر کئے بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کے پانچ محمد اب موجود ہیں سلمھم اللہ تعالیٰ وعافاھم والی مدارج الکمال رقاھم (اللہ تعالےٰ ان سب کو سلامت رکھے اور عافیت بخشے اور انھیں مدارج کمال تک پہنچائے۔ ت) اور پانچ سے زائد اپنی راہ گئے جعلھم اللہ لنا اجرا وذخرا وفرطا برحمتہ وبعزۃ اسم محمد عندہ اٰمین (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے صدقے اور اسم محمد کی اس عزت وتوقیر کے صدقے جو اس کی بارگاہ میں ہے ہمارے لئے اپنی رحمت اور ان کی ذات کو ذریعہ اجر، ذخیرہ اور پیشرو بنادے، آمین۔ ت)

حدیث(۱۱) ظرالفی وابن الجوزی امیر المومنین مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اجتمع قوم قط فی مشورۃ وفیھم رجل اسمہ محمد لم ید خلوہ فی مشورتھم الا لم یبارك لھم فیہ۔[2] جب کوئی قوم کسی مشورے کے لئے جمع ہو اور ان میں کوئی شخص محمد نام کا ہو اور اسے اپنے مشورے میں شریک نہ کریں ان کے لئے اس مشورے میں برکت نہ رکھی جائے۔

حدیث(۱۲) طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من ولد لہ ثلثۃ فلم یسم احدھم محمدا فقد جھل۔[3] جس کے تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ ان میں کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عثمان العمری مرسلاً حدیث ۴۵۲۰۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۴۱۹

[2] العلل المتناہیۃ باب فضل اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم ″ ۲۷۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۶۸

[3] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۰۷۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۷۱

حدیث (۱۳) حاکم و خطیب تاریخ اور دیلمی مسند میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سمیتم الولد محمدا فاکرموہ واوسعوا لہ فی المجلس ولا تقبحوا لہ وجہا۔[۱]

جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لئے جگہ کشادہ، اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔

حدیث (۱۴) بزار مسند میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سمیتم محمدا فلا تضربوہ ولا تحرموہ۔[۲]

جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو نہ محروم رکھو۔

حدیث (۱۵) فتاوی امام شمس الدین سخاوی میں ہے ابو شعیب حرانی نے امام عطا (تابعی جلیل الشان استاذ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت کی:

من اراد ان یکون حمل زوجتہ ذکرا فلیضع یدہ علی بطنہا ولیقل ان کان ذکرا فقد سمیتہ محمدا فانہ یکون ذکرا۔[۳]

جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہئے اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے: اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ ان شاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہوگا۔

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ماکان فی اہل بیت اسم محمد الا کثرت برکتہ۔[۴] ذکرہ المناوی فی شرح التیسیر تحت الحدیث العاشر والزرقانی فی شرح

جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے (دسویں حدیث کے ذیل میں علامہ مناوی نے اس کو شرح تیسیر میں ذکر فرمایا اور اسی طرح علامہ زرقانی نے

---

[۱] تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن ابی اسمٰعیل العلوی ۱۰۸۲ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۹۱

[۲] کشف الاستار عن زوائد البزار باب کرامۃ اسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۱۹۸۸ بیروت ۲/ ۴۱۳

[۳] فتاوی امام شمس الدین السخاوی

[۴] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ما ضر احدکم الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۵۲

المواھب۔ (شرح مواہب اللدنیہ میں ذکر کیا ہے۔ ت)

بہتر یہ ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے اس کے ساتھ جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا انھیں اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔

غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی اور ان کے امثال تمام نام جن میں اسمائے محبان خدا کی طرف اضافت لفظ غلام ہوں سب کا جواز بھی قطعاً بدیہی ہے۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اپنے فتاوٰی میں ان ناموں پر ایک فتوٰی قدرے مفصل لکھا اور قرآن وحدیث اور خود پیشوایانِ وہابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ویطوف علیھم غلمان لھم کانھم لؤلؤ مکنون[1]

ان کے غلام گشت کرتے ہونگے گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایقولن احدکم عبدی کلکم عبید اللہ ولکن لیقل غلامی[2] ھذا مختصر۔ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہرگز تم میں اب کوئی اپنے مملوک کو یُوں نہ کہے کہ میرا بندہ تم سب خدا کے بندہ ہو ہاں یوں کہے کہ میرا غلام۔ (اسے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

وہابیہ کے شرک ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خود قرآن وحدیث میں بھرے ہوتے ہیں خدا ورسول تک ان شرک دوستوں کے حکم شرک سے محفوظ نہیں والعیاذ باللہ رب العالمین (خدا کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

مزہ یہ ہے کہ لفظ غلام کی اسمائے الٰہیہ جل وعلا کی طرف اضافت خود ممنوع ہے اللہ کا غلام نہ کہا جائے گا، غلام کے معنی حقیقی پسر ہیں، ولہذا عبید کو شفقۃً عربی میں غلام اردو میں چھوکرا کہتے ہیں، سیدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیرِ حدیث فرماتے ہیں:

ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتائی

مگر وُہ یُوں کہے میرا غلام، میری باندی، میرا جوان،

---

[1] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۴

[2] صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب باب حکم اطلاق لفظۃ العبد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۸

وفتاتی مراعاة لجانب الادب فی حق اللہ تعالٰی لانہ یقال عبد اللہ و امۃ اللہ و لایقال غلام اللہ وجاریۃ اللہ ولا فتی اللہ ولا فتاۃ اللہ اھ[1] باختصار۔

میری لونڈی۔ اللہ تعالٰی کے معاملہ میں تقاضائے ادب کو ملحوظ رکھا جائے کیونکہ اس کی نسبت سے یوں کہا جاتا ہے اللہ تعالٰی کا بندہ، اللہ کی بندی۔ اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ تعالٰی کا غلام یا اللہ تعالٰی کی لونڈی اور فتٰی اور فتاۃ (جوان مرد، جوان عورت) کو بھی اللہ تعالٰی کے نام کے ساتھ منسوب نہیں کیا جاتا اھ باختصار (ت)

سبحان اللہ! یہ عجیب شرک ہے جو خود حضرت عزت کے لئے روا نہیں بلکہ اس کے غیر ہی کے لئے خاص ہے مگر ہے یہ کہ وہابیہ کے دین فاسد میں محبوبان خدا کا نام ذرا اعزاز وتکریم کی نگاہ سے آیا اور شرک نے منہ پھیلایا، پھر چاہے وہ بات خدا کے لئے خاص ہونا درکنار خدا کے لئے جائز بلکہ متصور ہی نہ ہو، آخر نہ دیکھا کہ ان کے پیشوا نے تقویۃ الایمان میں قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا مورچھل جھلنا شرک بتادیا اور اسے صاف صاف ان باتوں میں جو خدا نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کی ہیں گنادیا یعنی اس کے معبود نے کہہ دیا ہے کہ میری ہی قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا میری ہی تربت کو مورچھل جھلنا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (اللہ تعالٰی بزرگ وبرتر شان والے کی توفیق کے بغیر گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں۔ ت) آخر نہ سنا کہ ان کے طائفہ غیر مقلدان کے اب نئے پیشوا صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی آنجہانی اپنے رسالہ کلمۃ الحق میں لکھ گئے ؎

چو غلام آفتابم از آفتاب گویم[2]

(جب میں سورج کا غلام ہوں تو پھر سب کچھ سورج ہی کے حوالے سے کہوں گا۔ت)

خدا کی شان غلام محمد، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث تو معاذ اللہ شرک وحرام اور غلام آفتاب ہونا یوں جائز و بے ملام، حالانکہ ترجمہ کیجئے تو جیسا فارسی میں غلام آفتاب ویسا ہی عربی میں مشرکین عرب کا نام عبدشمس، ہندی میں کفار کا نام سورج داس، زبانیں مختلف ہیں اور حاصل ایک، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت سوائے اللہ تعالٰی بزرگ و برتر بڑی شان والے کی توفیق کے کسی میں نہیں۔ ت) ہدایت علی کا جواز بھی ویسا ہی ظاہر و باہر

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثالث والعشرون الخطاء ضد الصواب المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۲/ ۲۷۹

[2] رسالہ کلمۃ الحق لصدیق حسن خاں

جس میں اصلاً عدمِ جواز کی بُو نہیں ، وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی کہ محبوبانِ خدا کے نام سے جلتے ہیں آج تک ان کے کبراء نے بھی اس میں کلام نہ کیا البتہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے مجموعہ فتاوٰی جلد اول طبع اول صفحہ ۲۶۴ میں اس نام پر اعتراض دیکھا گیا اوّل کلام میں تو صرف خلافِ اولٰی ٹھہرایا تھا آخر میں ناجائز و گناہ قرار دے دیا حالانکہ یہ محض غلط ہے ۔اس کا خلاصہ عبارت یہ ہے :

استفتاء

کسے نام خود ہدایت علی می داشت بایہام اسمائے شرکیہ تبدیل نمودہ ہدایت العلی نہاد شخصے برآں معترض شد کہ لفظِ ہدایت مشترک ست بین معنیین ارائۃ الطریق والیصال الی المطلوب و ہکذا لفظ علی بغیر الف ولام مشترک است بین اسمائے الٰہیہ وحضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔ مجیب گفت دریں صورت تائیدِ اثباتِ مدعائے من ست چہ ہرگاہ لفظ ہدایت وعلی مشترک شد بین معنیین پس چہار احتمال مے شوند یکے ازاں از ہدایت معنی اول واز علی اللہ عزوجل شانہ، دوم از ہدایت معنی ثانی از علی جل جلالہ، سوم از ہدایت معنی اول واز علی حضرت علی کرم اللہ وجہہ، چہارم از ہدایت معنی ثانی واز علی حضرت علی پس سہ احتمال اول خالی از ممانعت شرعیہ ہستند البتہ رابع خالی از ممنوعیت نیست چہ در جملہ اسمائے شرکیہ مفہوم مے شود پس ہر اسم کہ دائر شود بین اسمائے شرکیہ وعدمہ احتراز ازاں لابدی ست بلکہ واجب واگر کسے بر اسم متنازع فیہ قیاس نمودہ بر عبد اللہ شرک ثابت کند یا یا علی گفتن ممانعت نماید آیا قیاسِ او صحیح

ایک شخص کا نام ہدایت علی تھا اس نے اسے شرکیہ نام خیال کرتے ہوئے اسے ہدایت العلی سے بدل دیا پھر اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ لفظ ہدایت ' اراءۃ الطریق (راستہ دکھانا) اور ایصال الی المطلوب (مطلوب ومقصود تک پہنچا دینا ہے) ان دو معنوں میں مشترک ہے اسی طرح لفظ علی بغیر الف لام اسمائے الٰہیہ سے بھی ہے اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام بھی ہے یعنی خالق ومخلوق دونوں میں مشترک ہے۔جواب دینے والے نے کہا کہ اس صورت میں میری سوچ کی تائید پائی جاتی ہے وہ اس طرح کہ جب لفظ ہدایت اور علی دو معنوں میں مشترک ہوا تو چار احتمال پیدا ہوگئے (۱) ہدایت سے پہلا معنی اور علی سے اللہ تعالٰی کی ذات مراد ہو۔ (۲) ہدایت سے دوسرا معنی اور علی سے اللہ تعالٰی مراد ہو (۳) ہدایت سے پہلا معنی اور علی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہوں (۴) ہدایت سے دوسرا معنی اور علی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہوں ۔پس تین اول الذکر احتمال شرعی

ست یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

ممانعت نہیں رکھتے، البتہ چوتھے احتمال میں ممانعت کا پہلو موجود ہے، پس تمام اسماءِ شرکیہ سے یہی مفہوم ظاہر ہوتا ہے لہذا جو نام اسماءِ شرکیہ و غیر شرکیہ مشترکہ و غیر مشترکہ میں دائر ہوتا ہو اس سے پرہیز لازمی اور واجب ہے، اگر کوئی شخص اسم مختلف فیہ پر قیاس کرتے ہوئے یا علی کہنے کی ممانعت کرے تو اس کا قیاس درست متصور ہوگا یا نہ؟ بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔

الجواب

ھو المصوب لفظ علی کہ از اسمائے الٰہیہ ست الف لام برآں زائد میشود برائے تعظیم چنانکہ در الفضل و النعمان وغیرہ و بر لفظ علی کہ از اسمائے مرتضیٰ ست لام داخل نمی شود بناءً علیہ ہدایت العلی اولیٰ ست از ہدایت علی، چہ در اولے اشتباہ اضافت ہدایت بسوئے علی مرتضیٰ نیست، و در صورت ثانیہ بسبب اشتراک لفظ ہدایت بحسب استعمال و اشتراک لفظ علی اشتباہ امر ممنوع موجود و در اسامی از ہمچو اسم کہ ایہام مضموم غیر مشروع نسازد احتراز لازم بہ ہمیں سبب علماء از تسمیہ بعبد النبی وغیرہ منع ساختہ اند واما در عبد اللہ وغیرہ پس ایہام امر غیر مشروع نیست و ہمچنیں در یا علی ہرگاہ مقصود ندائے پروردگار باشد نزاعی نیست۔

حررہ ابو الحسنات عبد الحیٔ[1]

وہی ٹھیک بتانے والا ہے، لفظ علی جو کہ اللہ تعالٰے کے ناموں میں سے ہے اس کے ساتھ برائے تعظیم الف لام زائد ہوگا جیسے الفضل، النعمان وغیرہ اور لفظ علی جو بطور نام سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کے ساتھ الف لام زائد نہیں ہوتا لہذا اس بناء پر نام ہدایت العلی بنسبت ہدایت علی کے زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ اول الذکر میں ہدایت کی نسبت کا حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ اشتباہ نہیں پایا جاتا اور دوسری صورت میں بوجہ استعمال لفظ ہدایت کے اشتراک کے سبب ایہام (مغالطہ) پیدا ہوتا ہے اور لفظ علی میں اشتراک کی وجہ سے امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے، پس اس سے پرہیز ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام عبد النبی نام رکھنے سے منع کرتے ہیں لیکن عبد اللہ وغیرہ میں ایہام غیر مشروع نہیں، اسی طرح یا علی میں اگر اللہ تعالٰے کو ندا کرنا مقصود ہو تو کوئی نزاع نہیں کوئی اختلاف نہیں۔ ابو الحسنات عبد الحیٔ نے اسے تحریر کیا۔ (ت)

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب الحظر والاباحۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۴۱ و ۴۲

اقول (میں کہتا ہوں ۔ ت) مگر یہ جواب سخت عجب عجاب ہے یتساوی ھزلا بل یساوی ھزلا (یہ جواب مذکور خوش طبعی کے برابر ہے بلکہ ہنسی مذاق کے مساوی ہے ۔ ت)

اولاً اس تمام کلام مختل النظام کا مبنی ہی سرے سے پادر ہوا ہے ممنوع ایہام ہے نہ کہ مجرد احتمالی ولوضعیفا بعیدا (اگرچہ ضعیف اور بعید ہو ۔ ت) ایہام و احتمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ایہام میں تبادر درکار ہے ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے نہ یہ کہ شکوک محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکل سکے ۔ تلخیص میں ہے :

الایھام ان یطلق لفظ لہ معنیان قریب وبعید ویراد بہ البعید[1]

ایہام یہ ہے کہ ایسا لفظ بولا جائے جو دو معانی رکھتا ہو ایک معنی قریب اور دوسرا معنی بعید ہو اور اس لفظ کو بول کر معنی بعید مراد لیا جائے (ت)

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں :

الایھام ویقال لہ التخییل ایضا وھو ان یذکر لفظ لہ معنیان قریب وغریب فاذا سمعہ الانسان سبق الی فھمہ القریب و مراد المتکلم الغریب واکثر المتشابہات من ھذا الجنس ومنہ قولہ تعالٰی والسمٰوٰت مطویات بیمینہ[2]

ایہام تخییل بھی کہلاتا ہے مراد یہ ہے کہ ایسا لفظ ذکر کیا جائے کہ اس کے دو معنے ہوں ایک قریب اور دوسرا غریب، جب کوئی بندہ اسے سُنے تو اس کا فہم معنی قریب کی طرف لپکے (یعنی وہی متبادر الی الفہم ہو) لیکن متکلم کی مراد معنی غریب ہو ۔ زیادہ تر متشابہات اسی قسم سے ہوتے ہیں، اور اللہ تعالٰی کا ارشاد کہ "اس دن سب آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں طومار کی طرح لپٹے ہوں گے" اسی قسم سے ہے ۔ (ت)

مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع وطعن سے خالی رہے گا زید آیا گیا اٹھا بیٹھا، عمرو نے کھایا پیا کہا سُنا ۔ مجیب صاحب نے سوال دیکھا جواب لکھا وغیرہ وغیرہ سب افعال اختیاریہ کی اسناد دو معنی کو محتمل ۔ ایک یہ کہ زید و عمرو و مجیب نے اپنی قدرت ذاتیہ مستقلہ تامہ سے یہ افعال کئے، دوسرے قدرت عطائیہ ناقصہ قاصرہ سے اول قطعاً شرک ہے لہذا ان اطلاقات

---

[1] تلخیص المفتاح الفن الثالث مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۱۰۵ و ۱۰۶

[2] التعریفات لسید شریف علی الجرجانی باب الالف انتشارات ناصر خسرو طہران ایران ص ۱۸

سے احتراز لازم ہوجائے گا اور یہ بداہۃً قطعاً اجماعاً باطل ہے۔ فاضل مجیب نے بھی عمر بھر اپنے محاورات روزانہ میں ایسے ایہامات شرک برتے اور ان کی تصانیف میں ہزار در ہزار ایسے شرک بالا یہام بھرے ہوں گے، جانے دیجئے نماز میں وتعالٰی جدّک تو شاید آپ بھی پڑھتے ہوں، جد کے دوسرے مشہور و معروف بلکہ مشہور تر معنٰی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں، عجیب کہ اتنے بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے حرام نہ مانا تو بات وہی ہے کہ ایہام میں تبادر و سبقت و اقربیت درکار ہے اور وہی ممنوع ہے نہ کہ مجرد احتمال، یہ فائدہ واجب الحفظ ہے کہ آج کل بہت جہلا ایہام احتمال میں فرق نہ کرکے ورطۂ غلط میں پڑتے ہیں۔

ثانیاً ایسی ہی نکتہ تراشیاں ہیں تو صرف ہدایت علی پر کیوں الزام رکھئے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے نام پاک علی کو اس سے سخت تر شنیع کہئے وہاں تو چار احتمالوں سے ایک میں آپ کو شرک نظر آیا تھا، یہاں برابر کا معاملہ نصفا نصف کا حصہ ہے۔ علی کے دو معنی ہیں علو ذاتی کہ بالذات للذات متعالی عن الاضافات ہو (بلندی بالذات یعنی ذاتی بلندی بغیر کسی سبب اور واسطہ کے صرف اس ہستی پاک ہی کے لئے ہے جو تمام اضافتوں اور نسبتوں سے مبرا اور بلند ہے۔ ت) دوسرا اضافی کہ خلق کے لئے ہے، اول کا اثبات قطعاً شرک تو علی میں ایہام شرک ہدایت علی سے دونا ٹھہرے گا ولا یقول به جاهل فضلا عن فاضل (کوئی جاہل بھی یہ نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ کوئی فاضل یہ کہے۔ ت)

ثالثاً ایک علی ہی کیا جس قدر اسمائے مشترکہ فی اللفظ میں الخالق والمخلوق ہیں، جیسے رشید و حمید و جمیل و جلیل و کریم و علیم و حلیم و رحیم وغیرہا سب کا اطلاق عباد پر ویسا ہی ایہام شرک ہوگا جو ہدایت علی کے ایہام سے دوچند رہے گا حالانکہ خود حضرت عزت نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی کو ایک کسی کو دو نام اپنے اسمائے حسنٰی سے عطا فرمائے اور حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمائے طیبہ میں تو ساٹھ سے زیادہ آئے کما فصله العلماء فی المواهب[1] وغیرها (جیسا کہ علمائے کرام نے مواہب لدنیہ وغیرہ میں مفصل بیان فرمادیا ہے۔ ت) خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا نام پاک حاشر بتایا، صحابہ کرام و تابعین و ائمہ دین میں کتنے اکابر کا نام مالک تھا ان کے ایہاموں کو کہئے، درمختار وغیرہ معتمدات میں تصریح کی کہ ایسے نام جائز ہیں اور عباد کے حق میں دوسرے معنی مراد لئے جائیں گے نہ وہ جو حضرت حق کے لئے ہیں۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل اول المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۵ تا ۲۱

جاز التسمیة بعلی و رشید و غیرھما من الاسماء المشترکة و یراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالٰی[1]

علی، رشید اور ان کے علاوہ دیگر اسماء مشترکہ کے ساتھ کسی کا نام رکھنا جائز ہے لہذا ہمارے حق میں وہ معنٰی مراد لیا جائے گا جو اللہ تعالٰی کے حق میں مراد نہیں لیا جاتا۔ (ت)

کیوں نہیں کہتے کہ ایسے نام بوجہ اشتراک ناجائز ہیں کہ دوسرے معنی شرک کا احتمال باقی ہے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (گناہوں سے محفوظ رہنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوائے اللہ تعالٰی بزرگ وعظیم ذات کی توفیق کے۔ ت)

رابعًا سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبداللہ میں شرک سے سوال کیا تھا حضرت مجیب نے اپنی نبالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا کہ اپنے نام نامی کو ایہامِ شرک سے بچالیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔ عبدالحیّ میں دو جزو ہیں اور دونوں کے دو دو معنی، ایک عبد مقابل اللہ، دوم مقابل آقا۔

قال اللہ تعالٰی وانکحوا الایامٰی منکم والصّٰلحین من عبادکم و اِمائکم[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، لوگو! تم میں سے جو نکاح کے بغیر (یعنی غیر شادی شدہ) ہیں اور جو تمہارے صالح غلام اور لونڈیاں ہیں ان کے ساتھ نکاح کردو (ت)

دیکھو حق سبحانہ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا، یوں ہی ایک حی اسم الٰہی کہ حیات ذاتیہ، ازلیہ، ابدیہ، واجبہ سے مشعر، اور دوسرا من و تو، زید وعمرو سب پر صادق، جس سے آیت کریمہ تخرج الحی من المیت[3] (اے اللہ تعالٰی! تو مردے سے زندہ نکالتا ہے۔ ت) وغیرہا منظر۔ اب اگر عبد بمعنی اول اور حی بمعنی دوم لیجئے قطعًا شرک ہے وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود، پھر عبدالحیّ ایہامِ شرک سے کیونکر محفوظ، اس سے بھی احتراز لازم تھا، بعینہ یہی تقریر حضرت بابرکت فاضل کامل صحیح العقیدہ سُنّی مستقیم جناب مستطاب مولانا مولوی عبدالحلیم

---

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۲

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۲

[3] " " ۳/ ۲۷

رحمۃ اللہ علیہ کے اسم میں جاری ہوگی ملاحظہ ہو کہ یہ تشقیق و تدقیق کہاں تک پہنچی نسأل اللہ سلامۃ (ہم اللہ تعالٰی سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ ت) فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ پھڑکتی ہوئی برہان حضرت مجیب کو جناب سائل کے فیض سے پہنچی، سائل نے ذکر کی، مجیب نے بے غور کئے قبول کرلی ورنہ ان کا ذہن شاید ایسی دلیل ذلیل علیل کلیل کی طرف ہرگز نہ جاتا جس سے خود ان کا نام نامی بھی عادم الجواز و لازم الاحتراز قرار پاتا۔

خامساً یا علی کو فرمایا جاتا ہے کہ جب مقصود ندائے معبود تو نزاع مفقود، جی کیا وجہ یہاں بھی صاف دوسرا احتمال موجود، اپنا قصد نہ ہونا ایہام و احتمال کا نافی کب ہوسکتا ہے، ایہام تو کہتے ہی وہاں ہیں جہاں وہ معنی موہم مراد متکلم نہ ہوں، تلخیص و تعریفات کی عبارتیں ابھی سُن چکے اور اگر قصد پر مدار و اعتماد ہے تو ہدایت علی پر کیا ایراد ہے، وہاں کب معنی شرک مقصود و مراد ہے۔

سادساً علی پر الف لام لانا کب ایسے عالمگیر شرک سے نجات دے گا علما پر لام نہ آتا سہی صفت پر تو قطعاً آسکتا ہے اور وہ یقیناً صفاتِ مشترکہ سے ہے تو احتمال اب بھی قائم اور احتراز لازم، بلکہ سراجیہ و تاتارخانیہ و منح الغفار وغیرہا سے تو ظاہر کہ العلی باللام نام رکھنا بھی روا ہے ردالمحتار میں ہے:

فی التاترخانیۃ عن السراجیۃ التسمیۃ باسم یوجد فی کتاب اللہ تعالٰی کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزۃ الخ ومثلہ فی المنح عنہا وظاہرہ الجواز ولو معرفا بال[1]

تتارخانیہ میں فتاوٰی سراجیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ایسے نام رکھنا جو اللہ تعالٰی کی کتاب میں اللہ تعالٰی کی صفات کے طور پر پائے جاتے ہیں جیسے علیؔ، کبیرؔ، رشیدؔ اور بدیعؔ وغیرہ جائز ہے الخ، اور اسی طرح منح الغفار میں سراجیہ سے نقل کیا گیا ہے پس بظاہر یہ جائز ہے اگرچہ وہ ال سے معرفہ ہو۔ (ت)

سابعاً جب گفتگو احتمال پر چل رہی ہے تو معنیین ایصال الی المطلوب و ارائت طریق میں تفرقہ باطل، ایصال و ارائت دونوں دو معنی خلق و تسبب پر مشتمل بمعنی خلق دونوں مختص بحضرت احدیت ہیں، کیا ارائت بمعنی خلق رؤیت غیر سے ممکن ہے اور بمعنی تسبب دونوں غیر کے لئے حاصل ہیں، کیا انبیاء سے ایصال بمعنی سببیت فی الوصول نہیں ہوتا فطاح التفرقۃ و زاح الشقشقۃ (پس

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۸

دونوں میں تفرقہ نابود ہوگیا اور تذبذب زائل ہوگیا۔ ت) ہاں یُوں کہئے کہ ادھر علی مشترک ادھر ہدایت خلق وتسبیب دونوں میں مستعمل، یوں چار احتمال ہوئے، مگر اب یہ مصیبت پیش آئے گی کہ جس طرح ہدایت بمعنی خلق غیر خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی بمعنی محض تسبیب حضرت عزت جل جلالہ کی طرف نسبت نہیں پاسکتی ورنہ معاذ اللہ اصل خالق ومعطی دُوسرا ٹھہرے گا اور اللہ عزوجل صرف سبب وواسطہ ووسیلہ، اس کا پایہ شرک بھی اونچا جائے گا کہ وہاں تو تسویہ تھا یہاں اللہ سبحانہ پر تفضیل دینا قرار پائے گا، علی پر لام لاکر اوّل کا علاج کرلیا اس دوم کا کہ اس سے بھی سخت تر ہے علاج کدھر سے آئے گا اب ایک لام نیا گھڑ کر ہدایت پر داخل کیجئے کہ وہ معنی خلق میں متعین ہوجائے اور احتمالِ تسبیب اُٹھ کر ایہام شرک و بدتر از شرک راہ نہ پائے۔

ثامناً ایک ہدایت کیا جتنے افعال مشترکۃ الاطلاق ہیں سب میں اسی آفت کا سامنا ہوگا جیسے احسان وانعام، اذلال واکرام، تعلیم وافہام، تعذیب وایلام، عطاومنع، اضرار ونفع، قہر وقتل، نصب وعزل وغیرہا کہ مخلوق کی طرف نسبت کیجئے تو معنی خلق موہم شرک اور خالق کی طرف تو معنی تسبیب مشعر کفر۔

بہرحال مفر کدھر، اگر کہئے خالق عزوجل کی طرف نسبت ہی دلیل کافی ہے کہ معنی خلق مراد ہیں، ہم کہیں گے مخلوق کی جانب اضافت ہی برہان وافی ہے کہ معنی تسبیب مقصود ہیں، ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ امثال انبت الربیع البقل وحکم علی الدھر (بہار نے سبزہ اگایا اور دہر نے مجھ پر حکم کیا۔ ت) میں قائل کا موحد ہونا ہی قرینہ شافی ہے کہ اسناد مجاز عقلی ہے اب بحمد اللہ اس ایہام کی بنیاد ہی نہ رہی۔

تاسعاً آپنے (باآنکہ اسمائے الٰہیہ توقیفیہ ہیں اور خصوصاً آپ بہت جگہ صرف نہ وارد ہونے نہ منقول ہونے کو حجتِ ممانعت جانتے ہیں) حق سبحانہ کا نیا نام مُصوّب ایجاد فرمایا ہر جواب کی ابتداء ھو المصوب (وہی درست راستہ بتانے والا ہے۔ ت) سے ہوتی ہے یہ کب احتمال شنیع سے خالی ہے، تصویب جس طرح ٹھیک بتانے کو کہتے ہیں یونہی سر جھکانے کو، اور مثلاً جو سر جھکائے بیٹھا ہو اسے مصوّب، اور دونوں معنی حقیقی ہیں تو آپ کے طور پر اسی کلمے میں ایہام تجسیم ہے اور تجسیم کفر و ضلال عظیم ہے۔

عاشراً جب مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی طرف اضافت ہدایت کا اشتباہ امر ممنوع کا اشتباہ اور موجب لزوم احتراز ہے تو بالقصد اس جناب ہدایت مآب کی طرف اضافت ہدایت کس درجہ

سخت ممنوع و معترض الاحتراز ہو گی، یہاں مولیٰ علی کو ہادی کہنا حرام ہو گیا حالانکہ یہ احادیث صریحہ و اجماع جمیع ائمہ اہلسنت وجماعت کے خلاف ہے، شاید یہ عذر کیجئے کہ ہدایت بمعنی خلق کا اشتباہ موجب منع تھا اس معنی پر اضافت قصدیہ ضرور حرام بلکہ ضلال تام ہے، نہ بمعنی تسبب کہ جائز و معمول اہل اسلام ہے مگر یہ وہی عذر معمول ہے جس کا رد گزر چکا، کیا جب مولیٰ علی کی طرف اضافت کا اصلاً قصد ہی نہ ہو اس وقت تو بوجہ اشتراک معنی مولیٰ علی کی جانب ہدایت بمعنی خلق کی اضافت کا اشتباہ ہوتا ہے اور جب بالقصد خود حضرت مولیٰ علی ہی کی طرف اضافت مراد ہو تو اب وہ اشتراک معنی جاتا رہتا اور اشتباہ راہ نہیں پاتا اگر مانع اشتباہ مخلوق کا اس معنی کے لئے صالح نہ ہونا ہے تو صورت عدم قصد میں کیوں مانع نہیں، اور اگر باوصف عدم صلوح اشتباہ قائم رہتا ہے تو صورت قصد میں کیوں واقع نہیں۔

حادی عشر نہ صرف امیر المومنین علی بلکہ انبیائے کرام و رسل عظام وخود حضور پُر نور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والتسلیم کسی کی طرف اضافت ہدایت اصلاً روا نہ رہے گی کہ بوجہ احتمال معنی دوم ایہام شرک ہے، اب مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہادی کہنا بھی حرام ہو گیا، اور یہ قرآن عظیم وصحاح احادیث و اجماع اُمت بلکہ ضروریات دین کے خلاف ہے۔

ثانی عشر خود جناب مجیب نے اپنے فتاوی جلد سوم ص ۸۶ میں اس لزوم احتراز کا رد صریح فرما دیا اور ادعائے ایہام کا فیصلہ بول دیا۔ فرماتے ہیں:

سوال: عبد النبی یا مانند آں نام نہادن درست است یا نہ؟

جواب: اگر اعتقاد ایں معنی ست کہ ایں کس کہ عبد النبی نام دارد بندہ نبی است عین شرک است واگر عبد بمعنی غلام مملوک ست آں ہم خلاف واقع است واگر مجازاً عبد بمعنی مطیع و منقاد گرفتہ شود مضائقہ ندارد ولیکن خلاف اولےٰ ست۔ روی مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم قال لا یقولن احدکم عبدی و

سوال: عبد النبی یا اس جیسا نام رکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر یہ اعتقاد ہو کہ عبد النبی نام والا شخص نبی کا بندہ ہے تو یہ عین شرک ہے اور عبد بمعنی غلام مملوک مراد ہو تو یہ خلاف واقع ہے اور اگر مجازاً عبد بمعنی مطیع لیا ہو تو مضائقہ نہیں ہے، لیکن خلاف اولیٰ ہے، امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص ہرگز عبدی (میرا عبد) اور اَمتی (میری باندی) نہ کہے

اُمتی کلکم عباد اللہ وکل نسائکم اماء اللہ ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتائی وفتاتی انتہی[1]

تم سب مرد اللہ تعالیٰ کے بندے اور تمہاری تمام عورتیں اللہ تعالیٰ کی باندیاں ہیں، لیکن اگر کہتا ہو تو غلامی (میراغلام)، جاریتی (میری خادمہ) فتائی (میراغلام)، فتاتی (میری لونڈی) کہے انتہی (ت)

اقول قطع نظر اس سے کہ یہ جواب بھی بوجوہ مخدوش ہے **اولاً** عبد و بندہ میں سوائے اختلافِ زبان کے کوئی فرق نہیں ایک دوسرے کا پورا ترجمہ ہے، عبد و بندہ دونوں عربی وعجمی دونوں زبانوں میں الٰہ وخدا و مولیٰ وآقا دونوں کے مقابل بولے جاتے ہیں تو عبد بمعنی بندہ کو مطلقاً عین شرک کہہ دینا ایسا ہی ہے کہ کوئی کہے کہ عین سے مراد عین ہے تو غلط ہے اور چشمہ مقصود ہو تو صحیح، حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی مثنوی شریف میں حدیث شرائے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خرید لیا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم نے ہمیں شریک نہ کیا، اس پر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ؎

گفت ما دو بندگان کوئے تو | کردمش آزاد ہم بر روئے تو[2]

(عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کے کوچہ کے غلام ہیں، میں نے اس کو آپ کے رُخِ انور پر آزاد کردیا۔ ت)

لاجرم جو تفصیل عبد میں ہے وہی بندہ میں۔

ثانیاً عبد بمعنی بندہ و بمعنی مملوک میں یہ تفرقہ کہ اول شرک اور ثانی خلافِ واقع ہے محض بے اصل وضائع ہے مملوک بھی ملک ذاتی حقیقی وملک عطائی مجازی دونوں کو مشتمل، اور اول میں قطعاً شرک حاصل اور بندہ بھی مقابل خدا وخواجہ دونوں مستعمل، اور ثانی سے یقیناً شرک زائل۔

ثالثاً آپ نے تو عبد بمعنی ملوک کو خلافِ واقع یعنی کذب ٹھہرا کر اس ارادے کو شرک سے اتار کر گناہ مانا مگر ائمہ دین واولیائے معتمدین وعلمائے مستندین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اجمعین اس اعتقاد کو مکمل ایمان مانتے اور اس سے خالی کو حلاوتِ ایمان سے بے بہرہ جانتے ہیں، حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً وتذکیراً پھر علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض پھر علامہ محمد بن عبدالباقی

---

[1] مجموعہ فتاوٰی کتاب العقیقہ وما یتعلق بہا وجہ نام عبدالنبی وغیرہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۸۳

[2] مثنوی المعنوی معاتبہ کردن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باصدیق اکبر حامد اینڈ کمپنی لاہور دفتر ششم ص۱۱

زرقانی شرح مواہب میں شرحاً وتفسیراً فرماتے ہیں:

من لم یر ولایۃ الرسول علیہ فی جمیع احوالہ ولم یر نفسہ فی ملکہ لایذوق حلاوۃ سنتہ[1]

جو ہر حال میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کا مملوک نہ جانے وہ سنتِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔

سابعاً مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں نقل فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالٰی زبور شریف میں فرماتا ہے:

یا احمد فاضت الرحمۃ علٰی شفتیك من اجل ذٰلك ابارك علیك فتقلد السیف فان بھاءك وحمدك الغالب (الٰی قولہ) الامم یخرون تحتك کتاب حق جاء اللہ بہ من الیمن والتقدیس من جبل فاران وامتلأت الارض من تحمید احمد وتقدیسہ وملك الارض ورقاب الامم[2]

اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت نے جوش مارا میں اسی لئے تجھے برکت دیتا ہوں تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف ہی غالب ہے سب امتیں تیرے قدموں میں گریں گی، سچی کتاب لایا اللہ برکت و پاکی کے ساتھ مکّہ کے پہاڑ سے، بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے، احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

کیا زبور پاک کے ارشاد کو بھی معاذ اللہ خلافِ واقع کہا جائے گا۔

خامساً امام احمد مسند میں بطریق ابی معشر البراء ثنی صدقۃ بن طیلسۃ ثنی معن بن ثعلبۃ المازنی والحی بعد ثنی الاعشی المازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور عبداللہ بن احمد زوائد المسند میں بطریق عوف بن کہمس بن الحسن عن صدقۃ و طیلسۃ الخ، اور امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں بطریق ابی معشر المذکور نحوہ روایۃ احمد سنداً و متناً اور ابن خیثمہ و ابن شاہین بھذا الطریق وبغیرہ اور بغوی و ابن السکن و ابن ابی عاصم بطریق الجنید بن امین بن ذروۃ بن نضلۃ بن بہصل الحرمازی عن ابیہ عن جدہ نضلۃ۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد السابع الرضٰی بما شرعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۹۹ و ۳۰۰
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ " " الفصل الاول دار الکتب العلمیہ بیروت ۹/ ۱۲۸

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

حضرت اعشی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ یہ خدمت اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم میں اپنے بعض اقارب کی ایک فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتداء اس مصرع سے تھی، ع

یامالك الناس و دیان العرب [1]

(اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزاوسزا دینے والے)

حضرت اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی فریاد سُن کر شکایت رفع فرمادی، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایک شخص کا مالک کہنا آپ کے گمان میں معاذاللہ کذب تھا تو تمام آدمیوں کا مالک بتانا یا مالك الناس کہہ کر حضور کو ندا کرنا معاذاللہ سنکھوں مہاسنکھوں کذب کا مجموعہ ہوگا، حالانکہ یہ حدیث جلیل شہادت دے رہی ہے کہ صحابی نے حضور کو مالکِ تمام بشر کہا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم نے مقبول و مقرر رکھا۔

سادساً بات یہ ہے کہ آپ کے خیال شریف میں مالک و مملوک کے یہی معنی تھے کہ زید عمرو کو تانبے کے کچھ ٹکوں یا چاندی کے چند ٹکڑوں پر خریدے جبھی تو محمد رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مالکیت کو خلاف واقع فرمادیا حالانکہ یہ مالکیت سخت پوچ لچر محض بے وقعت بے قدر ہے کہ جان درکنار گوشت پوست پر بھی پوری نہیں، سچی کامل مالکیت وہ ہے کہ جان و جسم سب کو محیط اور جن و بشر سب کو شامل ہے یعنی اولٰے بالتصرف ہونا کہ اس کے حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلاً اختیار نہ ہو یہ مالکیت حقہ صادقہ محیطہ شاملہ تامہ کاملہ حضور پرنور مالک الناس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو بخلافتِ کبرٰی حضرت کبریا عزوعلا تمام جہان پر حاصل ہے۔

قال اللہ تعالٰی النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم [2] نبی زیادہ والی و مالک و مختار ہے تمام اہل ایمان کا خود ان کی جانوں سے۔

وقال اللہ تبارك وتعالٰی ماکان لمؤمن ولامؤمنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من انفسھم ومن یعص اللہ و

(اللہ تبارک وتعالٰے نے فرمایا) نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کردیں اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا کہ انھیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا، اور جو حکم

---

[1] مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۰۱
شرح معانی الآثار کتاب الکراھیۃ باب الشعر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۰

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۶

رسولہ فقد ضل ضلٰلاً مبیناً[1] | نہ مانے اللہ و رسول کا تو وہ صریح گمراہ ہوا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولٰی بالمؤمنین من انفسھم، رواہ احمد والبخاری و مسلم[2] والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں زیادہ والی و مالک و مختار ہوں تمام اہلِ ایمان کا خود ان کی جانوں سے (اسے بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اگر یہ معنٰی مالکیت جناب مجیب کے خیال میں ہوتے تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی مالکیت کو خلافِ واقع نہ جانتے اور خود اپنی جان اور سارے جہان کو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کی ملک مانتے اور اس سے زائد مرتبہ حق حقائق ہے جس کے سننے کو گوش شنوا سمجھنے کو دل بینا درکار ہے۔

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[3] وفوق کل ذی علم علیم[4] وما یلقھا الا الذین صبروا والا ذوحظ عظیم[5]

تمھیں صرف تھوڑا سا علم دیا گیا ہے، ہر علم والے پر بڑے علم والا ہے، نہیں پاتے اس کو مگر جو لوگ صبر والے ہوں مگر عظیم حصّہ۔ (ت)

سابعاً حدیث صحیح مسلم محض بے محل مذکور ہوئی حدیث میں تعلیم تواضع ونفی تکبر اور آقاؤں کو ارشاد ہے کہ اپنے غلاموں کو عبد نہ کہو، نہ یہ غلام بھی اپنے کو اپنے مولٰی کا عبد یا دوسرے ان کو ان کے عبید نہ کہیں، یہ ہے قرآن کہ ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرما رہا ہے، آیت عنقریب گزری رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۶

[2] صحیح البخاری کتاب الکفالۃ ۱/ ۳۰۸ و کتاب الفرائض ۲/ ۲۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب الجمعۃ فصل فی خطبۃ الجمعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۵
" " کتاب الفرائض " " " " ۲/ ۳۶
سنن ابن ماجہ ابواب الصدقات باب من ترک دنیا الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۶
مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۳۵

[3] " " " " " ۵ ...

4

لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ رواہ احمد[1] والستۃ عن ابی ھریرۃ۔ مسلمان پر اپنے عبد اور اپنے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں (اسے احمد اور اصحاب ستّہ نے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

فقہ کا محاورہ عامہ وائمہ صدر اول سے آج تک مستمرہ ہے: اعتق عبدہ ودبر عبدہ (اس نے اپنے عبد کو آزاد، مدبر بنایا۔ ت)، خود مولوی مجیب صاحب اپنے رسالہ نفع المفتی مسائل متعلقہ جمعہ میں فرماتے ہیں: ان اذن المولی عبدہ لہا یتخیر[2] (اگر مولٰی اپنے عبد کو اجازت دے تو اسے اختیار رہا۔ ت) وہیں ہے: وللمولی منع عبدہ[3] (مولٰی کو اختیار ہے کہ عبد کو روک دے۔ ت)

عجب ہے کہ زید وعمرو بلکہ کسی کافر مشرک کے غلام کو اس کا عبد کہنے پر حدیث وارد نہ ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں کو ان کا عبد کہنے پر معترض ہو، اور سُنئے تو سہی امام ابوحذیفہ اسحٰق بن بشر فتوح الشام اور حسن بن بشران اپنی فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ ائمہ تابعین سے راوی کہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں بر سر منبر فرمایا:

قد کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکنت عبدہ وخادمہ[4] میں حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا تو میں حضور کا عبد تھا حضور کا بندہ اور حضور کا خدمتی تھا۔

نیز ابن بشران امالی اور ابواحمد دہقان جزء حدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لالکائی کتاب السنہ میں افضل التابعین سیّدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ ہوئے منبرِ اطہر حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا حمد و درود کے بعد فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۶
سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الرقیق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۲۵
سنن ابن ماجہ کتاب الزکوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۴۲

[2] و [3] نفع المفتی والسائل مسائل متعلقہ بالجمعۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۵

[4] فتوح الشام لاسحٰق بن بشر

ایھا الناس انی قد علمت انکم کنتم تونسون منی شدۃ و غلظۃ و ذٰلک انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکنت عبدہ و خادمہ۱؎

لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ 15
تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور کا بندہ 15
اور حضور کا خدمت گزار تھا۔

اب تو ظاہر ہوا کہ حدیثِ مسلم کو اس محل سے اصلاً تعلق نہیں، ذرا وہابی صاحب بھی اتنا سُن رکھیں کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے آپ کو عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفٰی کہہ رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مجمع عام زیرِ منبر حاضر ہے، سب سُنتے اور قبول کر رہے ہیں۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی ازالۃ الخفاء میں ابوحذیفہ و کتاب مستطاب ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ میں استناداً ذکر کی اور مقرر رکھی، امیر المومنین کو بجرم ترویج تراویح معاذ اللہ گمراہ بدعتی لکھ دیا، یہاں عیاذاً باللہ مشرک کہہ دیجئے، اور آپ کے اصول مذہب نامذہب پر ضرور کہنا پڑے گا مگر صاحبو! ذرا سوچ سمجھ کر کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا دامن بھی اسی پتھر کے تلے دبا ہے ع

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، خیر، بات دُور پہنچی، لفظ عبد و بندہ کی تحقیق تام و تفصیل احکام فقیر کی کتاب مجیر معظم شرح اکسیر اعظم میں ملاحظہ ہو۔

یہاں یہ گزارش کرنی ہے کہ مولوی مجیب صاحب کے اس فتوٰی نے ادعائے ایہام کا کام تمام کر دیا، عبد النبی میں جناب کے نزدیک تین احتمال تھے، ایک شرک، ایک کذب، ایک صحیح۔ تو ناجائز احتمال جائز سے دُونے تھے، یا اس ہمہ اس کا حکم صرف خلاف اولٰی فرمایا جو ممانعت و کراہت تحریمی درکنار کراہت تنزیہی کو بھی مستلزم نہیں، ہر مستحب کا خلاف ترکِ خلاف اولٰی ہے مگر مطلقاً تنزیہی نہیں۔ ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لابد لھا من دلیل خاص۲؎

مستحب کو ترک کرنے پر کراہت لازم نہیں کیونکہ کراہت کے لئے دلیل چاہئے۔ (ت)

۱؎ مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ترجمہ عمر بن الخطاب ۱۸۵ دارالفکر بیروت ۱۸/۳۱۴
۲؎ ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۴

اسی میں تحریر الاصول سے ہے:

خلاف اولٰی مالیس فیہ صیغۃ نھی کترك صلوٰۃ الضحٰی بخلاف مکروہ تنزیھا[1]

خلافِ اولٰی وہ ہے جس کے لئے نہی کا صیغہ استعمال نہ ہوا ہو جیسے چاشت کی نماز کا ترک بخلاف مکروہ تنزیہہ کے۔ (ت)

تو ہدایت علی جس میں چار احتمالوں سے صرف ایک باطل ہے، یعنی جائز احتمالات ناجائز سے تگنے ہیں یہ کس طرح خلاف اولٰی درکنار مکروہ تنزیہی سے بھی گزر کر لازم الاحتراز ہوگیا اربعہ کے حساب سے تو اسے خلافِ اولٰی کا نصف بھی نہ ہونا چاہیے تھا بلکہ صرف ۴/۳ یعنی مباح مساوی طرفین سے اگر سیر بھر دوری پر خلاف اولٰی کہا جائے تو ہدایت علی میں صرف ڈیڑھ پاؤ ہوگی اس لئے ۳/۲ ، ۴/۱ مجہول پس ۴/۱ ، ۳/۲ ، ۸/۲ ، ۲/۲ خیر یہ حساب تو ایک تطییب قلوب ناظرین تھا حق یہ ہے کہ ہدایت علی میں اصلاً کوئی وجہ کراہت تنزیہی کی بھی نہیں، لزوم احتراز تو بڑی چیز ہے، اور فی الواقع ہر ادنٰی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ عبد النبی سے ہدایت علی کو نسبت ہی کیا ہے، جب وہ صرف خلافِ اولٰی ہے تو اسے خلاف اولٰی کہنا بھی محض بے جا ہے، کلام یہاں کثیر ہے اور جس قدر مذکور ہوا طالبِ حق کے لئے کافی۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفٰی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ

عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

رسالہ

النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء

ختم ہوا

---

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۸۴

خط و کتابت

بلا اجازت کسی کا خط روکنا، کھولنا اور پڑھنا وغیرہ

مسئلہ ۲۷۹ حافظ محمود حسین تلمیذ رشید احمد گنگوہی ۱۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

ایک لفافہ بند جس پر مکتوب الیہا کا نام اس طرح درج تھا زوجہ مولوی محمد فخر الدین و غلام محی الدین کے پاس پہنچے، ڈاکیہ نے لاکر حاجی رمضان خاں ملازم مولوی محمد فخر الدین کو دیا ـــــــ حاجی موصوف مرد ناخواندہ ہے اُس لفافہ کو ہمشیرہ زاد مولوی محمد فخر الدین صاحب کے مکان پر لائے اور کہا کہ کس کے نام کا یہ خط ہے مولوی صاحب موصوف کے ہمشیرہ زاد نے جو اس پر لکھا تھا اُن سے کہہ دیا اور اُن کو واپس دے دیا دوسرے وقت حاجی موصوف دوبارہ اس خط کو مولوی صاحب موصوف کے ہمشیرہ زاد کے مکان پر لائے اور چند صاحب باہر مکان میں بیٹھے تھے اُس کا لفافہ پڑھوایا، چونکہ مولوی محمد فخر الدین صاحب کی زوجہ جو احد المکتوب الیہا تھیں وہ انتقال کرچکی تھیں اور دوسرا مکتوب الیہ یعنی غلام محی الدین کا نام جو ساتھ میں لکھا ہوا تھا وہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کون شخص ہے فی الجملہ مولوی صاحب کے دونوں ہمشیرہ زادے موجود تھے ایک کی رائے ہوئی کہ خط کو واپس کر دیا جائے دوسرے نے یہ خیال کرکے کہ کاتب کا جو نام اس پر لکھا ہوا تھا وہ ایسا تھا کہ اس کو تعلق زوجہ مولوی محمد فخر الدین صاحب یعنی اپنے ماموں صاحب کی زوجہ سے تھا اور اب ان کا انتقال ہوا اس خیال سے کہ یہ ٹکٹ چسپاں لفافہ واپس کرنے میں شاید ضائع ہوجائے اور کوئی امر قصد کاتب یا مکتوب الیہا ضروری ہوا ہو اس کو چاک کرکے سرسری نگاہ سے اس کی ابتداء کو دیکھا جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ بیشک مولوی صاحب

یعنی اپنے ماموں صاحب کی زوجہ کا ہی یہ خط ہے اور چونکہ وُہ امر جو ابتدائے سے معلوم ہوگیا اُس خط کے پڑھنے سے متعلق مکتوب الیہا کے تہائی سے معلوم ہُوا کہ اُن لڑکیوں کے پیام کی نسبت اس میں لکھا ہوا تھا اس لئے بدون پورا پڑھے ہوئے خط کے اس کو لفافہ میں رکھ کے چاک شدہ بدون بند کئے ہوئے حاجی رمضان خاں جو اس خط کو لائے تھے اُن کو دے دیا اور کہہ دیا کہ حافظ غفور الدین صاحب یعنی برادر مکتوب الیہا مرحوم کو دے دیں پس صورتِ حال یہ ہے اس کی نسبت یہ سوال ہے کہ خواہرزادہ مولوی صاحب نے لفافہ کو چاک کرکے اس کو سرسری نگاہ سے دیکھ کے پھر اس کو جس شخص سے متعلق مضمون اُس کا نظر آیا واپس بھیج دیا، ایسا کرنے میں وہ عندالشرع گنہگار ہے یا موافق نیت اپنی کے عنداللہ وعندالشرع ماجور ہے اور زوج مکتوب الیہا کے ملک عرب میں ہیں وُہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں شخص مذکور گنہگار و مستحقِ وعید ہے۔ حدیث میں ہے حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تطرق کتاب اخیہ بغیر اذنہ فانما ینظر فی النار۔ رواہ ابوداؤد[1] فی سننہ والحاکم وصححہ وابن منیع فی مسندہ والقضاعی وغیرھم فی حدیث عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو اپنے بھائی کا خط بے اس کی اجازت کے دیکھے وہ بلاشبہہ آگ دیکھ رہا ہے (امام ابوداؤد نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا اور محدث حاکم نے اس کی صحت تسلیم فرمائی اور ابن منیع نے اپنے مسند میں اور قضاعی وغیرہ نے حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے روایت کی۔ ت)

علماء فرماتے ہیں خط کاتب کی ملک ہے یہاں تک کہ اگر وُہ لکھے کہ اس پر جواب لکھ دے تو خود مکتوب الیہ کو اس میں تصرف جائز نہیں مالک کو واپس دینا لازم، واپسی نہ چاہے تو بحکم عرف مکتوب الیہ مالک ہوجائے گا۔ جوہرہ نیرہ و منح الغفار شرح تنویر الابصار و حاشیہ طحطاویہ علی الدر المختار وغیرہا میں ہے:

رجل کتب الی اٰخر کتابا وذکر فیہ اکتب الجواب علی ظھرہ، لزمہ ردہ ولیس لہ التصرف فیہ

ایک آدمی نے کسی دوسرے آدمی کو خط لکھا اور اس میں یہ ذکر کیا کہ اسی قرطاس سوال کی پشت پر جواب لکھ دیں تو اس خط کا واپس کرنا لازم ہوجاتا ہے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۹

والا ملکه المکتوب الیه عرفا۔[1] اور اس میں کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں ہوتا، اور اگر یہ صورت نہ ہو تو عرف اور رواج کے مطابق مکتوب الیہ یعنی جس کی طرف خط لکھا گیا وہ اس کا مالک ہوگیا۔ (ت)

یہاں کہ خط مکتوب الیہ کے ہاتھ میں پہنچنے ہی نہ پایا بلاشبہہ ملک کاتب پر باقی رہا،

فان التملیك لایتم قبل القبض حتی لومات احدھما قبل التسلیم بطل کما نص علیه فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر۔[2] کیونکہ تملیک (کسی کو مالک بنانا) قبضہ کرنے سے پہلے تام (مکمل) نہیں ہوتی اس لئے کہ سپردگی سے پہلے دونوں میں سے کوئی ایک اگر انتقال کرجائے تو معاملہ باطل ہوجاتا ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ بڑی کتب عربی میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ (ت)

بے اُس کے اذن کے لفافہ چاک کرنا ملکِ غیر میں تصرف ناجائز ہوا کہ شرعاً حرام ہے، حدیث وفقہ کا حکم تو یہ ہے، باقی رہے اس کے بیہودہ عذرات جن کی بنا پر وہ نہ صرف اپنی براءت بلکہ الٹا ماجوری کا متمنی ہے بدتر از گناہ ہیں واپسی میں ضائع ہونے کا اندیشہ تھا تو یہ کاتب کا تھا مکتوب الیہ کا تھا کون تھا رکھنا واپس کرنا اس سے کیا متعلق تھا اس کے پاس لفافہ پڑھنے کو آیا تھا پڑھ کر لانے والے کو دے دیتا جو مطالبہ ہوتا اس کے ذمہ ہوتا اسے مداخلت بیجا کا کس نے حکم دیا تھا ایسی ہی خیراندیشی مدنظر تھی تو خط محفوظ رہنے کی ہدایت کرکے کاتب کو اطلاع دی ہوتی وہ جو کہتا اس پر عمل کیا جاتا نہ یہ غصب وخیانت کہ ملک غیر چاک نامۂ غیر میں نظر بیباک یعنی زید نے ایک بکری عمرو کو ہدیۃً بھیجی عمرو مرچکا تھا لانے والا بکر کے پاس لایا یہاں جنگل میں شام ہوگئی واپس کرنے میں اندیشۂ تلف تھا بکر نے بکری براہ خیراندیشی وہیں ذبح کرکے چکھ لی۔ یہ خیال کہ شاید کوئی امر ضروری مفید کاتب یا مکتوب الیہما ہو یہ خیال نہ کیا کہ شاید کوئی امر راز کا ہو جس پر اطلاع میں ان کی مضرت ہو پرائے مکان میں بے استیذان جانا شرع نے احتمالِ ضرر کے سبب حرام فرمایا اور احتمال نفع کی بنا پر اجازت نہ دی یہ خیالات سب مناقض شرع محض وسوسۂ شیطانی تھے کہ معصیت پر باعث ہوئے، سرسری نگاہ سے دیکھنا بھی دیکھنا ہے آخر اس سے مضمون پر اطلاع پائی تو یہ کیا عذر ہوسکتا ہے، جیسے کسی کے دروازہ میں سے جھانکے اور کہے ہم نے بغور تو نہیں دیکھا۔ اسی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس حالت میں اس کی آنکھیں پھوڑ دیں تو کچھ

---

[1] تکملہ ردالمحتار فصل فی مسائل متفرقۃ من الھبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۱
حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الھبۃ فصل فی مسائل متفرقۃ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۳/ ۴۰۹

[2] درمختار کتاب الھبۃ باب الرجوع فی الھبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۱

الزام نہیں۔

فی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنھم فقد حل لھم ان یفقأوا عینہ۔[1]

بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کسی نے لوگوں کے گھروں میں بغیر انکی اجازت کے جھانک کر دیکھا تو بے شک ان گھر والوں کیلئے حلال ہے کہ اس کی آنکھ نکال دیں۔ (ت)

بلکہ دوسری حدیث ہے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما رجل کشف سترا فادخل بصرہ من قبل ان یؤذن فقد اتی حدا لایحل لہ ان یأتیہ ولو ان رجلا فقأ عینہ لھدرت۔[2] رواہ الامام احمد فی مسندہ عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو شخص کوئی پردہ کھول کر قبل اجازت نگاہ کرے وہ ایسی ممنوع بات کا مرتکب ہے جو اُسے جائز نہ تھی اور اگر کوئی اس کی آنکھ پھوڑ دے تو قصاص نہیں۔ (امام احمد نے اس کو اپنی مسند میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

انصاف سے دیکھئے تو لفافہ چاک کرکے خط پڑھنا بھی ایک قسم کا پردہ کھول کر نگاہ کرنا ہے اور فقط ابتدائی مضمون دیکھا پورا نہ پڑھا یعنی دروازہ ہی میں سے جھانکا سارا مکان کب نظر پڑا اور طرفہ یہ کہ چاک شدہ بے بند کئے واپس کیا شاید اسے بھی دلیل نیک نیتی ٹھہرادیا جاتا کہ فریب ہوتا تو بند کردیا جاتا کیا بند کرنے میں گناہ تھا جو اس سے باز رہنا وجہ براءت ہوا یعنی مکان غیر میں بے اجازت قفل توڑ کر جائیے اور نیک نیتی کا ثبوت یہ کہ ہم نے دروازہ کھلا ہی چھوڑ دیا، طرّہ یہ کہ خط زید بنام عمرو بکر نے دیکھا اور خالد کو بھیج دیا گویا خود مالکِ خط تھا کہ جو چاہا کیا جب سارا خط نہ دیکھا تھا تو کیا معلوم شاید اُس میں کوئی مضمون خالد کے خلاف ہی ہوتا اس کا مطلع ہونا اُن مسلمانوں کے ضرر کا سبب ہوتا، غرض یہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الدیات باب من اطلع فی بیت قوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۲۰
صحیح مسلم کتاب الآداب باب تحریم النظر فی بیت غیرہ " " ۲/ ۲۱۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۸۱

سب حرکات عقل و شرع دونوں کے خلاف تھیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ، و اللہ سبحنہ و تعالٰی اعلم (گناہوں سے کنارہ کش ہونے اور بھلائی کرنے کی قوت کسی میں موجود نہیں بجز اللہ تعالٰی عظمت و شان والے کی توفیق کے۔ اللہ تعالٰی پاک و برتر اور بڑا عالم ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۸۰ ۱۰ صفر ۱۳۲۱ھ

خالد کو اُس کے چچا نے ہدایت کی کہ باہمی نزاع کی بابت خط و کتابت مسدود رہنا قرین مصلحت ہے، اب اگر ظنِ غالب کی بنا پر چچا اپنے بھتیجے خالد کے خطوط خود وصول کرکے اس کو نہ دے حالانکہ خالد تبری کرتا ہے کہ ہرگز میرے کسی خط میں اس ہدایت کا خلاف نہ کیا گیا مگر بکر کو بوجہ مرتبہ باد رہونے کے سبب خالد کی یقین نہیں آیا تو کیا بکر کو اس بنا پر خالد کے خطوط روک رکھنے خود کھولنے یا دیر لگانے کا اختیار حاصل ہے اگر نہیں تو کیا ان وجوہ سے بکر معصیت کا مرتکب قرار پائے گا یا نہیں؛ نیز اگر ان میں بابت نزاع باہمی تذکرہ ہو تو کیا بکر کو امورِ متذکرۂ بالا کا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب

بکر کو اصلاً اختیار نہیں، نہ خالد کے خطوط روکنے کا، نہ دیکھنے کا۔ اور وہ ضرور گنہگار ہوگا، حدیث میں ارشاد ہوا کہ جو بلا اجازت دوسرے کا خط دیکھے وہ جہنم کی آگ دیکھتا ہے[1]۔ اور بدگمانی دوسرا گناہ ہے اور تجسس تیسرا گناہ۔ اور یہ سوال کہ اگر اُن میں خلافِ ہدایت ہے تو امور مذکورہ کا اختیار ہے یا نہیں محض بے معنی ہے بے دیکھے کیونکر معلوم ہوگا کہ خلافِ ہدایت ہے، غرض یہ سب کارروائی خود خلافِ ہدایت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۱ از ملک گجرات ضلع احمد آباد شہر پیران پاٹن محلہ محمدی دارہ معرفت سید عبدالقادر صاحب رسیدہ اصغر احمد صاحب بنگالی پنجشنبہ ۱۶ شوال ۱۳۳۴ھ

حضرت شمس علماء الدین اسوۃ الحکماء المحققین اعنی مخدومنا و مکرمنا جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب حفظہم الواہب من النوائب۔ بعد الف الف سلام معروض اینکہ حضور والا کے ارشاد کے بعد جب مراجعت الی الکتب کیا فی الواقع جواب لسان وعلی الفور واجب ہے، اور علامہ مناوی نے تخییر بین اللفظ والمراسلۃ (زبانی جواب دینا اور بذریعہ خط جواب دونوں میں (مکتوب الیہ کو) اختیار ہے۔ ت) لکھا ہے مگر علامہ شامی نے اسی کا بعد ہی خط کا جواب دینے کو واجب لکھا ہے وھو لکن فی الجامع الصغیر للسیوطی رد جواب الکتاب حق کرد السلام[2] (لیکن امام سیوطی نے جامع صغیر میں فرمایا خط کا جواب دینا بالکل سلام کے زبانی جواب دینے کی طرح واجب ہے۔ ت) اگر اس میں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۰۹
[2] الجامع الصغیر حدیث ۴۳۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۲

کوئی خلاف ہو تو اصلاح فرماکر مرہونِ منت فرمائیں فقط۔

الجواب

مولانا المکرم ذی اللطف والکرم اکرم المولٰی تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہمارے نزدیک جوابِ سلام علی الفور ہے تاخیر میں اثم ہوگا حتی قالوا لواخر الی آخر الکتاب کرہ (یہاں تک فرمایا کہ اگر اس نے جواب لکھنے تک سلام کے جواب میں تاخیر کی تو مکروہ ہے۔ ت) علامہ مناوی شافعی ہیں یوں ہی امام سیوطی، ولہذا عبارت مذکورہ کے بعد مناوی میں ہے:

وبہ قال جمع شافعیۃ منھم المتولی والنووی فی الاذکار وزاد فی المجموع انہ یجب الرد فورا[1]

شافعیوں کے ایک گروہ نے یہی فرمایا ان میں سے متولی اور امام نووی ہیں، چنانچہ امام نووی نے الاذکار میں ذکر کیا اور المجموع میں یہ اضافہ کیا کہ سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ (ت)

اور حدیث کی سند بشدت ضعیف ہے، اور اس کا رفع ثابت نہیں، ہاں جواب کتاب حتی الوسع ضرور دینا چاہیے ولو بعد حین (اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد ہو۔ ت)، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث رد جواب الکتاب الخ مکتبۃ الامام شافعی ریاض ۲/ ۲۲

سیاسیات

ممبری، ووٹ، الیکشن اور تنظیم سازی وغیرہ

مسئلہ ۲۸۲: مسئولہ محمد باقر خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر رائے بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جو اندر حد میونسپلٹی ہے ایک شخص احمد نامی زبان کچہری وزبان انگریزی سے بخوبی واقف ہے اور شریف خاندان اور قابلیت انتظامی میں ماہر اور معزز عہدوں پر ممتاز رہا ہے منجملہ دیگر مسلمان ممبروں کے ایک ممبر میونسپل ہے اور بحیثیت ممبری قوم کے کام بھی نہایت دیانت وامانت سے کر رہا ہے اب زمانہ ممبری احمد کا قریب الاختتام ہے لہذا احمد مذکور پھر امیدوار ممبری کا ہے لیکن اس کے مقابلے میں ایک شخص معمولی حیثیت کا جو محض اردو جانتا ہے عمر نامی امیدوار ممبری کھڑا ہوا ہے اس شخص کو انتظامی قابلیت میں کچھ مس نہیں ہے اور نہ کبھی اس کو ایسا تجربہ ہوا ہے پس عمر نے اپنی کامیابی کی یہ تدبیر اس حیلہ سے سوچی ہے کہ اگر وہ ممبر منتخب ہوگیا تو مبلغ ڈیڑھ سو روپیہ واسطے کارِ خیر کے دے گا یعنی ایک آنہ فنڈ میں جو اس قصبہ میں ہے دے گا تاکہ سکریٹری ودیگر حمتمہ ممبران ایک آنہ فنڈ کی کامیابی میں کوشش بلیغ کریں بس ایسی صورت میں مسلمانوں کو احمد کی معاونت کرنی چاہئے جو نہایت بیدار مغز ی اور دیانت سے ممبری کے کام بخوبی انجام دے رہا ہے یا عمر کی جو امور انتظامیہ کو انجام دینے کے قابل نہیں ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

ممبری کوئی شرعی بات نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ اگر حالت وہ ہے جو سوال میں مذکور ہے تو احمد کے مقابل عمر کے لئے کوشش عقل ونقل سے دور ہے جب وہ حسبِ بیان سائل ذی علم متدین نفع رسان مسلمین ہے تو اس پر ایسے عاری کی ترجیح صرف ڈیڑھ سو روپیہ کے لالچ سے جہل مبین ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا علی عشرۃ وفیھم من ھو ارضی للّٰہ منہ فقد خان اللّٰہ ورسولہ وجماعۃ المسلمین[1]

جس نے دس آدمیوں پر کسی کو افسر کیا اور ان میں وہ ہے جو اللہ کو اس سے زیادہ پسند ہے تو اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں کی سب کی خیانت کی۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۳ از دھوراجی متصل ناریل مسجد مرسلہ احمد علی جامڑیا ۲ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ملک کاٹھیاوار میں تعلیم کی حالت بہت خراب ہونے کی وجہ سے مختلف شہروں کے مسلمانوں نے مل کر ایک رائے ہو کر ہر شہر کا ایک ایک دو دو شخص منتخب کرکے ۹۵ ممبروں کی کمیٹی مقام راجکوٹ قائم کی ہے جس کا نام مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن رکھا ہے، جس میں سنت جماعت ممبر ۹۴ اور ایک خوجہ، اس ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کی طرف سے ہر سال کسی ایک بڑے شہر میں جلسہ عام مسلمانوں کا منعقد ہوتا ہے جس میں ہر خاص وعام آسکتا ہے اور جس میں مسلمانوں کی ترقی کے ریزولیشن پاس ہوتے ہیں اور اسٹیٹ اور گورنمنٹ کے پاس سے حق مانگے جاتے ہیں اور ہر شہر میں مسلمانوں کی طرف سے جو مدرسے جاری ہیں اُن کے کورس ایک کرنے میں اور دینی اور دنیاوی تعلیم کی ترقی کرنے میں کوشش کی جاتی ہے فی الحال ایک انسپکٹر ایسوسی کی طرف سے مقرر ہے جو کہ ہر مدرسہ میں جا کر تعلیم کی جانچ کرتا ہے اور ایک بورڈنگ بھی اس سال مسلمانوں کے واسطے ایسوسی ایشن نے تیار کی ہے اور ایسوسی ایشن کا تعلق ہندوستان میں کسی اور شہر سے نہیں ہے ان کے سالانہ جلسے میں ہم اہلسنت وجماعت شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اور ایسوسی ایشن کمیٹی کے ممبر بھی ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ ہمارے ائمہ دین شرح تفصیل کے ساتھ بیان فرما کر احقر کو مشرف فرمادیں۔

نوٹ: ہمارے یہاں خوجہ آغاخان یا خارجی یا سیدنا کو کہتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دارالفکر بیروت ۴/ ۹۲
کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۲۹۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۴۸

الجواب

خوجہ کو اسلامی جلسہ کا رکن بنانا حرام اور مخالفتِ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون ھاانتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتٰب کلہ واذا لقوکم قالوا اٰمنا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[1]

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمھاری نقصان رسانی میں کمی نہ کرینگے وہ جی سے چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑو۔ بیران کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا اور وہ جو ان کے سینوں میں دبا ہے اور بھی بڑا ہے ہم نے تمھارے سامنے نشانیاں کھول دیں اگر تم میں عقل ہے ارے یہ جو تم ہو تم تو ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے حالانکہ پورے قرآن پر ایمان لائے اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر انگلیاں چباتے ہیں جلن سے، اے محبوب! تم ان سے فرمادو کہ مرجاؤ اپنی جلن میں، بیشک اللہ دلوں کی جانتا ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام[2]

جس نے بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے دینِ اسلام ڈھا دینے میں مدد دی۔

دوسری حدیث میں ہے:

من لقیہ بالبشر فقد استخف بما انزل علٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]

جو کسی بدمذہب سے بکشادہ پیشانی ملا بیشک اس نے حقیر سمجھا اس چیز کو جو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اتاری گئی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹-۱۱۸

[2] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۶۱

[3] مسند الشہاب باب من اھان صاحب بدعۃ الخ مطبوعہ بیروت ۱/ ۳۱۹

فتاوٰی حدیثیہ کانت ساقہ صلے اللہ علیہ وسلم اطول من الوسطٰی الخ المطبعۃ الجمالیہ مصر ص ۲۰۴

فتاوی الحرمین میں یہ مضمون مفصل ہے جس پر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق مُہریں کیں سُنّی بھائیوں کو چاہئے کہ اپنے دین کی قدر کریں اور بدمذہب کو رکنیت سے فوراً جُدا کر دیں اللہ فرما چکا کہ وہ تمھاری بھلائی کبھی نہ چاہیں گے جہاں تک بن پڑے نقصان ہی پہنچائیں گے قرآن وحدیث کے مقابل یہ جاہلانہ خیال نہ کریں کہ ۹۴ سُنّیوں میں ایک بدمذہبی کیا اثر کرے گی، دیکھو چورانوے [۹۴] قطرے گلاب ہو اور ایک بُوند پیشاب ڈال دو سب پیشاب ہو جائے گا، اہل مجلس ان احکام شرعیہ کا اتباع کریں اور مجلس کو خالص اہلسنّت کی کرلیں اور اگر اپنی ہیجا ہٹ پر قائم رہیں تو شرعی احکام سن چکے کہ وہ دینِ اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دیتے ہیں اور جو کچھ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اُترا اس کی تحقیر کرتے ہیں تو مسلمانوں پر لازم کہ انھیں اور اُن کی مجلس کو یک لخت چھوڑ دیں لیقترفوا ما ھم مقترفون[۱] (چاہئے کہ وہی کمائیں جو کچھ وہ کمار ہے ہیں۔ت) کبھی اس میں شریک نہ ہوں۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[۲]۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بُھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

اور اصلاً اس کی مدد نہ کریں،

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[۳] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) آپس میں گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۸۴: حافظ شمس الدین پیلپور محلہ درگا پرشاد ضلع پیلی بھیت ۲۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سلطان المعظم سلطنت روم خلیفۃ المسلمین ہیں یا نہیں؟ موجودہ حالت میں مسلمانوں میں اُن کی ہمدردی کرنا چاہئے یا نہیں؟ اگر اس وقت میں ہم کوئی ہمدردی نہ کریں تو گنہگار تو نہ ہوں گے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سلاطین اسلام نہ صرف سلاطین اسلام کہ ہر جماعتِ اسلام نہ صرف جماعت کہ ہر فردِ اسلام کی

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۳
[۲] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[۳] القرآن الکریم ۵/ ۲

خیر خواہی ہر مسلمان پر لازم ہے لحدیث الدین النصح لکل مسلم[1] (حدیث "دین ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نام ہے" کے مطابق۔ ت) مگر ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر تکلیف بشرط استطاعت کما نطق بہ الکلام العزیز (جیسا کہ اس مسئلہ کو کلام عزیز نے بیان فرمایا ہے۔ ت) نامقدوریات پر ابھارنا جو موجب ضرر مسلمین ہو خیر خواہیِ مسلمین نہیں بدخواہی ہے مثلاً دریا میں طوفان ہے کچھ لوگ ڈوب رہے ہیں جو کنارے پر ہیں اور تیرنا نہیں جانتے انھیں مجبور کرنا کہ ان کے بچانے کے لئے طوفان میں کود پڑو ان کا بچانا نہیں بلکہ ان کا ڈبونا ہے۔ مشرکوں کی یہ کھلی چال ہے جس سے وہ مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اور عقل کے اوندھے بصیرت کے اندھے انھیں اپنا خیر خواہ سمجھ رہے ہیں حالانکہ قرآن کریم صاف فرما چکا کہ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مصیبت میں پڑو دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور وہ جو ان کے دلوں میں دبی ہے اور بڑی ہے ہم نے عاقلوں کے لئے نشانیاں صاف بیان فرمادیں[2]۔ مولٰی تعالٰی کے اتنے صاف ارشاد پر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں اور بدخواہوں کو خیر خواہ مانے ہوئے ہیں، مولٰی عزوجل ہدایت دے۔ آمین! واللہ تعالٰی اعلم۔

نوٹ

جلد ۲۴ سیاسیات کے عنوان پر ختم ہوئی،
جلد ۲۵ ان شاء اللہ کتاب المداینات سے شروع ہوگی۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳
صحیح مسلم " باب بیان الدین النصیحۃ " " " ۱/ ۵۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸